

1682
S/10

سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو (ہند) نمبر ۱۸۲

لغز
تنقید شعرا

تالیف

پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب

(نظر ثانی اور اضافہ فرید کے ساتھ)

شایع کردہ

انجمن ترقی اُردو (ہند) - دہلی

تنقید شعرا لعجم

عباس مروزی سے کمال اسماعیل تک

جس میں

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کے متہود تذکرے ”شعرا لعجم“
کے تاریخی سیات پر تنقید کی روشنی میں نقد و تبصرہ کیا گیا۔



فہرست مضامین

بشمار	مضمون .	صفحہ	بشمار	مضمون	صفحہ
۱	انتساب	۱۸	۲۵۳	حماد الدین پیرور شاہ احمد	۲۵۳
۲	یش کلام	۱۹	۲۶۳	انوری کی شاعری	۲۶۳
۳	تمقید شعر العجم	۲۰	۲۷۶	عزل	۲۷۶
۴	رودکی	۱۲	۲۷۸	مدیہ گوئی اور مدح سخی	۲۷۸
۵	دقیقی	۳۵	۲۸۱	اخلاقیات	۲۸۱
۶	دو بحر و بحر	۵۴	۲۹۱	کتبیاں انوری طبع لعل کتور	۲۹۱
۷	فرخی	۶۶	۲۹۷	نظامی گنجوی	۲۹۷
۸	وردی	۸۰	۳۱۸	نظامی کے حالات	۳۱۸
۹	سویہر	۱۲۳	۳۳۲	کلام پر تنصرو	۳۳۲
۱۰	اسدی طوسی	۱۵۲	۳۳۸	وردی اور نظامی	۳۳۸
۱۱	چوتھا دور	۱۶۱	۳۴۷	تمقید شعر العجم حصہ دوم	۳۴۷
۱۲	حکیم سنائی	۱۶۷	۳۵۳	شیخ فرید الدین عطار	۳۵۳
۱۳	عمر خیام	۱۷۶	۳۶۱	شیخ عطار کے حالات	۳۶۱
۱۴	اوحید الدین انوری	۱۸۹	۳۷۳	کلام پر تنصرو	۳۷۳
۱۵	انوری کے حالات	۲۲۵	۳۷۷	داردات عشق	۳۷۷
۱۶	سلطان سبھر	۲۳۵	۳۹۴	تغنیات شیخ فرید الدین عطار	۳۹۴
۱۷	محمد الدین الواحس عمرانی	۲۳۷	۴۰۲	آغاز عشق (۱)	۴۰۲

انتساب

میں اس تنقید کو اپنے شفیق محترم مولوی
محمد شفیع ایم۔ اے، سابق پرنسپل اور ٹیل کالج
وہروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور،
کے نام پر
اپنے قیام لاہور کی یادگار میں دلی شکریے کے ساتھ
معنون کرتا ہوں۔

محمود شیرانی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۳	وصیت نامہ (۱۱)	۴۴	۴۰۱	۲۵	اسرار الشہود (۲)
۴۳۰	مظہر العجائب (۱۲)	۴۵	۴۰۲	۲۶	اسرار نامہ (۳)
۴۵۲	چار مدہب	۴۶	۴۰۴	۲۷	کنز الحقائق (۴)
۴۷۱	خواہر الذات و ہیلج نامہ	۴۷	۴۰۷	۲۸	منہاج الفتوح (۵)
۴۷۳	ہیلج نامہ	۴۸	۴۱۰	۲۹	وصلت نامہ (۶)
۵۰۶	کمال اسماعیل	۴۹	۴۱۹	۳۰	منصو نامہ یا حلالج نامہ (۷)
۵۲۳	کمال کے حالات	۵۰	۴۲۳	۳۱	بے سر نامہ (۸)
۵۴۸	صمیمہ شعلق راعی	۵۱	۴۲۷	۳۲	حیات نامہ (۹)
۵۹۱	استاریہ	۵۲	۴۲۸	۳۳	کسر الاسرار (۱)



پیش کلام

”تنقیدِ شعرا لجم“ جسے اب کتابی صورت میں طبع کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہو، اکتوبر ۱۹۹۷ء سے حور می سلاسل تک، انجمن ترقی اُردو کے سہ ماہی رسالے ”اُردو“ (اورنگ آباد) میں قسط وار نکل چکی تھی اُس وقت سے اب تک اس کی طباعت کے واسطے احباب کے تقاضے ہوتے رہے، لیکن راقم کو اپنے فرائضِ مصیبتی سے اس قدر فرصت میسر نہ ہوئی کہ اس کی طرف توجہ کی جاتی۔ اب یہ اقساط، نظر ثانی کے بعد کتابی صورت میں یکجا کر دی گئی ہیں۔ کمال اسماعیل پر تنقید کا مسودہ پُرانے کاغذات میں سے بچل آیا، اُس کو بھی اضافہ کر دیا ہو۔

گزشتہ چند سال سے ایران میں ادبِ قدیم کا دُور احیا ہوا۔ پُرانے اساتذہ سے متعلق ایرانیوں کی تحقیقات بھی، تنقید کے اکثر نتائج سے ہموا ہو جس سے ثابت ہوتا ہو کہ راقم نے تنقید میں جو طریقہ اختیار کیا تھا، ماکمل صحیح تھا۔ میں نہایت وثوق سے عرض کرتا ہوں کہ تنقیدِ ہذا مولانا شبلی مرحوم کی مصیبتِ علمی کی مقصدت ہیں ہو لکہ محض احتجاج ہو، اُس مَرُوحہ روش کے خلاف جس میں ہمارے مصنفین تحقیق کی حکمِ تقلید سے اور عقل کی حکمِ عمل سے کام لیتے ہیں۔ ہم تاریخی واقعات اور سوانح و حالات لکھتے وقت اس قدر تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ اُس کو نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھ لیں اور اُس کی صحت و درستی کے متعلق اپنا اطمینان کر لیں، میں اُس بُزرگوں کے ساتھ بھی اتفاق

تنقید شعرا بحسب

علامہ شبلی مرحوم زمانہ حال کے ان چند مستند افاضل میں سے ہیں جن کا وجود مسلمانوں کے لیے ہمیشہ مایہ ناز رہے گا ان کی متعدد تصنیفات نے آسمانِ علم پر ان کو آفتاب سا کر چمکایا ہو۔

مرحوم کا شمار ان خوش نصیب مصنفین میں کیا جاسکتا ہو جس کے فردِ ابنِ روحانی نے اُن کے دورانِ حیات میں قراءِ واقعی قدر و منزلت حاصل کر لی ہو جس کے حقیقت میں وہ مستحق ہیں۔

مرحوم نے تاریخِ بخاری کی مینا دا ایسے رالے میں ڈالی جس نے تاریخ کا شوق ہمارے دل سے محو ہو چکا تھا، اردو زبان تاریخی کتابوں سے ماکل تھی ایہ بھٹی اور ملک کا مذاق نہایت پستی کی حالت میں تھا۔ ایسے حمود کے وقت میں ان کے قلم نے اس میں کے احیا میں وہ روبرو دست اور قابلِ قدر خدمت کی حوصلہ دہیوں تک یادگار رہے گی۔

تاریخ میں ان کی وسعتِ معلومات کا اندازہ مرحوم کی ان متعدد اور مختلف الموصوع تصانیف سے لگایا جاسکتا ہو جو اردو ادبیات کی چیدہ اور منتخب کتابوں میں ملی جاتی ہیں۔

فارسی نظم کی تاریخ میں اردو زبان کی بے نصاحتی محسوس کر کے علامہ نے

ہیں کرتا و شعرا لعم کو حسن و عشق کا صحیفہ کہ کر اس کے تاریخی پہلو کی اہمیت کو گھٹانا اور تنقید کی ضرورت کو اس سے مٹانا چاہتے ہیں۔

تنقید، میرے لیے ایک علمی مسئلے کا سامان تھی اور میں اس میں پوری دل چسپی لیتا رہا، لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ پنجاب یونیورسٹی نے اسے ایم۔ اے کے نصاب سے خارج کر دیا ہے تو مجھے مڑا رخ ہوا اور میں نے تنقید کا سلسلہ ختم کر دیا۔

تنقید کے دوراں میں میں نے صرف تحریری پہلو پر نظر رکھی ہو ملکہ حسب اجازت وقت تعمیری کام بھی کیا ہوں تو ہر شاعر کے حال میں کم و بیش اس کا یہ تو موجود ہے لیکن انوری، نظامی، اور عطار کے تذکرے میں بہت نمایاں ہے۔ اس تنقید کا مقصد ناظرین کے واسطے ہر قسم کی اطلاع فراہم کرنا نہیں ہو ملکہ شعرا لعم کے نظری مواقع پر روشنی ڈالنا ہے، یہی نقطہ نظر خیام کے حالات میں بھی کار فرما ہے جو میرے فاضل دوست ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کے قلم کا نتیجہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب بحالت موجودہ ایسے مضمون کی طاعت کے حق میں نہ تھے، لیکن یہ اطلاع مجھ کو ایسے وقت ملی جب کہ تمام کتاب لکھی جا کر مطبع میں پہنچ چکی تھی۔ مجھے اُن کی خواہش کی تعمیل نہ کرے کا افسوس ہے۔

محمود شیرانی

ہمت سے غیر تاریخی افسانوں نے شعرا و شعرا کے نام میں قابلِ عورت بلکہ باہمی ہو کر
 اعلاط جھیں تذکرہ نگاروں نے اپنی اپنی تصنیف میں دہرا کر ہماری ادبیات میں
 عام طور پر رباں رو کر دیا ہو شعرا و شعرا کے صفات پر بھی موجود ہیں۔ ایک شاعر کے
 ایات دوسرے شاعر کے نام سے بھی بعض اوقات درج ہوئے ہیں۔ اکثر اوقات
 ایک مؤرخ یا محقق کو اپنے اجتہاد کے استعمال کی بھی ضرورت ہوتی ہو لیکن مولا
 سے ضروری مواقع پر بھی اس کے استعمال سے احتراز کیا ہو، جب کسی واقعہ کی
 نسبت دو مختلف روایتیں آگئی ہیں تلی اس میں حلق حاکم کی طرح جو مدعی اور
 مدعا علیہ دونوں کے حق کرنے کی بے سود کوشش میں مصروف ہو، تم بھی سچے
 اور تم بھی سچے، کہہ کر تعبیر کسی حرج و تعدیل کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایسا معلوم
 ہوتا ہو کہ اس کے نزدیک یہ روایات بڑے ٹوٹھوں کی باقیات القاصحات ہیں
 ان کے متعلق رد و قدح کر دیا اس کو غلط ثابت کرنا ہماری شانِ احلاق کے خلاف ہو۔

۵ کے تو ائم دید راہد جام صہبا بشکند

مے پر دنگم جا بے گر بدریا بشکند

کثات کی عطلیاں ایک اچھی تعداد میں موجود ہیں، اگرچہ فراتے ہیں

تجیفات عطلیاں تو اس قدر ہیں کہ سب کا احصا کروں تو ایک اور

کتاب تیار ہو جائے اس لیے موٹی موٹی عطلیاں لکھ دی ہیں۔

ص ۲۰۲ آخر کتاب -

اس عدد اور آخر میں عطلیاں کے ماحول و کتاب میں موٹی موٹی عطلیاں بھی

نظر آتی ہیں

جو اطلاعات آسانی سے مولا ماشلی کی دسترس میں آسکیں انہیں پر غمت

کی۔ زیادہ تحقیق اور تلاش سے کام نہیں لیا، ایسا معلوم ہوتا ہو کہ مولا مالے اس

شعراجم تصنیف کی۔ اس موضوع پر اس تک فاری اور اردو میں جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں شعراجم ان میں بغیر کسی استثنا کے بہترین تالیف مانی جاسکتی ہو ملک نے بھی اُس کی قدر کر لے میں حوصلے سے کام لیا۔ چنانچہ اس وقت تک متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

ذیل کی سطور میں میرا روئے سخن اسی کتاب کی طرف ہو اور صرف ان سیانات سے بحث کی جائے گی جن کے متعلق مجھے مولانا شلی سے نص تاریخی یا تنقیدی جوہر پر اختلاف ہو۔ میرا تبصرہ ممکن ہو کہ آئندہ بھی جاری رہے ہر دست اس کی پہلی جلد کا مطالعہ شروع کرتا ہوں شعراجم کے نام سے جہاں جہاں حوالے دیے گئے ہیں وہ اسی جلد سے تصور کیے جائیں، اس کتاب کا حوالہ میرے زیر نظر ہے وہ مطبع میمنہ علی گڑھ سلسلہ کا مطبوعہ ہو۔

شعراجم کے مطالعے کے بعد میری ذاتی رائے یہ قائم ہوئی ہو کہ علامہ شلی اس تصنیف کے دوران میں مورخانہ و محققانہ فرائض کی نگہداشت سے ایک بڑی حد تک غافل رہے ہیں، رطب و یابس جو کچھ اُس کے مطالعے میں آجاتا ہو سترطیکہ دلچسپا ہو حوالہ قلم کر دیتے ہیں۔ نص وقت دیکھا جاتا ہو کہ مولانا اپنے پچھلے سیانات کی آگے جا کر خود ہی تردید کر جاتے ہیں۔ پہلے کچھ رائے قائم کی بعد میں حاکر کوئی اور نظریہ قائم کر لیا مکن ہو کہ شلی تاریخ اسلام میں بہتر نظر رکھتے ہوں لیکن شعراجم کے حالات میں اُس کے طاقت ور قلم نے بہت لغزشیں کی ہیں اس حوالے میں اُن کی معلومات تاریخی ہنایت محدود ہو اور نہ تمام سلسلہ شعرا، اس کے دواوین اور آثار پر کافی عرصہ ہو بن تاریخ جو فن تاریخ کا ایک شاندار اور وسیع پہلو ہو اس پر اول تو پوری توجہ نہیں کی اور ضرورتاً کہیں ایسا کیا بھی تو غلطیوں سے خالی نہیں بعض متاخرین کو متقدمین کا پہلوستین بنا دیا اور بعض متاخرین کو متقدمین کا ہم بزم کر دیا ہو۔

اور مسعود ماری کے ایک ایک واقعے کے متعلق اتفاقیہ حوالہ قلم کر دیے ہیں لیکن مولانا نے اس سے کچھ استفادہ نہیں کیا اور نہ دِل کتاب میں کہیں حوالہ دیا اس لیے اس کی طرح اس کتاب کا نام بھی محض آرائی و مائیں کے لیے داخل کر لیا گیا ہو۔ دیکھا جاتا ہو کہ ہجرت میں پروفیسر بروں کی تاریخ ادبیات ایران کا نام درج نہیں ہوا حالانکہ بروں کے اثرات میں علامہ لے خواجہ زادہ عباس مروری سے متعلق جسے ابو الحسن لکھا گیا ہو اور جو اکثر محققین کے نزدیک فارسی شاعری کا آدم ہو، فرایا ہو۔

’ابو الحسن مروری کے اشاری کا ذکر آگے چل کر کہیں آئے گا اگر

روا سائنات بھی ہوں تو وہ ایک اتفاقیہ تفریح خاطر تھی جو سلسلہ تاریخ

کی کوئی کردی نہیں سکتی“ شرمسہ ص ۱۶

عباس مروری کے وہ استعارہ سب ذیل ہیں -

اے رہا بیندہ دولت و حق خود ما فزیدین گستر اسیدہ بحد و فصل در عالم بدین
مرحلات را تو شایستہ جو مردم دیدہ را دین برداں را تو مالیتہ جو رخ راہ روئی

کس برین منوال بیت از من تبیین نہ ترے نکھت مردماں پارسی را ہست تا این نوع ہیں

لیک از ان گفتم من این بدعت ترا تا این بدعت گرو دار بلخ و شائے حضرت قوزیہ دین

سلسلہ بروں کی تاریخ اس موضوع پر سب سے اعلیٰ تصنیف جو میری نظر سے گری ہو، مولانا

علی نے اس سے استفادہ بھی کیا ہو، ہمارے سامنے کی اس بہترین تصنیف کے لیے شلی کی

دلے قابل دید ہو۔ فرماتے ہیں -

”بلا سالہ اور ملا نصیح کہتا ہوں کہ بروں کی کتاب دیکھ کر بحث اموس

ہوا ہیبت عامیہ اور سو قیام ہو۔“

۳۰۳

حقہ شعراہم کے لیے (جو اس مضمون کے دوران میں میرے زیر نظر ہو) مع انحصار اور تذکرہ دولت شاہ پر زیادہ اعتماد کیا ہو، ان تصنیفات میں ہر قسم کا ربط یا بس نظر آتا ہو۔ میرے خیال میں لباب الالباب محمد عوفی، بزم آراء، یا مخزن الغرائب یا وہ مفید ہوتیں، پچھلی دونوں کتابوں سے مولانا واقف نہیں معلوم ہوتے البتہ لباب الالباب کا نام فہرست کتب میں سب سے اول ہو، جسے لب الالباب عوفی یزدی (کد ۱) کے نام سے یاد کیا ہو۔ (شعراہم ص ۳)

لیکن مولانا کی فہرست میں اس کا ادخال زیادہ تر ایک اعزازی حیثیت لکھا ہو کیونکہ آخر جلد میں غالباً انہیں اعتراف ہو کہ یہ کتاب ان کی نظر سے نہیں گزری۔ فرماتے ہیں -

”لب الالباب عوفی کی پہلی جلد کتاب کی تصنیف کے بعد چھپ کر یورپ سے آئی تو اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا۔“ ص ۲ آخر جلد اول اس سے میں بھی سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک لباب الالباب مولانا کی نظر انداز نہیں ہوئی تھی پھر فہرست میں اس کے شامل کیے جانے کے کیا معنی؟ میں دیکھتا ہوں کہ فہرست میں ابو الفضل بیہقی کی تاریخ آلِ عرب میں کام بھی درج ہو جس کے ساتھ یہ نوٹ ہو -

”مصنف مسعودی سلطان محمد (کد ۱) عوفی کے زمانے میں تھا

ص ۱۰۰ آخر کا تذکرہ کیا ہو۔“ ص ۱۰۱

اب جو شخص تاریخ بیہقی سے واقف ہو وہ جان سکتا ہو کہ مصنف لے سعراہم عصر کے ذکر کرے میں حاصل الترام سے کام نہیں لیا۔ چند فقرے ابو حنیفہ اسکاف رینی علوی

لباب الالباب محمد عوفی سلسلہ ۶ میں پروفیسر روئے شائع کی اور شعراہم سلسلہ ۶ میں طبع ہوئی۔

تنقید شعر العجم

۷

اسی روائے میں ہوئی بیوقوف صغار کا ایک کس پتہ ایک دس احوالوں سے
کھیل رہا تھا، ایک احوال لڑھکے لڑھکے ایک گڑھے میں جا گرنے کی
راں سے مباحثہ یہ مصرعہ مخلص

ظلمات ظلمات اُمی رود تالاب گو

بیوقوف بھی موجود تھا اس کوئے کی راں سے یہ مورد کلام بہت پسند
آیا لیکن چونکہ اس وقت تک اس سحر میں استعارہ نہیں کہے جاتے تھے اسلئے
کو لاکر کہا کہ یہ کیا سحر ہو اُنھوں نے کہا ہر سحر جو پھر تیس مصرعے اور لگا کر رہا
کر دیا اور دو مثنوی نام رکھا، مدت تک یہی نام رہا پھر دوسری کی بجائے روائی
کہے گئے لکن یہ نعت ہو کہ عربی راں میں آج بھی دوسری کہتے ہیں جس

سے اہل عرب کی دیانت کا ادارہ ہوتا ہو۔ شراہم ص ۲۱۲

یہ قصہ غالباً مولانا نے دولت شاہ سمرقندی سے نقل کیا ہو لیکن یہ یاد رہے
کہ دولت شاہ سمرقندی ایک ہایت ضعیف راوی ہو اس سے بہتر اطلاع شدہ
ملگرامی لے قواعد العروض میں دی ہو۔

العجم فی معایر استعار العجم میں شمس الدین محمد بن قیس جو ساتویں صدی ہجری کے
ربیع اول کے مصنف ہیں لکھتے ہیں کہ متقدمین شوالے عجم میں ایک شاعر نے (میرا
حیال ہو کہ وہ رود کی تھا) احرم اور احرب کے اجتماع سے یاد دہن نکالا جس کو
ورنِ رماعی کہا جاتا ہو یہ ایک ایسا مقولہ ورن ہو کہ طبائع سلیم اکثر اس کی شائق
ہیں اس کے استخراج کا باعث یہ کہا جاتا ہو کہ ایک روز عید کے دن عرب میں کی
تفریح گاہ میں وہ گشت کر رہا تھا اس نے دیکھا کہ کچھ لڑکے کھیل میں مشغول ہیں اور
اور ان کے گرد تماشا یوں کا ہجوم ہوتا بھی وہاں حاکم کھڑا ہو گیا اس میں ایک لڑکا
جس کی عمر دس پندرہ سال سے رائدہ ہو گئی احوالوں سے کھیل رہا تھا اسی اتنا

اس اشعار کے متعلق مولانا اس لیے تشنگ ہیں کہ (Kasimī) اور پروفیسر رڈن ان کو تسلیم نہیں کرتے لیکن صفحہ ۱۸ پر مولانا اپنے گزشتہ سیانات ورا مومن کر کے فرماتے ہیں -

”اتنے سے بہارے پر کہ مومن الرستید ایک مدت بزم حراساں
میں رہا تھا اور عالماً فارسی سے حرف آشا ہو گیا نقاعا س مروی
نے ایک قصیدہ فارسی میں لکھا اور امون الرستید نے اس کے صلے
میں ہزار دینار سالانہ مقرر کر دیے۔“ ص ۱۸ تراجم -

اس روایت کا پہلا مائل محمد عونی ہو لیکن وہ کہتا ہو کہ صرف ایک ہزار دینار
صلے میں دیے گئے، سالانہ کا ذکر نہیں کرتا، جب یہ واقعہ علامہ کے نزدیک آیا
ثبات نہیں تو اس کے استعمال کی رحمت کیوں گوارا کی آگے چل کر فرماتے ہیں -
”اس سے پہلے اگر برائے نام کچھ بتا چلا ہو تو ابو حص حکیم سعدی کا
شعر جو پہلی صدی ہجری میں موجود تھا“ ص ۱۸ تراجم

ابو حص بن احوص سعدی سعد سمرقند کا رہنے والا فی سہیقی میں آہستہ وکامل
تھا، ابو نصر فارابی نے اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہو، موسیقار سے ملتا جلتا
ایک سارح کا نام ”شہرود“ تھا اس نے ایما وکیا، فارابی نے اس سارح کی شکل
اپنی تصنیف میں بیان کی ہو۔ ابو حص بقول صاحب ”زائد عامرہ“ و صاحب المعجم
فی معایر اشعار ابجد مسئلہ میں گزرا ہو۔ ابو حص فارسی فرہنگ نگاروں کا ابو نصر
ماہا سکتا ہو اس کی فرہنگ کا ذکر فرہنگ جہانگیری میں آتا ہو۔
رماعی کی نسبت مجھے علامہ تہلی سے اختلاف ہو، صفاریہ حاذقان کا ذکر کرتے
ہوئے لکھے ہیں -

اشعری کے متعلق اس حاذق کارا احساں یہ ہو کہ رماعی کی ایجاد

سید سرم

ہمارے نزدیک یہ ایک مصرع ماحاتا ہو قدا کے نزدیک پورا شعر تھا جس
کو غالباً وہ یوں کہتے تھے ۛ

یک مار چیں جا ہل و خو و اوماش
عاہل کی ۛ، شامل مصرع اول ہو اس لیے یہ ایک معقد شعر ہو جس کی
تقطیع ہو مفعول مضاعفین، معاہل فحول یا مثلاً متقدمین کا یہ شعر معقد ۛ
دانی کہ دل از تو ۛ ستود سیر مرا
متاخرین ۛ اس شعر کو بھی ایک مصرع ماما ادویوں لکھا ع
دانی کہ دل از تو ستود سیر مرا

جب ہرج احرب یا احرم میں ایسے چار شعر جمع ہو گئے اور آخر میں قافیہ
پایا گیا قدامنے چہار مثنوی نام رکھ لیا لیکن متاخرین نے اس چار استعار کو چار مصرعے
شمار کیا اس لیے چار مثنوی کا نام دو مثنوی رکھ دیا۔ محقق طوسی اس کے متعلق مرصعات
ہرج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

”و اسمی اریں و دہا اسد یک مصرع متقن است متاخرین استعمال
کتر کسد و دہا اسد آں شعر سیار گشتہ اند و ایساں ہر مصرع رافتا میہ
آوردہ اند و اسمی می شمرده ماسد و حر مشطور یا میت ہاے معقدہ اند
استادنا ریاں کہ آراء منحصی میں ہاشد و بدیں مدب ترامہ رافدا ہا ہا ہا
میت می گرمہ اند و آرا چہار مثنوی حواحدہ و تباری و زماعی و در ہر چہار قافیہ
آوردن لازم می شمرده اند۔ اما ہر دیک متاخرین چوں مرصعات میں اور ہا
مستعمل میت میں اور ہاں متروک است و ہر مثنوی نا اریں ایات طبری
می شمرده و زماعی را دہ مثنوی می حواحدہ و مصرع سوم راجعی می حواسد و
قافیہ ستہ طامی ہند“ معیار الاستعار

میں ایک اخروٹ گڑھے سے باہر گرا اور پھر رجبت کرنا ہوا گڑھے میں جاگرا۔ لڑکا حسین و جمیل ہونے کے علاوہ طبیعت میں موزونیت بھی رکھتا تھا اور اپنی مقملی اور مستحکم گھٹگو سے حاضرین کو معظوظ کر رہا تھا اخروٹ کو گڑھے کی طرف رواں دیکھ کر بولاع

فلطاف فلطاف ہی رودانلب گو

شاعر نے اس کلمے سے ایک مقبول وزن معلوم کر لیا اور عودنی اصول اس پر استعمال کر کے ترانہ نام رکھا اور بحر ہزج کی فردع میں شامل کر لیا۔ اجماع ۸۸ و ۸۹۔ لیکن میں اس روایت کا بھی پابند نہیں ہو سکتا اگرچہ میں نے مولانا کے نظریے کی تردید کے لیے اس کو درج کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہو کہ نظم کی وہ صنف خاص جس کو ہم رامی کہنے کے عادی ہیں کوئی شخص ایسا نہیں بلکہ چار بیٹی کا ارتقائی نتیجہ ہے۔ قدیم الایام میں ایران میں ایک خاص قسم کی نظم جس کو چار بیٹی کہا جاتا تھا راجحی تھی اس کے اوزان عربی اور ان سے غالباً مستخرج نہیں بلکہ ایران زا اور مقامی معلوم ہوتے ہیں۔ قدما ہر ص کے مربعات میں ان کا شمار کرتے تھے تعداد میں وہ چار شر ہوتے تھے اور چاروں شعروں میں قافیہ لازماً ضروری سمجھا جاتا تھا تا حیرین نے اس میں یہ ترمیم کی کہ اس کے درج مربع کو مش قرار دیا۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ان چار ابیات کی تعداد دو شعروں میں محدود ہو گئی اور چار قافیوں کے بجائے صرف تین قافیے ضروری سمجھے گئے اور مصرع سوم حصی رکھا گیا۔

قدیم چار بیٹی کا کوئی نمونہ اس وقت موجود نہیں لیکن سمجھانے کے لیے اس قدر کافی ہوگا۔

یکبارہ جیسے جاہل و حو نوارہ ماش ۔

اب یہ چہارمیتی کی بہت اچھی مثال ہو اس کے چاروں آیات میں قافیہ ہو اور آخری تینوں شعر معقد ہیں۔ متقدمین میں جس طرح رودکی اور ہشام کے لیے مشہور ہیں اسی طرح ابوظلب ترانہ کے لیے مشہور ہو۔ فرعی

بہت

از دلآرامی و لغوی چون غزل کے شہید و ز دلآدیری و بی چوں ترار و طلب غزلیوں کے عہد تک چہارمیتی کا روح رہا بعد میں دوبیتی زیادہ رائج ہوئی بلکہ قدا کے حالات میں تاریخ نے زیادہ تر کھل و اساک سے کام لیا ہو اس لیے اُن قروں کے مشاہیر رجال کے حالات ہم تک بہت قلت کے ساتھ پہنچے ہیں۔ لیکن جو کچھ پہنچے ہیں موزح کا حصہ ہو کہ سب کو مع کر کے صغیر قرطاس کے حوالے کر دے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ علامہ تسلی نے بعض موقعوں پر محض سطحی معلومات پر اکتفا کیا ہو۔ مثال میں شہید کا نام پیش کیا جاتا ہو اس کا ذکر صفحات ۲۷ و ۳۵ میں کیا ہو لیکن اس کے حالات کی طرف کوئی اعتنا نہیں کی نہ اس کی وحایت کو کیا حقہ ظاہر کیا ابوالحسن شہید بن انیس یعنی اپنے عہد کا نہایت زبردست طبعی اور حکیم تھا اس کے مناظرات مشہور محدثین رکریا الرازی سے ہوئے ہیں رازی نے اس کے جواب میں بعض رسائل بھی لکھے ہیں فن شعر اس کے کمالات کا ایک کم تر پایہ ہو لیکن اس میدان میں بھی وہ رودکی کا ہم سہماں کیا جاتا ہو محمد عوفی ۱۰۷۵ عظم ماضی علامہ سید سلیمان مددی نے اپنی قابلِ قدر تصنیف حیات ۱۰ میں جو ۱۰۷۵ھ میں شائع ہوئی ہو راعی کے تعلق میں میرے بعض خیالات کی تردید کی ہو اور نئے نظریے سیرِ قلم کیے ہیں تنقید کے صحن میں ان کا اندراج مامعنا تھا اس لیے میں نے سید صاحب کے اعتراضات اور اپنے حواضات کو ایک علیحدہ حصہ میں داخل کر کے کتاب کے آخر میں درج کر دیا ہو ناظرین وہاں دیکھ لیں۔

[اس عبارت کا ترجمہ یہ ہو -

(مرعات کے) ان اوزان میں سے ایسے وزن جو ایک مصرع متن کے مانند ہیں
متاخرین میں غیر مستقل ہیں۔ مثلاً مانے ان اوزان میں کثرت سے اشعار لکھے ہیں وہ
ہر مصرع (یعنی شعر مرلی) کے آخر میں قافیہ لائے ہیں اور اس کو ایک بیت شمار
کرتے ہیں۔ بجز مشطوریوں کے معقد اشعار کی طرح جن کا نصف معین نہیں ہوتا
اسی لیے قدما ترانہ کو چارہیت مانتے تھے اور اس کو چارہیتی کے نام سے یاد کرتے
تھے اور عونی میں رباعی کہتے اور چاروں شعروں میں قافیہ لاماضوری سمجھتے تھے لیکن
متاخرین میں چونکہ ان کے مرلی اوزان استعمال میں نہیں آ رہے یہ اوزان متروک
ہو چکے ہیں۔ وہ اب ان اشعار کے ہر بیت کو ایک مصرع مانتے ہیں اور رباعی
کو دوہیتی کہتے ہیں اور تیسرے مصرع کو خفی رکھتے ہیں اور اس میں قافیہ کی شرط
ضروری نہیں سمجھتے۔]

چارہیتی کا سب سے قدیم نمونہ مجہ کو الہکور کے ہاں ملتا ہے جس کا آفرین نامہ
(شاہنامہ کی بحر میں ایک مثنوی) بقول عونی سلسلہ میں ختم ہوا تھا۔ ابوالمکور کی
رباعی کی موجودہ شکل یہ ہو -

رباعی

لے گشتہ من از غم فراوان تو بہت شد قامت من ز درد ہجران تو بہت
لے شستہ من از فریب دستان تو بہت خود ہیج کسے بسیرت و شان تو بہت
(ناب الالم عونی)

لیکن اگر چارہیتی کی شکل میں لکھا جائے تو اس کی صورت حسب ذیل ہوگی -
لے گشتہ من از غم فراوان تو بہت شد قامت من ز درد و ہجران تو بہت
لے شستہ من از درد و فریب دستان تو بہت خود ہیج کسے بسی رت و شان تو بہت

حقیقی رودکی کے دھوکے میں ایک جالی اور سمیائی رودکی کے باغ بنی سیر
میں مصروف ہو گئے۔

شوالیم میں رودکی کا مام محمد یا حفر ص ۲۸ دیا ہو جس میں پہلا غلط اور دوسرا
صحیح ہو۔ انساب السمعانی میں اس کا پورا مام یوں درج ہے: "أستاذ الوعداء حفر
س محمد بن حکیم بن عبدالرحمن ابن آدم السمرقندی" ص ۲۶۲
مولانا شبلی فرماتے ہیں

"رودک سخت کے صلح میں جس کو سفا بھی کہتے ہیں ایک گانا کہ
ام ہو رودکی اسی گانا کی طرف موب ہو" شوالیم ص ۲۸
انساب السمعانی (مطبوعہ یورپ ص ۲۶۲) میں رودک ایک ناہیہ کا مام ہو جس
کا صدر مقام سمرقند سے دو درگ کے فاصلے پر واقع ہو رودکی اس کی طرف موب ہو۔
رودکی کی مانیائی کے ذکر میں فرماتے ہیں

یورپ اور ایشیا کا یہ عجیب اتفاقی توافق ہو کہ رودکی بھی ہومر

کی طرح مادر زاد ادھاتھا" شوالیم ص ۲۸

بعض یورپی محققین مثلاً ڈاکٹر ایچہ ویرم نے اس کی مانیائی سے قطعاً انکار کیا
ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ رودکی کی مانیائی کے متعلق ہمارے پاس قریب
ہمعصر شہادتیں موجود ہیں مثلاً حقیقی اس کی بے بصارتی کی طرف تلمیح کرتا ہوا کہتا ہو۔
استاد تہمید مدہ پاستی و آں شاعر کو چہ چشم ہاں میں

اور ابوراعہ المعری الحو حالی کہتا ہو۔ ابیات

اگر مدولت مارودکی غنی مام	عجب کس سخن اورودکی کم دام
اگر کوردی حتم او میانست گیتی را	رہبر گیتی من کو رنود متوام
ہر ایک ہاں کو نیتا ارعطا کو	بہن دہی سخن آید ہر ارچیدام

رودکی پر اس کے تقدم کا مستحق ہونے پر فرخی نے ایک سے زیادہ موقع پر اس کے نام کو
مہرت دی ہو ہے

شاعرانہ چو رودکی و تہید مطربانہ جو سرکش و سرکب
دقیقی اور سوچہری نے بھی اس کے نام کو رودکی کے نام کے ساتھ صم کیا ہو۔
منوچہری ہے

از حکیمان حراساں کو تہید رودکی لوش کورلمی و لوانضیح مستی کہدی
وہ عربی اور فارسی دونوں زمانوں میں شعر کہتا تھا ابو محمد عبداللہ کافری رورنی نے
اسی کتاب حماسۃ العرفاء میں تہید کے معنی عربی اشعار درج کیے ہیں جس میں سے
لہاس الالہاس میں عربی نے تین شعر نقل کیے ہیں۔ اس مدیم یا قوت اور اومصو
الشمالی سب اس کا ذکر کرتے ہیں۔ فلسفہ اخلاق اور الم پرستی تہید کی شاعری
کے امتیازی جوہر ہیں۔

اب میں رودکی کے حالات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

رودکی

یہ مشہور آفاق شاعر آدم استعسرا ماما جاتا ہو اس لیے خیال کیا جاتا ہو کہ
علامہ نے اس کے واقعات قلمبند کرنے میں زیادہ تحقیق اور تلاش سے کام لیا
ہوگا اور ظاہری ٹیپ ٹاپ سے تو ایسا ہی خیال گزرتا ہو۔ لیکن میں ناظرین کو
آجاریہ داستان ہی میں اطلاع دیے دیتا ہوں کہ شعر العجم میں رودکی کا افسانہ ایک
دل دریا اور دل کش سراب کے منظر سے زیادہ حیثیت ہمیں رکھتا۔ بقول آتشاہ
سحر رح میں ڈال کے سحر دل چلے

مولانا کھٹے میٹے تھے رودکی کی داستان لیکن درمیاں میں اُس کے سمد قلم نے
اس قدر مدگامیاں کیں کہ سر نہ مقصود سے مٹک کر کہیں کے کہیں مٹنے اور

چل ہر اردم روڈ کی زہتر خویش یافتہ است توزیع ازین واکہ
 گفتن آمد و شادی مزد و کبر کثرت زرے نر بگشت این بتر خوش اند سلہ

یہ مسئلہ کہ کوئی مشکل امر ہیں کہ اس قصائد میں عصری والا مصرعہ بیانہ است
 بتویج المصحح ہو یا مولانا کا مصرع حسن میں کلیلہ کا ذکر آتا ہو۔ اترتی نے حوالہ الفیاض
 لطاف شاہ بن الیہ ارسلان محمد بن جیزی میگ داؤد سلحوقی کا مداح ہو اتفاقاً اس
 واقعہ کا ذکر ایک قصیدے میں کیا ہو عصری کا شعر بالا اس کے ذہن میں ہو اور لگتا ہو۔
 حدیث میر حراساں و قصہ تو سلیح گفت روڈ کی از رے مخدوشہ

مدامچہ دادہ درا و ہزار دیاری نادر و سہم کردہ از صغار و کبار
 یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ حسن طرح عصری کے ہاں اسی طرح اترتی کے ہاں
 کلیلہ کا کوئی ذکر نہیں بلکہ دونوں شاعر تو ریل لکھ رہے ہیں جس سے صاف ظاہر ہو
 کہ یہ انعام کلیلہ کے صلہ میں نہیں بلکہ مختلف موقعوں پر۔ اگر مزید شہادت کی ضرورت
 ہو تو خود روڈ کی کا شعر حوالاً اس قصے کا مالی مہانی ہو نقل کیا جا سکتا ہو وہ وہاں
 مدامیر حراساں چل ہر اردم دزد و زنی یک پنج میر کاں بود
 یہاں دیکھا جاتا ہو کہ روڈ کی خود بھی کلیلہ کے قصے کی تائید نہیں کرتا۔
 کلیلہ کی نظم کے سلسلے میں روڈی او انصل علمی المتونی مسئلہ ۷۹ وزیر امیر مصر
 المتونی مسئلہ ۷۸ کا نام پیش کرتا ہو۔ میں روڈی کے اشارہ بظہر نقل کرتا ہوں۔
 کلیلہ بازی ستدار پہلوی مدیناں کہ اکنوں ہی نشوی
 تازی ہی بود تا گنا قصہ مدالگہ کہ شد در جہاں شاہ نصر

۷۹ دیوان عصری صفحہ ۶۶ مثنوی مسئلہ ۷۸ طبع آقا محمد ابدولی -
 ۸۰ قسمت کردن رحمتے رائے دیگرے دہرا گدہ کردن
 ۸۱ تراجم صفحہ ۶۶ مسئلہ ۶۰ -

لیکن اس میں بھی کوئی مشہد نہیں کہ وہ ماوراءِ انڈیا نہیں تھا بلکہ جیسا کہ نیننی
 نے شرح یحییٰ (صفحہ ۵۲ حلد اول مطبوعہ مصر ۱۲۸۶ھ) میں شارح کجائی کی سند
 پر لکھا ہے اور کجائی رشتہ داری کے سعدنا سے کے حوالے سے کہتا ہے کہ آخر عمر میں
 رودکی کی آنکھوں میں سلاخی پھر وادی گئی تھی کتاب کلیلہ دومنہ جیسا کہ فردوسی
 کے بیان سے آئندہ معلوم ہوگا رودکی نے مابینائی کے زمانے میں لکھی تھی اس
 کتاب کے متعلق مولانا فرماتے ہیں

”لیکن حادثاں سامیہ نے شاعری سے اصلی کام لیے چاہے رودکی
 کو کلیلہ دومنہ کی نظم کی خدمت دی اور اس کے صلے میں چالیس ہزار
 درہم عطا کیے عصری ایک قصیدے میں کہتا ہے

چہل ہزار درہم رودکی زہتر خویش عطا گرفت بہ نظم کلیلہ دوکتور
 شترانم صفحہ ۲۹ و ۳۰۔ ولہ ”نصر احمد سامانی نے رودکی کو حکم دیا
 کہ اس کو حارسی میں نظم کر دے“ شترانم صفحہ ۲۶۔

اس عبارت میں علامہ شبلی کو دو معاملے میں آئے ہیں شترانم میں ہمارے
 تذکرہ نگاروں نے عجیب عجیب اصلاحیں دی ہیں مفتاح التواریخ میں صاحب ہمت قلم
 کی سند پر یوں لکھا ہے۔

چہل ہزار درہم رودکی زہتر خویش عطا گرفت بہ نظم کلیلہ دومنہ
 مرآت انخیال میں مطلع بالیا گیا ہے

چہل ہزار درہم رودکی زہتر خویش عطا گرفت ز نظم آورے بکتور خویش
 لیکن قصائد عصری میں رجوع کر لے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل شعر

یوں تھا

صفحہ ۲۱ طبع مئی آغا محمد شیرازی۔

اس کی دفاع مصر کی دسویں شب مسئلہ ۱۷۱۷ میں واقع ہوئی الو افضل کی
مدح میں اس قزل میں رودکی کا ایک قصیدہ بہت مشہور تھا جس کا ایک شعر
حکیم سوری نے صدر جہاں شمس محمد بن عمر بن عبد العزیز مازہ کی تریب میں یوں قصیدیں
کیا ہوسے

در مدح تو بصورت قصیدیں اکھم یک بیت رودکی را در حق ملی
”صد جہاں جہاں بہتہ یک شب شد بہت ار بہر ما سپیدہ صادق ہی نہی“
معدنی نے غالباً رودکی کے اسی قصیدے سے ایک مصرع یوں ادا کیا ہوسے
ار رودکی شنیدم سلطان شاعر ”کادر جہاں کس مگر دحر فاطمی“
قولہ ”رودکی ہمایہ پڑگو تھا اسنیدی سمر قدی لے اس کے اسرار کی تعداد
ایک لاکھ سائی ہو چیا یہ کہتا ہوسے

سفر اور اس سفر دم سہرہ رہہ صہ ہوا ہم ذروں را آید اوجیا کہ با پتری
میں لے اس کے امتداد تیرہ دھہ گئے تو ایک لاکھ ٹھہرے اور اچھی طرح
گئے حائیں تو اس سے بھی زیادہ نکلیں۔“ سفر المصم ص ۳۲ -
یہ ترجمہ صحیحاً اعراض سے حالی ہیں۔ تیرہ مرتبہ ایک جرگہ کی حاجی ہو لیکیں
ابھی اس کا ابھی طرح گنا حاما ماتی ہو بظاہر شاعر کا مطلب ترہ لاکھ ہے۔
رودکی کی عربوں کی مثال میں علامہ شلی نے یہ آیات انتخاب کیے ہیں -
”لے حال میں آہ آہ روئے ہوئے تو پڑا سہای یکے ہوئے رہ کشاے ہیں ہاں
دستار سہای نرج و دستار دہی ہوس آساں برائی دل و آساں مری حان
مردیک من آسانی تو ماستد و شور رودیک تو دستار سی ماستد آساں
(سفر المصم ص ۳۷)
جہاں بات اصل میں قضاں تریری کے ایک قصیدے کی تبتیب سے لیے

گرا نایہ بواسفصل دستورادی کہ اندر سخن بود گنجورادی
 بفسر مود تا پاری و درمی ہ گفتند و کوتاہ مشد وادی
 ازیں پس بدو یکم درلے آمدش بدو بر خود رہنمائے آمدش
 ہی خواستے آشکار و نہاں کزد یا دکاری بود درجہاں
 گزاردہ رایش بنشاندند ہمہ نامہ بر زود کی خواندند
 نہ بیوست گویا پراگندہ را بسفت این چنین دُر آگندہ را
 ہر آں کو سخن داند آرائش مت چو ابلہ بود جائے بتائش مت
 حدیث پر آگندہ بیراگند چو بیوستہ شد مغز حال آگند

شاہنامہ جلد چہارم ص ۳۵ ۱۲۷۵ھ سنہ -

اس طرح آلِ سامان کی علمی فتوحات کے زیریں کارناموں میں سے جس پر
 مولانا شبلی اس کے اس قدر مداح معلوم ہوتے ہیں ایک کارنامہ بالکل نکل گیا
 یعنی کلید کی نظم امیر مصر کی فرمائش سے نہیں ہوئی بلکہ اس کے روشن خیال و دیہ
 ابوالفضل بلعی کے حکم سے۔ اسی کی فرمائش سے وہ ابن المقفع کے عربی ترجمے سے
 ماری نثر کے قالب میں آئی اور اسی کے ارشاد سے زود کی نے اس کو نظم کا
 جامہ پہنایا۔

بلعم دیارِ روم میں ایک شہر کا نام ہے جہاں قبیلہ بنو تیم کی ایک شاخ آباد
 ہو گئی تھی اس نسبت کی بنا پر ابوالفضل بلعی کہلایا۔ وہ اپنے زمانے کا بے نظیر
 شخص تھا علم و فضل عقل و تدبیر میں لاثانی تھا۔ ماصر خسرو اس کے لیے کہتا ہے۔
 ۵ ابوالفضل بلعی بتوانی ستون بعض
 گریتی بسبب ابوالفضل بلعی ۔

۱۲۷۵ھ اناب السمعانی طبع یورپ

کایہ درص ہو کہ دوسروں کے آرا یہ ہی اعتماد کرے ملکہ اپنے اجتہاد سے بھی کام لے۔
 روڈ کی اگر جیہ عر لدا س کے لیے مشہور ہو لیکن افسوس سے کہا جاتا ہو
 کہ آج وہ کمریت احمر کی طرح نایاب جیہ دیل میں ایک مطلع اور محریہ غزل روڈ کی
 کی پیش ہیں۔ مطلع

کس دستا وشتاں ست عیار مرا کہ کس یاد شتر اندر بسیار مرا

غزل

می آرد شتر آدی پدید آرا دہ تراز درم حشر پید
 می آرا دہ پدید آرا در اہل دراواں ہر دست اندر میں میڈ
 ہر انگہ کہ حوری سے جس انگہ آشت خاصہ پوگل و یکسں و مید
 لسا حص لبدا کہ می کتا د سا کرہ لوریں کہ لتکید
 لسا دوں محیلا کہ می محرد کریے بہاں در یرا گنید
 روڈ کی کے قصائد کی نسبت فرماتے ہیں -

”تقصید سے کساو طریقہ روڈ کی لے قائم کیا آج تک قائم ہو یہی اندامیں
 تشبیب یا بہار و چہرہ پھر دساہ کی مدح کی طرف گریہ خود سما عدل و
 انصاف شہادت و دلیری کا ذکر ہر دعائیہ صانع ساعی میں ایک
 صفت ہو جس کو ترجیح کہتے ہیں ایسی دواں مصرعوں میں ہم دریا لگا
 لائے ہیں مثلاً غزل سے

رما در انتہر ر قہرا و کد سرف سادرا از لطف او کس شمتاد
 یہ صفت روڈ کی کے تمام قصیدوں میں پائی جاتی ہو۔“

(شتر احمد، ص ۱۲۸)

یہ ایک ایسا بیان ہو جس کا احساس کیا جانا ہماری موجودہ معلومات کی روٹی

گئے ہیں اور امیر ابولصر ملاں کی مدح میں جو ثبوت میں اسی قصیدہ کا یہ شعر کافی ہو گا۔
 سردار بزرگساں ملک عالم ابولصر سالار امیراں ملک کیتی ملاں^۱
 یا پنجیں قرن ہجرہ کے ریلے دوم ہیں آدرمائے خان میں ایک حامدانِ حوالا
 کر کوئے کہلاتا تھا حکمران تھا حکیم قطراں تریری العنندی اس حامداں کے دو
 افراد کا مداح رہا ہو۔ پہلا یہی ابولصر جس کا پورا نام ابولصر محمد بن مسعود بن ملاں آ
 جو خود بھی ملاں کے نام سے یکارا جاتا ہو۔ قطراں کے اکثر قصائد اس کی مدح میں
 ہیں یہ ابولصر عالم^۲ اور شمس^۳ کے درساں کسی وقت فوت ہوتا ہو جب
 سلجوقیوں نے ایران پر اپنا اقتدار قائم کر لیا یہ حامدان ان کا مطیع ہو گیا
 قصیدے کی تشبیب کے اشعار غزل کی مثال میں بیٹیں کرنا تلبیہ اہتمام مانا جاسکتا
 ہو غزل کی دوسری مثال میں مولانا نے یہ آیات انتخاب کیے ہیں:-

”مستحق است دلم اور کرتہ سلے جہانکہ خاطر محوں رطہ سلے
 جو گل تنکر دہیم مدد دل شود شکیں حوزس رشے قوی وار ہالی ارم
 مردہ رگس تو آب حادوے مال کسادہ عجبہ تو ماس مھر عیبہ“

(تہذیب ص ۲۷)

اں اشعار کوئی نہیں سمجھ سکتا رودکی سے کیا علاقہ ہو سکتا ہو ایسی صاف
 دستہ اور ہموار زبان اس کی ترکیبوں کی کثرت اور اصنافِ شہریہ پر لحاظ کرتے
 ہوئے رودکی کی زبان میں نہیں نکلتی ماس مھر عیبہ، آب حادوے، ہال طرہ
 بیانی اور کرتہ سلے، ایسی ترکیبیں ہیں جو رودکی کے ہمد میں قطعاً غیر مستعمل ہیں۔
 ممکن ہو کہ بعض تذکروں میں یہ اشعار رودکی کے ام پر مرقوم ہوں لیکن ایک محقق

۱۔ دیوان رودکی ص ۷۷ طبع ایوانی طبع

۲۔ دیوان رودکی ص ۱۳ طبع ارس۔

میں ہی ابو منصور عفا حسن کا پورا نام سرما سے میں یوں دیا گیا ہو: الامیر اجل سید الملوک
و شرف الملوک ابو منصور و ہوداں محمد بن مولی امیر المومنین "اسمرا مائے ناصر خسرو مولفہ"
مولانا حاکمی صفحہ ۲۷

مثال دوم میں یہ اقرار دیے گئے ہیں ۵
"کوہ دیگر کوہ میں گشت دریں بندہاں آب دیگر مارہ دوش گشت تیرہ شد ہوا
گشت طاق حاحہ تاشد چہں پرداختہ گشت ملل یے لواتا و تاشد شدہ نا
دار حوں حرقہ دریں گلیسا عقیق بیسا چوں رہ چو سہیں ننا بیلا کا
ماد سرد آمد چو آہ عاساں ہنگام ص باگ راع آمد چو ار مستوق پچا حما ۵
(شعر المسم ص ۲۹)

یہ اشعار قطراں کے اس قصیدے سے لیے گئے ہیں حسن کا مطلع ہو ۵
مادل میں در ہوائے نیکو اس شد آشا از سرنگ یدہ ام گردوں مالدس تننا
فرہنگ رشیدی میں یہ مطلع اللہ رود کی کی طسرت مسوب ہو لیکس صحیح ہی ہو کہ
اس کا مالک قطراں ترمذی ہی ہو اور الوضر ملاں کی تعریف میں ہو چنانچہ یہ شعر ۵
حسرو صانی سب الوضر ملاں اکہ بہت جسم اوصافی رہ بر پشی جو حاں مصطفیٰ
مورک جنگ کی مثال میں شعر المسم میں رود کی کے نام پر یہ استعارہ درج ہیں ۵
'مدا گہی کہ دولت کر دے یک دیگر گراں کسد رکاب دسک کسد عساں
رگردا سیاں تیرہ شود لوح حور شید رمانگ مرداں حیرہ شود دل کیواں
یکے کتیدہ ساں یکے کسادہ حمام یکے کتادہ کسد و یکے کتیدہ کاں
(شعر المسم ص ۲۹)

یہ اجابت قطراں کی یادگار ہیں۔ قصیدے کا مطلع ہو ۵

لے دھماں رود کی صفحہ ۳ طبع اراں -

میں قریب قریب دستوار ہو اس لیے کہ آج ہمارے پاس رودکی کا کوئی کامل قصیدہ موجود نہیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا کہ تعبانہ میں اس کا کیا ڈھنگ تھا قیاسیہ رائج تھی یا نہیں اگر یہ کا دستور مروج تھا یا نہیں صحتِ ترصیع کی سبب اللہ کہا جاسکتا ہے کہ رودکی کے ایام میں اس کی رواج پدیری جام نہیں تھی اگرچہ مامعلوم بھی نہیں تھی فرمایا ہو -

”قصیدے میں اگرچہ صرف تداوی ہی تداوی ہوتی ہو لیکن رودکی نے حاکما
بچھل میں بھی دکھلائے ہیں -

ار مستمر مرد باکتوہ دینا با بچیں در شکوہ شاہارستہ در شاہاوار
ماہولائے دوست گنتی ہر جوہر گنتی نیم بر میں دوست گنتی ہر جوہر دعا بہا
ارمیاں حملے آں کہے دیاں بچوں نکلا تاجہائے گل شکستہ بر کسا رومار
نور ہر جاہر رہت گاہ بار و نقل دل گلستاں دیوہ اند میوہ مار“
(شعرا لہم صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۶)

حسن طرح حضرت اختری نے حضرت عیص کے دعو کے میں حضرت یعقوب کو دھا دی تھی یہاں یہی حالت سولام کی ہو وہ رودکی کے تصور میں قطرانِ تریری کے بار کی آبیاری میں مصروف ہو گئے ہیں - بولانا مثلی سے یہ آیات قطران کے اس قصیدے سے لیے ہیں جو الو مصور دہوداں کی مدح میں ہو جیسا کہ اسی قصیدے کے مطلع سے ظاہر ہو -

اقتحار دہر الو مصور دہوداں کہ بہت مدگالش را میراں صد ہاراں اقتحار
الو مصور دہوداں جو ابو نصر ملان کا حاشیہ ہو آذر مایجاں کا مادشاہ تھا
ناصر حسرو علوی یعنی جس مسئلہ میں تریری پہنچا ہو تو آذر مایجاں کا مادشاہ اس ایام
۱۵ دیاں رودکی ص ۶۶ میں ”مقصود آئکہ“ سمائے ”دہوداں کہ“ لکھا کیا جو غلط ہو -

یار میں کتنا مست است اسے نکستیں مرغ مست
 اے اس ناعیب، حرم چوں بہت کس نکار
 آں بہت ادب یا استقامت استے حیاں
 ایراد است آں نہ یہاں ہیں افکار
 آں مکافات کار است اس مکافات مدح
 آں عطائے کردگار است اس عطا نہ ہر بار "

(شعر العجم صفحہ ۴۴)

یہ شعر اسی قصیدے کے ہیں حوالہ مصور و ہمدان کی تعریف میں ہے اور جس
 کا ذکر ادیرگر چکا ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں -

صن مص قسیدوں میں اسی ماہوں کا الزام کیا ہو س کی تقلیدی
 سے ہوں کہ تلا ایک قصیدہ میں سرور کا کہا جس میں صرف
 مطلع میں مطلع ہیں ہلا مطلع یہ ہے
 دانی در ہر سب خواہاں را گردانی

دگر را دم مگر دانی مدارع ہمسہ گردانی "

(شعر العجم صفحہ ۴۴)

قلہ مولا باقطر ای قصائد کے طاسم را میں کچھ ایسے بھیتے ہیں کہ مجلس کی صوت
 اب تک نہیں ہوئی یہ جو بیتیں مطلع کا قصیدہ حسب معمول الوصر ملاں کی تھیں
 میں ہو۔ مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہوں -

کہ لو آثار طوبانی دو سیاہ لطلالی
 الوصر کہ دہن لصر داد ادرالی
 موج بحر غمانی نہ کفیت مہ مسلامی
 ارہ دولت گرامی یات یوسف کوہ ارامی

لہ دواں روو کی مضمون "

و عاتق را پس پیکار اردو بیل دلیل ' سر دوش را پس پیکار دارم و عیلا
الولصر کے ہاتھوں امیر موعاں کی شکست کا ذکر بھی اسی قصیدے میں آتا ہے۔ اس
کے بعد علامہ یوں رقم طراز ہیں

مادھو اررمی کمار نابع پر دیمار کرد چوں کمار انراں را کو دست بادشا

میں نہیں کہہ سکتا کہ ردو کی کے محاصل ایسے ہی رحمتہ ہوتے تھے جس کے ثبوتی
معنی میں لیکن اتنا حاشا ہوں کہ ردو کی کے محاصل متناہی کا یہ حوالہ صورت موتی
یعنی متعرا لاہس میں قطراں کی نمک ہو جیسا کہ بعد میں آئے والے مترجم و صافی
شب و نضر ملان آئکہ بہت الخ سے ظاہر ہوتا ہو اور جس کو میں اہل نقلی کر چکا ہوں۔
اسی گریز کی دوسری تالی میں فرمایا ہو۔

مثلاً ماع کی تعریف کرتے کرتے کہا ہے

متعلق علامہ مستحلی فرماتے ہیں -

’رودکی نے سلسلہ میں وفات پائی اس کا دیواں ایماں میں چھپ گیا جو“

(شعر المصنوع ص ۲۳)

اس عبارت میں مولانا کو دو ہولناقی ہوئے پہلا رودکی کی تاریخ وفات کے مسلوق ہونا ایک ناکمال اور مائع الطبع مزاج ہیں اس امر کا سب کو اعتراف ہو لیکن میں دیکھا ہوں کہ تاریخ و سس جو تاریخی معلومات کا ایک ہرابت و قبح اور نام حقہ جو اول تو اس کا وہ بہت کم ذکر کرتے ہیں اور اقامہ اگر ذکر کر بھی دیا تو اکثر حالات میں غلط لکھے ہیں۔ اس تاریخ کے متعلق مجھ کو خواہ مخواہ یہ جو کہ امیر مصر ۱۳۳۷ھ میں آٹھ سال کی عمر میں تخت نشین ہوتا ہو اس کے حلوس کے تین سال بعد اگر رودکی انتقال کرتا ہو تو اس کی شہرت مصر کے ماں رسائی اور مدح گوئی ہر طرف پھیل دھیرہ کے لیے جہاں نقول لطافی پورے چار سال مصر نے گزارے ہیں اور اس واقعے کے حوالہ علامہ بھی معترف ہیں (شعر المصنوع ص ۳۰) کافی وقت نہیں ملتا اس لیے یہ تاریخ ناقابل اعتبار ہو اسباب السمانی میں اس کی وفات ۳۲۹ھ دی گئی ہو جو ماکمل صحیح ہو

یہ دیواں رودکی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اگرچہ ایک قصیدہ^۱ اور بعض قطعات رودکی کے بھی اس میں شامل ہیں اس کا نام اگر دیواں قطراں سریری ہوتا تو موزوں تھا۔ دیواں کے سام قضاوند قطراں کے فلم سے لکھے ہیں۔

۱۔ اس قصیدے کا مطلع ہذا ہے

داری را کرد ماند حراماں سحر اور اگر ف کرد بر دماں

۲۔ قصیدہ تالیف سیماں مر مر ملک السرا ہمار میں بھی (ج ۱ ص ۳۱۷) موصول ہو

۳۔ اس میں اگر قطعے ایسے ہیں جو تاریخ ابوابصل میں رودکی کے نام لکھے گئے ہیں۔

موسم بہار کے ذکر میں مولانا نے یہ اشعار بھی رودکی کے نام پر درج کیے ہیں ۔
 ”ہر آنچہ سٹ میاں ارم ہم ستاد ہر آنچہ کرد سریر میں نہاں قافوں
 سرشک اپر پالندہ کرد درستان سیم ماد پدیدار کرد در ہاموں“
 (سفر اہم ص ۴۲)

اس قصیدے کا مطلع ہو ۔
 منم غلام خداوند زلف غالیہ گوں کہ بہت چوں دل منی تھا دواں گوں
 اسی قصیدے میں دہل کا شعر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قطراں کی ملک اور
 ابونصر ملاں کی مدح میں ہو ۔
 مکاں نصرت اقبال میر ابونصر آں کہ بہت طالع اد جنت طالع میوئی
 موسم بہار کے ذکر میں آئندہ یہ اشعار مذکور ہیں ۔
 ”میںیاں تھیوں کرد اکوں برنگوں کہ گردوں گسٹ از گرد ہم گشت اہریوں
 اگر جو ہی نشاں ہوں گلگن لالہ رصحا اگر جو ہی نشاں گرد سگرار گردوں“
 (سفر اہم ص ۴۲)

یہ قصیدہ بھی قطران کے تبرکات میں شمار ہونا چاہیے جو غالباً کسی درباری بولالہ کی
 مدح میں مرقوم ہوا ہے چنانچہ شعر ذیل ۔
 چراغ فتح و انبغ آنکہ یزدان کرد پندلی دلت اور جان نوشرواں دلت ارہم اظہار
 رودکی کے کلام کے اصلی نمونے وہی ہیں جو لغات اسدی تاریخ الوافضل بہتی
 لباب الالباب محمد عوفی الحمینی مایر اشعار العجم معیار الاسعار حدائق السحر درہنگ
 جہانگیری دستبیدی میں ملتے ہیں۔ تہہ کروں میں جو اشعار اس کی طرف منسوب ہیں
 وہ اس میں شک نہیں رودکی سے بہت کم علاقہ رکھتے ہیں۔ اس کی افادت کے

پاتے ہیں

۱۰ دواں رودکی ۶۹ و ۷۰ طبعی اراک

قطران انھیں صرف الزماں قطراں، صدی تہری تہال معرب ایراں میں
 مایوں صدی کے ربع اول کے احتمام پر سوا کا ایک یا گروہ پیدا ہوا جس نے
 مشرقی ایرانی شاعری کے مقابلے میں ایسے سے ایسے سے مہداں تلاق کیے
 سامانی اور مولوی شاعر کا مایہ لسا طریا دہ تر واقعہ نگاری اور سیاہی سادی باتوں
 کو حصہ خس بیاں کے دے ایسے دل کتن سادہ سا تھا، اس کے استعارے اور تشبیہیں اکثر
 موحود، اشیا سے تعلق رکھتی تھیں سفر میں فارسیت سانس تھی اور اس کے سانس
 تراکت سے حالی تھے اس شاعری کے مقابلے میں نئے گروہ نے ستر کا دار و مدار
 رما دہ تر فصیح اور صحت پر رکھا دہی اور غیر محسوس، انتاہیہ و استعارات کام میں
 لائے مضمون صدی میں نگاہ اور تراکت سے کام لیا، سوہیت کو غیر ضروری
 فروغ دیا، سانس، تئیں اور ترکیب آرائی کو شکر کا اصلی ریورس۔ اس میں س
 سے مقدم سوچیری دامعانی ہو، قطراں تریری اور اسدی طوسی اس کے مقلد ہیں
 اس گروہ کے آخری ایوارڈ لٹاری گھڑی ہیں اس شاعر کے ہاں شاعری گواہ ہو
 الفاظ کے جمع کر دینے کا نام ہو۔ عیس قطراں کی شاعری کا اساسی حور ہتی دوجی
 دلو الی حکیم قطراں کا، متقد معلوم ہوتا ہو پیا پچ کہنا ہو۔

مطلع و مقطع قصائد را مضمون فرمی و قطعہ را

انکھ قصیدے میں حور دواں میں موحود ہو اور حس کا مطلع ہو۔

لو جمال زاد استی امید حال لعل لے کہ سانس بہتہ ترکیب حال

سہر تر ر میں رلر لہ آئے کا ذکر ہو، قطراں حوالہ سانی (دنگی کے واقعات
 سے اثر پریری کو ایک قسم کا استدال سمجھ کر کسی اس کی طرف، توجہ مدد دل کر لے
 کار و ادارہ ہیں، اس موقع پر کسی قارحہ، اور واقعیت کا رنگ اسرار کرتا
 ہو۔ رلر لے کا داتہ ایک مالگیر شاہی بھی جس میں عالس ہرار سوس ہاک ہوسے

مالہ من نگر تنگفت مدار سوسو رار رار مالہ سروے
سید جوئی چو سیابی مار ار جو دست در زمانہ نتوے
قلہ مستعلی دما تے ہیں

”تمام تذکرے متعلق لفظ ہیں کہ سب سے پہلے اس نے فارسی زبان

میں دواں مرتب کیا وہ رودکی تھا شعر المصنوع ۲۸

رودکی کا پہلا صاحب دواں ہوا تمام اساد کے ردیک مٹم ہو سیکس ہول
علاوی عوصی حطہ مادہ سی المتونی سلسلہ اس شرف کا زیادہ مستوح ہو۔ رودکی
کے زمانے میں خود دکی کے اپنے ہر اس کے معاصرین کے کلام کو متاثرہ کرے
سے پایا جاتا ہے کہ فارسی شاعری کا وہ زمانہ جیسا کہ عام طور پر یقین کیا جاتا ہے اسی زمانہ
نہیں تھا بلکہ اس نے قراء واقعی ترقی کر کے تمام ایسے ضروری اور خصوصی حط و
حال پیدا کر لیے تھے جس کی رو سے دنیا کی اور زمانوں کی شاعری سے بہ دولت کے
ساتھ ممیز ہو سکتی تھی۔ اس میں وہ تمام جوہر متاثرہ ہیں آتے ہیں جو عجمی آب و
ہوا اور ایران تراو طالع کی مایاں خصوصیت میں قومی روایات ہر ملکی آب و ہوا
کے اثرات نے اس کے عوصی اور ان تشبیہات استعارات اور تلیجات پر ایسا
رنگ حمادیا ہے۔ علاوہ میں شعرے رودکی کے آیام میں وہ عمومیت حاصل کر لی
تھی کہ شعرا کثرت سے موجود تھے ان آیام میں خاص تصنیف ہو یا عمومی بات

سلہ سو پھری دامعانی نص شعلہ نے سامانی کی طرف تلخ کرتے ہوئے کہا ہے کہ

در حواساں لوشیت لودر آں ترک کسی داں صوریادی داں رودکی حسگر

داں دوگرگانی دودراری دودو لوانی سہ سترخی دسہ کادرسعد دودی متحق

ار کاد تلخ دوج ار مردع اولع مار ہفت بیسا یوری دسہ طوسی دسہ لوانس

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شعرا ان آیام میں کثرت سے موجود تھے۔

ذکر لہ مشہد نہ سترہ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ کو ایام مسترقہ میں ناز عشا کے
بعد آیا تھا ہر کا ایک حصہ باکل تہا ہو گیا تھا اور دوسرا سالہا اس ایام میں آدرا چھا
کا مادتاہ الوضر ملان تھا۔ حکیم ناصر خسرو بلخی تریہ میں ۱۱۳۸ھ میں پہنچا، و قطران
بھی اس سے ملنے آیا تھا حکیم موصوف کہتا ہو: "در تیزہ قطران مام شاعر یادیم
شعرے نیک می گفت آذ زبان فارسی نیکو نئی دانست بیت من آذ لیاں نمک
و دیوان دقیقہ یادرد و پیش من سواند و ہر معنی کہ اور امثلہ لودارس پڑسید
ما او نگفتم و شرح آں موشت و استعارہ خود رس عائد" (سفرنامہ صفحہ ۳۷) بقول
شاہ صادق قطران ۱۱۳۳ھ میں وفات پاتا ہو۔

میرے خیال میں مذکورہ بالا سیادت کافی تہادہ ہیں اس امر کی کہ موجودہ
دیوان رودکی کا ہیں ہو لکہ حکیم قطران تریہ کا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہو کہ شبلی
سے اس معاملے میں مولنا محمد حسین آرا دیر دیا چہ نگار دیوان رودکی کے بیانات
پر اعتماد نہیں کیا اور آپے اجتہاد پر بھروسہ کر کے اس فاسق عطلی کے مرتکب
ہوئے اگرچہ آزادے محمد ایں فارس میں اور دیباچہ نگار نے دیباچہ دیوان میں
کافی ہوسسار کر دیا تھا آرا دگو "تحقیق کے میدان کا مردہ ہو" یہاں اس نے
گنہ ہاں لایا بھی ہے۔

دیل میں رودکی کا ایک مرتبہ اس کے کسی معاصرے لکھا ہو نقل کیا جاتا ہو۔

۵	رودکی رمت ماند حکمت اوے	۶	سے ریرد ریرد ارے لوسے
۷	شاعرت کو کوں کہ شاعر رمت	۸	سودیر سادانہ جوے
۹	حوں گشت آستیم از عم اے	۱۰	راہد ہن موم گشت آہن رے

۱۱ مصدق صادق صاحب صحاح

۱۲ دیکھو کتابت شملی صوفہ ۲۲۲ مطبوعہ حارف ۱۹۱۷

بہرے ردیک رووکی کی دائمی تہمت کا باعث یہ امر ہو کہ شاہی دربار کے چار ارکان اساسی یعنی دبیر، ساعر، طبیب اور محکم میں شاعر کو سلاطین کی درگاہ میں پہلا روستہ اس کرے والا شخص رووکی ہو۔ فارسی میں قصیدہ نگاری جو ماہر کا سلاطین میں شاعر کی رسائی کا مدیہ نتیجہ ہو رووکی سے متروک ہوتی ہو اور اسی سا رووکی آدم الشعرا اور سلطان الشعرا مانا جاتا ہو۔

رووکی کا فارسی زبان پر کیا احسان ہو؟ اس سوال کا جواب ہم اپنی موجودہ معلومات کی روستی میں کچھ نہیں دے سکتے اس کا سارا کلام ضائع ہو گیا لیکن ایک امر قابل ذکر ہو، اس کو فارسی راہ پر غیر معمولی عمو، تھا کیونکہ اب تک اب تک سال گزر جانے کے باوجود دیکھا جاتا ہو کہ ہماری کتب لغات، تہذیب اور مدرسے العاطی الشریح کے وقت رووکی کا کلام بطور سند پیش کرتی ہیں۔

رووکی کے ہاں خواہ غزل ہو یا قطعہ حقیقت نگاری سب سے ہمایاں صاف ہو، واقعات اس پر گزرتے ہیں نظم میں کہنا سا ہو، اس سے محنت نہیں کہ ایسا کرے میں خود اس کا پردہ فاش ہوتا ہو مثلاً یہ مطلع ملاحظہ ہو۔

کس وشتا دشت آست عیاں در کہ کس یاد شتر اندر سیار ما

اسیہ تلخ ہو اس کی رزکی کے کسی رشتے کی طرف جھیلی ہیں ہو اوجہ مست میں اس پر گزرا ہوا وہ حقیقت میں رمدہ دل اور متحرک دوست تھا اس کی زندگی وسیع عالم حوسلی اور تروک کے آئینہ میں رہتی ہو، یاسنا سالی کی الماس حقیقت کا ذکر اس کے ہاں کہ ہو زندگی اس کے لیے کل کل ہو راحت و شادمانی اور۔ بہ فکر رمدہ کی تلیق، اس کے ہاں عام ہو۔

خورشید و جم و کار و سار میگمار اندر تکررہ شاد چوار

ظہیر کرآبادی کے ساتھ ”یکھ ڈال الی و بھ کو“ اس کا بھی مقولہ ہو چاہے کہتا ہو۔

یعنی۔ ابو الحسن شہید بلخی، ابو احمد مرادی، ابو موسیٰ فرالادی، ابو طاہر حسروانی، ابو العباس
فصل الرضی، ابو طاہر الطیب المصعبی، ابو المودت بلخی، طیاں مرغزی، یحییٰ و غیرہ
اس زمانے کے مشاہیر اساتذہ سے ہیں اور ان میں اکثر ملکہ یوں کہتے ہیں کہ قریب
تمام مناسب تصانیف گزرے ہیں اور تمام اصناف نظم پر طبع آزمائی کرتے ہیں۔
اقسام شعرا و عروض فارسی سے ایک مستقل حیثیت اختیار کر لی یعنی رودکی کی کلیلہ و
دمہ، ابونسور کا آفریں نامہ، ابوموتی بلخی کی مثنوی یوسف زلیخا اور
شامیانہ برگ (فارسی ستر میں تاریخ غم پر ایک مسوط تصنیف تھی) و یحییٰ
کامیواں اور اس کی داستان گشتا سپ و احوال حبس میں آخر الذکر کے سوا
آج سب معقود ہیں، نمایاں محنت ہیں اس امر کی کہ رودکی کے دور میں صاحب
تصنیف ہوا کوئی بڑی ماث نہیں تھی حسب اسدی طوسی اپنی لہجہ فرس
پاچھویں برس کے ربع سوم میں لکھے بیٹھا ہو تو العاط کا استعمال شاعر کے لیے
اساتذہ کا کلام نقل کرتا جو ان میں اکثر سامانی دور کے شعرا شامل ہیں اب تا وقتیکہ
اس کے پاس ان شعرا کے قصائد اور دواویں موجود نہ ہوتے وہ اپنی نوبت تیار
ہیں کر سکتا تھا۔

رودکی کی شہرت رافضی کے خیال میں اس لحاظ سے نہیں کہ وہ پہلا صاحب
دیوان ہو بلکہ اس کے دعوہ کچھ اور ہیں، اول تو وہ ایک ایسی غیر معمولی شخصیت کا
مالک ہو کہ خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانے میں، دنا اپنی شہرت کا سکھ معاصرین اور
احلاف کے دونوں پر ضرور حملتا، دوسرے وہ ایک بے نظیر شاعر تھا، ابو عبد اللہ دیربی
اسے اول درجے کا شاعر مانتا ہو، ابو الفحل بلخی عرب اور غم میں الامالی کہتا ہو اور
سویہری حراساں کے چارہ تہو رکھا میں اس کا شمار کرتا ہو، ۵۰

حب لالہ کیل حائے تم بھی پیالہ ہاتھ میں لے لے دے
 شگفت لالہ تو ریبال شگفتاں کہ ہی ربین لالہ ملک سر بہادہ نہ ریبال
 اس کی شاعری کا ایک امتیازی جوہر جو اس کو فارسی شعرائے قدیم و جدید
 سے میر کرتا ہے کہ اس کا معشوق اور مخاطب ہمیشہ صغیر مارک سے تعلق
 رکھتا ہے ایک مقام پر کسی شاہرہ برقع پوش کو خطاب کر کے کہتا ہے
 کھاب اندروں شود جو رشید گر نور داری اردو لالہ حمید
 کبھی وہ کیرکبیکو کا ذکر کرتا ہے اور کبھی ترک مارپستان کا
 سا کیرکبیکو کہ میل داست مدو لب ریارت اور دواہ پہاں بود
 ہی حریہ وہی ریخت بے شمار دم نہ تہر ہر جہ ہی ترک مارپستان بود
 ایک موقع پر یار ہریاں کی یاد اس کے دل میں گز گئی لیتی ہے
 لے لے جوئے مولیاں آید ہی یاد یار ہسراں آید ہی
 رودکی کی شاعری ایسے گرد و پیش کے گر لے والے واقعات سے متعلق
 نہیں بلکہ اس کے ہاں اس میں پوری پوری دل چسپی کا اظہار کیا گیا ہے۔ دوستوں کی
 وفات پر ماتم، ملک کی فتح پر خوشی العرص اس قسم کے واقعات ہی اس کے
 ہاں ملتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ اس کی شاعری مآست سمارح نہیں ہے جس کو
 اسانی واقعات اور زندگی کی داستانوں سے کوئی واسطہ نہ ہو۔
 عمر کے آخری دور میں اس کو شریعتِ آلام اور تعلیموں سے مالا پڑا جو جس کی
 جھلک اس کے اشعار میں موجود ہے اس کا ایک قطعہ جس میں اس نے ایسے ٹھایے
 اور گزشتہ عظمت کی ماتم دہی کی ہوسخداں ماریں اور سحرانعم میں موجود ہی یہاں
 ہیں ایک مختصر سی اسی قسم کی نظم پر کفایت کر رہی ہے
 سا کہ مست دریں خانہ لودم دستاں چناں کہ چاہ میں افروں مدار امیر و ملوک

یا خرد مند بے وفالو ایں بوجہ خویشتن خویش را کوش تو یک لوت
بخورد و بدہ کہ پر پستہاں بنود ہر کہ سحر دو مداداراں کہ بیخفت
عمر خیام کی طرح اس کی نصیحت بھی یہی تھی کہ موت کے آنے سے قبل
تم دُنیا کی نعمتوں سے حظ حاصل کرو ۵

تو تہ محان خویش از و بردار پیش کا یدت مرگ یا آکیش
دُنیا کا قدیم سے دستور چلا آتا ہے کہ مُردہ زندہ نہیں ہوتا، اور زندہ کی
آخری آرام گاہ گورستان ہو ۵
مُردہ نشود زندہ رمدہ نشود اداں شد آئین جہاں چو میں تا گردوں گرداں شد
دُنیا کی بے ہری ازلے و فانی شولے عارض کی عام تلقین ہو مردوسی اور
لغابی اس کی تکرار سے کبھی میں تھکتے رو دکئی ان خیالات کو سب سے پہلے
اشاعت دیے والا ہو ۵

ہر مٹکس بریں سرے سپنج کیں جہاں پاک مار ہی سیرج
یک راحہ واری شد مد اور اکرت سحت شج
دُنیا محنت کے قائل ہیں۔ اس سے نیکی کی توقع محض ایک اصابہ جو آلتہ
مدی اس سے سرور ہوتی رہتی ہو اس لیے اس کی بدلیوں کے لیے کمر بستہ رہ
تیری زندگی کا مقصد دُنیا سے لے پروائی اور شاہ کامی کا انحصال ہو یا جاپیئے ولہ
از دے اندھی گرین دشا دی ماتر آسانی نہ تیار جہاں دل را جرابا مد کہ حسانی
لپے ملک اور رمالے کے نام رواج کے مطابق مد کی شراب حواری کا
عادی تھا اس کو صاف اعتراف ہو وہ کہتا ہو، شراب پیا ہر وقت اچھا ہو لیکن
فصل گل میں حاصل لطف رکھتا ہو ۵
ہر آنکہ کہ حوری مے حوش آنکہ است حاصل جو گل و یا سمنی و مسد

اور جس کا یہ درں چہ چہ ساد آب ارب عام گوہری۔ علی ہد اربل کا
یہ درں چہ صفتے است حس اور اکہ لوہم دریاید اہد مقصوب کا یہ درں چہ
امشب آتین روئے گرم تردو اہیاست۔

دقیقی

اس شاعر کے متعلق بھی بعض امور میں مجھ کو مولانا سے اختلاف ہو رہا ہے
میں فرماتے ہیں۔

”دقیقی صاحب ہائے تحت کا رہنے والا تھا اس کا اصلی نام مصورس احمد ہے
ابتدائی تربیت امرے چا یہ یعنی ابوالمظفر لے کی تھی لیکن حسب اس کا
کمال پہنچا تو لڑے دار میں ملا کر شاہنامہ کی خدمت پر کی دقیق
اپنے دربارہ کا اندازہ کر چکا تھا اس لے یہ خدمت قبول کی اور کم و بیش
میں ہر ادھر لکھے قصوں کا بیان ہو کہ صرف ایک ہر ادھر تھے حوارج
شاہنامہ میں شامل ہیں۔“ (شعرا نعم صفحہ ۴۵)

دقیقی کا اصلی نام ابو منصور محمد بن احمد ہے وہ بخاری ہیں ہو لکھ طوسی (مصاب
جلد دوم صفحہ ۱۱)

دقیقی کے اشعار کی تعداد کے متعلق یہاں ہمارے سامنے دو روایتیں ہیں
ایک کی رو سے اس لے میں ہر ادب ایات لکھے دوسری روایت کی رو سے ایک
ہزار جب ایک مورخ کے سامنے دو روایتیں موعود ہیں تو اس کا یہ بھی فرض ہے
کہ کم سے کم اس امر کی تحقیق کرے کہ اس میں کون سی روایت معتبر ہو اس روایات
کے قدیمی رواۃ میرے خیال میں محمد عینی اور فردوسی ہیں جو بی ساتویں صدی
ہجری کا مصنف ہو جب کہ فردوسی دقیق کا قریب قریب معاصر ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ

کوں ہما ہم و جانہ ہماں و شعر ہماں مرا گویٰ کز چہ شدہ است شادی ہوگ
 رودکی نے متعدد مثنویاں لکھی ہیں کلیلہ و دمسہ کے علاوہ اسی وزن میں اس
 نے کوئی اور مثنوی بھی لکھی ہو جس میں کلیلہ کی طرح چھوٹی چھوٹی کہانیاں بھی ہیں گی
 مثلاً یہ اشعار سے

گفت ہنگامے کے ہزارادہ بود گوہری و پُر ہر آرا دہ بود
 شد بگرماہ دروں استاد خوشنت بود درونی و کلاں سیار گوشت
 دیگر سے

آن کرنج و شکرش و داشت پاک و دماں و ستار آں زن مسکاک
 پس زن از دکان و دود آہ چہ ہاد آں طرز نگش بدست اندر ہاد
 شئے کشاد آں طرزش خاک پید کرد درں را مانگ گفتش کاے پیلد
 بحر تقارب کے علاوہ بحر ہرج میں بھی کوئی مثنوی اس نے یادگار چھوڑی ہو
 مثال سے

براہ اندر ہی مشد راہ شاہی رسید او تا سرد ماد شاہی
 بحر حیف میں بھی ایک مثنوی اس نے لکھی ہو مثال سے
 دور تر از قریں و حویش و تبار سری ساخت بر سر کوہ سار
 رودکی کے زمانے میں دیکھا جاتا ہو کہ فنِ حسیروں پوری ترقی کر چکا تھا اکثر مثنوی
 بحر اور اوزان میں اس کے ہاں ایسا پائے جاتے ہیں اور ان میں اسکے دور کے مد
 و اضافہ ہوا ہمایت تھیری اور یہ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہو کہ اور ان دلی سے جو اس
 کے عہد کے بعد ترویج پاتے ہیں رودکی موقوف تھا مثلاً مصارع کا یہ وزن بحر
 لمے رایت رفیعت میاد نظم عالم - اور مصرع کا یہ وزن بحر عتیق جہیں گہریت گہر کلانی
 لے جاگیری صمد راہ لکھتور

میں اس واقعے کو صحیح تسلیم کرتا ہوں لیکن تاریخی واقعات میں علامہ مشلی
نے ایسی طرف سے حورنگ آ میری کی ہو اُس کے لیے یہ عبارت ابھی مثال ہو۔
اس واقعے کے متعلق سب سے قدیم مباحثہ وردی کا ہو جو حسبِ دلیل ہو اور خود
مولانا بھی اس کو نقل کرتے ہیں ۵

حوالہ راجو سے مدیا ر لود اماند ہیتہ بہ بیکار لود
یکایک اروسخت برگشتہ مند دست پکے سدہ برگشتہ مند
دیباچہ قدیم میں کسی قدر زیادہ روستی ڈالی گئی ہو۔ لکھا ہو
"دقیقہ مردے لود کہ علاماں را دوست می داشت یوں ار شاہنامہ مک
چندے سلم آورد اتفاق چنان افتاد کہ علامی برک در آں دوسہ دور
بریدہ لود اہل لہمی کرد آں علام کار دے رستم دقیقہ ردو مداں
رحم اور اہلک کردو این شاہنامہ مامام ماد"

مولانا نے اپنی طرف سے جو حدت آفرینی کی وہ یہ ہو کہ وہ علام حوش روٹھا،
دقیقی کو اس سے عاتقہ محبت تھی اور اس محبت میں ہوس کا شائبہ تھا۔ اب یہ
تاریخ ہمیں رہی مادل نویسی ہو گئی۔ قولہ ۰

"دقیقی کے رانے تک فارسی رہاں میں عربی العاط اس طرح مخلوط تھے
کہ دونوں سے مل کر گویا ایک ہی رہاں سدا ہو گئی تھی ۵ اس مردی کے کل
چار شعر ہیں لیکن عربی العاط فارسی سے زیادہ ہیں۔ رد کی دہشید ملی وغیرہ کا
کلام بھی اسی کے قریب قریب ہو سب سے پہلے جس نے فارسی رہاں
کو اس آ میرق سے پاک کر کے متصل رہاں کی حدت قائم کی ہو وہ دقیقہ
ہی ہو اس کے سیکڑوں متر پڑھتے چلے حاد عربی کا ایک لفظ ہیں آما"
(سترالعم ص ۵)

فردوسی اس معاملہ خاص میں عونی کے مقابلے میں زیادہ صحیح معلومات دے سکتا
ہو کیونکہ دقیق کا ہم عصر اور ہم وطن ہونے کے علاوہ اس کے حالات میں دل چسپی
بھی لیتا ہو فردوسی نے دقیق کا ذکر کرتے ہوئے ایک چھوڑا دو مقام پر اپنا سیاں
دوہرایا ہو ایک جگہ کہا ہو۔

رگتاسپ ارحاسب بیہ ہزار گفتم و سرآمد درار در گار
دوسرے موقع پر خود دقیق کی زبان سے کہا ہو۔

رگتاسپ ارحاسب بیہ ہزار گفتم سرآمد مار و دھکار
فردوسی کی اس تکرار کے ماحول اس موقع پر مولا نا اگرچہ دونوں روایتیں
نقل کرتے ہیں لیکن کوئی تنقیدی فیصلہ نہیں دیتے۔

اس روایات کے متعلق ہمت اقلیم کا حوالہ دیا ہو مگر اس کی اصل عبارت

یہ ہو۔

”دقیق بقول اقل میث ہر ارد و قول اکثر ہر اربیت اور داستان گنتاسپ
در سلسلہ نظم انتظام دادہ بر دست علامی کستہ گہر وید“ جو صاحب ہمت اقلیم کا
مقصد تھا سلی نے ماکھل اس کے برعکس لکھا اور ضعیف روایت کو فروغ دیا۔
روح س مصور کا دقیق شاعر کو شاہنامے کی خدمت پر مامور کرنا جس کے
مولا نا مدعی ہیں اگرچہ ایک مقبول روایت ہو لیکن میں تسلیم نہیں کرتا اس کے
متعلق آئندہ لکھا جائے گا۔

قولہ ”دقیق کا ایک خوش رُو غلام تھا جس سے اس کو عاتقہ ہمت بھی لے لیا

اسوس ہو کہ اس ہمت میں ہوس کا شائبہ تھا غلام ہمایوت عیور تھا اس

نے ملک کو گوارا نہ کیا اور دقیق کا حاتمہ کر دیا“ (تراجم صفحہ ۴۶)

۱۔ شاہنامہ صفحہ ۳ حوالہ اول طبع سنہ ۱۳۵۷ھ - ۱۵۷۷ اتدائی حلد دوم شاہنامہ

دیل میں دقتی کی ایک عول اسی عوص سے سیر و نم کی حانی پرہ
 کاش کے اندر جہاں تب بیٹے تا مرا ہجراں آں لب بیٹے
 رحم معرب سے روحاں میں گرو را لب معرب بیٹے
 در سودے کو کشت در زیر لب موسم تار و ز کوک بیٹے
 در مرکب بیٹے از سیکوئی حاکم از عشقش مرکب بیٹے
 در مراے یار ناید رست رنگانی کاش یار بیٹے

عاس مروی کے اشعار میں عونی العاط کی کثرت اس سا پر ہو کہ متاخرین
 نے ان کو اصلاح دے کر اپنے رنگ میں رنگ دیا ہو یہ اشعار میں ایسے مضمون
 کی ابتدا میں درج کر آیا ہوں۔ عونی کے عہد سے پیشتر کالسمہ اگر دستیاب ہو جائے
 تو ہم معلوم کر سکیں گے کہ اس میں اور اس میں بہت تفاوت ہوگا بلکہ درں بھی
 مختلف ہوگا کیونکہ عاس کے عہد میں فارسی زبان میں رل متں میں اشعار لکھے جاتا
 قریں قیاس ہیں صدیوں کے گزر جانے اور ہزاروں زبانوں پر آنے سے ایک
 شعرا قطع کی حیثیت بہت کچھ بدل جاتی ہو دوسرے ہر وقت کے زماں داں قدیم
 کہاوتوں اور ضرب الامثال کو اپنے عہد کی زماں میں رائج الوقت کے مطابق
 نقل کرے کی کوشش کرتے ہیں اور شاعر کے اصلی العاط کے الفاظ کچھ لحاظ
 نہیں رکھتے مگر یہ ہوتا ہو کہ زماں کے انقلاب کے ساتھ ساتھ یہ العاط یا شعرا
 اپنی ہفیت مدلتے مدلتے کچھ کچھ ہو جاتے ہیں مثالی کے لیے میں ہرام گور کا
 شعر پیش کرتا ہوں۔ دولت شاہ اس کو دلی کی شکل میں لکھتا ہو۔

مسم آں پل دماں مسم آں شیریلہ نام ہرام ترا و یدرت بوحلہ
 مصرع آخر ہرام کی مستوفہ دلا رام کی طرف مشرب ہو محمد عونی لسا اللعاب
 بن یوں لکھتا ہو۔

میں شلی کے اس کلیہ کی تائید نہیں کر سکتا کہ دقیقی کے زمانے تک فارسی میں عربی الفاظ اس طرح مخلوط تھے کہ گویا ایک نئی زبان بن گئی تھی یہ ادعا ناسخ اور قافوں قدرت دونوں کے خلاف ہو۔ اگر یہ دعویٰ سلجوقی دور کے لیے کیا جاتا تو صحیح مانا جاتا۔ زمانہ قافوں بالکل مختلف ہو وہ کسی شخص کی ملکیت نہیں کہ اس کی ہما کو مستحق اس میں انقلاب پیدا کر سکے ہر دور کی رہاں مختلف ہوتی ہو اور ہر شاعر اپنے عہد میں رہاں وقت کے قبیح کے لیے اگر اس کو بہتر حاصل کرنا ہو۔ محسوس ہو اس عرصہ کے لیے ضروری ہو کہ اس کی زبان رائج الوقت اور نگہبانی ہو۔ کیا آج کسی شاعر کے لیے وہی کے عہد کی رہاں میں شعر کہ کر بہتر حاصل کرنا ممکن ہو؟ میرا جواب یہی ہو کہ ناممکن ہو لیکں دقیقی کے بارے میں صورت واقعہ بالکل مختلف ہو کیونکہ رودکی شہید فرا لادی۔ ابو شکور حسردانی دقیقی دیرہ کی ساں میں کوئی فرق نہیں سب اپنے اپنے وقت کی لولیاں بول رہے ہیں اس عہد میں عربی اور فارسی رہاں الگ الگ تھلگ تھیں عربی الفاظ جو ایک محدود تناسب میں رائج ہو کر قبولیت عام کا خلعت حاصل کر چکے تھے ہر شاعر کے ہاں ملتے ہیں۔ اس میں دقیقی بھی شامل ہو۔ یہ الفاظ زیادہ تر قطعہ غزل اور قصیدے میں ملتے ہیں۔ اس لیے کہ غلیب کی ضرورت سے عربی دیرے کی حوسہ چہی اکثر کی حافی غنی متوی میں اس قسم کی ضرورت تھی محسوس نہیں ہوئی اسی لیے وہ ان کے اثر سے پاک ہو۔ اس نقطہ نظر سے دیکھتے ہوئے دقیقی کوئی استثناء قائم نہیں کرتا بلکہ قاعدہ۔ چنانچہ تہیلاً دقیقی کے اشعار دیکھیں ملاحظہ ہوں جو مستحکم لے بھی درج کیے ہیں۔

گویند صبر کن کہ ترا صبر نہ دہد آری دہد و لیک بجزے دگر وہ
میں عمر و عیش بصوری گزارم عمرے دگر مایہ تا صبر نہ دہد

اس میں جو مضمون کی حیثیت سے ہو۔ عرونی تقلید میں خیالات کا تسلسل اس وقت کی ہر صنف و نظم میں عام طور پر موجود ہے اس لیے دقیق کی عرواں میں تسلسل کی موجودگی موجب استحباب نہیں ہونی چاہیے۔ ردی کی ایک حمزہ عرواں اس سے قبل مرقوم ہو چکی ہو، بطوریں دیکھیں گے کہ اس میں تسلسل قائم ہو۔
قولہ:۔ آج جس چیر کو چلر ستاعوی کہتے ہیں فارسی میں عالیا سب سے پہلے
 اسی نے اس کی مباد قائم کی:۔ (شراح ص ۵۲)

ہر قوم کی شاعری کی حسب وہ ایسے سہ حیات کے ابتدائی مراحل میں ہوتی ہو یہی حالت ہوتی جو یہ دور فارسی شاعری کا ابتدائی دور ہو طسٹوں میں سادگی مٹی و مان میں وسعت اور خیالات میں ادراج نہیں تھا بلکہ مٹی اور تکلف نامعلوم تھے شاعریں کی موثر گانی اور راکت آفری مٹی مید سور ہی مٹی اس سے مدیہ تھا کہ اس عہد کے شعرا زیادہ تر حقیقت نگاری سے کام لیتے اور یہ بات اس عہد کے ہر شاعر میں پائی جاتی ہو۔ دقیق ہر حال اس معاملے میں کسی اختراع کا مہر نہیں رکھتا۔

ہمارے زمانے میں دقیق کو حواہیت دی جاتی ہو اس کی داستان گتاسیب و ارماسیب کی مدد ملت ہو لیکن اس ایام میں وہ اسینہ دیوان کی وجہ سے زیادہ مشہور تھا۔ ناصر خسرو کے سہ ماہ سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ صاحب دیوان تھا اور قطراں تریری نے ناصر خسرو سے اس دیوان کی بعض مشکلات حل کی تھیں۔ حسب آدرمایاں میں قطراں جیسے پائے کا شاعر دیوان دقیق ایسے مطالبے میں لکھے تو طاسر ہو کہ دقیق ایک ہمایہ غیر معمولی شاعر ماما عاتا ہو گا۔ ادھر حضرت دس اسدی بر سرری نگاہ ڈا لیے سے معلوم ہوتا ہو کہ ردی کے بعد جس شاعر کا کلام اس میں کثرت سے نقل کیا گیا ہو وہ دقیق ہو۔ عرووی دور تک اس کے

مسم آں تیر گلہ مسم آں بیل ملیہ نام میں بہرام گور و کیم لوحہ
 طاہرہ کہ دولت شاہ کے شعر سے اس شعر کا وزن مختلف ہو لیکن در عشر
 تعالیٰ میں (بقول میرا محمد س عدا الوہاب) ابی سوادہ کے سیدریوں مرقوم ہو
 مسم آں تیر تلہ (زلہ ن) مسم آں سرلیہ مسم آں تہسرام گور مسم آں لوحہ
 اور وزن کی مشکلات رہائی کرتی ہیں کہ شعر بالا اصل میں ایک شعر ہیں ہو
 ملکہ دو شعر ہیں۔

اگر حیر مولا مایہی گرشہ مالا عبارت میں دقیقی کے حمد میں عربی حارسی راہیں
 کے احتلاط کے قائل ہیں اور دینی کو اس احتلاط کا دُر کرے والا اور حارسی راہیں
 کو اس کی آمیزش سے پاک کرنے والا کہ رہے ہیں لیکن دلیل میں ایسے طریقے
 کی تردید میں خود ہی سامعی ہیں اور فرماتے ہیں۔

”خود سی کے زمانے تک دور ترہ اور لول ہال کی راہ حارسی

تھی چاسچہ مسویوں کی راہ دہی رہی اللہ قصائد میں جس سے لطافت اور

علی قابلیت کا اظہار بھی مقصود ہوتا تھا عربی اعطاف اور رکیں کثرت سے

شامل ہوتی جاتی تھیں“ (شعر انجم صفحہ ۴۳)

میں اس دونوں بیانات کا تعلق اور تضاد یاں کیے بغیر آگے بڑھتا ہوں
 دقیقی کی عربوں کی سست ارتداد ہوتا ہو۔

”اس نے مصرعیں مسلسل لکھی ہیں اور یہ اس زمانے کے لحاظ سے ہی

مات ہو۔“ (شعر انجم صفحہ ۵۲)

حارسی میں موحودہ شاعری عربی تقلید میں رائج ہوتی جو عربی میں دو قسم
 نظم زیادہ رائج تھیں قصیدہ یا قطعہ۔ اس میں سے صف اولیٰ حارسی میں زیادہ
 رواج پایا۔ عربی قطعہ اور قطعہ میں بلحاظ شکل طاہر کوئی فرق نہیں اصلی فرق جو

چند اشعار لغت فرس اسدی سے منقول ہیں۔

- (۱) ہر کان آمدش ملک اوریدنا آن کجا گھاؤ نکو بودشس برابریا
(۲) اکوں شکستہ می از ترک تائیں یک چند گاہ بر سپے آہوں میں
(۳) حال گوہر اگست چو رہیں قلمہ ترا کمرہ بیان ز راہد چہاں میں رلو دوتا
(۴) یکے صمصام رعوں گشت عدد حواریں چو از دہا

(۵) کہ ہر گر سیر نمودے رسمہ وار دل اعدا
را درو آذر سے ایدوں کہ تعین بگرد ازلوں

فروغی اور ہر گردوں کس احسام را احگر
اس اشعار سے ازل تو مردوسی کے اس قول کی تائید ہوتی ہو کہ دینی
قصیدہ نگاری میں استاد تھا۔ دوسرے اس خیال کی بھی تائید ہوتی ہو کہ ایرانی
شعرا مقدم قصیدے کے میدان میں رجلاں متوسی کے قایمے یا شکوہ اعلاط
کی غوص سے غوی اعلاط مستعار لیتے رہے ہیں۔

قولہ :- "سامانی عداں اتدا سے اس بات کا حواہشمد بھا کہ اس کے اسلاط
کی دستاں متر سے ظلم ہو کر عام رماوں پر چڑھ جائے لیکن ابھی
ساعوی نے اس مد ترقی ہیں کی بھی کہ ایک عظیم انشاں تاریخی سلسلہ
متر کے قالب میں آجائے " شعر المعجم ص ۴۵

یہ خیال اہل میں ہمت تعلیم سے ماحود ہو اور ہمت تعلیم سے میتر اس
کا سراج جلتا ہو۔

ابن اظم کی اصل عبارت یہ ہو :-

کہ چوں اکیل سلطہ حراساں و توراں فرق آل ساں مصل گردید

ہم مشربون میں اس کی یاد تازہ مٹی مٹی کرتی کہتا ہوں
 ناظرانیدہ مدیح تو دقیقہ رگرست
 ز آفریں تو دل آگدہ چاہا کزدادہ مار
 تا لوقت این زمانہ مرد رادت ماند
 رہیں سب گر بگری را مرد زمانہ شمار
 ہر گیا ہے کز سر گدہ دقیقہ ردد
 گر سیرسی ز آفرین تو سخن گوید ہرار
 اور عصا پری کہتا ہوں

شعر یاد کند روزگار رکیاں
 وقتی آنگہ کا سمتہ بند پروا حال
 سحاق اس را ہم راہیہ ہر و صد
 رجود ہر یک آں شر قافیہ نوال
 بیک دعوت مدام فیصل دادند
 ماسہ ماگ مدار و جمال
 ردوسی کے یاں سے معلوم ہوتا ہو کہ میں قصیدہ میں وقتی بہتر مانا گیا تھا (تاہا سہ)
 سستامیدہ ہنریاراں مدے
 سمح اسرار اداں مدے
 اس کا کوئی قصیدہ ہم تک نہیں پہنچا لیکں دلیل میں اس کا ایک عیس قطعہ
 جس میں شاعر نے ملک گیروں اور فنون کے صردری اوصاف اور لوازمات
 گلے ہیں تاریخ بہتی سے لے کر نقل کیا جاتا ہو -

رد و چیز کردہ ملک را
 یکے پہنچانی یکے ر عمرانی
 یکے رہام ملک روشتہ
 دگر ز آہیں آمادہ بیسانی
 کرا بوئے و صلت ملک حیرد
 یکے جنسی مایستس آسمانی
 دے ہش کینہ ہمش ہرانی
 کہ ملک شکار بیت کو را گیرد
 عقاب یردہ نہ سستیر زبانی
 ددیز است کو را بہ مداند آرد
 کے تیج ہندی دگر رزکائی
 شمشیر باید گرفت مراد پرا
 دیار مستنق یا جو ارتوانی
 کراخت و شمشیر دیار باشد
 نہ مالاس بیرہ پشت کیانی

معلوم نہیں ہوتی کہ اردو اس واقعہ کے احکام کی کوسٹق کرتا ہے کہ یہ امر بھی قریب عقل ہو کہ اس کے اظہار سے سلطان محمود کے دربار میں خود اردو کی اپنی تصنیف کی قرار واقعی قدر کیے جانے کی توقع ہو سکتی تھی لیکن لوح م مصور کی شاہما سے کے مارے میں بولپپی کے سوال کا بیصلہ کرے سے پیشتر یہ امر مقدم معلوم ہوتا ہو کہ دقیقی کا رمانہ تحقیق کر لیا جائے۔

(۱) محمد عونی اس کو الوصال مصور (نصرہ ۱) (۲۵۰ و ۲۶۰) اور لوح م مصور (۲۵۰ و ۲۶۰) کے ہمد کا شاعر مانتا ہو دقیقی کے ایک تیرے مدوح کا نام الوسمید محمد مطہر محتاج چینی دیا ہو عونی اس قدر اور اصافہ کرتا ہو کہ امیر الواس علی س الیاس الآحاجی (والی کریاں ۳۵۰ و ۳۵۵ المتونی ۳۵۰) اور دقیقی معاصر ہیں۔ الوسمید محمد مطہر محتاج چینی کے رمانے سے ہم باواقف ہیں۔ ایک امیر الواسطہ چینی چون کہ فرجی کا بھی مدوح ہو اس لیے مرزا محمد س عبدالباق قزوینی کا خیال ہو کہ فرجی اور دقیقی کا مدوح ایک ہی شخص ہو جس کا پورا نام مرزاے موصوف یہ تاتے ہیں "محرالدولہ الواسطہ احمد س محمد چینی" (چہار مقالہ ص ۱۶۵) مطبوعہ پورپ، لیکن فرجی کے مدوح کا نام جیسا کہ آئے والے ابیات سے واضح ہوتا ہو۔ محرالدولہ الواسطہ س احمد محمد چینی ہو فرجی کے استعارہ یہ ہیں۔

محر دولت الواسطہ شاہ بابیننگان شادباں دشاوارہ کامراں دکامگار

ماتقن کرد در سر ہر لشن بر لوتت مدح الواسطہ شاہ جہاںیاں
س احمد محمد شاہ جہاں یاہ آں ہتر یا رکتور گبر و جہاںیاں
ایک الواسطہ محمد س احمد والی جہاںیاں کا ذکر مارنج حتی میں مائق کے حالات

حواستہ کہ احوال سلاطین عظمیٰ و درسلک نظم انتظام دہند چوں در اں
 وقت مرثیہ نظم عالی نگشتہ رود ایں سیدہ چہ دانی نیورج نہ پریریدہ ہر گشتہ
 از تیر قوہ فعل نمی آمد (در وقت مملوٹہ ملوکہ پر و سیر آمد)
 قولہ - روح س مصور حبشہ لکھہ میں سکت لیتیں ہذا لو پایہ تخت لسی ہمارا
 میں ٹرے بڑے شراعیہ جو تھے اس میں دقیقی حاص یا نہ تخت کا ہے
 والا تھا حب اس کا کمال مشہور تھا اور روح لے دربار میں ملا کر شاہنامہ
 کی تصنیف کی خدمت سپرد کی۔ دقیقی اپنے روزگار کا ادارہ کر چکا تھا
 اس لیے یہ خدمت قبول کی۔ (شراعیہ ص ۵۴)
 سب سے قدیم روایت دقیقی کے شاہنامہ نظم کر لے کے متعلق فردوسی کے
 ہاں ملتی ہوئی ہے۔

چو از دہن تراں داستاں ہائے ہی حواحد حواحدہ رہر کے
 جہاں دل بہادہ بریں داستاں جہاں بخشہ داں دہمہ راستاں
 حوا لے بیاد کتادہ راں سس گوی و حوس طبع و ذوق راں
 سظم آرم ایں نامہ ناگفت میں ارو شاد ماں شد دل ابھن
 جو کہ شاہنامے کی داستاں کا ہر محل اور مجلس میں قصہ حواوں کی مدولت
 چرچا رہتا تھا دقیقی نے اس کی عام ہر دہریری دیکھ کر اس کی نظم کا ارادہ کر لیا
 اس تجویز کو پسند عام کا خلعت ملا۔

یہاں دیکھا جاتا ہے کہ فردوسی مولانا مثنوی کے اس عقیدے کی کہ سامانی
 حاداں اندازے شاہنامے کی نظم کا حواہاں تھا تائید نہیں کرتا اور نہ اس دعوے
 کی تصدیق کرتا کہ دقیقی نے شاہنامہ روح س مصور لکھ لکھ کے حکم سے
 شروع کیا تھا۔ روح لے دقیقی کو اس کام پر اگر واقع میں مامور کیا تھا تو کوئی وجہ

(۲) سابق میں تمام اسناد کا خیال تھا کہ شاہنامہ فردوسی نے سیکھ لیا
میں سلطان محمود غزنوی کے حکم سے نظم کرنا شروع کیا تھا اور دقیقہ چونکہ اکتبر
موجود میں کے ردیک سیکھ لیا میں شاہنامے پر قلم اٹھاتا ہوں اس لیے دونوں شاعروں
کی معاشرت کا سوال پیش نہیں آیا۔ لیکن اب جب کہ یہ نظر یہ شاہنامے کی ہمدردی
سے غلط فہمی ہو چکا ہے اور ایسا ہے۔

سی و پنج سال از سولے پنج بے رنج بودم بامید گنج
اور چو بر باد دادند رنج مرا سد حاصلے سی و پنج مرا
(یہ ابیات خاتمہ شاہنامہ میں سیکھ میں لکھے گئے ہیں) جس سے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ فردوسی سیکھ میں اس کام پر مصروف تھا اب یا تو ہیں یہ ماسا ہنگام
کہ دونوں شاعر معاشرت اور دونوں نے ایک ہی وقت لگے ایک ہی سال میں
شاہنامے پر قلم اٹھایا لیکن یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جس کے لیے کوئی بھی تیار
ہیں یا دقیقہ کا تقدیم مان لیا جائے جس کی تائید فردوسی کے کیاں سے ہوتی ہے
وہ عام طور پر اس کا ذکر ایسے الفاظ میں کرتا ہے جس کا صریحی مہم بھی ہو کہ دقیقہ کہا
سے اقدم تھا۔ فردوسی اس کو شاہنامے کا پہلا مسطور تسلیم کرتا ہے اور اپنا ہر اور
دہنا بھی مانتا ہے۔

ہم ادو گویا سدرہ راہ ہر
فردوسی کے پاس دقیقہ کے شاہنامے کی حوصلہ تھی اپنی اصل سے دور
ہو جانے کی نایز کثرت سے غلط تھی شاہنامہ
بہ نقل اندروں شست گشتشیں اردو نہ سدرہ راہ گار کہیں
یعنی بوجہ کثرت بقول اُس کے کلام میں غلط واقع ہو گئی تھیں۔
(۳) سلطان محمود کے نام فردوسی شاہنامہ منوں کرتے ہوئے گویا بگوئیں

کے دِل میں ملتا ہو حب الہ المظفر طاہر بن فضل اس الہ المظفر کو شکست دے کر چامیان
چھین لیتا ہو تو وہ اعانت کی امید میں فائق کے پاس آتا ہو فائق روح سے اسکی امداد کرا
ہو لیکر اسی اتنا ہی طاہر بن فضل ریل پر حملہ آور ہو کر (۳۷۳ھ میں بقول عونی) مارا جاتا ہو
میرے خیال میں عسی کا الہ المظفر محمد بن احمد دالی چامیان اور مرسی کا محمد الدولہ الہ المظفر
بن احمد محمد دالی چامیان ایک ہی شخص معلوم ہوتے ہیں دسی نے اس کا نام لھووت
شہر اس کی ولایت کے بعد لکھ دیا۔

دقیقی لپے مدوح کا نام ایک شعر میں جو لغات اسدی میں ملتا ہو یوں بیان

کرتا ہو ۵

اوسد آں کہ از گیتی رو برستہ شد دہا مطر آں کہ تشیرت سرور دار دشاں پروا
اب صورت یہ قائم ہو گئی ہو کہ علامہ فردی کا (الف) محمد الدولہ الہ المظفر
احمد بن محمد ہو مرسی کا (دا) الہ المظفر بن احمد محمد ہو اور عسی کا (جیم) الہ المظفر محمد بن
احمد ہو (دال) عونی کا اوسعید محمد (س) مطر (بن) محتاج چامی ہو اور دقیق (کلا) ا
اوسد مطر ہو۔

الف اور ما ایک شخص نہیں اس لیے مرسی اور دقیق معاصض ہو سکتے ہال اور
با میں حالاً آپ بیٹے کا تعلق معلوم ہوتا ہو عونی نے ماپ بیٹے کے ماموں میں تغلیط
کی ہو دقیق حب کہ ماپ کا مہاج ہو عونی نے بیٹے کا خیال کیا۔ یا یہ کہ وہ مائل مختلف
شخص ہوں ہر حال تاریخ میں ان دونوں اسماء کی نزاع رہی نہیں ہو سکتی۔ چامی
حامداں میں اوکر محمد بن مطر کا بیٹا لگتا ہو ۳۷۳ھ میں سیہ سالہ حراساں تھا عونی
کے پیش کردہ نام میں اور اس میں یہ فرق ہو کہ کینتوں میں اختلاف ہو اگر ان دونوں
شخصوں کو ایک ما مانتا ہو تو اوسد مطر حب کا نام دقیق لپے شعر میں بیاں کرتا ہو
اوکر کا ماپ تسلیم کیا جاسکتا ہو لیکر یہ محض قیاس ہو۔

تحت لیشیں ہوتا ہو اس لیے نوح کی درائش کرے، دقیق کا اس کے لیے ذخیرہ جمع کرے، پیار ہو سنے اور ہر راستہ لکھنے کے لیے بہت کم وقفہ ملتا ہو۔
ان امور پر نظر کرتے ہوئے میں اس رائے پر قائم ہوتا ہوں کہ مد لوح نے درائش کی اور نہ دقیق نے ۶۵ھ میں شاہنامہ شروع کیا۔ چونکہ ابھی امام میں فردوسی کو اپنے شاہنامے پر مصروف دیکھا جاتا ہو اس لیے ضروری ہوا کہ دقیق کا زمانہ لوح کے عہد سے اوپر کی طرف سرکایا جائے اس غرض سے یہ لائن ناظرین کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

(۶) دقیق کا ایک قطعہ جو ۵

کرارود کی گھٹنا ساشد مدیح امام مسلوب سخن بود در

دقیق مدیح آورد رد او چو حرابود رده سوئے ہجر

اس قطعے سے جو رود کی کے حالات میں لباب الالباب صفحہ ۶ میں مدیح ہو پایا جاتا ہو کہ رود کی اور دقیق ایک ہی شخص کے مدس مرارہ چکے ہیں اس لیے ضروری ہو کہ دقیق اور رود کی ہم عصر ہوں اگر ہم عصر ہوں تو زیادہ تقدم اور تاخر ان میں نہ ہو۔ غرض نے اپنی تاریخ میں رود کی دقیق اور خسروانی کا نام اس طرح لیا ہو کہ گویا وہ ایک ہی زمانے میں تھے۔

(۷) دیباچہ قدیم شاہنامہ دقیق کو نصیر احمد سلطیہ و سلطیہ کے عہد کا شاعر مانتا ہو۔ دیباچے کی اصل عبارت یہ ہو۔

”دایں شاہنامہ بود کار نصیر احمد ابو الفضل سلمی دقیق دراکہ

شاعر او بود و بود بود کہ سظم آورد“

اس سے وہ باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ دقیق اور رود کی معاصر ہیں۔ دوسرے یہ کہ شاہنامہ ابو الفضل سلمی کے حکم سے دقیق نے نظم کر یا شروع کیا تھا اس

میں سال قبل سے اس کتاب پر مشغول تھا لیکن قدرِ واں سر پرست اور مرقی کے
 نہ ملنے کی وجہ سے میں ہمیشہ اس مردِ حاطر اور نگینِ ریا حاموسی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا
 مدیم سراجِ رخت سدہ گاہ کیساں بردخت سدہ
 ہم ایں صحرِ دل آساں نود حزار حاشی، بیچ دریاں نہ بود
 یکے باغ مدیم سراجِ رخت لشتنگہ مردم یک سخت
 کھائے نہ داغ پیدا درخت حزار نام شاہی بند امرش
 کہ اندر خور باغ بایستے اگر یک بودے نہایتے
 سفرِ رانگہ داتم سال نیست ہاں تا سراجِ ایں گنج کیستے

اس سے میرا مقصد اسی قدر ہو کہ اگر نوح مں موصو کو واقع میں شاہ سائے سے
 کوئی دل جیسی تھی اور دقیق کو اُس کی ظلم کی حدیث سیر کی تھی تو ردوسی کے لیے
 یہ معاملہ ہایت آساں تھتا وہ دقیق کی آنکھ سد ہوتے ہی سیدھا بخارا کا رُج
 کرتا اور اپنا حوہرِ کمال دکھا کر دقیق کا منصب ایسے لیے حاصل کرنا اور میں سال تک
 گوشہ نگہ مانی میں سلطان محمود غزنوی کی تاج پوشی تک نہ بیڑا تھتا کیا اس سے ظاہر ہیں
 ہوتا کہ نوح کو شاہ سائے کے معاملے میں کوئی دل جیسی نہیں تھی۔

(۴) نوح مں موصو ۳۶۵ھ میں حب تحت نشیں ہوا ہایت کمس
 تھا اور سلطنت کے امور کا کھیل سامایوں کا مدتر و ریر ابو الحسن عتی تھا۔ ظاہر ہو کہ
 ایک کم عمر بادشاہ حو سلطنت کے معاملات میں نام کے سوا کوئی دخل نہ رکھتا ہو
 علمی امور میں ایسے دون کا اظہار نہیں کر سکتا حو علم دوستوں میں بھی عمر کی پختگی
 اور سعیدگی مداف پر مقرر ہو۔

(۵) ۳۶۵ھ دقیق کا سال وفات بھی دیا جاتا ہو اسی سال نوح مں موصو

۳۶۵ھ تا ۳۶۸ھ ۱۲ حلو ۳۶۵ھ۔ ۳۶۸ھ میر مردوں کی تاریخ ادبیات ایران حلو اول ۲۶

”مرد کا رہنے والا تھا ۱۹۵۶ء میں انتقال کیا شرا لعم صفحہ ۵۵
اس کا پورا نام ابو مصور عمارہ بن محمد المروزی ہو اور آل سامان اور آل ناصر
کے حمد میں گرا ہو۔ حوتی لے سلطان محمود غوری ۸۸۳ھ و ۸۸۴ھ کی مدح میں
عمارہ کے یہ ابیات نقل کیے ہیں۔“

اکتافِ شاہ نور بود رحبِ جوہر خود من مراہیل منو داہست جہیں
گر بر کرانِ دجلہ کسے نام اورد آب انگبین ماب شو جمل محل انگبین
ظاہر ہو کہ عمارہ کو سلطان کی مدح سرائی کے لیے اس کی مروجہ وفات سے کم
از کم تین چوبیس سال بعد تک زندہ رہا چاہیے مواتے ہیں۔

”اس شرا کے علاوہ اس دور میں اور بہت سے خوش گو اور خوش فکر
تھے مثلاً اجمی، طہاری، ابو العباس رجبی، حوٹاری، ابو اہل سعاری، طلحہ
و غیرہ یکس چو کہ اس کے حالات اور اشعار بہت کم ملتے ہیں اس لیے ہم
اس کے نام قلم امداد کرے ہیں۔“ (شعرا لعم صفحہ ۵۶)

حس شعرا کے نام عبارتِ مالا میں ذکر ہوئے ہیں اس میں بعض کی سوتیلی بڑی
سج ہو گئی ہیں کہ اس کی تساحت بالکل دشوار ہو گئی ہو اور نتیجہ یہ ہو کہ منسجعی ہستیاں
قائم ہو گئی ہیں مثلاً ان ناموں کی ہرست میں سب سے پہلا اجمی ہو میں اس اجمی تلوع
کی تلاش میں اتنا ہی حیراں و پریشان ہوا جتنا میرے ایک انگریز فارسی حوالہ پوٹ
ہاتف شاعر کی تلاش میں سرگرداں رہے تھے اس کو یہ وہم
ہو گیا تھا کہ ہاتف کسی شاعر کا نام ہو ”ہاتف گھٹ“ اور ”ہاتف ملا کرد“ مار مار
قطعات تاریخ میں پڑھ چکے تھے ہاتف اس کے نزدیک بڑا مہتور شاعر تھا جس کو
ن تاریخ گوئی میں کمال تھا بڑی تلاش کے بعد دو ایک ہاتف شاعر اس کو
مل گئے یکس انھیں ایسا ہیایت مہتور اور تاریخ گوئی میں یدِ طولی رکھنے والا

طرح سے سامانیوں کی علمی فتوحات کی ہر سست سے یہ کارنامہ بھی جس کے لیے سولانا شبلی ان کے شاخوں معلوم ہوتے ہیں خارج ہوا جاتا ہو۔

(۸) امیر نصر بن احمد کا جانشین امیر لوح بن نصر ^{۳۳۲ھ} اور ^{۳۳۳ھ} ہو چکا تہہ کرہ بھکار دقیقہ کو لوح بن منصور ^{۳۳۶ھ} و ^{۳۳۸ھ} کا شاعر مانتے ہیں اس لیے ظاہر ہو کہ وہ لوح اول کو لوح ثانی میں ضبط کر رہے ہیں بدقسمت لوح ثانی ایک امر میں ضرور خون قسمت رہا ہو وہ یہ کہ اسلاف نے اس کے اسلاف کے اکثر کارنامے اس کی طرف منتقل کر دیے ہیں۔

(۹) دقیقہ کی ایک تاریخ وفات ^{۳۳۳ھ} مجھ کو دودھ خان سے ملتی ہو پہلی شاہد صادق مصنفہ محمد صادق صاحب صبح صادق، دوسرے حسن داں فارس محمد بن آرماد ان دونوں کتابوں میں یہی تاریخ وفات ملتی ہو اور مجھ کو اس تاریخ کے قول کیرے میں کوئی اعتراض نہیں۔

ابو سحر بلخی کے لیے فرمانے ہیں۔

”^{۳۳۳ھ} میں تھا اس کا کلام بہت کم ملتا ہو“ شراعم صفحہ ۵۲

^{۳۳۳ھ} محمد عوفی نے ابو شکور کی مثنوی آدریں نامہ کی تاریخ اختتام دی ہو لیکن لغت فرس میں ابو شکور کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ مثنوی ^{۳۳۳ھ} میں لکھی گئی تھی چنانچہ یہ شعر ہے

چنین داستان کس گھٹا ریال اسی صدوی دسہ ہو دسال

ابو شکور کے اشعار لغت فرس، ورتنگ جہانگیری، لباب الالباب اور البحر فی معابر اشعار العجم میں ملتے ہیں۔ بی رما سب سے قدیم رماعی جس شاعر کی ملتی ہو وہ ابو شکور ہو۔

عارف مروزی کے لیے ارشاد ہوا ہو۔

نے ایک قصیدے میں جو سلطان محمود کی وفات سلسلہ اور امیر محمد کی تاجپوشی پر
لکھا ہوا اسٹعار کو یوں تصنیف کیا ہے :-

شمع داریم و شمع پیش نہیم گر بکشت آں چراغ مارا باد
گر برت آں ملک ماگزاشت بادشاہے کریم پاک رشاد
سخت خوب آمد این دعبیت مرا کہ شنیدم ز شاعرے استاد
بادشاہے نشست فرخ باد بادشاہے گزشتت پاک رشاد
برگزشتہ ہمہ جہاں ہلکیں برنشستہ ہمہ جہاں دل شاد

اد الفصل سیبی کے ہاں یہی ایات ایک مرتبہ اور سلطان فرخ راوی وقتاً
اور سلطان ابراہیم غزنوی کی سخت لٹنی کے موقع پر ایک قطعے میں تصنیف ہوئے
ہیں وہ چوہا ہے :-

”بادشاہے رمت فرخ زاد بادشاہے لستت حور زاد
ار برتہ ہمہ جہاں ہلکیں دز نشستہ ہمہ جہاں دل شاد
گر چراغے ریتن ما برداشت مار شمعے بجائے آں بہاد
یافت چوں ہتہ یار ابراہیم ہر کہ گم کرد مشاہ فرخ زاد

دوسرا نام ظہاری ہوئی اس کی تلاش میں ماکامیاب رہا چہار مقالہ میں ایک
طہادی اللہ لکھا ہو لیکن شعراجم میں دو مقام پر اس کو ظہاری لکھا ہے دیکھو صفحہ ۲۶
شعراجم ۔

پایو ہاں نام طلحہ ہوئی ہیں سمجھ سکتا کہ شاعرے سامیہ میں اس کو کیوں شمار
کیا گیا طلحہ اس دور کے شاعروں سے دو صدی بعد گر رہا ہے اس کا عہد آل سلجوق
کے عہد میں محسوب ہونا چاہیے۔ اس شاعر کا ذکر لباب اللالب میں آیا ہے اور
عونی نے اس کا پورا نام یوں دیا ہے ”الاعل تہاب الدین ابو الحسن طلحہ المروزی“

شاعر با لطف نہیں ملا۔

بے سود کوشش اور جستجو کے بعد میں اس مکتبے پر آیا ہوں کہ اچھی شاعر
عشق کا ہم ہم ہوا اگر تاریخ کے میدان میں قیاس دوڑانے کی اجازت ہو سکتی ہو
تو میں کہوں گا کہ مولانا شبلی نے اچھی میں اچھی کی مٹی پیدا کی ہو۔ اس شاعر کا یوں نام
امیر ابو الحسن علی بن الیاس الآل حاجی البخاری جو وہ نصر سامانی کے عہد سے والی
کران تھا سیستیس سال کی حکومت کے بعد لکھنؤ کے اس کے مظالم سے تنگ آ کر
اس کے فرزند المصباح کو امیر بنا لیا ابو الحسن بخارا جا کر سلطنت میں دوامت پانا
ہو آبل الیاس کا بانی بھی تھیں جو اس کے حاضری اشعار کا دیوان بقول شبلی
(تمتہ الیتمہ) نہایت معروف تھا عیونی نے اس کا ذکر کیا ہو، لغات اسدی میں
اس کا ایک شعر ملتا ہو لیکن اس کا نام ابو علی الیاس دیا گیا ہو جس طرح کہ تاریخ
گزیدہ اور سیاست نامہ میں۔

تیسرا نام ابو العباس زبجی جو اس کا اور نام ابو العباس فضل بن عباس
الرجبی ہو زبجی دلفخ را و کسرا و سکون و ذوق و فتح حیم و سکون و ذوق اسفند بر قد
میں ایک تہر کا نام ہو۔ زبجی بڑے پایے کا شاعر ہو اور رودکی اور اوشکور کا
ہمسفر نصر بن احمد سامانی سلطنت و سلطنت کی وفات اور اس کے حائش لوح
بن نصر سلطنت و سلطنت کے جلوس سلطنت کی تہنیت میں کہتا ہو سہ

ما دشا ہے گر شت حوب سزاو بادشاہے نشست و رخ زاد
زاں گر مشہ زانیاں غلیں رہیں نشست چانیاں دل شاد
سگر اکوں سچشم عقل دیکو ہرچہ رماز ایزد آمد داد
گرچہ اسنے زیریش مابرو داشت از شمس بجاسے او بناد

یہ استاد اس قرن اور قرن مابعد میں بہت مشہور رہے ہیں۔ فرخی شاعر

لکھا لگیں کے بارے جانے کے بعد امیر پری انتخاب کیا جاتا ہو لیکن بہت جلد بعد
 معرول ہو کر ملائکہ میں سکنگیں امیر تسلیم کر لیا جاتا ہو۔ فراتے ہیں :-
 سکنگیں پہلا شخص ہو جس نے ہندستان کو تعمیر کی نگاہ سے دیکھا اور
 ۴۰ سال کو مار مار کر نکلیں وہ سامانی دربار سے اس کو ناصر الدین کا خطاب
 ملا ۳۸۳ء میں وراثت پائی اس کے بعد اس کا بیٹا اسماعیل واپٹگیں کی دھڑ
 کے قتل سے قتل میں تخت نشین ہوا محمود میں تھا اس سے
 بھائی کو لکھا کہ غ میں حکومت کیجیے لیکن غ میں میرے قصبے میں رہنے
 دیجیے " شراعم ص ۵۷ -

سکنگیں اور سول کے درمیان صرف دو مرتبہ جنگ ہوئی سکنگیں کی وفات
 ۳۸۳ء میں ہرگز ہرگز نہیں ہوئی بلکہ ماسماع مورخین اس کے چار سال بعد یعنی
 ۳۸۵ء میں ہی وفات کے وقت محمود نیشاپور میں تھا نہ غزنی میں۔
 مگر اگر اس وقت غزنی میں ہوتا یا غزنی میں اس کا قصبہ ہوتا تو بھائیوں میں جنگ
 کی نوبت نہ آتی۔ کیونکہ محمود اور اسماعیل کے درمیان غزنی میں متنازعہ قصبہ تھا۔ محمود غزنی
 کا طالب تھا غزنی اس وقت اسماعیل کے قصبے میں تھا اور وہ اس کے معاویہ میں
 بلخ یا نیشاپور اسماعیل کو دے رہا تھا اسماعیل کو تقسیم پسند نہ تھی محمود نے اول اس
 کے دلائل استعمال کیے جو رادراہہ خطوط اور بصیرت و فہمائت کی تسکین اختیار کیے
 ہوئے تھے انوار کائنات فریدی والی گورگاہ بھی اس معاملے میں واسطہ بنا، اس
 نے بھائیوں میں بالمشافہ ملاقات کی تحویر کی، اسماعیل نے اس کو بھی مسترد کر دیا محمود
 ہرات و دست کے راستے غزنی کے قریب آگیا آخر اسماعیل اور محمود میں جنگ
 ہوئی اور اسماعیل ہریمپت یا کر غزنی کے قلعے میں پناہ گزین ہوا۔ محمود نے پراس

لہذا تاریخ بھی ارغنی -

طلبہ سے اپنے دوست حکیم محمود اس علی اسمائی المروری کا مریض بھی لکھا ہو۔

دورِ غزنویہ

تلی فرماتے ہیں :-

”عبدالملک کے عہد میں اس کا بیٹا مصورتخت نہیں ہوا تو اپنی بیٹی
سوامی چھوڑ کر عرب میں چلا گیا اور یہاں ۱۶ برس تک حکومت کر کے واپس
پائی اس کے عہد میں اس کا بیٹا ابو اسحق قائم مقام ہوا ایک چاروں کے عہد
میں اپنی بیٹی کا ایک عہد میں اس نے اپنی بیٹی کے عہد میں
ایسی قابلیت کے عہد میں اس نے اپنی بیٹی کے عہد میں اس نے اپنی بیٹی کے عہد میں

میں اسی کو عرب میں کا حکم مقرر کر دیا۔“ شراہم ص ۵۶ و ۵۷

اس بیانات میں دو ایک باتیں قابلِ غور ہیں اپنی بیٹی کا عرب میں آکر سولہ سال
حکومت کرنا معتبر تاریخی روایات کے خلاف ہے۔ جہاں مستوفی اور اس کا مقلد فرشتہ
اس ماریس میں سدہیں مانے جاسکتے۔ اصل یہ کہ اپنی بیٹی کو عرب میں آنے کے آٹھ
ماہ بعد ۳۵۵ھ میں وفات پاتا ہو ۳۵۵ھ میں اس کا فرزند اور جانشین ابو اسحق
وفات پاتا ہو بلکہ اپنی بیٹی امیر سالیا حاتما ہو جس کے عہد میں ترقی کر کے سکستین ۳۵۷ھ
عہد سے پہنچتا ہو بلکہ اپنی بیٹی کے ساتویں سال میں سلطان محمود کی ولادت ہوئی ہو۔

۳۵۷ھ میں اس کا عہد ۳۵۷ھ میں پڑا گراڈ (روس) میں موجود ہو پھر مصر میں اس کو ابو اسحق
کا بھائی اور اپنی بیٹی کا فرزند کہتے ہیں (تاریخ ادبیات ایران جلد اول صفحہ ۳۷۲) بلکہ اپنی بیٹی کا
دکتر جامع الحکایات محمد بن طوق۔ طوقاقت مصری شاہ صادق اور شمس التواریخ حسن بن محمد
بن حاکم شیرازی میں ملتا ہو۔ آخری دونوں اسناد کی رؤسے بلکہ اپنی بیٹی ۳۵۷ھ میں ہجری میں مارا

در مار عام میں قصائد پڑھتے کیے تو ایک ایک شاعر کو میں میں ہر ارادہ
ریتی اور مسخری کو پچاس پچاس ہر ارادہ ہم عمارت کیے۔

(شعرا لعم صفحہ ۵۸)

مولانا نے یہ واقعہ سلطان محمود کی طرف منسوب کیا ہو اگر فرما کی دیا صیباں
باپ کے خود کرم کی ہرست میں شمار کرنا غلطی میں داخل ہیں تو صیباں بالاقطعی غلط ہو
اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ محمود دیا صیباں ہمیں تھا بلکہ یہ مراد ہو کہ اس کا فرزند سلطان
مسعود بھی خود و سخا میں اپنے باپ سے کم نہیں تھا۔ جیسا کہ یہ واقعہ سلطان مسعود
سے تعلق رکھتا ہو نہ سلطان محمود سے۔

سلطان محمود ۲۳ رجب الآخر ۶۱۷ھ کو بختیہ کے دروہر کے وقت انتقال
کرنا ہو اور یہ انعام دروہر دو ستہ ۲۷ یا ۲۸ رمضان ۶۱۷ھ کو حش ہرگاں ساتے
وقت سلطان مسعود غز میں عطا کرنا ہو اس انعام بختی کے وقت نہ محمود و نہ
معا اور نہ مسعود ہزاروہ۔ اس کے متعلق بہت کے الفاظ ہیں ”شاعر اگر کہ نگاہ نوہر
میت ہزار درم درم و غلوی زمینی را پچاہ ہر ارادہ درم مرے لیے بھاہ اور درم و مسخری
را ہزار دینار مداد دے“ (مہتی صفحہ ۳۳۳)

لیکن یہ پہل بار انعام بختیاں سلطان محمود کی مدعات حسہ سے تھوڑی ہوئی
چاہیں اگرچہ میں اپنے قول کی مائید میں تاریخی راہیں میں نہیں کر سکتا کیونکہ
محمود کی تمام تاریکیوں سوائے ایک آدھ کے مراد ہو گئی ہیں۔ اگر آج ہمارے پاس
تاج الفتح، مقامات العصر شکانی، تاریخ محمودی اور الوصل بہتقی، تاریخ تلامذہ
محمود لوی اور تاریخ محمود و راق موجود ہوتیں تو ہم محمود کی دیا صیباں سر پرستی علوم
وموں اور قدر دینی شعرا کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کر سکتے کہ قابل ہو سکے
لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ محمود باحتی بھر بھر کر عمارت دیتے کا عادی تھا

دراٹے سے قلمہ عوین (سولہ ایو فی سچہ ماہ بعد) پھیلنے سے لے لیا۔

سلطان محمود کے علمی کارناموں کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

”عرین میں اس نے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا تھا جس کے ساتھ

ایک عمارت عامہ بھی تھا جس میں تمام دنیا کے نوادر موجود تھے۔“

شعر: ۵۸

یہ روایت فرستہ کے نام سے منقول ہو لیکن رشتے کی اصل عبارت یہ ہے۔

”درجہ آراں محمود مدوہ ساہادہ و سائنس کتب و عرائف مع موعظہ ایدہ

دہانت لیسار مسجد و مدرسہ وقف محمود“ (دستہ ص ۲۰۱ کشور)

میں نے جب مولانا کا یہ سیاں دیکھا ہایت مخطوطہ نگاہ عمارت حائے اور چڑیا

گھر جن کو ہم مغربی مدحت سمجھا کرتے ہیں ہمارے اسلاف کی ایجاد تھکے لیکن

فرشتہ نے میری تمام حوشیوں پر پانی بھیر دیا۔ خدا بچائے قلم مولانا نے یہ کلمہ آفری

کیوں کی۔

اسی کتب خانے اور سلطان کی علم دوستی کے متعلق کتاب کرا العوائد میں جو

منصف فرن ستم ہجری کی فارسی زبان میں ایک تصنیف ہے اور ملک سام میں

اک ایک ابی سعید ارسلان آمدن آفت سفر کے لئے لکھی گئی تھی روایت دلیل (روح پرورد)

”سلطان عاری محمود سنگتیں گھنٹا ہمد مراد ہائے جہاں درجہاں باہم گرگ

آرود و فرما حادیں دھیر ہائے گر سنگاں داستان میں حرمود تاد تہرہ میں

کتب عامہ صاحبہ چوں متب در آمدے علما راجع کر دے تا میوہ اندرے“

شعر کے حق میں محمود کی ستانہ قیاضیوں کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

ایک موصفے پر حب شہزادہ مسعود حراساں سے عرین میں آیا اور فرمے

سہ پھیل کے دو درہم راقم کے عودہ سکوکات میں موجود ہیں۔

اگر مراد بجاہ اور راست جاہ مال مرا سین کہ بیبی جمال را نکال
چودہ ہزار درم صلے میں عطا ہوئے تھے۔

سلطان نے ایک مرتبہ کسی لودار و خانو کو تین ہزار موتی انعام میں دیئے چپاچہ
عصری اس فاقے کا ذکر یوں کرتا ہے۔

نیک عطا سہ ہزار از گہریشا عطا د کر اس حریہ گئے رود چہرہ گہ لاو
رہ خانو کیہ قدیش زینج خدمت باز نہیر پنج مدر گاہ ادگر دستہ گر
اریں سبب در عالتش جمع شراست اگر لودل سر ستاہ یا لود محصر

۱ (یوں عصری صفحہ ۶۶ یعنی ۱۱۱۱)

محمود شاعر دوست اور تخر پرست ہونے کے علاوہ خود بھی ایک اعلیٰ پائے کا
شاعر تھا۔ ہم آراء میں عصری کی بیاض سے خود عصری کے قلم کی کھٹی ہوئی تھی،
محمود کی یہ عزل مرقوم ہو۔

مں گرد دل جویتس ہولے تو ندیدم ماہر تو یو بستم دار حویش بریدم
دیگر رستاں جوں تو ندیدم رچی آنک بت بیست کھائے کہ مں آسکار سد م
باس بھنید آں کہ چو اوکس نہ گرفتہم گرفتہم سر رلف تو ہر حید جمیدم
چوں زلف شدم دست جویتس نہ شدم بوسے جوں رلف تو کا وینک دچوں بوسے تو ندیدم
گفتہم کیہیکہ مدہ حسر دیدم مدرم مں لے لے عطا است ایکہ جدا د مد حیدم
محمود غنی نے شاہی شعرا میں دوسرے عمر یو اس کا ذکر کیا ہو گلستان مائی
ایک کینز تھی سلطان کو اس کیر سے دلی محبت تھی حسب اس کا انتقال ہوا محمود
لے دہل کامرتیہ لکھا۔

تاواے ہاہر ہاک شدی خاک را سپہر وصل آمد
دل حورے کرد گفتہم لے دل صر این قضا از حد لے عدل آمد

ایسی تلخیں موجود ہیں جس میں محمود کے ایسے ہاتھیوں کا ذکر آتا ہو۔ لطایف فراتے ہیں۔

۵۰ ہر سلہار از تو مقصود بیست کہ یل تو چوں یل محمود بیست

عضائری ایک موٹے پرکتا ہو

امید دارم کہیں بار صد ہزار تمام بس سیار دہر پائے یل ردیال

اسیر مری

رہبرام اگر شاہ را دی محمود بہ پیوارہ شاعر ہی تیاں داد

کوں کماست میاگو بخود شاہ مگر کہ خود او لصلہ گنج تائیگانی داد

شیخ عطار

چہ آن گر میل وادق کم ہر ازید مر شاعر قفاشے ہم ہر ازید

رہی ہمت کہ شاعر ارشاد شہاہ کوں سگر کہ چوں برگشت ار راہ

سلطان محمود شہرا بہ چار لاکہ دہا سالانہ صرف کیا کرتا تھا۔ ہر سنے شاعر کو

اس کے دربار میں عورت کے ساتھ ملکہ دی جاتی تھی وہ شاعروں کو دیکھ کر مسرور ہوتا

تھا فرخی کہتا ہو

توان دیدار ادح ہم چیاں داں متوی شایا کہ ہر گر نیم اراں امق نگشتا دیدیں حدرا

طوابع شاعران منیم گرد نصر تو دائم ہما ناقصر تو کسبہ است و گرد قصر تو بطحا

عضائری کو الام میں ایک ہزار دہا عطا ہوئے اسی اتنا میں مالوں ماقوں

میں عوال پر کوئی لطیفہ ہو گیا سلطان نے شاعر سے اس لطیفے پر عول کی واپست

کی عصائری سے فی البدیہہ تخیل ارشاد کی محمود نے اصلی الام میں ایک ہزار کا

اور اصاہہ کر دیا عصائری

ہزار ہا ہزار دیگر ملک لرود سیک عول کہ رمع است لطیفہ خزان

ورنہ کہنا ہو کہ عصائری کو اس قصیدے کے صلے میں جس کا مطلع ہو

کہ جو رطب و یابس ملا قول کر لیا۔ اس امر کا خیال رکھا کہ یہ بیاں پہلے بیاں کے حکم کا
حادثہ یا آئندہ بیاں کے مخالف ہوتا ہو ہیں دیکھتا ہوں کہ مولانا کی تحقیق کا یہ پہلو
ہدایت کمر درہی۔

جو پہلی روایت اس کے سامنے آتی ہے اسی کو ہدایت قیاس دلی کے ساتھ
تسلیم کر لینے کو مستعد ہیں مثلاً عصری کے ذکر میں فرماتے ہیں :-

”ایک دھند سلطان نے صدلی رود کی لے رحستہ کہا :-

آمد آں رگ دلا سچ پرست بین الماس گوں گردنہ بدست

طست رتیں و آمدتاں حواست ماروئے ہتر بار رار بست

بین گردن و گشت عرعلیک این چیں دست را کہ یار حست

سر رود رود لوستہ مراد در سن ساح ارجواں رحستہ“

(شعر لعم صفحہ ۶۳)

یہ اشعار اصل میں حکیم شہاب الدین شاہ علی الی رحا الغرفوی کے ہیں۔
شلی لے اہیں عصری کے نام پر لکھا لیکن حضرت کاتب لے عصری کے بجائے
رود کی کا نام لے کر کیا جیچہ اس غلطی بالائے غلطی لے ایک ایسی مصححہ خسیئر
صورت اختیار کر لی جو جس کا جواب یہ شعر ہو سکتا ہو :-

حیر خوش گشت است سعدی در لیحا الا یا ایہا الساقی اور کا سا واد ہما

ابو رجا سلطان ہرام سلطنت و حکمت کے عہد کا شاعر ہے اور اس قلم

میں اس نے ہرام شاہ کے قصد لے کا ایک واحد نظم کہا ہے جو کہ ماسا کو ایک

مرتبہ قصد کھلوانے کی ضرورت میں آئی اتفاق سے عیسائی قصاد حواہ حسین

اور سادہ رو تھا اس نے قصد کھولی اور حواہ ہناس شروع ہوا ماسا نے مذاق

میں کہیں اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ ڈال دیا اُس نے بڑا ماما اور عیسے کے لہجے میں

اور ناظر اسی شش وزج میں نہ جاتا ہو کہ ان منضاد بیانات میں سے کس بیان پر
متمکاو کرے اس قسم کی دو ایکسا مثالیں ادھر گزر چکی ہیں ایک تازہ مثال یہاں گزرتی
ہوتی ہو۔ فرماتے ہیں -

”محمودی شرا اگرچہ بے شمار ہیں لیکن میں مامعہوں کو محمود نے دما میں داخل

کر لیا تھا اور جو آساں میں کے سہہ سیارہ ملتے یہ ہیں مصری، فردوسی، سنکا

عسودی، عضادی، فرخی، منوچہریؑ شرا لہجہ ص ۶۰

دوسرے موقع پر ارشاد کیا ہو۔

”محمود کے دربار میں حارو شرا تھے جس میں فرخی، عسودی، عضادی، منوچہری

جیسے قادر الکلام بھی شامل ہیں۔“ شرا لہجہ ص ۶۱

یہاں دیکھا جاتا ہو کہ دو مقام پر منوچہری محمود کے شرا اور دما میں داخل ہو
لیکن منوچہری کے حالات میں فرماتے ہیں :-

”لیکن منوچہری کے دیوان میں سلطان محمود کی شاں میں کوئی قصیدہ نہیں،

اس سے قیاس ہوتا ہو کہ وہ سلطان محمود کے مرنے کے بعد عرب میں آیا

اور اس لیے فردوسی کا ہم برم نہیں ہو سکتا۔“ (شرا لہجہ ص ۶۰)

ایک محقق کا ادلیں درص یہ ہو کہ حود واقعہ میان کرے اس کی پوری یوری تحقیق
اور تفتیش کر لے کے بعد ایک رائے قائم کر لے اور ہیتہ کے لیے اسی پر قائم ہو جائے
اور اگر آئیدہ بھی اس کے اظہار کی ضرورت ہو تو وہ ہی بیاں کرے یہ نہیں ہوا چاہیے
لے اس تنازع کا مام شلی عام طور پر عساری لکھتے ہیں لکن محض صاف اس کو عساری لکھتا ہو
اس سے صبی قدیم ہند کی ضرورت ہو تو مصری کا بیٹہ فردوسی ہو

ایا عساری لے شاعر کیہ جدلی تو سحر تو ہر کہ لود علمہ مقصد نکال

(دیوان مصری ص ۶۰) ۳۳۳ طبع آقا محمد ارکمانی، ایک موقع پر مسعودی سنکا لے ع

چوں لطف شاہ مامی پر شاعر عساری۔ ضرورت بتیری لکھا ہو مستحیات میں شمار ہو مام چاہیے

گرگوئی حطارعب نہ چو کالتس دیں ، راسب عطط کر دس محسن اور
 اجیر مصرع دو پہلو رکھتا ہے۔ ایک نہ کہ گھوڑے نے اگر عططی کی تو میری
 حطار اس کو محسن دیکھے دوسرے یہ کہ گھوڑا اگر عطط روہی تو مجھے
 دے ڈالیے محمود نے اس جس طلب کے صلے میں گھوڑا مصری
 کو دے دیا مصری نے ایک اور راعی گھوڑے کی طرف سے معدت
 میں لکھی ہے

رقم راسب تار استس کتم گفتا کہ سخت ستوا میں ہار و ختم
 لے گا و ریم کہ جہاں رگیرم لے یرج چارم کہ حور شید کتم
 بیسی میں لے گھوڑے کو سرا دے کہ قصد کیا گھوڑے لے کہا کہ پہلے
 میرا عدد تو نس لیجیے کچھ تیں نکاو میں تو نہیں ہوں کہ عالم کا بار اٹھا لو
 نہ چوتھا آسماں ہوں کہ آفتاب کو لیے بھڑوں " شعرا نعم صفحہ ۶۲
 مولانا کی حویق اعتقاد ہی قابل رشک ہو جاتی ہے جس یہ قصہ سلطان سحر
 اور امیر مصری کی طرف بھی دلیل کے الفاظ میں موسوس ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں -
 " ایک دفعہ سلطان سحر گید کھیل رہا تھا اتفاق سے گھوڑے لے
 سوئی کی اور سحر گھوڑے سے گر گیا مصری نے رحستہ راعی پڑھی ہے
 تالہ ادا دے کس فلک مدحور کو حیت تم رسا بد رح میسکور
 گرگوئی حطار کر نہ چو کالتس دیں وراسب عطط کر دس محسن اور
 یعنی اسے بادشاہ آسماں کو راتنیہ کر دیجئے اس سے آپ کو نظر لگا دیا۔
 اگر گید کی حطار تو چو کالتس سے اس کو ماسیہ او گھوڑے کا تصور ہے
 تمیرے حواسے فرائیے اجیر کا مصرع دو پہلو رکھتا ہے۔ سحر لے گھوڑا
 مصری کو عسات کیا مصری نے دوبارہ راعی بیستس کی ہے

کہا ادھر ادھر ہائیکہ کیوں مارتے ہو خاموش بیٹھو۔ بہرام شاہ سے معذرت ہں کہا
تم جانتے ہو بعد کے وقت ہاتھ میں لٹو رکھئے کا رواج ہی مختاری رنڈاں ہو
باکل گوی سہیں کے مشابہ ہو میں نے لٹو سٹھ کر ہاتھ میں لی تھی۔ مولانا نے اس
قطعے کو ادھر برا لکھ کر سارا لطف عارت کر دیا۔ اور حاکم قطعہ یہ ہو -

آمد آں کو دک میج پرست	مین الماس گوں گرفتہ بدست
طشت تہین آبدشاں خواست	باروئے شہر یار عالم بہت
نیش گرفتہ و گھٹ عز علیہ	ایں جہیں دست ماکہ یار دخت
سرفرو بردہ بوسہ داد مرد	در سر نوک نیش عوں رجبت
ایں محب میں کہ دیدہ بود بچشم	کر مس تاج ارجواں رحست
بود فضا د ہچو ماہ تمام	دق سادہ اس گرفت بدست
گھٹ فضا د این روا نمود	دست ہر سوردوں چرم دمست
شاہ گھٹا غلط نہ کر دم	در غلط کردہ ام حواجم ہست
مترط مانند لوقت کروں بعد	گوی سہیں گرفت اندر دست

حب ایک واقعہ دو مختلف شخصوں کی طرف منسوب ہوا ہو مولانا نے کسی تلاق
اور شخص کے وہ قلمہ دو وزن کے لیے تسلیم کر لیتے ہیں۔ بسا کر لے میں اگر یہ
مولانا نے اپنے اعتقاد کی وسیع الشری کا ثبوت دے دیا لیکن تنقید کے اہم
رائے قصا کر دیئے۔ اس قسم کی ایک مثال ذیل میں پیش کی جاتی ہو۔
مراتے ہیں -

ایک دمہ محمد چکاں کھیلے میں گھوڑے پر سے گر پڑا اور ضعف سا دم
آیا عصری سے فی الدیہ کہا
شاہا اوئے کس ملک مدحورا کاسب رسا ید روح نکورا

کیونکہ بعض مقامات پر تصرف بھی کیے ہیں۔ فرماتے ہیں -

”الوالمظفر چانی اُس زمانے میں سلطان محمود کی طرف سے ملح کا

گورہ تھا اور ہایت میاں ملح اور قدر داں میں تھا۔“ شوالعم ۳۵

چہار مقالہ میں الوالمظفر چانی کا التہ ذکر ہو لیکس یہ خیال کہ اس ایام میں وہ سلطان محمود کی طرف سے ملح کا گورہ تھا کہیں ظاہر نہیں کیا۔ چہار مقالہ میں ایسے الفاظ ہیں جس کا مہموم یہ عبارت ہو سکے۔ الوالمظفر چانی کا سلطان کی طرف سے گورہ ملح مقرر کیا جانا ایک غلط مبالغہ ہے۔ دولت شاہ نے اپنے تذکرے میں بیان کیا ہے۔

”فرجی ماری امیر کبیر الوالمظفر امیر ناصر الدین مست کہ در روزگار

سلطان محمود سنگتیں والی ملح ہو۔“

(مذکرہ دولت شاہ ملوئے یورپ صفحہ ۵۵)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شبلی نے الوالمظفر چانی والی چایاں اور الوالمظفر ناصر ماری سلطان محمود کو ایک ہی شخص قرار دیا ہے چہاں یہ ماوراء النہر میں ایک لایت کا نام ہے اور فرجی کے ممدوح کا نام الوالمظفر ناصر محمد دانی چایاں ہے حیا کہ اس استعارے سے ظاہر ہے

ما لفتن کرد در سر ہر بخت روستت ماری الوالمظفر شاہ چایاں

س احمد محمد شاہ جہاں بیاہ آں تہر یار کشور گیر و جہاں تاں

تاریخ بیہی میں اس کو الوالمظفر محمد ناصر احمد لکھا گیا ہے فرجی غالباً نصرت

شیراز کا نام ولایت کے بعد لایا ہے۔ چانی حاد داں چہاں یہ امیر نصرتی علیہ السلام

کے عہد سے حکمراں رہا ہے، سامانیوں کے دور میں سامانیوں کا زمانے نام مطیع تھا

عزیزیوں کے عہد میں یہ حاد داں رقرار اور ناصر حکومت رہا، آل عہد سے اس کے

وتم را سپ تا به حرمش بختم گفتا که نخت نتو ای دور ختم
 نے گاؤ ذیم کہ جہاں مرگیم لے حیرت چار میں کہ حور شید کشم
 یعنی میں نے گھوڑے کو مراد ہی چاہی اس لے کہا کہ پہلے میرا دور توں
 لیجئے میں کچھ گھادریں تو نہیں کہ عالم کا مارا سٹالوں نہ چوتھا آسان ہوں کہ
 آفتاب کو بیسے پھروں مطلب یہ ہو کہ سلطان سحر کا مارا سٹا ناگادریں اور
 آفتاب آستان کا کام ہو۔۔۔ شوالعم ص ۲۱۱

ع خطا سے روگن اگر حق خطا است

ہمارے پُرانے متفکرات سے ہو لیکن اموس کہ انھیں غلط اصولوں کی
 پیروی کا نتیجہ ہے کہ آج ہماری تاریخیں رطب ویالس عت و عین اور دروغ و
 راست کا محو صہ بن رہی ہیں ہماری حرج و تعدیل کے پُرانے ہتھیار پڑے پڑے
 رنگ آلود ہو گئے لیکن اس حوت اعتقاد کی کاروسیاہ جس لے ہیں اس کے
 استعمال سے روک رکھا ہے۔ اس قسم کے موضوعات سے شلی لے اگرچہ عصری کی
 رونق عمل خوب کر دی لیکن قصۂ بالا کا اصلی موضوع میرے خیال میں امیر عری ہے

فرخی

شوالعم میں فرخی کے مایہ کا نام 'قلوع' (ص ۳۷) دیا گیا ہے حالانکہ چہار
 مقالہ اور لباب میں صاف حوتوع مرقوم ہے۔ اس شاعر کے حالات شلی لے عیا
 کہ ص ۷۷ کے ایک حاتیے میں کہا ہے چہار مقالہ نظامی عوصی سے لیے ہیں
 فرماتے ہیں "گو یائیں لے اسی کا لعلی ترجمہ کیا ہے" اگرچہ وہ لعلی ہیں کہا جاسکتا
 لے خط بلالی میں لفظ آسان میرا صناد ہے آفتاب غلط معلوم ہوتا ہے

اور اس سے بہایت خلوص رکھتا تھا۔ لفظ زیادہ بڑھا تو محمود کو رشک
ہوا یہاں تک کہ فرسی کہ دراز میں اماند کرد ما فرجی سے متعدد قصیدے
معدرت میں لکھے، مالاخر سلطان صاف ہو گیا اور فرجی دستور دار
میں حائے گنا۔ (شعر العجم صفحہ ۷۸)

یہاں سبلی سے مجمع القصص کی روایت کو فروغ دے کر فرجی کو سلطان کا
قتب سایا ہو۔ اگر مولا کا قصائد فرجی کو راز رحمت گوارا فرما کر عور سے مطالعہ
راتے تو اُن کو علم ہو جاتا کہ یہ روایت ماکمل صعیف ہو۔ صرف ایک قصیدہ ہی
س میں ستہ کے لئے گھاسیت بھل سکتی ہو مافی تہمت ہو اور قیاس آرائی
لہاب الالباب اور چہار مقالہ میں فرجی اور ایار کی محبت کا قصہ آتا ہو۔
مولانا اس زمانے کے تمدن اور معاشرت پر تعجب ہوتا ہو کہ شعرا محمود کی
مدح میں جو قصیدے لکھتے تھے اُس میں علامہ ایار کے من منوتی
کا ذکر کرتے تھے اور محمود اس سے جوں ہوتا تھا فرجی ایک قصیدہ
میں لکھتا ہو۔

ہمیر جنگو ایار اوسان	دل و ماروی حسرو رود پیکار
رناں یا دسا ارشوق گرد	نہ کامیں کردنی اورا حریدار
نہ بر حیرہ مدو دل داد محمود	دل محمود را ماری میبدار
خُرد و دیشیں سلطان سر کرد	حر او سلطان علامان اشت لبار
اگر چوں میر یکس لود آں جا	نہ چدیں مدرا در اگرم مارا

(شعر العجم صفحہ ۷۸)

یہ مکتہ تلیا۔ بلا رت آفرسی کی مثال ہو اس معاملہ خاص میں مولا کا مجمع القصص
رد کے رہیں مست ہیں ہیں لکہ ایسے ذاتی اجتہاد کے۔ علامہ ایار کی حُسن و

اچھے مرہم تھے، چنانچہ الواقاسم والی چایاں سلطان مسعود عروسی کا داماد بننا
 جیسا کہ بیہقی (ص ۶۱۴) سے معلوم ہوتا ہے۔ حرجی اپنے مدوح ابوالمظفر کا ذکر ایک
 آراء اور مطلق العنان فرماں روا کی حیثیت سے کرتا ہے جس کو کبھی حسرت و کبھی تہربانہ
 اور کبھی بادشاہ کے انقباض سے یاد کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ملح کے گورر کے لیے
 ایسے الفاظ کا استعمال ہرگز ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ قولہ

”حرجی کو شہر و شاعری کا بچپن سے دوق تھا اور اب اس نے اس میں

میں کافی ترقی کر لی تھی، شاعری کی قدردانی کے قصے ہر جگہ مشہور تھے

اس لیے اس کو خیال ہوا کہ اس دریے سے یہ شکل مل ہوگی“ (شرازم ص ۶۰۹)

یہ عبارت مطامی عروسی کے چہار مقالے میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ قولہ

’رہی ہر طرف پیچھے پیچھے دوڑتا پھرتا تھا شک کر پڑ ہو گیا اور وہیں

رہیں پڑ کر سو رہا صبح دن چڑھے اٹھا“ (شرازم ص ۶۰۹)

فقرات بالا کے درمیان مطامی کے ہاں یہ عبارت ہے: ”آخر الامر رماطی

ویراں بر کبار لشکر گاہ یدید آمد کرنگاں در آں رماط شد، حرجی حمایت مادہ شدہ

لودور دلیر رماط دستار ریر سر بہاد و حالی در حواب شد ارعایت مستی و ماندگی

لرگاں راستہ دہ چہل و دوسر لودہ، رفتند و احوال ما امیر گنہمند، امیر بسیار سجدید

و شکستہ نمود و گفت مرے مقل ست کار او مالا گیر و، اور او کرنگاں را نگاہ دارید

چوں او میدار شود و را سیدار کنید متال یا دشاہ را انتہال کر و د۔ دیگر دور بطور

فتاب حرجی رخواست“ (چہار مقالہ ص ۶۰۹)

موجود ایسی قطع و برید کے جس کی کچھ مثالیں اوپر گری ہیں مولا مادی

س کہ میں نے چہار مقالہ کا لفظی ترجمہ کیا ہے۔ قولہ

”ایار جو سلطان محمود کا محبوب تھا، حرجی کا ہدایت قدر دانا تھا

اس سے ماہرینِ امدارہ کر سکے ہیں کہ شہزاد کے لیے محمود کے مدحیہ قصائد میں
ایار کے حسن و معنوی کا ذکر قریب قریب دستوار تھا۔ فرجی کے حواشیا و محوولے اس لیے
استدلال میں لکھے ہیں اُس سے میں امدارہ کرتا ہوں کہ دیوانِ فرجی اُس کی نظر سے ہیں
گرا، کیونکہ یہ قصیدہ محمود کی مدح میں ہیں ہی بلکہ خود ایاز کی تعریف میں اور اس
وقت لکھا گیا جب محمود دُیا سے انتقال کر چکا ہو اور سلطان مسعود اپنی تخت نشینی
کے بعد ایاز کو اس کے خُش خدمات کے صلے میں جس کی تفصیل بھی اسی قصیدے
درج ہو ایک گراں بہا انعام دیا ہو قصیدے کا مطلع ہو۔

عم مایدن آن ماہ دیدار مرا در عوالمہ ریز و ہمی حوار
اور گریز کے وقت شاعر گویا ہو۔

دل رہداشت خواہم مار اندہ چو مرد میر سید یا مہم مار
ایر خلکو ایاز او میساق دل دبار دی حسرو و دریکار
اس کے بعد شاعر سلطان مسعود بن محمود کی فیاضی ایاز کی خدمت کے صلے میں
یوں بیاں کرتا ہو۔

حداد مدہاں مسعود محمود	کہ اور از رہی سکتہ سحر دار
حرا اور ارہمہ مراں کرا داد	میکشتش چہل حرور دیدار
نہ داد بدلیق چہلین ہیندہ	چہلین دھند چہلین ہمار دار
سحائے قدر میر و حمت شاہ	تو ایں را حوار دار و اندک انگار
سحائے مرد خواہد حسرو و ادما	کہ سالار اں مدوگر و دہ سالار
مدو سکتہ چہ مال حطہ بست	حرا حطہ مراں و قصدار
کھاگرد و درامش آکھ او کرد	رہر حد میت شاہ جہاں دار
میاں لشکر عاصی نگہ داشت	دنا و ہمد آں غورستہ احوار

مشتوقی کا ذکر تو کیا محمود ایسا حارب بادشاہ تھا کہ ایسے علاموں کی طرف کسی کی لوری
نگاہ بھر کر دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا۔ اولاصل یہی ہے۔ اس قسم کا ایک واقعہ اپنی
تاریخ میں بیان کیا ہو وہ کہتا ہے -

ایک روز سلطان کے ہاں باغ فیروزی میں مجلس شرب تھی، امیر یوسف
رادر محمود بھی موجود تھا۔ شرب کا دُور چل رہا تھا اور غلام دو دو مل کر بوت بوت
ساتی گری کر رہے تھے۔ اس میں طغرل کی باری بھی آئی۔ طغرل اس روز قلعے شرج
پہنچے تھا۔ امیر یوسف پر شرب کا پورا اثر ہو چکا تھا۔ یوسف کی جب طغرل پر نظر پڑی
دیر تک ٹٹکی ماندھے محویت کے عالم میں دیکھتا رہا۔ سلطان کو بھائی کی یہ حرکت
مانگو اگزری اور کہنے لگا کہ ماواخان نے مرتے وقت عہد اشد میر کی معرفت
پیغام بھیجا تھا۔ تیس یہی کے العاط لعل کرنا مناسب سمجھتا ہوں -

”محمود ماہ پیغام من بگوئے کہ مرا دل نہ یوسف مشغول ست و برائے تو
سر دم باید کہ دے ناخوی خویق را دی دچوں مرداں خویق جو رہا
داتا این عایت دالی کہ بر استائے تو چد یکوی و سوده ایم دپند استیم
کہ با ادب بر آئدہ و میستی چالی کہ ما پند استیم در مجلس شرب در علاماں
ما چو انگاہ می کسی و ترا حوستس آید کہ تیج کس در مجلس شرب در علاماں
تو نگر دو چہمت از ویر ما زہری طغرل بائدہ است و اگر حرمت رداں
پد دم خودی ترا مانے سمت تمام رسیدے، این یک مار عفو کردم و
این علام را نہ تو سنجیدم کہ مارا چو سیارست، ہوستیار مان تا ناؤگر
چو ہونید کہ محمود چہیں ما زیہا نہ رود۔ یوسف تیج گشت و سربائے
خاست دریں لوسہ داد و گفت تو کہ کردم ویر چہیں حطایقتد ایر گشت
بتین ملتبت و آں حدیث را سید۔“ (یہی صفحہ ۶۳)

سنگھم دریر اول سلطان محمود، المتوفی سنہ ۷۰۵ کا ام داخل ہیں ابی حلیل القدر
اشخاص کے نام کی فرجی کے ممدوحین میں عدم تمولیت ایک قابل فوج امر ہو
ہرست میں اکثر ایسے نام نظر آتے ہیں جو یا یحییٰ بن قز کے آثار کے بعد محمود کے
اں رجوع اور ہرست حاصل کرتے ہیں مثلاً امیر یوسف، امیر محمد اور مسعود جو تھی
صدی کے اختتام پر کسی شمار و قطار میں نہ تھے سنگھم میں امیر یوسف سترہ
سال کا تھا اور امیر محمد اور مسعود چودہ چودہ سال کے۔ سنگھم میں امیر محمد والی
گورگاماں اور امیر مسعود والی ہراب (بقول فرستہ) مائے حالتے ہیں ظاہر
ہو کہ شعر اس کے بعد اں کی مدح سرائی کرنے لگے ہیں۔

قصائد فرجی کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تنازع کا تعلق زیادہ تر امیر یوسف
اس ناصر الدین، امیر ابو احمد محمد اور محمود سلطان محمود سے رہا ہے لیکن اول الذکر
امیر یوسف سے اس کو خاص تعلق تھا ملکہ عربی کی آمد پر سلطانی دربار میں رسائی
حاصل کرنے سے قبل امیر یوسف کے دربار سے واسطہ پیدا کر لیتا ہے۔ اس وقت
تک وہ ماکمل گم نام اور احمی تھا جیسا کہ فرجی سے

چلتہ گشتہ دگم لودہ مردی لودم طبع آب رواں گرم گاہ سوسے مراب
مرا تفصل تو آب داو و راہ محمود موستائی جو شتر روزگار تباب

امیر یوسف کی قیاسیوں نے اسے جلد حق حال کر دیا فرجی سے

نکر تو رس رواں و احب مستائے شہریار

ار رواں والی نہ دایم گشت مستکرت کیں کد ام

جیت میکو تر رجاہ ار تو رسید تم سماہ

جیت تیریں تر کام ار تو رسید تم کام

ابھی مدح سرائی کا تعلق قائم ہی نہیں ہوا تھا کہ امیر نے عالمائے اُس کا ذکر کر دیا

مرد روستن از عوین مژمت ہی رد ما جہا لے تاسیب تار
سار تمام را جداں کہ خواہد کہ دستت از کتہتا شد پستہ ہوار
گرد ہے را اراں ستیراں جگی کمکت و مالتی را داد رہبار
حراد ہرگز کہ کردست این گیتی بجاں سستہ نامہ و تاسیع اہوار
حدایا ماصر اداستن از قدر میر را یا تشن از حور سید نگار

درجی کے حالات میں یہ معلوم کرنا ہایت ضروری ہو کہ سلطان محمود کے دربار میں اس کا تعلق کس زمانے سے ہوا ہو اس عرصے کے لئے سب سے صحیح اطلاع اس کے دیوان سے مل سکتی ہو۔ میں ناظرین کی سمیت میں دیوان کا مطالعہ دلی میں شروع کرتا ہوں مہمّا بعض واقعات تارخ معاصر پر بھی روشنی ڈالی جائے گی درجی کے ہاں اسماے دلی کی مدح میں قصائد ملتے ہیں۔

- (۱) سلطان محمود غزنوی (۲) عضدالدولہ ابو یعقوب یوسف بن ناصر الدین گنگانی
مراد سلطان محمود۔ (۳) ابوالفتح محمد بن سلطان محمود (۴) سلطان مسعود تہمدیس
سلطان محمود (۵) خواجہ رنگ شمس الکفاۃ احمد بن حسن میمدی (۶) خواجہ سید
اسعد (۷) خواجہ ابوالفتح علی بن الفضل (۸) خواجہ سید ابوبکر حصیری (۹) خواجہ
منصور بن حسن (۱۰) ابوالفتح عبدالرزاق بن احمد (۱۱) عمید مصور ابوالحسن
(۱۲) یار او یاق (۱۳) ابوبکر عبداللہ بن یوسف (۱۴) خواجہ ابوبہل ویر
(۱۵) خواجہ عمید سید ابوالفتح عمی (۱۶) خواجہ سید ابوبہل عواقی وکیل (۱۷) خواجہ
ابوبہل رئیس الروسا احمد بن حسن (۱۸) خواجہ مستد ابوبہل عمر محمد لے عضدالدولہ
(۱۹) حرالدولہ ابوالمظفر محمد بن احمد چانی۔

اس ہرست میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہو کہ امیر نصیر بن ناصر الدین
سیہ سالار حراساں اور خواجہ ابوالعاس بن فضل بن احمد اسراہلی (۸۸۶ھ و

نے سلطان محمود کے پاس ہدیے میں بھیجا تھا، جیسا کہ گزشتہ سطور میں دیکھا گیا
ہو سلطان نے امیر یوسف کو دے دیا۔ یوسف نے اپنے فرزدوں کی طرح اس
کی پرورش کی۔ جب حواں ہو گیا ایک نامی گھرانے میں اس کی شادی کر دی اس
عروسی کے متعلق یہی کہتا ہو۔

بڑے غیر ضروری تکلف اور بیاریاں کی گئی تھیں جس کو سمجھ دار لوگوں نے
نا پسند کیا۔

فرجی کا دوسرا ممدوح امیر محمد ہو۔ امیر محمد معلوم ہوتا ہو ایسے حادثاں میں سب
سے زیادہ علم دوست اور قدرواں علم تھا متعدد کتابیں اسے اور تھیں۔ فرجی
کئی موقعوں پر اس قسم کی تلمیحات کرتا ہو۔ جیسا کہ

قطب ممسانی ملک محمد محمود	ناصر علم و معین ملت و مختار
آں کہ زو عویٰ فرزدوں نہایتی	واں کہ رگفتار شیش دار و فکر دار
جود و سخا را از فرزدوں شد قدرت	علم و ادب را مدد و فروختہ ماردار
اہل ادب را برگزیدہ و شکفت	ایں زر گزین لیس زر گزین پیدار
قدر گہر جز گہر ستناس مداد	اہل ادب را ادیب داد و مقدار
چشم بدال دوزاد را نہ کاشت	سخت ادب را زینت و ظم حیدار

دیگر

یدر ار ملک میں یتیموں یا تہ ہر

یسر ار کت جہاں یتیمیں کردہ ہر

دیگر

چون لسا رسد رماں دارد

فقہ و تفسیر و مسد و احبار

تیسرے شخص جس سے ہمارے شاعر کو دل چسپی رہی ہو، خود سلطان محمود پر فرجی
کے ہاں محمود کی زندگی کے واقعات کے متعلق حوایا نات ملتے ہیں اس میں

خلعت بھیجا۔ فرخی ۷

شاعران را مکنان حواسہ انگاہ بند کہ مدیساں ہی آمد مدیحی چو گہر
ادرا خلعت دینار بوقتے فرمود کہ مراد صحت او گشتہ سودا دہر
اس سے طاہر ہو کہ امیر یوسف لے حواہق کر کے فرخی کو اپنے ہاں بلوایا۔
امیر نے ایک مرتبہ گینڈا اکسہ سے یکر اس کے لیے فرخی کہتا ہو ۷
خود تو کے مست کرگ را کمند لے ترا میر کرگ گیر لقب
امیر یوسف اپنے اسراف کی وجہ سے تنگ دست رہتا تھا اس کے متعلق شاعر
کہتا ہو ۷

مراحم آید اگر یہ مراد لے ست فراہ رمان دادن و سختیدن ہداں کردار
چنان ملک را باید کہ مانند ہر دور عزائے درم و پیر سلج و پڑ دینار
جو حرج خویش فردن تر ہی رخی کند در زوسیم عزاء ہی بود ما چہار
ایک قصیدے میں امیر کے حاجب طعل کی کتھائی کا ذکر کیا ہو جو امیر
یوسف نے نہایت دھوم دھام سے کی تھی ۷

از پئے حاجب طعل کہ ز شاہاں ہل حاجے نیست چو بیج کسے را دیگر
۷ پند دل خویش اور درخواست ز نے ز تبارے کہ ستودہ است ہل و بگر
ہر چہ شایست مکر دواں چہ بایست مراد کار او کرد تمام و شعل او ز دہر
آں چہ او کرد بر تن کیے بندہ خویش مکن بیج شہے از پئے نزدیک پسر
آں نہالے کہ درین خدمت حاجب شاند سر بیوق بر آرد و بنسندید ۷
خدمت میر بدل کرد ہی تا از دل خدمت او کند امر و زہراں کو بر ز
خدمت او پسندیدہ ۷ نزدیک امیر لاجرم میر کلہ داد مر اور او کمر
طعل طراحت اور لیاقت میں لے مثل تھا، ترکتاں سے ارسالا حاتوں

بُت تھے عربی لات اور منات۔ عربی اور لات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 چند مبارک میں برآمد کر دیے گئے، لیکن منات کو کافر چڑا کر ہندوستان لے آئے۔
 سومنات اور منات کے ناموں میں اشتراک یا ہم کی پیچیدہ و متواریوں نے اس
 روایت کو سلطان کے دربار میں بہت کچھ فروع دے دیا۔ اسی روایت کے پیڑ
 صاحب طبقات ماضی سومنات کا نام منات ظاہر کرتا ہے اور فرجی -

لکھ ہی نہ تہ کہوں منات، تنامت	تناب اوہم ارہرویں لوداکتہ
منات لاث عراے در مکہ نہ مت لودند	ردست زدن آراے آں رہاں آرد
ہمہ جہاں ہی آں ہر سہ را پرستید مد	حر آں کسے کہ سرو لود ار حدائے نظر
دوہاں نیمہ بر شکست و ہر دورا آرد	فلکدہ لودستان بیت کہے یا بے سپر
منات را در میاں کا فراں پند و مدد	مکتور و گراہد احسد ازاں کتور
کایکا ہے کہ روزگار آدم باز	نہ آں رہیں نہ نشست نہ رمت حرکا فر
رہبر آں بُت تنجائے سنا کر دم	لصد ہر ار تماثل و صد ہر ار صور
نہ نکلہ در بُت را حسرا نہ کر دم	در آں حرا نہ نہ صدوق ہائے یل گہر
گہر حمیدہ اورا رہتر ہاچسداں	کہ سیر گشت رگوہر فروستس گوہر حر
بر سر مت کلہ مسر و ہشتند	نکار کار یا قوت و نامتہ گہر
نزد پختہ - یکے حر دسا صد اورا	پوکوہ آتش و گوہر رو سخاے تر
خارج ملکے تاج و امسرت لودہ امت	کلیہ چیرے آن تاج لود آں اسر
پس آنگہ آرا کر دم مومنات لصب	لقب کہ دیر کہ نام اندر لود مصمر
خبر فلکدہ اندر جہاں کہ ار دریا	ستے آمد رہیں گوہر و مدیرا سیکر
نہ بر ہمہ خلق ست و کردگار جہاں	ضیا دہندہ تمس ست ار تر قمر
بہم این بود اندر جہاں صلاح و صاد	حکم این لودار جہاں نقصا قدر

سب سے قدیم فتح قنوج دکا لکھو۔ دو قصبہ دوس میں حملہ سومات کا ذکر آتا
دو قصبہ دوس میں مختصر فتح رومی کا ذکر ہے جو محمود کے آخری دوراں عمر کا کارنامہ
ہم قنوج سے پیتر کے کارناموں کا فرخی کے ہاں کوئی ذکر نہیں۔ اس لیے وہ
ہوتا ہو کہ ہمارا شاعر سلطان کے دربار میں مسلمان سے پیتر جو ہم قنوج کا سال
آتا ہو بھی وہ ہے کہ اس کے فاطمات اس کے ہاں ملتے ہیں اور مل کے واقعہ
ہیں ملتے ہیں وہ ہے کہ سلطان کے بھائی امیر ناصر اور وزیر سابق فضل بن احمد کو
مدح میں کوئی قصبہ نہیں ملتا کیونکہ اس کے آئے کے وقت یہ دونوں حلیل الم
اتحاص عز میں میں موجود تھے۔ فضل بن احمد مسلمان بن ہلاک ہوتا ہو، امیر لہ
اگرچہ مسلمان میں وفات پاتے ہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اکثر ادوات
عرفین سے ماہر سیتاں و حراساں میں رہے ہیں امیر ناصر کی لہ امیر بوسے
سپہ سالار حراساں بنایا جاو۔

فتح سومات مسلمان حسن میں وحی بھی شامل تھا سلطان محمد کے مایاں
کار ناموں میں سے ہو۔ شاعر کے میان سے معلوم ہوتا ہو کہ محمود کے دل میں دو
آرویں لے جا گئے گدی لیتی رہی ہیں۔ پہلی زیارت خانہ کعبہ دوسری فتح سومات
سے حایاں را اندر جہاں دو حاجت ہو ہمیشہ اس دو ہی خواست را بردار
یکے کہ خانے گرج ہندواں مکند دگر کہ حج کند و موسم مرد بد بھر
یکے ازاں دو مراد بر گز حاصل کرد دگر بھوں حدائے سرگ کردہ شمر

ولہ

توفیق وہ اورا دستار کند خ چوں کردہ شادی وہ پیروری لار
علوم ہوتا ہو کہ سومات کے سلطان کی توہ کسی غیر تالیفی روایت کی سایہ
اپنی طرف اور بھی حدس کر لی تھی۔ وہ روایت یہ تھی کہ مکہ معظمہ میں تین روایت

برص گاہ تو لشکر چاں کہ بار ہو ہزار و ہفتصد و اندہ سیل بدستار

دیگر

گھٹاں ہزار و ہفتصد و چاہ کو گیت گھٹم ہزار و ہفتصد و چاہ میل شاہ
کامل میں حسب پندرہ سوال مسئلہ کو سلطان مسعود آیا اور ہاتھیوں کا جائزہ
لیا گیا تو اس وقت سولہ سو ستر ہاتھی عمدہ حالت میں موجود تھے اس تعداد میں بیمار
اور لاغر حال و رتریک نہ تھے۔

دھی کا اپنا یاں ہو کہ وہ سلطان محمود کے اعانات کی بدولت ایک امیرانہ
اور آسودہ زندگی بسر کر رہا ہو وہ کہتا ہو۔

ار فصل خداوند و خداوندی سلطان امروں میں اڑے نہ اسال میں اریار
ماصیت آما دم و احسانہ آما دم ماصیت لیارم و با آلت لیار
ہم مانگہ اسیم دہم مارمہ میت ہم ماصم جیم دہم با آلت تا تار
ساز سرم ہست و نولے سرم ہست اسیاں سک یا سے دستوران گریں کار
ار سار مراجمہ جو کاستانہ مالی ور فرست مرا جانہ جو مت خانہ فرحار
میران و بزرگاں جہاں را حسد آید ریں نعمت و ریں آلت ریں کار و ریں ما
محمود بر رگاں تدم از خدمت محمود خدمت گر محمود جیں ماستد ہموار
سلطان مسعود کے ہمد میں حواجر بر رگ اچھڑس حس میمدی کو خطاب کر کے
کہتا ہو۔

میں سدا را کہ خدمت میں سستا کہ آں ار ہر خدمت تو پدید آمدہ لساں
اس سے معلوم ہوتا ہو کہ دھی کو عمر میں کے دربار سے تعلق پیدا کیے اس وقت
تک تقریباً بیس سال ہو چکے تھے حواجر احمد حس میمدی مسئلہ میں وفات پاتے
ہیں اس حساب سے دھی مسئلہ میں یا اس کے قریب زمانے میں آیا ہو۔

گروہ دیگر گفتند لے کہ اس مٹ را
کسے نیا در دایں را مدیں مقام کہ اس
مدیں گوید روز و بدیں گوید شب
چو اس را دریا سر سر زد و بختک آمد
شیر خویق مر این را بست گناؤ و کلن
رہرنگی جیدیں ہر ار حلق خدائے
دریضہ ہر روز آں سنگ را نشستدے
زہرستق آں بہت ز گنگ ہر روزے
اد آب گنگ چہ گویم کہ چند فرنگ ست
خدائے حو اند آں سنگ را ہی شمنان
بر آسان ریں لود حایگاہ دمست
را آسان محمودی حو آمدہ است ایدر
بدیں گوید بجز و مدیں گوید بر
سجود کرد دایں را ہمہ سات و شحر
مدیں تقرب حو اند گاؤ را مادر
بقول دیو فرد ہشتہ بر خطر سنگر
ہ آب گنگ و بتیر و بر عفران و شکر
دو جام آب رسیدے فزون زدہ ساگر
بسومناں ہداں حایگاہ زلت و شتر
چہ پیئدہ سخی ست اس کہ خاک تان بر

را آن ست کہ مر آن را ہمکہ بار مرد

مکد و اینک با ما ہی مرد ہسبر

دری سلطان کے اور سعروں میں بھی ہمراہ رہا ہو

شنیدہ ام کہ ہمیشہ چناں مدی دیا
ہی ماید لوبت ہی نماید سوز
سہ مار ما تو بد ریاے میکراہ تدم
سلطان محمود کی عادت تھی کہ جنگ کے وقت گھماں کے معرکوں میں دھول
کا دل بڑھانے کے لیے حود سب سے آگے بڑھتا تھا چھایہ درمی
مں ملک محمود را دیدتم اندر روز جنگ
درمی کے قول سے معلوم ہوتا ہو محمود کے قصے میں ہاتھیوں کی سب سے
رائد تعداد اس کے آخر زمانہ حیات میں سترہ سو پچاس تھی

ہے ہمارے شاعر کے سوانح کو ایسی حوالیوں کا میدان مالا، اس لیے فردوسی کے واقعہ نگار کو اگر کوئی اصلی شکایت ہو تو دواعیات کی قلت اور فقیر حاضری کے باعث سے نہیں ہو بلکہ اُن کی احوال اور کثرت تنوع کی سبب، کیونکہ متعالم اور فنا قضا روایات کا سلسلہ اس کو لے حد پر لیتا کرتا ہے اور وہ تسلی کے ہمراں ہو کر بول اُٹھتا ہے: "اس متناقض روایتوں میں سے کس - اعتبار کیا جائے؟" اس لیے اس کا فرض ہے کہ جب وہ فردوسی اسباب میں گھسے تو صیح کو مائل سے حقیقت کو مجاز سے اور تاریخ کو افسانے سے تیز کرنے کے لیے متقدمین میں سے کوئی نہ کوئی مددگار ساتھ لے لے، جس تھا اس دسوار گرا راسے کو طح کرنے میں ہٹک جائے گا احتمال ہے۔

اس دستار یوں کا احساس کر کے پروفیسر بریں نے فردوسی کے حالات لکھتے وقت اپنے لیے دو رہبر تجویز کر لیے پہلا نظامی عرصہ ترقیدی اور دوسرا دولت شاہ عدا و احقر قریب ہم ہجری کا مصنف ہے صورت حالات میں -وں کا انخاب قریب قریب مناسب اور موردوں تھا لیکن حسبِ مردوں کی تاریخ ادبیات ایران علامہ شبلی کی نظر سے گزری تو ایک لے محل اور غیر ضروری جگہ کا اظہار فرمایا ایک خط میں حوالے سے دوست ہمدی جس صاحب کے نام گیا، یہ ایریل مسئلہ کو لکھا گیا تھا فرمائے ہیں -

"ملا مالعہ کہتا ہوں کہ مردوں کی کتاب دیکھ کر حجت اصرس ہوا ہما مت عامیاء اور سو قیاء ہے۔ رادر اسحاق سے پڑھو اگر بھی ساء و بھی التالیث کر دیکھا و دی کی نسبت صرف دو تین صفحے لکھے ہیں جس میں اس کے اقتباسات بھی شامل ہیں مداف اسامیج ہو کہ آپ فردوسی کا درجہ متعلقہ کے برابر بھی ہیں مائے اور فرمائے ہیں کسی حقیقت سے یہ کتاب اور

”خواجہ ابوبکر حصیری حقیقہ سے جو سلطان محمود کے مدعیوں میں ایک امیر
کیہ تھا، مرضی کو بوجہ ہم وطنی حاصل دلا، رہا، اس کے حلیہ قصیدے میں اپنی چالیں
سالہ عمر کا بھی ذکر کرتا ہے۔“

حکومت اوس و محمود متوشاد زنی میں اس کو نہ بگردیم سالے بجاہ
حصیری کا زیادہ عروج محمود کے اواسر آیام میں ہوا، غالباً یہ قصیدہ بھی اسی زمانے
کا ہے اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مرضی مسئلہ سے کچھ پہلے پیدا ہوا تھا۔

فردوسی

فردوسی کے حالات کے لیے ہمارے پاس قدیم و جدید متعاً و درائع موقوف
ہیں لیکن اس میں سو زیادہ اہمیت رکھتے ہیں حسب دلیل ہیں -
(۱) ستا ہنامہ - اس کتاب میں بعض موقوفوں پر شاعر کے حالات مل
جاتے ہیں - (۲) دیباچہ قدیم شاہنامہ - اس دیباچے کی تاریخ تحریر سے ہم
مداقف ہیں قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ وہ فردوسی سے دو ایک صدی بعد لکھا
گیا ہو لیکن اس کی اہمیت میں کوئی شک نہیں (۳) لطامی عروضی نے منتصف
قرن ششم میں اپنا چہار مقالہ لکھا اس میں فردوسی کے حالات بھی مختصر آیتے ہیں
رحلاف و دیگر مشاہیر کے فردوسی کے حالات کے متعلق ہر وقت اور ہر
زمانے میں تلاش و جستجو رہی اور ہر عصر میں کچھ کچھ لکھا گیا۔ اس لحاظ سے فردوسی
موت نصیب کہلائے جانے کا سہتی ہو لیکن ایک نقص یہ واقع ہو گیا کہ جہاں
دیگر مشاہیر کے حالات سرے سے ملتے ہی ہیں وہاں فردوسی کے متعلق واقعات
کا ایک ایسا مجموعہ ہو گیا ہے کہ تم کی روایات جھوٹی سچی باتوں ہمارے اور اسانے

اپنے میں میں نے حد مفید اور کار آمد ہو اور ملا سالغہ کہتا ہوں کہ اس وقت تک اس سے بہتر کوئی تصنیف اس جامعیت کے ساتھ کسی زبان میں موجود نہیں رہوں لے جو دستور گزار اور کھٹس مرل طو کی ہو شلی اس کے مرد میدان ہیں ہو سکتے۔

لیکن ماظرین کو یہ بھی معلوم رہا چاہیے کہ آج پر دھیس برون لے وہ کون سا تصور کیا تھا جس کے لیے مارگاہ شلی سے اس قدر مدد ول و معتب سائے گئے رہوں لے اپنی تاریخ ادبیات ایراں (صفحہ ۱۴۲ طبع سنہ ۱۹۶۷ء) میں ردوی کے شاہناے کے متعلق الفاظ دیل میں رائے دی ہو -

”اس عظیم اسان نظم کی ادبی وقعت و قابلیت کا ہایت اعلیٰ بیلے سرا عارہ کر لے میں مشرقی اور مغربی محققین قریب قریب متفق ہیں اس لیے میں بڑے تدرب اور ترد کا احساس کر کے معترف ہوں کہ میں اس حق و حیا میں متریک ہوئے کے ناقابل ہوں ہمیری رائے میں شاہنامہ سنعہ معلعہ کی مسادات رسمی ہیں آسکا۔ اگرچہ یہ منظوی مالک اسلام میں تمام درمیہ بطوں کے لیے مودہ اور مثال میں گئی ہو میرے خیال میں حوی میاں برکتہ حد مات اور جس ادا میں فارسی رماں کی بہترس اعلانی احساوی اور عشقیہ بطوں کی ہر لہو ہس میں سکتی رائے شک دوں اور وعداں کے معاملوں میں سخت و ماحہ کر ماحصو صا ادبیات کے شعبے میں تقریاً سوز ہو شاہنامہ کی درتاسی کے مارے میں مالما میل تصور کسی حد اس قدر قی عمر کی مایہ بھی سو جس کی وجہ سے میں العموم درمیہ اشعار کو پسند کرے سے قاصر ہوں اس حایوں سے ہم سب واقف ہیں حاصل کر موسیقی

’ شعراے فارس کے کلام کے برابر ہیں۔ میں مع سواد اور ہر صہ کے آپ سے دام لوں گا۔ لَاحِقُونَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ ۔
 سہلی گیارہ اپریل ۱۹۰۶ء“

(جلد دوم، مکاتیب سہلی صفحہ ۲۴۲ معارف میں اہم لکھ)

یورپ کے ہایت بہت دور فاصل اور سند مستشرق کی لست جس نے اپنی تمام عمر فارسی ادبیات اور ایراں کی خدمت میں وقف کر دی اور اپنی تصنیفات اور تالیفات سے تمام فارسی حواں دیا کر رہیں مت کر دیا ہو جس کی فصیلت اور علم کے تمام ایرانی قائل ہیں۔ ہندستان کے معروف ادیب کی یہ رائے پڑھ کر میں ایک سائے میں آ گیا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ رائے کس معقولوں پر معمول کی حائے سہلی عالم بے دل ہی لیکس اس کی یہ سنگ سہلی اور کوتاہ نظری ہمیشہ اموس کے ساتھ یاد کیے حائے کے قابل ہو۔

اگر تاریخ ادبیات ایراں سوتیانہ اور عامیانہ بھیری تو میں نہیں کہہ سکتا کہ شعرا لکھ کو بھیر کوں سی صف میں گلہ لے گی۔ سچ تو یہ ہو کہ مولا ماکی رائے میں واقعیت اسی درجے تک موجود ہو جس درجے تک ایک شادار تا سوارہ مالے میں ہوتی ہو۔ مولا ناسہلی کا مذاق اتنا صیح ہو کہ سمداب فارس مولا آرا و مرحوم کو بروں کی تصنیف سے بہتر استے ہیں اچیں ہمدی جس صاحب کے نام ایک ار خط میں وراتے ہیں ۔

”روں کی کھتونی سے کہیں بہتر ہو“ (ایضاً، مکاتیب سہلی صفحہ ۲۴۲)

شعرا لکھ عالم بالا معلوم سند۔ سہلی کا اس حوت و ہیماں کے ساتھ روں کو اپنے مادک بیدا و کا ہدف سائے میں حد ا حائے کیا امرار ہو۔ روں کی تصنیف بیل دل حوت کس مطالعہ رہی ہو اور میں لے اس سے بہت کچھ استفادہ کیا ہو یہ کتاب

شروع کرتا ہوں۔

ردوسی کے نام کے لئے تلی فرما سے ہیں

”حسن س اسحاق س شرف نام اور ردوسی مخلص تھا دولت شاہ کا ل
ہو کہ کہیں کہیں وہ ایسا مجلس اس شرف شاہ حتی لا ہو محاسن! ہمیں
میں بعض مورخوں کے حوالے سے اس کے ماپ کا نام منصور
میرالدین احمدی مولانا فرح بیاں کیا ہے“ (تراجم صفحہ ۹۳)
حد احاطے مولانا مائے صاحب محاسن المومنین کو کیوں کاٹوں میں گھسیٹا۔
قاصی صاحب کے اصلی الفاظ یہ ہیں۔

”بعضے گفتہ اند کہ منصور میرالدین احمدی مولانا مسرح

الردوسی است“

یعنی قاصی صاحب کے نزدیک ردوسی کا نام منصور ہی نہ اُس کے نام کا فرد بھی
کے نام کے تعلق مورخیں میں اختلاف ہو۔ تاریخ گریہ میں حسن علی دولت
شاہ کے اِس حسن اسحاق، دیا چہ بایسمرعی میں منصور س احمد، محاسن المومنین
میں منصور س احمد ہی لیکن اس باب میں سب سے بہرہ دار علیہ، یا چہ قدیم
تاہامہ جو حسن کا بیاں ہو۔

”یہ ردوسی دو مرتبہ داست کیے حکیم الواعظ المصور الوردی

دیکھے مسعود“

اس کے بعد اُتار دے فرماتے ہیں۔

”وہیں میں بھی اختلاف ہو چھا مغلے میں ہو کہ طر مسماں کی ہوا
میں ماز نام اکس گناؤ تھا ردوسی یہیں کا رہنے والا تھا“

(تراجم صفحہ ۹۳)

میں جہاں مانگہ رکھا ایک سرو و لعل کو ماکھل محو اور وارفتہ سادیا ہو اور
لعل کو ماکھل نے تعاقب چھوڑ دینا لگا اٹھا ماحول کر دیتا ہو

مولانا تلی اور پرویسر سروں کے میاات میں حروف جو اس کا اندازہ ماطری
جو ذکر سکتے ہیں سروں نے سلعہ معلقہ کو ترجیح دیتے ہوئے ساتھ ہی میکس میٹی کے
ساتھ یہ اقرار بھی کر لیا کہ میں شاہنامے کی حقیقی واو ویسے سے معدور ہوں سروں
کا دوسرا قول کہ شاہنامے سے بہتر فارسی زبان میں اودھ لیں بھی ہیں ستلی اس
موقف پر اصرار کر جائیں تو دوسری بات ہو وہ لٹامی اور وردی کے مقابلے
میں انھوں نے صاف لٹامی کی افضلیت تسلیم کی ہے۔

ہمارا مشترقی مذاق اہتا پسند واقع ہوا ہے۔ عطریات میں ہم تیر نو دلے عطر
پسند کرتے ہیں۔ کھانوں میں جیٹا پی یا کتر سے شیریں استیا ہیں مرعوب ہیں
لہاس میں حرک حائر سمجھتے ہیں اسی طرح تاریخ بھی وہی پسند کرتے ہیں حس
میں قہقہے بھی ہوں۔ اس کی کھی پروانیں کرنے کہ یہ اسامے ہیں یا واقعہ ستلی
نے ملکی مذاق کی بیعت میں وردی کے حالات قلم سد کرتے وقت اسی قسم کے
دراغ تلاش کیے جو ہم عرما دہم قواس کا مصداق ہوں لٹامی عودسی اور دولت
شاہ کے علاوہ مولانا کے پاس سب سے بہتر و سد ہو وہ دیباچہ بایسمری ہو اگر
سروں کی تقلید میں پہلے دو مضمیں پر ہی اکتا کرتے تو شاید مولانا کم کھوکریں کھاتے
لیکن دیباچہ بایسمری اس کے مذاق کی چیر تھی اس کو دیکھ کر ایسے معوں ہوئے کہ
وردی کے حالات میں اللہ سے لے کر یا تک چند موقعوں کے سوا دیباچہ ہی
ان کے پیش نظر رہا اور اس کے زیادہ دل چیب مقامات کو جس کا زیادہ لغو ہوا
معی ظاہر ہو دل کھول کر نقل کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ شعر العجم میں وردی کا تاریخی حصہ
غزب قریب ناقابل اعتبار ہو ان چند مراتب کے بعد میں شعر العجم کا مطالعہ

خاتمہ شاہنامہ میں آتا ہو اور خاتمہ سلسلہ میں مرقوم ہوا تھا چنانچہ یہ ترسہ
 زہرت شدہ و خ ہشتادبار کہ گفتم میں اس نامہ ہشتادبار
 مولانا کا یہ عقیدہ تسلیم کر کے کہ فردوسی کا انتقال اسی برس کی عمر میں
 ہوا۔ اس کا سال ولادت معلوم کر لے کے لیے چار سو میں سے ہشتاد کی
 تفریق کرنی ہوگی جس سے سال ولادت سلسلہ برآمد ہوتا ہو۔ سلسلہ
 ایسا معلوم ہوتا ہو کہ سلسلہ میں فردوسی ایسی عمر کا اٹھتر واں دور ہو کر رہا تھا
 اس لیے کہ اپنی عمر کے اڑتالیس سال حسب سلسلہ ہوگا وہ شاہنامہ شروع
 کرتا ہو اڑتالیس اور ٹیس (مدت شاہنامہ) اٹھتر ہوتے ہیں۔ سلسلہ میں
 (سلطان محمود کی تحت لستی کا سال) فردوسی چھیاسٹھویں سال میں تھا مارہ
 اہدھیاسٹھ اٹھتر ہوتے ہیں جس طرح ۳۸۸ اور مارہ چار سو ہوتے ہیں۔
 فردوسی کی ولادت اس لیے سلسلہ ۳۲۳ و سلسلہ ۳۲۳ کے درمیان قرار پاتی ہو۔
 اس کے بعد تلی فردوسی کے اب کا ایک حوال نقل کرتے ہیں جس کی
 تاویل محیب الدین معتریاں کرتا ہو۔ اصل میں اس قصے کا مالی دیا چپہ
 بایسمری ہو اس سے بیستتر اس کی مزارع رسانی ہیں کی حاسکتی۔ یہ دیا یہ
 سلسلہ میں تصنیف ہوا ہو۔ اس امر میں بھی شک نہیں کہ اس قسم کے قصے
 کا تعلق فردوسی کی حقیقی تاریخ سے بہت کم ہو وہ ایسے زمانے کی یادگار ہیں
 جب فردوسی کے متعلق اصلی تاریخ کی عمر حاضری میں اسالے اور قصص ساریع
 ہونے لگے ہیں۔

قولہ ”چونکہ آمائی پیہ ر میں داری تھا اہد جس گالو میں سکوت ہتی خود
 اس کی ہلک میں تھا اس لیے معاش کی طرف سے مازع المال تھا“
 (شرا لعم صفحہ ۴۹)

جب ہم چار مقالے کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اس میں صاف لکھا ہے :-

”استاد ابو القاسم فردوسی اردو باقیں طوس اور دیہے کہ آن دیہہ
مازہ سردار ماجیت طراں است“ (طبع یورپ صفحہ ۲۲)

اب کہاں طرستان اور کہاں طبران، علامہ تلی کو سخت غلط فہمی واقع
ہوئی جو۔ شمالی ایران کا وہ کوہستانی علاقہ جو کمرہ حریر واقع ہے طرستان کہلاتا
تھا۔ حدود دامنان سے لے کر کوہستان ریمک سب طرستان میں شامل
تھا اور وسیع معوں میں اس کا اطلاق طالمرز یعنی گیلان، مازندران، دیلمان،
رستم دار اور جرجان پر ہوتا تھا۔ طبران یا طابراں طوس کے ایک شہر کا نام ہے،
طوس میں دو شہر شامل تھے اور مجموع طوس کہلاتا تھا پہلے شہر کا نام طبران اور
دوسرے شہر کا نام نوقاں تھا۔ ابو الفضل سیہی کے اس طابراں کا ذکر آتا ہے
”پس دیں عزم سوے طابراں طوس برمت“ (صفحہ ۵۶)۔
فراتے ہیں :-

”سہ ولادت معلوم ہیں اس سہ سال وفات سالکہ ہو اور چونکہ
عمر کم از کم اسی برس کی تھی حساب کہ وہ خود لکھتا ہے
کہوں عزیر ویک ہستاد شد امیدم نہ یکبارہ براد شد
اس لیے سال ولادت تقریباً ۳۲۹ھ سمجھا جاسکتا ہے۔“

(شعر النعم صفحہ ۹۳ و ۹۴)

جب چار سو گیارہ سے اسی تفریق ہوئے تو حاصل تفریق ۳۳۱ھ ہے
۳۳۱ھ شعرالاسے مھلا کوں تھیں یقین کر سکتا ہے کہ فردوسی نے اسی سال کی
عمر میں وفات پائی۔ کیا اس عمر کے بعد کلر اید عالم کی ہو اکھا ما فردوسی کے لیے
موسع تھا وہ اسی عمر ہستاد بنا رہا ہو ملکہ بر ویک ہستاد کہتا ہے شعر مذکور بالا

طوس کا عامل سلاں ہوا جو کہ ستا ہاسے کا اس ہر جگہ پر چا
پھیلتا تھا، سلطان محمود کو بھی ضرورتی سلاں مار کے نام لکھ چکا
کہ فردوسی کو دربار میں بھیج دو فردوسی لے بیٹے تو بھارت گیا لیکن
پھر سنجہ سو ق کی پیتیں گویا دانی اس لئے راضی ہو گیا۔

(سوال نمبر ۹۵)

اس عمارت میں کئی امور داسگیر مال میں تیلی اس عامل طوس کا نام یہاں
الومصور لکھتے ہیں لیکن صفحہ ۱۱۵ پر منصور محمد تاتے ہیں اور اس اختلاف کی
کوئی توجیہ بھی کیا نہیں کہ تہ فردوسی جو اس کا نام ہیں لیا ٹر میکس اسپے
شاہنامے کی نثری میں منصور محمد لکھا ہے۔ یہ قول کہ الومصور کے بعد سلاں جا
عامل طوس ہوا غلط معلوم ہوتا ہے نہ منصور محمد یا الومصور یا بہتر گروں فراز
(جیسا کہ فردوسی لکھتا ہے) اگر واقع میں عامل طوس تھا تو سب کے قرب و حوا
میں حب کہ شاہنامے کی ابتدائی منازل طو ہو رہی تھیں وہاں پانچکا ہواں ایام
میں طوس یا حراساں کا آل عروہ سے کوئی علاقہ نہیں تھا اور حراساں ابوظی سمجھوری
حام الدولہ تاش اور اناق کے حلوں کی حوالا گاہ میں رہا تھا اس سے قیاس
کیا جا سکتا ہے کہ منصور محمد سمجھوریوں کا کوئی ملازم یا ماتحت ہوگا اسی وجہ سے
فردوسی نے اس کا نام سب شاہنامہ سلاں محمد و کے نام منسوب کیا شاہنامے
سے خارج کر دیا۔ سمجھوریوں اور غزویوں کی رقابت سب کو معلوم ہو اور حراساں
کے لیے اس کی دور آرمائیاں تاریخ میں مسطور میں حسب میں سلاں جان کا
نام پڑھا تو بہت حیراں ہوا کہ یہ بیٹھالوں کا سام غزوی تاریخ میں کہاں سے
نکل آیا۔ دیباچہ بالسمری میں شروع کرے سے معلوم ہوا کہ ارسلان حاس
ہو لکن آخری حصہ پھر بھی کھٹکتا رہا۔ کیوں کہ اس ایام میں حاس کا استعمال صرف

نظامی کی سب پر عبارت مالا نقل کی گئی ہو لیکن اس کے اصلی الفاظ یہ ہیں -
 ”مردہ سی در آں دیہہ تو کتے تمام داشت چہاں کہ مدخل آں ضیاع
 ارمثال ہو، بے یار بود۔“ (چہار صفت الم ص ۷۷۷)
 نظامی مردوسی کو گالہ کا مقتدر شخص مانتا ہو لیکن مولانا نے وہ گالہ ہی
 اس کو عنایت کر دیا۔

مردوسی کی آسودگی اور فارغ السالی کا قصہ میرے خیال میں بے مباد
 معلوم ہوتا ہو اور شاہنامہ میرے اس خیال کا موید ہو۔ شاعر کئی موقعوں پر اپنی
 تنگ دستی کا شاکي ہو۔ جیسا کہ سہ
 (۱) دو گیر کہ گنجم دسا داریت مرا میں ریح و اکس خریداریت

(شاہنامہ جلد اول ص ۳)

(۲) مرادخل محمود ار برآمدے رمانہ مرا چوں برآمدے

(شاہنامہ جلد چہارم ص ۱۲۷ طبع مسنی ۱۲۷۵ھ)

(۳) ساندیم بکسو دوہی سرم نہ سو نہ چیز سے پیدا است تا جو درو
 مدیں تیرگی رور و ہول حراح رہیں گشت از رو چوں گوئے علاج
 من اندر چین رور و جیدیں یار مالدیتہ در گشتہ فکرم درار
 ہمہ کار با شد سر آمد رشتیب مگر دست گیر جہیں قتیب
 اس سے ظاہر ہو کہ شاعر جہیں قتیب سے اپنی۔ میں کا حاصل ادا کر لے کی
 استند عاکرنا ہو۔

قولہ ”مردوسی بے وطن ہی میں شاہنامے کی امتداد کی اور ابو مصور نے جو

طوس کا صولے دار بنا اس کی سرپرستی کی ابو مصور کے مرے کے بعد

سلہ شاہنامہ جلد سوم ص ۱۱۲ طبع مسنی ۱۲۷۵ھ۔

دردی گئی۔ فردوسی نے ہرات سے واپس جا جایا لیکن ساتھ ہی خیال
 پیدا ہوا کہ شاید اس میں کچھ عسید ہو۔ الحاق سے عصری اور بدیع الہیں
 دہر میں شکر رخی پیدا ہوئی عصری نے فردوسی کو حوصلہ کھاتھا، بدیع الہیں
 ہی کے متورے سے کھاتھا اب بدیع الہیں نے فردوسی کے پاس قصد
 بھیجا کہ فوراً ادھر کا عزم کیجئے عصری نے حوصلہ دے دیا عصری سے کھاتھا
 فردوسی نے حط کے حوا میں لکھ بھیجا کہ میں آتا ہوں۔ یہ استعارہ بھی
 حط میں درج کیے سے

گوش از سرو تم سے مزد باست دلم گنج گوہر دماں از دہا بست
 چہ سعد میراں من عصری گیا چوں کتد بین گلن سری

(شترالعم ص ۹۵۹۶)

اس قصے میں رودکی اور عصری کا نام دیا جائے مایسری میں ہر مقام پر
 ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہو حتیٰ کہ آیات مذکورہ بالا کے ایک تیسرے شعر میں جس
 کو مولانا نے دانستہ ترک کر دیا رودکی کا نام یوں لیا گیا ہو۔

زمید انشتی ماستدو کو دکی کہ رلئے فردوسی درد رودکی

یعنی اس ساریں میں رودکی اور عصری دونوں متریک و ہیم ہیں۔ مولانا
 نے جیسا کہ حاشیہ میں ارشاد کرتے ہیں (دیا جی لویوں نے عصری کے ساتھ
 رودکی کا نام بھی لکھا ہو لیکن، رودکی اس سے پہلے سلسلہ (کدا) میں مرکب تھا)
 اس کا نام حارج کر دیا بعض اوقات کسی روایت کی تصدیق یا تردید اور اس
 کے ضعف و ثقاہت کی تساحت تاریخی تائید کی غیر حصری میں اسی قصے میں
 گل آتی جو ص سے ایک محقق کو اپنی تحقیق میں ٹپی امداد ملتی ہو اس لیے ہر
 مورخ اپنا فرض جانتا ہو کہ اپنی روایات کو حوں کا توں جیسی اس تک پہنچی ہیں

شاہان ترک کے نام سے تعلق رکھتا تھا۔ آخر تاریخ میں شروع کر لے سے معلوم ہوا کہ یہ ارسلان حاکم اصل میں ارسلان حادب ہو جو سلطان محمود کا غلام اور پھر وہ معروف حاکم تھا۔ یہ شخص بقول علی بن ابی طالبؑ میں طوس کا عامل مقرر ہوا۔ ۳۸۹ھ کے درمیان طوس پر حملہ کرنے کے انقلاب آئے ہیں۔ اور کتنے عامل مد لے گئے ہیں۔ محمود کا فردوسی کو دربار میں طلب کرنا قطعاً غلط ہے۔ سنج محمد معنوق طوسی کا تعلق فردوسی کی روایات میں قدیمی معلوم نہیں ہوتا اور دیاچہ مایسنری کے عہد سے شروع ہوتا ہو جو زمانہ درویش پستی کا عہد تھا۔ شاہ ہو لیکن وہ تاریخی سرگ ہیں۔ مصنف کشف المحجوب اپنے معاصرین میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ لہذا الاس (ص ۲۸۳، نزل کشور سنہ ۱۹۵۷ء) میں حامی انہیں "عقلا سے محال ہیں میں شمار کر لے ہیں اور شیخ الوسعید الوالحیر مولد ۸۵۵ھ متوفی ۹۱۵ھ کا ہم عصر سارے ہیں۔ ان بیانات کی رو سے انہیں فردوسی کا معاصر حور داماا حاسکتا ہو۔

قولہ "در بار کامیر منی ریح الدین (کن ۱) دیر تھا اس نے مصری سے کہا کہ ماوشاہ کو مدت سے تاہماے کی تصنیف کا خیال تھا لیکن وہ بار کے ستواہیں سے کسی نے اس کی ہامی نہیں بھری اب اگر فردوسی سے یہ کام س آیا تو تمام شعر لے وہ مار کی آرد خاک میں مل جائے گی مصری نے کہا ماوشاہ سے لویہ ہیں کہا حاسکتا کہ فردوسی کو اُٹنا پھیر دیجیے لیکن اس کی اور تندر کر مایا ہیہ جیہ فردوسی کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ یہاں کا قصد لے فائدہ ہو۔ سلطان کو یوں ہی ایک خیال پیدا ہوا تھا جس کی مایر آپ کی طلسمی کا حکم صادر ہوا لیکن اُس دن سے آج تک پھر بھی ذکر تک نہیں آیا۔ اس لیے حقیقت واقعہ سے آپ کو اطلاع

طرح کیا جائے سب اس پر طبع آزمائی کریں اگر یہ بھی مصرع ننگا ہے
 تو شریک صحت کر لیا جائے ورنہ مترمدہ مذکور ٹھکانے کا عمری
 لے امتدائی اور کہاں چوں عارض تو ماہ ماستہ روستن
 وحی لے کہاں ماسد رحمت گل سود درگلش
 عسجدی لے کہاں مژگانت ہی گر رکسدا وحش
 قادیوں میں شش کا التزام تھا اور اس التزام کے ساتھ کوئی شگفتہ
 قافیہ مانی نہیں رہا تھا فردوسی لے رحستہ کہاں
 ماسد سسار گو درنگ لیتن

رستے کو اور رستہ کی تلخ یو بھی فردوسی لے تحصیل بیان کی
 اس وقت تو سب لے اس کو متر تک صحت کر لیا لیکن رشک اور
 حد التیائی قوموں کا خاصہ جو سب لے سار کی کہ فردوسی دربار
 ملک نہ بھیجے جائے : (شوالحم صفحہ ۱۶ و ۱۷)

اس قصہ کا اہلی راوی صاحب دیباچہ قدیم جو لیکن اس کے ہاں وہ
 حصہ جو حمد اور ساریق سے تعلق رکھتا ہے غیر حاضر ہو جس کسی پہلوں کا نام نہیں
 دیا کہ مومن اور سستی کا حال ہو وہ ایک مقام کا نام جو جہاں ایرانی لشکر
 بر تواریخوں نے شخوں مارا تھا شاہاے میں اس کے متعلق حسب دلیل
 روایات ہیں۔

ایرانی لشکر سرکردگی طلوس میں لودر کا سر رود کے پاس پہنچ جاتا ہے یہاں
 حانی میں جاں سے راستہ جاتا ہے تو راہیوں نے ہانگہانی حلوں سے تحفظ کی
 ناظر ہیزم کا اسار لگا دیا تھا۔ ایرانی لشکر اس اسار میں آگ لگا کر بحیرت سیم
 کے علاقے میں گھس جاتا ہے سامنے ایک حاکم تیس قلعہ ہے جس کے حاکم

حوالہ فلم کرنے اور ایسی طرف سے کوئی بغیر و تبدل ترمیم و اضافہ نہ کرے اس قصے کے راوی نے جس کو تاریخ کے جس سے کوئی دل چسپی معلوم نہیں ہوتی حالاً حاقانی کا یہ شعر دہیں میں رکھ کر کہ

شاعر ساحر مہم ملک معالی مراست ریزہ حور جوان میں رود کی و عصری
یہ قیاس منتر ت کیا کہ ان دونوں شاعروں کا ایک زمانہ ہو اور فردوسی کی ہر تری
کا سکہ بٹھائے کے لیے اس لغو قصے کی میا د ڈالی حالانکہ رود کی و عصری میں
یوری ایک صدی کا ماضیہ ہو۔ رود کی سلسلہ ۳۲۹ھ میں وفات پاتا ہو اور عصری ۳۲۹ھ
میں مولانا شلی کو قصہ پسند آیا لیکن رود کی کا نام تاریخی مشکلات کی سائر کھٹکا جاکہ
میں فلم رد کر دیا۔ شلی نے اس ترمیم سے مقید کو اس اصلاح کی تردید اور
تکذیب سے عاجز کر دیا ہو۔ انھوں نے مرقمہ مالا دونوں شعروں کو فردوسی
کی ٹنگال کا ماں لیا اور اس تیسرے شعر نے کیا قصور کیا تھا وہ بھی اسی مصنف کا
ہو جس مصنف کے پہلے دو شعر ہیں فردوسی ایسی سواہش سے عربیں آیا ہو۔
سلطان محمود کی طلسمی پر اس لیے قصہ ہدائی اس کے واقعات زندگی میں کہیں
جگہ نہیں ہو سکتی۔ محمود کے دیروں میں مدح الدین کسی دیر کا نام نہیں اور نہ
"الدین" پر حتم ہونے والے نام اس عہد میں رائج تھے ان کا رواج دیر میں
ہوتا ہو۔

قولہ "حسن اتفاق سے دربار کے منار شترابی عصری و حسی عصری ماضی میں
سیر کو آئے تھے اور مادہ و حام کا دور چل رہا تھا فردوسی اُدھر جا نکلا
حریوں نے اس کو محل صحت سمجھ کر روکنا چاہا ایک نے کہا کہ اس کو
چھڑا جائے تو خود سنگ آکر جلا جائے گا۔ عصری نے کہا یہ تہا س
اور آدمی کے حواس ہو۔ آخر اسے قراہی کی کہ رماہی کا ایک مصرع

تو دانی کہ میں روز جنگ اپنی جہ کشتم بدارں رزمگاہ کس
(شاہنامہ جلد دوم صفحہ ۲۷۲ طبع ۱۳۷۵ء)

خلاصہ یہ ہے کہ جنگ لیش ایرانیوں کے لیے ایک ترساک ہرمت تھی اور مصرع بالا میں گیو کے نیرہ کے لیے عواد کا کیا گیا ہو، بالکل بے حقیقت ہو میرا خیال ہے کہ مصرع کسی ایسے شخص کے قلم سے نکلا ہو جو لوحہ تہرت محض اس جنگ کے نام سے واقف ہو لیکن اس کی اصلی کیفیت اور صمی واقعات سے بالکل بے خبر ہو لیش کے متعلق شاہنامے میں کئی تعلیمیں موجود ہیں یہ ادعا بھی غلط معلوم ہوتا ہے کہ تیس کے التزام کے ساتھ کوئی اور تنگتہ قافیہ موجود نہیں کس (لفظ اول دثالی بمعنی اسوہ بسیار) لیش سے زیادہ تہور اور تنگتہ قافیہ موجود ہے اور عروزی دور میں ہرستان لے اس کا استعمال کیا

۵۔ فردوسی سے

یکے سرد سرد گزشت کشن روستاح یوں رزمگاہ لیش

اور اس رباعی میں اس قدر گھٹا لیش ہے کہ اسباب اور ادات ادب قافیہ ہو سکتے ہیں اسی وجہ سے عوس (حس میں دو سبب خفیف ہیں) اور لیش (جو قد مجموع ہو) قافیہ بن گئے اگر اس قصے کے ہیرو واقعی عصری و فرسی ہیں تو ان کے لیے ہایت آساں تھا کہ ایسی قوافی کو بحر متقارب سالم یا بحر سالم اور متعدد اور تہور بحر میں لاکر اس کے قافیہ صرف اسباب پر حتم ہوتے اور ادات کا استعمال بالکل ہوتا فردوسی اور اس کی بے غلط مداخلت سے ایسے آپ کو بالکل محسوس رکھے۔ ایسے بڑے یا بے کے شرا سے اس ادنیٰ سے کہتے کی دروگر است تا قالی معالی ہو۔

فردوسی عریں میں سلطان محمود کی تحسنتیسی کے وقت پہنچتا ہو کیا

کا نام نزاؤ ہی۔ نزاؤ دوسرے روز میزن سے جنگ کر کے فرار ہو جاتا ہو۔ اس کی بیوی اسپوی گرفتار کر لی جاتی ہو ایرایوں کی آمد کی اطلاع افراسیاب کو ملتی ہو اور تورانی لشکر یہ سپہ سالاری میراں ولیہ بہت جلد تیار ہو کر مقابلے کے لیے روانہ ہوتا ہو۔ ماسوموں کے دریغ سے میراں کو اطلاع ملتی ہو کہ ایرانی شرا میں بی بی کر مست و عامل یڑ سے ہیں۔ طلا یہ اور چوکی کا کوئی انتظام نہیں ہو۔ رات کو بیران مع اپنی تمام فرج کے مقصد سخوں آتا ہو ایرانیوں کو سوتا دیکھ کر حملہ کر دیتا ہو اور قتل عام ایک رٹے وسیع کیا۔ یہ ستر مرغ ہوتا ہو۔ گیو ایسے جیسے میں سیدار ہو ہتیار لگا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سیدار یعنی طوس کے خیمے میں آکر اس کو میدان کرنا ہو پھر اپنے ماپ گودر کو حاکر چگاتا ہو اور ہرنوں کو حوست پڑا تھا ہتیار کرتا ہو اتنے عرصے میں تورانیوں نے کشتوں کے پستے لگا دیے تھے صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ تمام ایرانی روح کٹ چکی تھی اور معدہ دے جید تنفس کیے تھے العرصہ ہی مناسب معلوم ہوا کہ فرار اختیار کیا جائے جیمہ و چراگاہ مار و مہ چھوڑ کر بھاگے۔ تورانیوں نے تعاقب کیا اور فراریوں نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر جاں بچائیں۔ یہ حالات ہیں اس بہت مشہور جنگ پست کے۔ میرا مقصد اس جملہ مغربہ سے یہاں ہو کہ ہم نے جنگ پست کے حالات دیکھ لیے ہیں اس میں کوئی ایسا موقع نظر نہیں آتا جس میں سان گیو کی کوئی قابل ستائش و تحسین کار گزاری دیکھی جاتی جس کی بنا پر مصرع مالا میں کوئی حوت گوار تلمیح قائم ہوتی یہ چند نفوس حق میں گیو بھی شامل ہو دشواری تمام اپنی حاکمیں سچا کر بھاگے ہیں نہ گیو کو اس جنگ میں کسی فخریہ کارنامے کا موقع ملا ہو اور اس نے کبھی اس پر غصہ کیا ہو اس کے خلاف ہواں تورانی حب کہ گیو اور طوس سے میدان جنگ میں ایک موقع پر مناظرے میں مصروف ہو مہر یہ کہتا ہو ۵

پورا امام ابو الحسن علی الترمذی جو عوفی اس کو شہر لے آئے سامان میں داخل کرتا ہو
 ابو العظفر طاہر بن الفضل کا ماح بیاں کرتا ہو، طاہر شہر میں وفات پاتا ہو سر
 مستعم حرمی اس ستارے کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا عوفی اور بطامی اس سے ناواقف
 ہیں۔ ہر ہفتم الکر اسکا ترمذی تذکروں میں کسی الکر اسکا ت کا سراغ نہیں
 چلا لغات الاس میں اللہ عالمی ایک بزرگ الکر اسکا ت کا ذکر کرتے ہیں
 دیاجہ مایسری میں الکر اسکا ت کے سہائے ابو حنیفہ اسکا ت ملتا ہو عوفی نے
 شہر لے آئے سلطوق میں اس کا شمار کیا ہو اور اس کا زمانہ ہمد سلطان شہر قائم کیا ہو
 لیکن عوفی کو اس بارے میں سہو ہوا ہو ابو حنیفہ اسکا ت سلطان ابراہیم عوفی
 کا تاج ہو۔ ابو الفضل بھی اسی تاریخ میں اس کی بہت تعریف کرتا ہو وہ فصل و
 ادب اور علمیت میں لے مثال بھاشا اس کی کترین صفت ہو۔ جب ابو الفضل
 سے اس کی پہلی ملاقات امیر فرج راد سلطنت کے وسط کے ہمد میں ہوئی
 ہو ابو حنیفہ اس وقت صفت درس دیا کرتا تھا۔ ابو الفضل کی فرمائیت سے اس
 نے تین قصدے لکھے جو تاریخ پہنچے صفحہ ۳۳۵-۳۳۴ اور صفحہ ۳۷۷
 ۳۷۶ اور صفحہ ۷۹۷-۸۱۰ پر درج ہیں۔ سلطان ابراہیم نے ایسے جس کے
 ایام میں ابو حنیفہ کی بعض تصنیفات دیکھیں اس کی عبارت اور خط کو بہت پسند
 کیا جب تحت لیتیں ہوا ابو حنیفہ کو بلوایا اور اس کے قصیدے لکھے اور خوب
 خوب العام دیئے اور تربیت کی۔ بعد میں منصب استراف ترک اس کے
 سپرد ہوا۔

قولہ ”وردی اس وقت چکا ہو رہا اور خود داساں طم کرنی شروع کی
 رات کو حب ممول کے موافق کھائے پر بیٹھے تو وردی نے کہا عصری
 سے پہلے شہر لے رستم دہرا کی داساں طم کی ہو جیابھ خود میرے

ایسے اسدائی راسے میں نہ ہتھوڑتھرا عصری ورحی اور عسجدی جس میں سے ہر ایک جس شتر کا کامل اُستاد ہو نہ ہتھرت حاصل کر کے محمود کے دربار سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن ورحی کی سست و توق سے کہا جاسکتا ہو کہ وہ سلطان محمود کے دربار میں اس عہد سے پندرہ سولہ سال بعد آیا ہو جیسا کہ ورحی کے حالات میں گر ایشیں ہو چکا ہو۔ اس وجہ کی ما پر مجھ کو اس قصے کے تسلیم کر لے سے انکار ہو مرنی تنقید بھی اس کے تسلیم کر لے سے مسکر ہو۔

اس کے بعد شلی سلطان محمود کے مدیم ماہک کا قصہ قلم بد کرتے ہیں جس میں دکھایا گیا ہو کہ ماہک کی معرفت وودسی دربار سلطانی میں رسائی حاصل کرتا ہو لیکن اس قصے کا رادی بھی صاف دیا چہ مایسنغری ہو اور اسی ہرست میں داخل ہو ماچا پیہ جس میں وودکی اور عصری والا قصہ درج ہوا ہو اس کے بعد شلی فرماتے ہیں -

”یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطان محمود نے شاہانے کی نصیف کا حکم دیا تھا اور سات شاوایی عصری، ورحی، دیری، سجدی، سحیک چنگرں، حرمی، الوکر اسکاں تردی اس کام کے پیہ اصحاب ہوئے تھے۔“

(توالمحم ۹۸۹ء)

شاہنامے کے لیے سات شتر کا سلطان کے حکم سے مامور ہوئے کا قصہ سب سے پہلے دیا چہ مایسنغری میں ملتا ہو اس کی محولت کے لیے یہی کافی دلیل ہو شتر کے ام لکھے میں شلی خاص لے پرفائی سے کام لیتے ہیں ان ماموں میں منسوم فریبی ہو اس نام کا کوئی شاعر نہیں گزرا۔ اس کی مراد عالماً زینتی سے تھی۔ محمد عوفی اس کو زینتی علوی محمودی لکھتا ہو۔ مسرتیم سحیک اس کا

خداوند تاج و خداوند گنج
 کہ گنج رخشش سالد ہی
 ز دریا دریا سپاہ ویت
 گیتی کماں اندرون ز نامد
 روشن ستاندر ساد دوست
 بزم اندرون گنج ہیرا گند
 چادر و گر گیر دشمن تیز
 از آن دست آں تیغ گوہر دشا
 کہ در رم دریاست خواند بہر
 گواہی دہد جہاں آں خاک
 کہ چون او بودست شاہی جنگ
 اگر ہر ماکیں سیا میر دے
 تنق زور سداست و چید پلاہ
 پس لشکر تن مقصد تہدہ یل
 ہی ماڈ خواہد ہر بہترے
 اگر باڈ ہمد گتور دہمد
 کہ یار و گر تنق ز ہپاں اوے
 کہ در بزم گیتی بد و روش بہت
 الوالت اسم آں تہر یار دلیر
 جہاں دار محمود کاہد ر سبرد
 خداوند شمشیر و حقان درج
 بر رگی رامش سالد ہی
 جہاں زیر سر کلاہ ویت
 کہ منشور رخشش درابر کماند
 خداوند پروگر یار ویت
 جو درم آیدش تیر و میل انگد
 بر انگیزد اندر جہاں رتخیر
 ر گیتی سکھید ہی حو نشان
 درم اندرون شیر جو رسید بہر
 ہاں ر فلک چتہ آفتاب
 نہ در بختن و کوشن نہ ہنگ
 شادہ ز حتمش فروریدے
 کہ اندر میاں ماورایست راہ
 حد لے جہاں یار و حریکل
 رہرام دارے دہر کتولے
 ہماں گنج دہم تحت و اسر دہمد
 دگر سر کشیدں ر وراں اے
 بزم اندرون شیر در جوش بہت
 کما گورستاند ارجیک شیر
 سر سرکشاں اندر آرد گرد

پاس ایک عالم موعود ہوس کے آگے عصری کے اشعار کی کچھ حقیقت
ہیں۔ یہ کہہ کر نظم حائل کی سرمایہ قناس

کوں حمد و مایہ مومن گوار کہ جو لوئے مشک آرد اور جوار
بھواید مودت و زمیں پر رخت شک آں کہ دل شاد و دوسق
ہمہ لوستاں ریزہ رنگ گل است ہمہ کوہ پر لالہ و سمل است
(صفحہ ۹۲ طبع سوم)

دیباچے میں۔ کھانا کھانے کا ذکر ہو اور نہ عصری سے پہلے داستان رستم و
شہرآب کی نظم کا اس کی عبارت ہو۔

”اوالقاسم مادک رہاں داستان رستم و اسفندیار نظم کرد چاکہ کہک
واقف مود ابتدائش آں بود“

کوں حمد و مایہ مومن گوار کہ جو لوئے مشک آرد اور جوار
شے ماہک گفت میراللوک را بیتیہ نظم دادہ اند و صمت میں مدی
آرا اساس حکم ہادہ ماہک گفت مکن باشد۔

لطف ہے جو کہ مولانا رستم و شہرآب کی داستان کا ذکر کرتے ہیں اور شہرآب داستان
رستم و اسفندیار کے نقل کر رہے ہیں۔ بہر حال دیباچے کے نزدیک سب سے پہلی
داستان جو فردوسی نے سلطان محمود کو پیش کی داستان رستم و اسفندیار جو نہ داستان
رستم و شہرآب۔ دیباچہ قدیم اس سلسلے میں داستان سیاوش کا ذکر کرتا ہو لیکن
تاہنا سے کے نزدیک سب سے پہلی داستان جو سلطان محمود کو پیش کی گئی ہو
داستان جنگ کیغسر ہو۔ تاہنا سے میں سب سے پہلا موقع یہی ہو جہاں سلطان
محمود کے مدحیہ اشعار پائے جاتے ہیں۔ اس کی ابتدا ہو

ریزواں ابرشاہ باد آفریں کہ نارد مد و تخت و تاج و گلیں

شاہ سائے سے اس قدر اور معلوم ہوتا ہے کہ داستانِ رستم و شہر اس دور داستانِ سیاوش طوس میں لکھی گئی تھیں۔ مؤرخ الدکر داستانِ فردوسی نے اپنی عمر کے سالِ بیجاہ و ہشتم یا سترہ میں لکھی ہے داستانِ رستم و اسفندیار اگرچہ عرب میں لکھی گئی ہے اور اس میں سلطان کی طرف تلمیح بھی موجود ہے تاہم اس کو اولیت کا فہر حاصل نہیں اس کے مقابلے میں داستانِ سکندر بہتر استحقاق رکھتی ہے۔

قولہ ”فردوسی نے کہا طوس کا مستند ہوں محمود نے اس کے حالات پوچھے اور اسی سلسلے میں پوچھا کہ طوس کس سے آیا ہے اور کس نے آباد کیا فردوسی نے تفصیل سے واقعات بیان کیے“

(شعرا لعم ص ۹۹)

گویا یہ ماقبہ سلطان اور فردوسی میں داستانِ اسفندیار سائے کے بعد ہو رہی ہیں مولانا طوس کی مادی کے سانپ کی طرف انکسنگاہ غلط اندازہ ڈالتے ہوئے گزر گئے اس کی تفصیل دیا جائے مایسفری میں حسبِ دلیل ہو کہ -

”حبِ کھسرو نے اپنے ناپِ سیاوش کا انتقام لینے کے لیے طوس میں دور کو اسیاب سے جنگ کے لیے بھیجا تو ہراست کردی ککلات کے راستے سے توڑا نہ جا سکیوں کہ وہاں میرا نک بھائی فردوس رہتا ہے وہ سودائی مراح ہو ایسا ہو کہ تھ سے لڑنے طوس اس ہدایت پر تعمیل کا اقرار کر کے رخصت ہوا حبِ تورانی سرحد آئی تو کھسرو کی ہمت کے موجد اس نے ککلات ہی کا راستہ اختیار کیا۔ بعد میں کچھ واقعات ایسے بین آئے کہ طوس اور فردوس میں جنگ ہوئی اور فردوس مارا گیا کھسرو درود کے قتل کی خبر معلوم کر کے بہت راجد و حہ ہوا کہ قتل طوس کو مایب کے حق کا بدلہ لینے بھیجا تھا بھائی کو قتل کر لے حبِ طوس توڑا

اس مدح کے بعد فردوسی گویا ہو کہ میں نے یہ نظم اس مقصد سے لکھی جو تاکہ ایام میری میں اس سے نفع حاصل کروں لیکن مجھ کو کوئی قدر و اس سرپرست نہیں ملا۔ میں منتظر رہا حتیٰ کہ اس امید اور انتظار میں عمر کے پیدھ سال میں لے لکھ افلاس اور یرینانی میں گرا دیے جس پیدھ گر کر میں چھاسٹویں سال میں لکھا صیفی لے عصا میرے ہاتھ میں دے دیا میری سرج و سمید زکات رعمرانی ہو گئی، ٹھاسیلے لے لکھ کا دی آنکھوں کی نصارت صیف ہو گئی تب میں نے ایک آوارشی کہ فریدوں کی تلاستس کوں کر رہا تھا وہ دیکھ فریدوں رہہ ہو گیا اور میں درماہ اس کے علام س گئے (یہ تلح، ہو سلطان محمود کی تحت ستی کی طرف) اس لے اپی میاصی اور انصاف سے دیا کو مسر کر لیا جو اس کی تاسیج کے آثار اور علامات سب طرف مایاں ہیں حب میں لے یہ آوارشی اپی کتاب اس کے مام پر مسوت کر دی اور توقع کرتا ہوں کہ پادشاہ اس صعی کے عالم میں میری دستگیری کرے اور جدا سے دھا کرتا ہوں کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں کہ یہ کتاب پادشاہ کے مام پر حتم کر دوں اہی تہید میں دیل کے شرتے ہیں

چو پیکار کیحسرو آمد پدید رمن حادوہا سایہ ششید
مدیں داستاں دربارم ہی سنگ ابدروں لالہ کارم ہی
کوں حطہ یا مقم ریں نشان کہ معر سن یا مقم میش اراں

ان اشارے ظاہر ہو کہ شاہنامہ فردوسی اس وقت سلطان کے مام معوں کیچکا ہو تب ہی تو مھر یہ لہجے میں کہتا ہو کہ حگ کیحسرو کے دوران میں تم میری سحر کاریا دیکھا اس داستاں میں موتیوں کا بیھ رسادوں گا اور سقیر میں لالہ اککا کر مانگن کو ممکن کر دکھاؤں گا۔ میرے دیساچے کے لیے ایسا حالیتاں محاط بل گیا جس سے میرے س گستری کے معر میں مینی ہو گئی۔

اب طاہر جو کہ شاہنامے کے میاں کے مطابق طوس سکائے حراساں میں
بٹھڑے اور طوس آباد کرے کے سیدھا کھجرو کے پاس جاتا ہو اور قید کر دیا جاتا
ہو شاہنامے سے یہ امر بھی ثابت ہو کہ ہتر طوس طوس بن بودر سے بہت پہلے آباد
تھا، گنج عروس کیکاؤس نے طوس ہی میں رکھا تھا۔ کھجرو نے یہ حراہ حلیہ سلطنت
کے وقت گیونال اور رستم پر تقسیم کر دیا۔ (شاہنامہ) ۵

دگر گنج کتن خواندے عروس کہ آگند کاؤس در ہتر طوس
لگو در زمر مود کا را بہ بخش گیو و رال و جدا و در حش
سام نے جو رستم پہلوں کا دادا ہو اسی طوس میں ایک اژدہا مارا تھا۔
داستان رستم و اسفندیار میں رستم لینے اسلاف کی تاریخ کے وقت سام کے
دگر میں گویا ہو ۵

مختی طوس اندروں اژدہا کہ از چگاکس گشتے رہا
مدریا ہسگ و نہ خشکی بلیگ دمش نرم کرے مکہ حار و گ
کشت آچماں اژدہا را مگرز جہاں گشت اور از ہر فرد
ہتر طوس کے مالی کی حیثیت سے ہمارے ہاں عام طور پر طوس بن بودر
کا نام لیا جاتا ہو اور یہ روایت دریاچہ المینری سے قدیم ہو پہلوی روایات بھی
اسی عیدے کی موید ہیں جیسا کہ "ستردی ہائے ایراں" (ہتر ہائے ایراں) سے
معلوم ہوتا ہو میرا مطلب یہاں اس روایت کے صحت و مستم سے نہیں بلکہ
صرف یہ دکھانا ہو کہ اس عیدے کا فردوسی کی طرف منسوب کیا جا نا غلط ہو۔
شلی حراتے ہیں -

اس زمانے میں امر دیستی عیب نہیں سمجھا جاتا تھا محمود نے فردوسی
سے درایت کی کہ ایار کے سرہ خط کی تعریف میں کہے فردوسی نے

سے لولا۔ مدامت کی وجہ سے کچھرو کے پاس نہیں گیا بلکہ حراساں میں
 بٹھر گیا اور وہاں کسی قصے کو بھر کی صورت میں آباد کر کے اپنے نام
 پر اس کا نام بٹھروس رکھا :-

اس قصے کے متعلق دھوی کیا گیا ہو کہ فردوسی نے سلطان محمود سے بیار
 کیا جس سے تاریخ میں فردوسی کی بلند پایگی کا نقش سلطان کے دل پر عم گیا۔
 اس روایت کے پچھلے حصے سے یہاں بحث کرتا ہوں۔ اتفاق سے شاہماہ
 میں یہ تمام قصہ موجود ہو شاہماہ میں لکھا ہو کہ جب کچھرو کو اس کے بھائی ورد
 کے مارے جانے کا پرچہ گرا تو اس نے اپنے چچا فریر کو سپہ سالار سا کر بیٹھ
 دیا اور طوس کو معزول کر کے واپس آنے کا حکم دیا طوس لشکر کی کماں فریر کے
 سپرد کر کے سیدھا کچھرو کی خدمت میں پہنچ گیا۔ چنانچہ شاہماہ سے
 برکت و ہر آئینہ مدووری سواران جنگ آ ویشکری
 رہ برنگرد ایچ گو نہ درنگ بر دیک شاہ آمدار وشت جنگ
 زمین را بوسید در پیت شاہ کرد ایچ خسرو مدو درنگاہ
 بدست نام بکشا دل بٹھریار رآں انخس طوس را کرد غار
 خسرو نے بڑی نصرت و سررکش کے بعد طوس بن نوذر کو اس کے اپنے گھر میں
 قید کیے جانے کا حکم دیا جس کو حدائے سخن اپنے رحمتہ اور زور دار الفاظ میں
 یوں ادا کرتا ہو :-

مژاد سوچہ و ریش سید	ترا داد ر مدگانی امید
دگر نہ لغز مودی تا سر	مد اندیش کردی حدار برت
روح داداں خانہ زندان تست	ہماں گوہر مد بگسای تست
ریش برادو لغز مود	مد اندار دلش بخ شادی کند

(شاہماہ صفحہ ۳۱۷ جلد دوم طبع مسی ۱۳۵۵ھ)

مال ہوئی چاہیے۔

ماطریں کو فرجی کا قصیدہ ایار کی تعریف میں یاد ہوگا جس کے بعض اشعار
رحی کے حالات میں نقل ہوئے ہیں۔ اس میں سے ایک دو شعر یہاں دوبارہ نقل
رہتا ہوں (فرجی)

سوار کیرہ درمیداں بیاید مایں اندر مسترد لہا۔ سے لقا
یکے گوید کہ آں سرویت سرکڑ یکے گوید گل تارہ است یر مار
رہاں پار سار ستوے گردید نکا میں کردنی اورا حردار
یہ قصیدہ ۱۲۱۸ھ میں لکھا گیا ہو فرجی یہاں ایار کو کبھی سروکشتا ہو اور کبھی
غل تارہ اس قسم کے الفاظ سولہ سترہ سے پچیس تیس سالہ بوجھوں کے لیے زیادہ
سوروں معلوم ہوتے ہیں۔ نہ تریں چوں سال کے لوڑھے کے لیے۔ اس
سے میں یہ قیاس مترشح کرتا ہوں کہ ایار ۱۲۱۸ھ میں ایسی عمر کا حق تریں دور
یعنی شاب کا زمانہ طو کر رہا تھا اور یہ کہ حب فردوسی سلطان کے یہاں آیا ہو یعنی
۱۲۱۸ھ میں اُس کا دودھی دُیا ہیں۔ تھا اگر یہ بھی ماں لیا جائے کہ انار اس ایام
میں پیدا ہو چکا تھا تو ایسی ماں کی گود میں کھیلتا ہو گا۔ ماحی مالا ایک نامعلوم طریقے
سے فردوسی کی طرف منسوب ہو غالباً دیانچہ پالیسری اس کا قدیم ترین راوی ہے۔

قولہ 'محمود ہایت مخطوط ہوا اور شاہ اسماعیل کی تصنیف کی حدیب سیروی

ایک ایک سترہ ایک ایک اسری صدر مقرر ہوا اور حکم ہوا کہ حب

ہزار ستر تک دست بچ جائے تو ہزار ستریاں دسے دی جایا کریں لیکن

فردوسی نے متفرق رقم سے اکھاڑ کیا اور کہا کہ حب کتاب پوری

ہو جائے گی تو ایک ساتھ لوں گا"

(شعرا نعم صفحہ ۹۳ طبع سوم ۱۳۳۱ھ)

حستہ کہاں

مست است ما چشم تو تیر دست لیں کس کہ تیر جہتم مست تو دست
گر بوند عارضت زردہ در تن بہت کر تیر ترسد ہمہ کس حاصہ دست

(شوالیم ص ۹۹)

عصری اور فرجی کے ذکر میں اس خاص موضوع پر مولانا کافی لکھ چکے تھے
اگر اس موقع پر ایسا کر کے قفقہ کو نہ دوہراتے تو کرم کرتے ع

کہ علوا چکیا بار خور و در دلبس

علامہ شبلی نے شوالیم کے ورق کے ورق مردوسی کے حالات سے
بھر دیے لیکن اسوں سے کہ اس کو ایک ادبی اسی بات اس تک معلوم نہیں ہوئی
کہ آخرو مردوسی سلطان محمود کے دربار میں کون سے زمانے میں آیا اگر اس
ضیف سے واسطے کی تعیین کر لی جاتی تو کئی موقعوں پر دیا جیسے کی لہوایت پر
اعتبار کرنے سے بچ جاتے اور ایسا آسان شکار نہ بن جاتے میں پھر گزارش
کرتا ہوں کہ فردوسی سلطان محمود کے دربار میں اُس کے اور لگ نہیں ہوتے
ہی آچکا ہو۔ یعنی ۳۸۸ھ میں عز میں آچکا ہو اس سال سے ۳۹۴ھ تک سلطان
محمود سے اس کے حق گو اور تعلقات قائم رہتے ہیں اس کے بعد کوئی واسطہ
ہیں رہتا ہے یہ سوال پین کرتا ہوں کہ اس ایام میں کیا ایاز کے ادعواں
راہ پر سرۂ خط ممل آیا تھا؟ اگر ایسا ہو تو کم سے کم ۳۸۵ھ میں اس کی عمر نہیں
سال کی ہوئی چاہیے یہ بھی یاد رہے کہ مولانا رخی کو بھی ایاز کے تیرنگاہ کا
رنخی تا چکے ہیں جس کی پاداش میں شاعر کا دربار بند ہوتا ہو (شوالیم ص ۸۷)
یہ پہلے دکھایا جا چکا ہو کہ فرسی عربی میں ۳۸۵ھ کے بعد آیا ہو۔ ایاز کی عمر
حس کا شعلہ عارض ۳۸۵ھ میں آتش حس پوسن چکا ہو فرسی کی آمد مجتہدین

تتاہ کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ عو میں اور اطراف دجواس کے اماردوسی
کو طرح طرح کے تھے بھیجتے تھے مردوسی بھی استار کے دریے سے
ان کا لشکر یہ ادا کرتا تھا جس کو یہ ناگوار معلوم ہوتا لیکن مردوسی کچھ
پرہا نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا۔

میں مدہ کہ مہادی نطرت ہودہ امائل سال ہر گر دطامع سکاہ میر
سوئے دیوہ پچا طاعت تو مچوں حارم ر مار گہ پادشاہ میر
میں مہادی مدہا حارمی تھا اور مردوسی ستیماس لیے اس لے مردوسی
کی غاصت کی ان متناقض روایتوں میں سے کس پر اعتنا کیا جائے

(شترالحم صفحہ ۱۱۲۵)

جب یر و ہیر روں نے دیباچہ ایسمری کی طرف توجہ نہیں کی تو اس
کی یہی وجہ تھی کہ دیباچہ کے سیامات (اور مجھ کو کہنا چاہیے اکثر سیامات) پایہ تابیخ
سے ساقط ہیں لیکن شلی لے اس قائل یونخ کی نقصیف کو تو "روں کی کھتونی" کہہ کر
دور پھینک دیا اور دیباچے پر آکھ مدکر کے بھروسا کر لیا۔ اب یاس کے پہے
درا تے ہیں کہ ان متناقض روایتوں میں سے کس پر اعتنا کیا جائے وہی شل
ہوئی جیسے کوئی کہے کہ تاریخ میں ہاروں الرشید کا تذکرہ الف لیلہ کے سیاں
سے مختلف ہو ان میں سے کس پر اعتنا کیا جائے، یہ معاملہ تو ہایت آساں
تھا سب کو معلوم ہو کہ نظامی لے ۵۵۵ھ کے قرب و حوا میں ایسی کتاب لکھی
ہو اور دیباچہ ۵۸۲ھ میں لکھا گیا اب جو درائع معلومات کے نظامی کو مل سکتے
ہیں وہ صاحب دیباچہ یا دولت شاہ کو نہیں مل سکتے اس لیے نظامی کے
سیامات کے مقابلے میں دیباچے کی لعیات کو کوئی وقعت نہیں دی جاسکتی۔
دیباچہ نگار کا یا یہ تحقیق صرف اس ایک ادنیٰ سی مات سے ظاہر ہو کہ اس کو

فردوسی کے حامیوں نے قالوی حیلے تراشے کی خاطر اس معاملے کو ایک معاہدے کی صورت میں بدل دیا جو تاکہ سلطان پر آرام آ سکے اور فردوسی اس کی ہجو لکھنے میں حق بحساب بھڑکے۔ یہ روایت دیباچہ قدیم میں بھی موجود ہو۔ تاہم ناقابل قبول ہو۔ سلطان اور فردوسی میں کوئی ایسا معاہدہ نہیں ہوا۔ فردوسی ایسی بیک نامی اور قدردانی کی امید میں شاہنامے کی نظم پر مصروف ہوا، اور نقول حمد و سلطان محمود کی تحفہ لیلیٰ کے وقت سے میں سال پہلے سے متعول تھا۔ چنانچہ ۔۔

سحر را نگہدارم اتم سال بہیت ہاں تا سزاوار این غنچ کبیت
کسی دوسرے مقام پر کہتا ہے
ہی گفتم این مامہ را چند گاہ ہاں لودار حتم خورشید و ماہ
خود مولد شالی بھی اس روایت کو صحیح نہیں مانتے۔ فرماتے ہیں :-
”عام طور پر یہ پتہ ہو کہ فردوسی نے سلطان محمود کے دربار میں پہنچ کر اُس کے حکم سے شاہنامہ لکھا شروع کیا اکثر تذکروں میں بھی یہی لکھا ہو لیکن یہ غلط اور محض غلط ہو“ (شعر انعم ص ۶۱ طبع سوم ۱۳۳۹ھ)
فرماتے ہیں :-

”دولت شاہ نے لکھا ہے کہ چوں کہ فردوسی نے ایبار کی طرف کسی فتح نہیں کیا اس لیے اس نے درباری کی اور محمود کو یقین دلایا کہ فردوسی اسی ہو“ ”لغائی عروضی کامیاں ہو کہ دربار کا بڑا گروہ درباری نظم حسن میدی کا مخالف تھا اور چونکہ فردوسی کا حرفی اور سر پرست وہی تھا اس لیے اس کی مدد پر اس گروہ نے محمود کے کاں صحرے اور فردوسی کو مضرتی اور راضی نہایت کیا“ ”دیا یہ میں ہو کہ فردوسی کو حمد و حسن میدی نے

اندلوں خواجہ احمد سمیدی دریر ہیں بقول نقول غنی سے کہ میں خواجہ احمد ماقاعدہ
 دریر مایا جاتا ہو اگرچہ اس سے بید مال پتیر تم سرکاری طریقہ رورارت کا کام
 بھی کرتا رہا ہو۔ اشعار کی رماں بھی فردوسی کی رماں ہیں جس نظامی کے سیاں کو سلیم
 کرتا ہوں اس مریم کے ساتھ کہ فردوسی کا دوست اور محسن دریر اول تھا وہ دریر
 دوم کو سمجھا اس دریر کا نام خواجہ ابوالقاسم مغل ر احمد اعرائی ہو اس سے فردوسی
 کے ایسے تعلقات تھے جتنے شاہنامے میں دو موقوفوں پر اس کا ذکر آتا ہو اور فردوسی
 اس کا مسمون بھی معلوم ہوتا ہو۔ شاہنامہ

ز دوستور حررا نہ دادگر براگدہ رچ مں آد

صورت حالات میں یہی درست معلوم ہوتا ہو کہ فردوسی کا سرپرست خواجہ
 ابوالقاسم تھا۔ خواجہ ابوالقاسم احمد شاہنامے میں خواجہ ابوالقاسم کا کہیں
 ذکر نہیں آتا۔

مذکورہ بالا دونوں شعور دریر اور مادتاہ کی درگاہ سے ہمارے شاعر
 کی بے نیاری اور استعما کے مغل ہیں۔ فردوسی کے خیالات کی ترسانی نہیں
 کرتے نہ وہ اس کی رماں میں ہیں۔ ان پر عربی کا گہرا اثر ہو۔ سادی فطرت
 اہل طامع دریر ملتفت فارغ۔ فردوسی کے رور مرہ میں داخل ہیں
 ان شعروں کا مالک صاحب دیباچہ ہو۔ فردوسی۔

محس سمیدی مدہناً حاجی تھا کاش اس موقع پر تو مولا ماہی آکھیں
 کہوتے کہ وہ شیعہ روایات کی مٹول ٹھلیاں میں بھیس گئے ہیں۔ یہ سوچے
 کی مات ہو کہ خواجہ ابوالقاسم احمد جو سلطان محمود کا رصامی بھائی اور بچپن کا
 دوست ہم کتب اور ہم صحبت تھا حاجی کیوں کر ہو سکتا ہو لیکن مولا ناسیہ

دیگر واقعات درکار سلطان محمود کے وزیر کا نام تک صحیح معلوم نہیں اس وزیر کا نام خواجہ ابوالقاسم احمد بن حسن ہمسیدی ہے والدین کے گناہ کی اولاد کو عقوبت ملنے لگا ہے، لیکن فرزند کی بد اعمالیوں کی پاداش میں صاحب دیا یہ لے احمد کے باپ حسن کو ماحول کیا ہے۔ علامہ شلی جو ایک مؤرخ لے بدل ہیں سمجھتے ہیں اس کے کہ اس امور سے دیا ہے کی تعویث کا سماع چلائے جو اس کی تعویث کے نکال کر لے گئے۔ چنانچہ مار مار اس کا نام حسن ہمسیدی لکھ رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ جہاں مقامی عرصی لے چار مقالے میں ”خواجہ برہگوار احمد حسن“ لکھا تھا شلی لے اس کو بھی اصلاح دے دی۔ چنانچہ جب اس کا بیان نقل کیا تو وہاں احمد حسن کے بجائے حسن ہمسیدی لکھا گیا لٹائی کی غلطی کی تصحیح کی۔ مولانا کو معلوم ہوتا ہو گلستاں خوب یاد تھی کیوں کہ اس میں ایک حکایت آتی ہے ”تسے جسد ار سدھاں سلطان محمود گفتند حسن ہمسیدی را کہ سلطان یہ گفت در ظناں مصلحت“ (اب چہارم حکایت معتم) لیکن شیخ سعدی کو میں مصلح اخلاق مانتا ہوں نہ مصلح تابعی جو لوگ عر لوی ادبیات اور اس عہد کی تاریخ سے واقف ہیں ان کو معلوم ہو کہ خواجہ احمد بن حسن ہمسیدی ایسے ذاتی نام سے یاد کیے گئے ہیں نہ اس کے باپ حسن ہمسیدی کے نام سے۔ رخی کہتا ہے

خواجہ برہگ شمس کفایت احمد حسن کا حسان اولیعت اول دست کر پاست

دیگر

دستور ملک صاحب ابوالقاسم احمد آں سہ و ثنا را بدل و دیدہ خریدار
عقی اور بہت ہی وغیرہ سب اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ حسن ہمسیدی کسی
زمانے میں سلطان کا وزیر نہیں سا لکھا امیر ناصر الدین سکنگین کے عہد میں کسی خطا
پر مصلوب ہوا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حسن دلوں فردوسی کا قصہ درمیشیں تھا

۳۳۳ء میں موبد الدولہ نے حراں پر حملہ کیا خالوس اور فخر الدولہ شکست کھا کر حراں بھاگ آئے۔ سامانیوں نے اس کی امداد کے لیے حسام الدولہ لالہ پاشا ہاش کے ساتھ بردست فوج روانہ کی لیکن ہم ناکا میاب رہی ۳۳۴ء میں معین الدولہ کے انتقال پر فخر الدولہ اپنے بھائی کے تحت پر بیٹھا۔ امیر سلنگین اور فخر الدولہ ماہ ۳۳۵ء میں آگے پیچھے انتقال کرتے ہیں سلنگین کے بعد باپ کی وصیت کے موافق امیر اسماعیل تخت نشین ہوتا ہے ملک کے تقاسمہ یہ بھائیوں میں بھگوا ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محمود ۳۸۵ء میں تخت نشین ہوتا ہے فردوسی اس واقعے کے بعد نہیں آتا ہے داستان رستم و اسعد یار عزیمین ہی میں لکھی جاتی ہے۔ اس کے حاتمے میں سلطان کے حق میں دعائیہ اشعار موجود ہیں۔ چنانچہ شاہنامہ

سر آمد کوں رزم اسعد یار کہ حاوید باد اسر شہریار
ہمیتہ دل از رخ یرداختہ رمانہ نصیراں او ساحتہ
دلش ماد شاداں و تاحق ملد گمردوں مد اندیشش اور اکمد

قصہ کوتاہ حسب داستان رستم و اسعد یار لکھی گئی ہے فخر الدولہ اپنی قبر میں سورہا تھا اس لیے فخر الدولہ کا فردوسی کے لیے اشعار بھیجے کا قصہ ماکمل لے لیا ہے۔

قولہ ”ہر حال و حکم ہو واقعہ یہ کہ محمود نے فردوسی کی قدردانی کا حق ادا کیا

فردوسی سام میں ہمارا تھا کہ شاہانے کا صلہ پہچا فردوسی سام سے نکلا تو

ایارے روپے کی پتیلیاں پتیاں کیں فردوسی لے بڑی تیاہی سے دشمنی

ٹھہا یا لیکن سولے کے پھل کے سائے چادی کے پھول تھے فردوسی

کے دل سے لے ساحتہ آہ چلی پتیلیاں کھڑے کھڑے ملا دیں اورا یار

سے کہا کہ پادشاہ سے کہا کہ میں لے رحوں مگر اس سید داہوں کے

یے نہیں کھایا تھا۔ ایارے محمود سے ساری کیفیت میاں کی۔

روایت کے راز کو نہ سمجھے خواصہ کا خارجی خیال کیا جانا ایسا ہی ہو جیسا سلطان محمود کو خارجی کہنا۔ ہجو کے اشعار میں خود سلطان کو خارجی بنانے کی کوشش کی گئی ہو افسوس شبلی بدون کے سببہ معلقہ کی سوئی نہ دیکھ سکے لیکن دیباچے کے اوٹ کے اوٹ نکل گئے۔

قولہ "دیباچے میں ایک اور دہریاں کی ہو اور وہ قریب قیاس ہو سلطان محمود کو دہلی حامداں سے صحت عداوت متی حسن کی وجہ یہ تھی کہ وہ بخت مختص شیعہ تھے (دیباچے میں راضی کا صطفا حسن کو ہم لے مل دیا) اس حامداں کا اتحاد محمد الدولہ متحاذہ فردوسی کا ہمایہ قدرتوں کا صاحب فردوسی لے رسم واسعد یاو کی داستان نظم کی تو اس لے صلے کے طور پر ہزار اسٹہ میاں بھیجیں اور لکھا کہ اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو ہمایہ احوار و احترام کیا جائے گا یہ حترام عربوں میں پھیل گئی محمود لے جاتا تو اس کو ناگوار گرا۔ (شعر العزم صفحہ ۱۲)

یہاں علامہ شبلی پھر دیباچہ بالسنہری کے دائم قریب میں پھنس گئے وہ اس کے عتوہ لائے لاجوردی کے کچھ ایسے مفتوں ہو گئے ہیں کہ گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل۔

محمد الدولہ دہلی اور فردوسی کا قضیہ تاریخی لحاظ سے قطعی غلط ہو حسن کی تفصیل یہ ہو کہ رکن الدولہ بویہ المتوفی ۵۴۷ھ کے تین فرزند تھے عضد الدولہ مؤید الدولہ اور محمد الدولہ۔ عضد الدولہ لوحہ ہنرت چمداں محتاج میاں ہیں۔ مؤید الدولہ کو باپ نے جین حیات میں اصہماں دے دیا اور محمد الدولہ کو برو۔ رکن الدولہ کے بعد مؤید الدولہ نے عضد الدولہ اپنے بڑے بھائی کے حکم سے محمد الدولہ پر جوش کشی کی پھر الدولہ بھاگ کر قابوس بن وئیکر کے ہاں پناہ گریں ہوئے۔

حمد و مدد گوئے درکار میں تہمت بر شاہ مازار میں
 استہسامہ جلد چہارم صفحہ ۴۴ اہتیداد شاہ شیریں خسرو
 بہر حال سائل ستم سے اور تسمہ دریا سے محروم گیا۔
 محمود کے ہاں کئی بوسہل ہیں ایک بوسہل رورنی دوسرا بوسہل سہدوی
 ایک بوسہل ہمدانی بھی ہے۔ لیکن فردوسی کے قیام عربی کے زمانے میں اس
 میں سے شاید ایک بھی دیر نہ ہو جس میں ہمدی اس وقت ابی گور میں آرام
 کر رہا تھا۔

صاحب دیباچہ السعری میں ایما کا مادہ ضرورت سے زیادہ ہے لہٰذا
 اوقات اس کے یاں قدم راوی ہیں درہ اکثر اوقات وہ خود اوقات تراش
 لیتا ہے مثلاً جو سلطان محمود میں مقرر دین اس لے دیکھا ہے

مراہم دادی کہ دریائے یل تہمت را سام جو دریائے یل
 اس پر اس لے قصہ دین مار کیا جس کو سستلی کے العاط میں ادا کر ماہوں

محمود نے جس میں ہمدی کو ملا کر ماضی ظاہر کی اور کہا مری در اندازی لے
 مجھ کو مدام کر دیا ہمدی لے کہا کہ حضور حاکم کی ایک جنگی بھیج دیتے
 تب بھی فردوسی کو آنکھوں سے لگا ماسما اسام شاہی کا رد کر ماہڑی
 گشتاچی جو اس جیسے ہوئے مقررے لے محمود کے دل میں اٹھ گیا اور
 برہم ہو کر کہا کہ کل میں اس فرمطی کو اس گشتاچی کا مرہ بکھاؤں گا (ہاں)
 دیباچے کے اصلی العاط یہ ہیں کہ اس فرمطی را اعداد دریائے یل ادا م
 و عصب اور اسمرت سائرے ادا م سارم (فردوسی کو حسرت ہوئی جو
 سخت پریشان ہوا صبح کو محمود مارع میں آنا اور فردوسی لے دے کر پاپو
 بر سر رکھ دیا اور مدیہ یہ اشار پڑھے۔“

دیا چہ قدیم کسی را دی مصور کی سسہ پر لکھا ہو کہ سلطان محمود کے دبیر
 ابوہل ہدانی نے سلطان سے عرص کی کہ ساٹھ ہزار دینار زر کی ایک شام
 کو دیسے کی کیا صورت ہو طلای سکوں کے سائے زینچے سکتے ہی بہت ہیں بلکہ
 اس مشورے پر عمل پیرا ہوا اور ساٹھ ہزار درم ایک طرف میں رکھوا کر بھجوا دیئے
 اس رقم کو فردوسی نے حمام کے دروازے پر لٹوا دیا اس مارے میں دیا چہ قدیم
 اور چار مقالہ متفق ہیں

یہ رقم اگرچہ شاہماے کے مقابلے میں بیچ ہوتا ہم اس ایام میں رُو
 کی قیمت پر لحاظ کرتے ہوئے اچھی خاصی رقم تھی ساٹھ ہزار درہم ہائے سکوں
 میں میدہ ہزار روپے کے مساوی ہیں، اب پندرہ ہزار رُو ایک آنتی سال
 کے نوڑھے کے لیے جو اعلا اس کے ہاتھوں تنگ ہو چنداں مقرر نہیں فردوسی
 کا شاہماے کی نظم سے یہی مقصد تھا کہ اس کا صیغی کا رمانہ آسایش اور فائز الی
 میں گزر جائے۔ ۵

بہتیم ایں نامہ یاستاں میدیہ از دفتر راستاں
 کہ تا روریری مرا سر دہد زرگی و دیسار و افسردہ
 یہ مقصد اس رُو سے ایک حد تک حاصل ہو سکتا تھا میرے نزدیک
 اس رقم کثیر کا حمام کے دروازے پر لٹوا دینا ناقابل عمل ہو اور شاہماے اس
 قصے کی تائید کرتا ہو۔ فردوسی کے بیان سے اس قدر معلوم ہوتا ہو کہ وہ حاسد
 اور مد گویوں کی سخن چینی کی وجہ سے سلطان کے ہاں سے قطعاً محروم گیا۔ ۵
 جیں تہر بارے وچشدہ گیتی رستا ہاں دجشدہ
 مکر و اندرس داستا ہنگاہ ربدگوئے و سحت مد آنگاہ

سرا سدا یاں را فراتش در یست ا امید ہی دانتش
 سر کشتہ حویش گم کروں است یہ جیسا دردوں مار رہا روں است
 در حینے کہ تلخ است ہیرا شربت گرتن برداری سارے ہشت
 درار حوے عذرت نہ ہنگام آب بیج انگیں ریری دہنداب
 سرا کام گوہر کار آورد سماں میوہ تلخ مار آورد
 رد اہل چہم ہی دانتش بود حاک در دیدہ ایانتش
 اران گفتہ ام سب ہائے ملد کہ تا شاہ گیر دایں کارید
 کہ شاعر جو رسد گوید ہوا ماہ ہوا ماقبلاست کما
 (صفحہ ۹۹، شترالحم ۲۲۷ طبع سوم)

سلطان محمود کے دربار سے فردوسی کی محرومی کا قصہ موصوفہ ہجو کا
 الی ہو لیکن یہ ہجو کسی اصلی بنیاد پر قائم نہیں بلکہ وضعی ہجو۔ تذکرہ نگاروں کی
 عام روایت ہے کہ سلطان نے فی ستر ایک دیوار سے کا وعدہ کیا اور حبس
 پینس سال کی محنت کے بعد شاعر شاہانہ حتم کر کے لایا تو سلطان نے وعدہ
 حلافی کی اور سونے کے سکوں کی جگہ چاندی کے درہم دیئے جو شاعر نے
 کھڑے کھڑے حمام کے دروازے پر لٹا دیئے یہ بیان اگر درست ہوتا تو
 فردوسی ہجو لکھنے میں حق سحاب ہوتا مگر فردوسی کی ایسی ہمدادت سے معلوم
 ہوتا ہے کہ وہ سلطان محمود کی سخت لہستانی سے بیس سال پہلے سے اس ظلم پر
 مصروف تھا شاہانہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ شاعر کو کسی قسم کا اعزاز
 نہیں ملا۔ چنانچہ

جیہیں بہر یاے دختدہ نگینی رستا ہاں دختدہ
 مکر داریں داستا ہانگاہ رد گوی و بخت بد آمد گاہ

جو در ملک سلطان کہ چو حق ستودہ
لے بہت ترساؤ گرو بہود
گر بعد در ظل عدالت ستار
شدہ ایس ارگردش رو نگار
سہ استاد کہ سلاں گردوں شکوہ
بہی را شمار دیکے راں گروہ
سلطان محمود کو رحم آیا اور اس کی تفصیر صاحب کی ہے (شوالحم صفحہ ۱۰۵)
یہاں فردوسی کے مدیہہ اشعار کی راں پر بھی ماطریں ایک صفت کے لیے
عور کر لیں

صدا جالے صاحب دیباچہ کا یہ کون سا ز اسرار احد ہو جس سے حسب
ضرورت وہ فردوسی کے اشعار نقل کر دیتا ہو جس تک بہ مقصد کی رسائی ہو
اور نہ متاخرین کی اور اشعار بھی ایسے بر محل ہوتے ہیں کہ گویا فردوسی نے اسی
موقعے کے لیے لکھے تھے مگر میں یہی کہوں گا کہ یہ اشعار صاحب دسابعہ کی
تصنیف ہیں۔

قولہ عربین سے چلتے وقت فردوسی نے ایسا کہ ایک لہادہ سر بہ ہر دیا اور
کہا کہ میرے حالے کے ۲۰ دن بعد بادشاہ کو دیا فردوسی ہرات
کو روانہ ہوا محمود نے لہادہ کی مہر کھولی تو بھو کے اشعار تھے
یکی سدگی کہ دم لے بہر یار کہ مادر تو در جہاں یاد نگار
لر اکلدم اور نظم کا ج بلند کہ ار مادہ ماراں میاں گروہ
لے رنج روم دریں سال سی علم رندہ کہ دم مدیں پاوسی
چر ماد داد مد گنج (کدا) مرا بہ مد حاصلے سی و توح مرا
اگر شاہ راستاہ لودے پور لہر بہادے مرا تاج در
وگر مادر ستاہ مالو مدے مرا سیم ورتاہ رالودے
پرستار راہہ میاں نکار وگر جید دارد یدر بہر یار

شاہنامے میں کسی مختلف مقصد سے کیا تھا۔ جب لوستیرواں نے ہراں ستاد کو اپنے واسطے خاقان چیں کی دھڑلید کر لے کے لیے چیں روانہ کیا اس کو ہدایت کی کہ خاقان کے متعدد دلہائیاں ہیں تو اس کے طاہری حُص و حال اور ریب و ریت پر نہ حانا۔ اصلی ملکہ کی اولاد لاما۔ مجھے مادی کی بیٹی نہیں چاہیے اگرچہ اس کا باپ بادشاہ ہو۔ فردوسی نے اس موقع پر یہ شعر لکھا تھا۔

پرستار رادہ بیاید کمار اگرچہ مانند یدر ہنریار

(یا سج نامہ خاقان اور لوستیرواں و مرشادوں ہراں ستاد را رلئے ویدن آوردن
دختر خاقان "صل۸۹۔ جلد چہارم۔ ص ۲۶۱)

ہجو نگار نے شاہنامے سے چرا کر سلطان محمود کے خلاف استعمال کیا۔
شعر "و عو سراسرایاں" الم اور "سرستہ خویشیق" الم ہمیں
نامے کے بعض اوراق میں سو دسویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے میری
فہرستے گر رہے ہیں

قولہ "اب اس نے ہرات سے طوس کا رخ کیا۔ طوس سے ہستاں گیا

ناصرک پہاں کا حاکم تھا" اس کو تحریر ہوئی تو یہاں خاص کو استقلال

کے لیے بھیما اور ہایت احلاص کے ساتھ ملین آیا۔ (ص ۲۶۱)

مولانا عالیا دیباجیہ مایسمری کی مدبر لکھ رہے ہیں۔ مگر شکل یہ آہی ہو کر فردوسی
کے عہد میں کسی ناصرک والی ہستاں کا تینا نہیں چلتا۔ اس موقع پر صاحب میرا
کوہو ہو گیا۔ اس نے ناصرالدین والی ہستاں کو سو ہمارے شاعر سے دو دیکھو
سال بعد گزرا ہو کر فردوسی کا معاصر قرار دے دیا۔ محقق طوسی نے اپنی مہتور تالیف
اخلاق ناصری اسی ناصرالدین والی ہستاں کے نام پر لکھی ہے۔ یہ ناصرالدین
گزالدین خورشاد والی الموت کی طرف سے ہستاں کا عامل تھا۔ اخلاق ناصری

حسد مرد مدگوی درکار من تہ شد برستاه مارا رس

(داستان حسد یزدی و شیریں صاف)

وہ اپنی ماکامی دشمن کی مدگوی اور ایسی مدھیہی پر محمول کرتا ہی اس صورت میں بھو لکھا اس کے لیے نامناسب تھا۔

موجودہ بھو دیباچہ بالیسفری (تالیف ۸۲۹ھ) کے عہد سے چلتی ہو اور دیباچہ نگار زیادہ تر اس کا ذمہ دار ہو اس کی طیاری کے لیے بڑا حصہ شاہسائے سے لیا گیا ہو اس کے بعد گرتا سپ نامہ، ہمن نامہ سیر دیگر ناموں درائع سے حوثہ چلی کی گئی ہو۔ پھر اس کا لائے وزویدہ کو مسلسل نظم کی شکل میں ترتیب دینے کے واسطے حدید اشعار حسب موقع و ضرورت لکھ کر دہل کیے گئے۔ اس طرح سوشتر کی یہ بھو تیار ہوئی۔ درہ دیباچہ بالیسفری سے قل کے شاہناموں میں بھو کے استعارہ ہایت کم تعداد میں ملتے ہیں۔

مولانا شبلی کے مقولہ استعارہ کی تعداد پندرہ ہو۔ اس میں سے شتر اول و دوم 'شاہائے آباد'، 'الم' اور 'لم' اکدم، شاہسائے سے لیے گئے ہیں جو 'درشائیت سلطنت محمود و گلہ روزگار کی سرچی کے ذیل میں 'شکر آرائش حسد شنگ افراسیاب سے قل' (۱۵۷۷ھ) حلد دوم۔ شاہنامہ طبع محمد ہدی اصہانی ۱۲۶۲ھ بمبئی) ملتے ہیں۔

شتر ۳۔ 'سی رخ مردم'، 'الم' اگر یہ مطبوعہ شاہناموں میں ہیں ملتا لیکن ایک ہایت قدیم ۱۵۷۷ھ کے حاتمے میں موجود ہو۔ اس کے دوسرے مصرع میں زندہ کی جگہ 'گرم' مرقوم ہو۔

شتر ۴۔ 'چو سر ماد داد مد رخ مرا'، 'الم' حاتمہ شاہنامہ میں آتا ہو۔
شتر ۵۔ 'یہ ستارہ راہہ بیاید'، 'الم' اس شعر کا استعمال فردوسی سے

درست نام از گشتہ دستم نہ مردیک خود بچ گراستم
 اگر مستد این گھٹنا ماصواب سبواں در آتش سواں رات
 گزشتم اپا سرور بیک رای ازین دادری تا مدیگر سراسی
 رسد لطف یرداں لعل دوس ستاد محترار و داد دوس
 فردوسی نے مقوی کے اشعار ماصرک کو سائے تو اس نے سمجھایا
 کہ مدگوئی اہل کمال کی شاں ہیں، میں لاکھ روپے ان اشعار کے حاتمے
 میں دیتا ہوں اشعار کہیں ظاہر نہ ہوتے یا نہیں، فردوسی نے منظور کیا
 (شعر العجم ص ۱۵۷)

میرے خیال میں مقوی سے مراد اشعار مالا ہیں ملکہ بھوکے ابیات ہیں۔
 نہ ان اشعار سے ظاہر ہوتا کہ فردوسی نے ماصرک کو سائے تھے ملکہ معلوم
 ہوتا ہے کہ فردوسی اور ماصرک میں ملاقات نہیں ہوئی شاعر سلماں کی بھوکوی
 پر تلا ہوا تھا ملکہ اس کے ماں ماسپ تک کو کھانا چاہتا تھا لیکن محنت کے کہنے
 پر اس نے بھوکا ارادہ ترک کر دیا اور کچھ لکھی وہ محنت کی خدمت میں یہ کہہ کر
 بھیج دی کہ اب اسے اختیار ہو چاہے خلا۔ نے چاہے دھو ڈالے۔ وہ اپنا
 معاملہ جدا پر چھوڑتا ہو قیامت کے دن انصاف ہوگا۔

اشعار مالا فردوسی کے قلم سے نہیں لکھے اس کے مقامات میں صاحب
 دیباچہ ماینفری ان کا حائر مالک کہلائے جائے گا زیادہ عی دار ہو قدیم مآحد
 میں یہ اشعار ہیں ملتے

قوله "فردوسی حسو میں سے رواہ ہوا بھو جامع مسجد کی دیوار پر یہ اشعار
 لکھے آيا تھا سہ

حسہ درگہ محمود رانی دریاست چگو نہ در کا برا کمارہ میدا میست

کے دیباچے میں یہ عبارت ملتی ہے:-

"لوقت مقام قہستان در حدیث حاکم آں لشعہ مجلس عالی ہشتاہ اعظم
بادشاہ معظم ناصرالحق والدین ملک الملوک عزت العظمیٰ ولات السیف و اعظم
حسود جہاں شہر دار امیراں ناصرالدین عبدالرحیم بن ابی منصور تعدہ اللہ رحمہ
میں ملک کی تشریح سے قاصر ہوں بالاعمال تمیزی یا عرفی کلمہ ہے۔ اس
ناصرالدین کا ایک خطاب مختصم بھی ہے جو نظم آئندہ مسود بہ فردوسی کے شعریں
سے معلوم ہوتا ہے۔

ولیکن فرمودہ مختصم مدام کہیں پین چوں کرستم
روصۃ الصفا میں بھی اس کو ناصرالدین مختصم کہا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ناصر
مختصم اور ناصرالدین مختصم ایک ہی شخص ہے۔ اس کی عبارت ہے -
"دیں اما ملک شمس الدین کرت را رسالت بیت ناصرالدین مختصم کہ
حاصل محقق جو احمد نصیرالدین طوسی اخلاق ناصری را نام او دوشستہ و ستاد و او
در آں اداں ارقل رکں الدین جو رستہ والی قلعہ سر سخت بود" (ص ۶۱ جلد ۱۴)
قولہ "فردوسی نے ایک مسودی کسی شروع کی تھی جس میں حاسدوں کی

در اداہی اپنی مظلومی اور سلطان محمود کی مدد دہی و ما قدرانی کا ذکر تھا"

۔ عربی میں مراگرچہ جوں شد جگر دیداد آں ستاہ سدا دگر

کہاں ایچ سترج سہی سالہ ام مستیدار میں آسمان مالہ ام

ہی جو استم تاہا ہا کم گنتی اردو داستا ہا کم

کوہم رما در شس دہم ار پودن در رسم لغیر ار حداد مدعوتس

جو دس میداد اردوست مار رنج رماستس کم پوست مار

ولیکن فرمودہ مختصم مدام کہیں میں جوں کرستم

ادیت سے رالعدو مانہ دند درد بے سب رنج و حمان کشید
طبیعت مکافات آعار کرد سرشس مادم تیج اسار کرد
تاریکی معاملات میں اس قدر دست برد قطعاً نا حائر ہو مولا کو اختیار تھا
کہ روایات کو قبول کریں یا رد کر دیں لیکن جب ایک مرتہ قبول کر لیا تو لازم تھا کہ
حقہ کے تمام حط و حال نقل کرتے جس میسری سنگگیں کے جہد میں بے شک قتل
کیا گیا ہو لیکن ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا فردوسی کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں
ہو سکتا۔

بعض وقت دو روایتوں کو لے کر مولانا نے اس کی کچھ سی سی پکا کر رکھ دی
ہی۔ اس عرص کے لیے دو مختلف روایتوں کا ذکر کرنا ضروری ہو۔

لطامی کا بیان ہو کہ فردوسی ہرات سے طوس حاکم وہاں سے سخط مستقیم
طوساں اسپہد ہر بار کے یاس چلا گیا جو متہور آل ماد کا ایک رکن تھا طوساں
میں فردوسی نے جو لکھ کر اور دیباچے میں اصاحہ کر کے شاہ اسمتہ ہر بار کو پیش کیا
کہ اس کتاب میں تمہارے مرگوں کے حالات ہیں اس لیے تمہارے نام اس کا
مسوب ہو ماہب ماسب ہو۔ ہر بار لے اس کو تسلی دی اور کہا کہ کتاب تو
مہود ہی کے نام پر رہے دے اللہ سلطان کی جو میں ایک لاکھ ریز میں جیتا
ہوں جو سلطان کسی دن مادم ہوگا اور تیری رضا ہوئی کرے گا۔

دوسری روایت دیباچہ مایسری میں یوں ہو کہ فردوسی سلطان کے خوف
سے ماتہ دران چلا گیا وہاں کا والی ادلوں مردان شمس المعالی قانوس س ونگیر
سے تھا دیباچے کے اہلی العاطیہ ہیں۔

"والی ماتہ دران درآں راں ار مردان وراں (کہا) شمس المعالی
قانوس س ونگیر س سوچہر (کہا) س س المعالی لود ویر او داماد

چہ عوطہ روم و اندر و دیدم دُر گاہ سخت مست این گاہ دیدایت

(شراہم ص ۱۷)

یہ قطعہ العموم فردوسی کی طرف منسوب ہو اور فردوسی کا معلوم ہوتا ہو لیکن دراصل اس کے چار شعر ہیں و ہو ہدا -

حکیم گفت کسی را کہ سخت الا نیست پہنچ و حمر اور رماہ حویا نیست
 رود محاور دریا شیں مگر دور سے بدست افتد دُرے کجاش ہمتا نیست
 محنتہ در گہ محمود را ملی دریا است کلام دریا کارا کرانہ پیدا نیست
 ندوم دریا عوطہ روم نہ دیدم دُر گاہ سخت مست این گاہ دیدایت
 حقیقت میں یہ قطعہ فردوسی کے صحیح حذات کا آئینہ دار ہو۔

قولہ سلطان مار سمعہ پڑھے کے لیے حاتم مسجد میں آیا تھا اتفاق سے ان
 استاد پر نظر پڑی ہماست مناسف ہوا مسجد سے آکر ماصرک کا عریضہ
 دیکھا اور بھی مکدر ہوا اس لوگوں نے فردوسی کے حق میں کاٹے لوٹے تھے
 ان کو ملا کر سخت توجہ کی کہ تم نے دُنیا میں مجھ کو مدام کر دیا۔“

(شراہم ص ۱۸)

یہاں دیا چے میں صاف لکھا ہو کہ سلطان نے حس میمدی کو فردوسی کے
 حق میں کاٹے لوٹے کی یادداشت میں ہلاک کر دیا، مولانا تسلی حداحا نے کیوں اس
 اہم واقعہ کو ظلم انداز کر گئے دیا چے کے الفاظ ہیں -

”وہاں سماعت کہ حیات لہر دوسی کردہ بود و محبت بسیار مرود و

حس میمدی را عذاب حیف و مطب داشت لکہ نام آن مدو حرام

مرحومہ اموات رنگاشت سے

چہ فردوسی آن مرد والا گہر عین مستد ر میمدی ہے ہر

مادہ یہ حامداں کی حکومت کو ہتھ پیریم اور تہریار کوہ میں حتیٰ اس حامداں کے تمام حکمران اسپہد کہلاتے تھے۔ مثلاً اسپہد پھر پور، اسپہد رستم اور اسپہد سرودین وغیرہ۔ صاحب دیباچہ جس کی روایت کو مولانا لے لطیفی عروسی کے بیاں پر مریح دی حسب معمول تثنیٰ کو غلط راستے پر لے جا رہا ہے اس عربیت والی کام نام تک بھی معلوم نہیں اگر یہ اس کے بڑے لڑکھوں کے نام لگایا اور وہ بھی غلط سبط۔ آل ریاریں دو بادشاہ سلطان محمود کے داماد ہوئے پہلا مسوہیر س قانوس سلطانہ و سلطانہ لیکن شخص صاحب دیباچہ کا ہیرو نہیں سلطان کا دوسرا داماد امیر عصر المعالی کیکاؤس س اسکندر س قانوس مصنف قانوس نامہ ہے کیکاؤس سلطانہ میں پیدا ہوتا ہے عہد سلطان محمود و سلطانہ و سلطانہ میں عرو میں جاتا ہے اور انھیں ایام میں صبیہ سلطان محمود سے عالمی اس کی شادی ہوتی ہے اور عنقریب بعد تخت نشین ہو جاتا ہے۔ اب صاحب دیباچہ کی مراد اس کیکاؤس سے ہے کیونکہ وہ سلطان کا داماد ہونے کے علاوہ مرزاں س رستم س سرویں کا دختر زادہ بھی ہے قانوس نامہ میں امیر عصر المعالی اپنے فرزند گیلان شاہ سے کہتا ہے

وحدہ مادرم دھرم ملک زادہ المرزاں س رستم س سرویں کہ مصنف

مرزاں نامہ است و نہ دہم پدر س کیکاؤس س قانوس دراد ملک

لو میراں عادل و داد تو فرزند ملک سلطان محمود س امیر الدین لودہ

عصر المعالی کا مایہ امیر اسکندر ہے وہ کبھی مادشاہ ہیں ہوا اگر صاحب دیباچہ کی مراد عصر المعالی سے ہے تو وہ فردوسی کی دھاب سے سلطانہ مرمانی حاتی ہے ایک سال بعد پیدا ہوا اگر اس کے مایہ اسکندر س قانوس سے مراد ہے تو وہ کبھی مادشاہ ہیں ہوا یہ ہے معیار صاحب دیباچہ کی تاریخ دانی کا حد خطیہ

سلطان بود و طرف مادر و دختر را دہ مردان سہستم سہ مردوں کے نصف
مردان نامہ است۔“

حب والی کو معلوم ہوا کہ طوس کا ایک متبعہ شاعر جس نے شاہنامہ عربی میں
عظیم کیا تھا اپنی کتاب لے کر مازندران آیا ہو اور فردوسی اور محمود کے تعلقات
بھی اس کو معلوم ہوئے ہوں کہ متبعہ علات سے تھا کہنے لگا جو کہ شاعر دوست دار
اہل بیت ہو اگر اپنی تصنیف میرے پاس بھیجے گا معقول معاوضہ پائے گا قصہ
فردوسی لے والی اور اس کے اسلاف کی تعریف میں ابیات انشاء کر کے
شاہنامہ پیش کیا والی بہت حوصلہ ہوا لیکن بعد میں سلطان کے خوف سے معقول
صلہ دے کر رخصت کر دیا۔

مولانا فرماتے ہیں ۔

”مازندران کی حکومت قانوس سہنگیر کے حادداں میں چلی آتی تھی اور
اس زمانے میں سہد فرماں روا تھا اس کو فردوسی کے آئے کی خبر ہوئی
تو ہمایہ مسرت ظاہر کی اور فردوسی کو دربار میں بلایا۔ فردوسی نے
مدحیہ اشعار اصداد کر کے شاہنامہ پیش کیا سہد نے چاہا کہ فردوسی
کو دربار سے رخصت کر دے لیکن پھر سلطان محمود کا خیال آیا ایک گراں
صلہ بیع کر کہلا بھیجا کہ ہم دیکھ رہے ہیں اس لیے میں آپ کو
بھیرا نہیں سکا آپ اور کہیں تشریف لے جائیں۔“

(شعرا، ج ۱۹)

قانوس کے حادداں میں کوئی اسپہد نہیں گزرا۔ اسپہد کسی شخص کا نام
ہیں بلکہ آل ماوند کا حادداںی خطاب ہو۔ قانوس آل ریارس سے تعلق رکھتا ہے جس
کا پایہ تخت حرماں تھا۔

بعض اوقات مولانا ایسے راویوں کے بیابان میں نصرف بیجا یا دحل بیجا
 لی کر لیا کرے ہیں جس کی دے دار اس کی پہل انکار ہی اور بے پروائی مانی جاسکتی ہے۔
 قسم کی بعض مثالیں پیش کر چکی ہیں۔ دہل میں تارہ مثال پیش ہو
 'ایک دمہ سلطان محمود ہندستان کی ہم سے دایں آرہا تھا راستے
 میں دہلی کا قلعہ تھا وہیں ٹھہر گیا اور قاصد بھیجا کہ حاضر خدمت ہو کر
 اطاعت کمالائے۔ دوسرے دن قاصد جواب لانا لیکر ابھی کچھ کہے نہ
 پایا تھا کہ محمود نے وزیر اعظم سے کہا کہ دیکھ کیا جواب لایا ہو وزیر نے
 رخصتہ کہا ہے

اگر حکام میں آید جواب میں دگر و میدان اور بیابان
 محمود بیڑک اٹھا اور پوچھا کس کا شعر ہے وزیر نے کہا اُس بد قسمت کا
 جس نے ۱۵ برس حوں گلہ کھایا اور کچھ نہ حاصل ہوا محمود نے کہا مجھ کو
 سبب بدامت ہو حرم میں پہنچ کر یاد دلانا جس یاسے تخت میں بیٹھ کر سٹھ
 ہزار استریاں دوسری کے پاس ردائے کیس لٹکیں بعد پر یکس کا رو بہ

صفحہ ۱۲۳ کا حصہ چاند

کتھن را درش کہر سال کہ در مردی کس مدار دہال
 بویہ لادر سید وارطوس کہ در جنگ بر میر دار و موس
 رنگینی پرستندہ در عصر زید مستاد در سایہ شاہ عصر

سرے مقام پر حاتمہ داستان اسکندر میں ہے

جہاں دار و صلار او میر نصر کہ و ستاد است گر و مدہ عصر
 سید دار حوں و المظفر بود سر لشکر ارماہ سر تر بود
 کہ میرور ماست میرور سخت ہی بگدر و کلک او اور درخت

ایسے جاہل کوشلی نے اپنا خضر راہ کیوں نہ لیا۔

وردوسی کا اٹھتر اسی سال کی عمر میں قبستان، طرستان، ماژدران اور
غزوہ جانا غیر اعلیٰ معلوم ہوتا ہے ویاہیہ قدیم اس باب میں خاموش ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ دیباچے کے عہد تک وردوسی کے سفر کا قصہ احتراع نہیں ہوا تھا۔ صبح
صرف اس قدر ہے کہ وہ عالمائے سحتاں یا حراساں امیرالوالمظفر نصر بن ناصر الدین
سککین مراد سلطان محمود کے پاس چلا جاتا ہے شاہنامہ اس کی خدمت میں پیش
کرتا ہے صلہ مانگتا ہے اور ساتھ ہی یہ التجا کرتا ہے کہ امیر سلطان سے بھی سعادت کرے
جیسا کہ شاہنامہ ۵

چو سالارستہ این سخن پائے لغز	سجواند نہ ملیند نہ پاکیزہ مفر
ز گھنچ من ایدر یوم شادمان	کزو دور بادا بد بد گمان
دراں پس کند یاد رہتربار	مگر تخم رنج من آید سار
کہ جاوید باد افسر و تخت ادے	رجورشید تا سده ترخت اوئے

(داستان خسرو شیریں جلد چہارم صفحہ ۱)

معلوم نہیں کہ وردوسی امیر نصر کے ہاں کامیاب رہا یا ناکام رہا ؟

۵ امیر نصر بن ناصر الدین سککین موافق سلطنت میں وردوسی سالارستہ کے خطاب سے او
کرتا ہے ابتدا میں سپہ سالار حراساں مقرر ہوئے۔ بعد میں سحتاں ان کو تعویض ہوا۔ ان کا کہ
سلطنت کا صرف سحتاں لاہور میوریم میں موجود ہے نصی درمیں پر صرف شاہ نصر درج
ہے ایسے دو درم راقم کے مجموعہ مسکو کا مں شامل ہیں۔ وردوسی کے ساتھ ان کے تعلقات
نے حدوتہ نگوار معلوم ہوتے ہیں شاہنامے میں تین مختلف موضوعوں پر ان کا ذکر آیا ہے پہلے
ہتید داستان شیریں خسرو میں جس سے استعارہ بالا منقول ہیں۔ دوسرے دیباچیہ
شاہنامہ میں ۵

(نقیضہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵ پر ملاحظہ ہو)

مصنف کے بیانات کے ساتھ اس طرح لے پڑوائی کریں اور یہ طریقہ کچھ دن جاری رہے تو اصلی روایت چمک ہی رہے گی اور میں ماکمل مسح ہو جائے گی۔ مثال کے لیے میں مترمرقومہ مالائیت کرتا ہوں کہ بے پروا اور مافیل را دیوں کے ہاتھوں اس شعر میں اس قدر تصرف اور تغیر ہوا ہے کہ فردوسی موجودہ حالت میں صرف ایک مصرع کا مالک رہ گیا ہے جس کا اثر روایت کے اعتبار پر بھی پڑتا ہے تاہم اسے میں فردوسی لے دو طرح اس کو لکھا ہے۔

- (۱) جو فردا را آید پسند آفتاب من و گھر و میداں و افراسیاب
(تاہم جلد اول صفحہ ۱۳۲ طبع مکتبی ۱۳۵۷ھ)
- (۲) تحویم میں کینہ آرام و خواب من و گھر و میداں و افراسیاب
(جلد دوم صفحہ ۲۲ طبع مکتبی ۱۳۵۷ھ)

تلی اساد کرتے ہیں۔

ناصر خسرو لے سرمے میں لکھا ہے کہ مسئلہ ۸ میں حب میں طوس
یہاں تو ایک ٹری کا واں را دیکھی تو کون سے بوجھا تو معلوم ہوا کہ
فردوسی کے صلی سے تعمیر ہوئی ہے رنگ رسیدی اور بہار مقالے
میں لکھا ہے کہ اس کا نام چاہ ہے اور مرد اور متاں کے راسے ہیں؟
(والعم صفحہ ۱۱۱)

ناصر خسرو کا سرمہ مؤلفہ مولانا الطاب حسین خانی طبع ۱۳۵۲ھ میں
زیر نظر ہوا میں رابطہ چاہ یا کسی اور رابطہ کا فردوسی کے صلی سے تعمیر ہوئی
ہو مطلق کر نہیں تلی ایسی اقتباسات کو ایک۔ لے یہ دہائی اور لے قلمی کے ساتھ
لکھتے ہیں حد اعلیٰ کہاں سے حوالہ لیا اور کس کے نام سے لکھا مولانا لے
سم اللہ ہی غلط کی۔ ناصر خسرو کا سرمہ مسئلہ ۸ سے متروک ہوتا ہے اور آریا لے

ادھر تہر کے ایک دروازے سے جس کا نام دروازہ تھا صلیب بچا اُدھر
دوسرے دروازے سے فردوسی کا حارہ نکل رہا تھا۔

(شعر المصنف ص ۱۹ و ۱۱)

یہ روایت فردوسی کے بہت قریب زمانے تک پہنچ جاتی ہے کیونکہ سلاطین
میں نظامی نے امیر معری سے سُنی اور معری نے امیر عبدالرمان سے۔ میں اس
کے بعض خط و حال حوالہ روایت سے مختلف ہیں یہاں دکھاتا ہوں۔ نظامی نے
لکھا تھا کہ سلاطین میں میں نے یہ واقعہ مولا لے حاشیہ میں اس کے سنا ہے
سلاطین لکھا نظامی نے لکھا تھا کہ ”حمود کے راسے میں کسی قمر و نیر کی عباداری
میں جو ایک مصبوط قلعہ کا مالک تھا اور محمود کا بیٹا دوسرے روز اسی قلعہ
کے نیچے تھا اس لیے قاصد بیتیر روانہ کر دیا کہ رئیس کل حاضر ہو کر بیوم سدگی
سجالائے اور جلالت لے کر واپس چلا جائے۔ دوسرے روز محمود نے کوج کیا
خواصہ مرگ بادشاہ کے دست راست بر حیل رہا تھا کہ اچھی دایں آتا اور سلطان
کی طرف بڑھتا نظر آیا خواصہ سے سلطان سے یو جھا کیا خواصہ دیا ہوگا۔ خواصہ
لے خواصہ میں شرمندہ کو رہ مالا بیٹھ دیا۔ اس میں سے بعض حریات میں مولا
کو اختلاف ہو جہاں نظامی نے لکھا تھا کہ فردوسی نے بیس سال محنت کی
وہ اس تلی نے بدردہ سال لکھے، نظامی نے لکھا تھا کہ فردوسی کے لیے ساٹھ ہزار
دیار کی بیل سرکاری اونٹوں پر بھجوائی مولا مالے اس کے سنا ہے ساٹھ ہزار
استریاں بھجوا کر لیا۔ استری اور دیار میں حرق ہو جا رہا ہو۔ دیار ہائے
سکوں میں قضا کی، بیل گڑی کے برابر ہو اور استری بچیں تیں رچ کے۔ استریاں
اس جہد میں رائج تھیں۔ نظامی کے ہاں تہر کا نام طراں اور اُس کے دوسرے
دروازے کا نام درراں ہو مولا مالے اس مامول کا ذکر تک نہ کیا۔ اگر ہم کسی

اس انداز سے لیا، جو جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ فردوسی کے سرپرست
اور مرتبی تھے کام اور راوی نہ تھے۔

ادراں نامور نام داراں تہر علی دلم و لودلف راست ہر
لودلف کی نسبت خاصی اور اشد شومتری کا قیاس ہو کہ یہ وہ لودلف
ہو جو ایک مختتم نہیں تھا جس کے نام پر اسدی طوسی لے گتا سپامہ
(کدا) اور دیا جے میں اس کی مدح و ثنا کی ہو۔

ملک لودلف شہر یار میں جہاں دار اتانی پاک دیں
ورر گے کہ ما آسمان ہمسراست رسل براہیم یہیمبر است
(شترالحم صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶)

شامہ میں لودلف کا ذکر یوں آتا ہو۔

ازاں نام در نام داراں تہر علی دلمی لودکو راست ہر
کہ ہوارہ کارم کھوی رواں ہی داست آں مردوش رواں

لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ”لودکو“ کے کائنات لودلف چاہیے نہ ہی
اصافہ کرنا چاہتا ہوں کہ علی دلم اور لودلف ایک ہی شخص معلوم ہوتے ہیں علی بن
کا نام اور کیت لودلف ہو کیونکہ شعر بالعد میں صمیر اور صل واحد آئے ہیں اور کوئی
تعب نہیں اگر وہ کام ہو جو اسمائے صفات اس کے لئے استعمال ہوئے
ہیں مثلاً ”راست ہر“ اور ”آمر و روس رواں“ اس سے ظاہر ہو کہ وجاہت
دیاوی کے لحاظ سے علی دلمی کوئی سو قرتہ نہیں رکھتا تھا۔ میں خاصی صاحب
کے طرے میں شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ کیت کی مالکیت اول تو کوئی مدح اور
دنی دلیل نہیں ہو سکتی علاوہ بریں گرشاسب نامہ اسدی میدا کہ اسدی
کے حالات میں دکھایا جا چکا ہو۔ شہرہ میں تصنیف ہوتا ہو۔ تغیر رانی کے

ہیں کہ مسئلہ میں ماصر خسرو طوس پہنچا مرد سے حکیم ماصر خسرو ۲۳ رتھماں مسئلہ کو
 پیشاپور کے ارادے سے نکلا اور سرخس ہوتا ہوا تنہہ گیارہ سوال سال بد کو پیشاپور
 پہنچ گیا سرخس اور پیشاپور کے راستے میں طوس جہاں رابط چاہ سائی حاتی ہو ہیں
 آتا اسی لیے حکیم مذکورہ طوس اور اس کی رابط کا ذکر کرتا ہو اس کے الفاظ
 یہ ہیں -

یس مردوم داراں تعل کہ لہدہ مں بود صاف حواستم دگم کہ مرا عزم
 سفر قلہ است پس حسا سیکہ بود حواس گفتم دار دیادی آنچه بود نیک کریم
 الا انک ضروری دست و سوم رتھماں نعرم پیشاپور بیرون آدم دار مرد
 سرخس مردم کہ سی فرسنگ مانند دار آسمانہ پیشاپور چل فرسنگ است
 روز شنبہ یار دوم سوال در پیشاپور مردم جہا رشتہ آسرایں ماہ کوف بود
 وحاکم رماں طول مک محمد بود را در حری مک :- (سفر نامہ صفحہ ۳۴)
 فرماتے ہیں :-

نظامی عودھی کامیاں ہو کہ ملی دلی شاہ سائے کا مسودہ صاف کیا کر اکتھا
 اور لودلف راوی تھا ایسی شاہنامہ حفظ یاد رکھتا تھا اور جلسوں اور مجلسوں
 میں لوگوں کو شاعری سمجھانے کا سامانہ میں فردوسی لے لے اس دونوں کا نام

سے سرخس اور پیشاپور کے راستے کی سرپس حسب دہل ہیں

سرخس سے رابط آنگیہ (جیم و سنگ) رابط آنگیہ سے رابط تو ماں (سات و سنگ) رابط تو ماں
 سے رابط ماہی (سات و سنگ) رابط ماہی سے رابط سنگ است (دھو و سنگ) رابط سنگ است
 سے دھیر حاکتر (تیں و سنگ) دھیر حاکتر سے دھیر ماو (دیاچ و سنگ) دھیر ماو سے پیشاپور (سات و سنگ)
 اس سارل میں جو عیش لے رہا اہل سوادہ صوفی سے لی ہیں معلوم ہوتا ہو کہ ہر طوس راستے میں
 ہیں آما۔

مردک مامہ، گنج شایگان، متطرح مامہ، کارنامک ارکستر، یادگار ریریاں، اندرز
حسرو قاتان، تامت کرنی ہیں کہ تاریخ عجم ایک منتشر حالت میں تھی اور اس کی
داستایں مختلف لوگوں کے پاس ملتی تھیں۔

پراگندہ در دست ہر موندے دروہرہ مردہ ہر مکر دی

(شاہنامہ جلد اول صفحہ ۳)

فردوسی کا یہ دعویٰ کہ ایک دہاں نیس لے پراسے موندوں کو جمع
کر کے ایران کی تاریخ پر ایک کتاب تدوین کی ماکل راستہ معلوم ہوتا ہے
دیباچہ ہدم شاہنامہ اس مارے میں کافی روشنی ڈالتا ہے اور مصور عبدالرزاق
کے ذکر میں اس دیباچے میں لکھا ہے۔

”اور مصور عبدالرزاق مردیے لود مار و خوش کام در رنگ اندر کام

روائی و ماد سنگا ہو تمام ا ماد ساہی و اندیشہ ملد داست و گوہر

ار تم گرداں ایراں بود ار رودگار آرود کر و تا و اما میر

یادگار سے ساد دہیں جہاں یں دستور عویش اور مصور المعمری را فرخو

نامہ و مدان کتب مامہ کرد کس دستاد ار دہقان و فرارنگان و

جہاں دیدگان ار بہتر ایا و رد و یا کرد اور مصور المعمری را فرمود

مامہ گرد کرد و کس دستاد لہر پائے حراساں و ستیادان را ار

آکا میا و رد ار ہر جائے چوں تارح (راج ۶) یسر جانی (۶) ار

۱۱ بقول گردیزی اس کام اور مصور محمد بن عبدالرزاق بن۔ اس کے ابتدائی حالات

معلوم ہیں عبد الملک بن لوح سامانی ۳۳۳-۳۵۲ کے عہد میں امیر الانحس محمد بن ابراہیم

کے عزل بر خادی الا حر ۳۳۳ میں ۳۵ کو سپہ سالار حراساں ما دیا گیا لیکن انجلیں (دانی

جداں ع ۳۵) کو خوش رکھے کے واسطے اسی سال دیکھ میں برصص اس سے لے کر لیکن

(نصف صفحہ ۱۱۵)

حسام قصص و افسانہ و تاریخ ایران پر حاوی ہو۔ مورخ کو لینے تاریخی سرمایہ کے لیے قدیمی درائع بھی درکار ہیں اس ضرورت سے اس نے اپنے آپ کو زردشتی روایات کا پاسد کر لیا جہاں ایسی ہی کتاب پسند کی جس کے راوی اور مدوں یاہی اور محوسی تھے فردوسی کا یہ قول کہ قدیم تاریخ ایران ایک یریتاں اور لے ترتیب حالت میں تھی میری رائے میں بالکل صحیح ہو۔ تلی لے حس صدر تصانیف کا نام لیا ہو اس کے ماحود کہا جاسکتا ہو کہ عربی درائع تاہم فردوسی کے مقصد کے لیے ناقص تھے فردوسی خود ماحود و محد و مہد تمام سلسلہ روایات ایران پر حاوی نہ ہو سکا۔ اگرچہ ماہہ حسداں کے علاوہ متعدد مقامات پر مدہ راویوں سے بھی مدولی پھر بھی کئی داستانیں فردوسی سے پھوٹ گئیں مثلاً گرتاسپ مانے کی داستانیں فردوسی کو دستیاب نہیں ہوئیں چنانچہ (اسدی) ۵

لہنہامہ فردوسی نعر گوی یواریش گویدگاں رنگوی

بے یاد رزم یلاں کردہ بود دریں دریں یاد ماحودہ بود

مہالے مدایں بستہ ہم راہد حست شدہ خشک لے ماحودہ مہد

ابوعلی ظمی بھی کہتا ہو کہ گرتاسپ کی داستان الوالموید بلخی نے اپنے شاہنامہ رنگ میں مفصل بیان کی ہو علی ہدا تہر یا زنامہ اور ہمیں مانے کے واقعات ہیں جو فردوسی کی نظر سے نہیں گرے اور سلجوقی ہمد میں دوسرے شعرا نے اس کو ظم کیا کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ ایران کی تاریخ پر کوئی سدی اور جامع کتاب ماحود نہیں تھی اس کے علاوہ پہلوی اور عربی راویوں میں چھوٹے چھوٹے رسالوں اور داستانوں کا ماحود کافی تہادت ہو اس خیال کی کہ سلسلہ روایات ایران کی مکمل تدوین نہیں ہوئی تھی جتہ حسہ داستانیں مثلاً تہراد و پرویر کا نامہ اور تہراد لے گرتاسپ مانے حکیم اسدی ص ۱۱۱ طبع آما میرا محمد ملک الکتاب۔ بیسی ۱۳۵۷ھ

یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و ایں را شاہنامہ نام بہاد :-
 دیا نیہ قدیم کا یہ بیاں فردوسی کے قول کی پوری پوری تصدیق کرتا ہو اور یہی
 شاہنامہ فردوسی کا قدیمی ماحد ہو جس کا نسخہ اس کے ہر ماں دوست لے ہم پہنچا یا تھا
 قولہ تہا دیوں (کہا) کو ایراں کی مار تہج سرب کرے کا ہیئتہ خیال رہا۔ اں
 میں سے لوتیرواں کو صحت تصعب تھا۔ چاہیہ تمام اطراف و دیار میں صمد
 بھیج کر ہر جگہ سے تازیگی و جیرے جمع کیے بر دگر دے اپنے رماے میں
 اں سہا کو دستور دہتھاں کے حوالے کیا کہ کیو مرت سے لے کر خسرو
 پرویز کے رماے تک مکمل اور ترتیب تازہج تیار کر دے۔ دستور مذکورہ
 دہاں کے روماء میں تھا اور بہایت صاحب حوصلہ اور حاصل تھیں تھا
 اس لے اں تمام دجیروں کو عمدگی سے ترتیب دے کر ایک موطا اور
 حاش تازہج تیار کی۔ (سترالحم صفحہ ۱۲۵)

مارج ابراں کے متعلق لوتیرواں کا استیعاف اور اس کے لیے دجیرہ جمع کرنے
 کا ذکر کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گرا علیٰ ہذا دستور دہتھاں اور اس کی کتاب
 ندیں کرے کا قصہ بھی کتب توارہج میں نہیں ملتا فردوسی نے شاہنامے میں لوتیرواں
 کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں اُس کی دالستمدی اور دامائی کی بڑی تعریف
 کی ہو نیکیں واقعہ مالا کا ذکر نہیں کیا شاہنامے سے اس قدر معلوم ہوتا ہو کہ ہر مریر
 لوتیرواں عادل لے قید کے ایام میں ایسے فر دحسرو پرویز سے درخواست
 کی کہ وہ ایک سوچی آدمی جس کو پرانی جنگوں کے قصے مادیوں بھیج دے اور ایک
 لڑھا آدمی جو مادیوں کے حالات میں دستگاہ رکھا ہو اں کی پوستہ تازہج
 لائے۔ (شاہنامہ)

و دیگر سوارے رگروں کتاں کہ ار روم دیر یہ دارد لشتاں

ہرات وچوں یہاں داد پسر شاہور اریشاں دہا ہوی سورید پسر بہرام
 ارشاہور (یشاپور) دشاہان پسر لہریں ارطوس دشاہان لہرا آوردن
 یں ناہما (دکیو مرست) عقیق کہ اندر جہاں آمد اولود کہ آئین حرفے
 آورد د مردان را ار حاہورال یدید کر دتا یہ و گرد کہ آخر ملک کیاں لود
 اندر اہ محرم کہ سال ہسی مدد و پیل دشتن (لود) ار ہجرت حوائجہ دیا

(صفحہ ۳۳۲ کا تفسیر)

کو دے دیا گیا۔ ابو مصور دہاں طوس چلا گیا مصوریں لوح ۳۵ ۳۶۶ کے واسطے میں
 عری کی طرف حرا کرتے وقت اپنی گیس حراساں اسی ابو مصوریں عبدالرہمان کے حملے
 کر گیا۔ ادھر دربار سکا سے وہ اپنی گیس کی مراحمہ اور گرہماں کے واسطے مقرر ہوا ابو مصور
 سے ہی لوح تہا فہمیں بھی گرا اپنی گیس ہاتھ آیا۔ اگر یہ دربار سکا سے ابو مصور کو سپہ سالار
 حراساں ماسے کا وعدہ کر لیا تھا لیکن اس کو یوں نہ آیا اور کھلم کھلا عداوت کر دی۔ سر دی طرف
 مٹھا ہر کے دربار سے اس پر مدد کر دے گئے اس سے عارت گری شروع کر دی مادد
 اور سا پہچا حاکم سا کے دربار سے بہت مال وصول کیا۔ آخر دیکھ کر یہ یوحا طیب کو ہلاک
 دینا رشوت دے کر اس کو رہر دلوادیا۔ سامانوں نے امیر ابوالمحسن محمد بن ابراہیم مدد کو
 دوبارہ سپہ سالار حراساں سا کو ابو مصور کی سرکوبی کو روانہ کیا جنگ قائم ہوئے پر رہراینا
 اثر کر چکا تھا یہاں تک زائل ہو گئی شکست کے بعد اس کے آدمیوں سے اسے لے حاما
 چلا گیا اس کی حالت اس حد میں ہو چکی تھی کہ جو اس سے کہا کہ میرے لیے راحت آئی ہیں
 جو کہ تم مجھے یہیں چھوڑنا چاہو اس کو میداں جنگ میں چھوڑ دیا گیا ہیں اس وقت ایک
 ستلائی علامہ احمد مصوریں قرآن گیس کی لوح سے تعلق تھا پہچا اس سے سب سے پہلے
 اس کا سر کاٹا پھر انگلی سے انگوٹھی اتاری اور ایسے اس کے پاس لے گیا۔ ابو مصور کا قتل
 ۳۵۲ء میں تصور کرنا چاہیے۔

کام مکمل کے چلتے آئیں احمد بن اہلبیل ۳۹۵ھ و ۳۹۶ھ کے عہد میں فی سمر
و کرم رہا۔ امیر نصر ۳۹۵ھ و ۳۹۶ھ کے دور میں حسین بن علی نے حادثہ کی
احمد اس کی سرادہی کے لیے مامور ہوا۔ اس نے سرارت حسن کے بھائی کے چھوٹے
بھائی کو نکلتے دے کر گرفتار کر لیا اس کے بعد ایسے واقعات پیش آئے کہ
عہد احمد بن اہلبیل باقی ہو گیا اس نے امیر نصر کا نام چلنے سے موقوف کر دیا تو انہیں
امیر گرفتار کر لے اس پر چڑھائی کی احمد بن اہلبیل نے مامور بھیج دیا کہ مرو طائیا اذمو جس
نصیر کیا۔ سہارا سے اس کی سرکونی کے واسطے حمویہ بن علی آیا اس نے اسی ہی
بیابان چلیں کہ احمد بن سل تمام حرم و احتیاط مالا سے طاق رکھ کر قلعہ سے نکلا اور
ایسے حریف سے جنگ کرے احمد بن اہلبیل گیا دریا کے کنارے گھسان کا معرکہ ہوا
اس کی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی۔ احمد بھاگتا رہا گھوڑا مارا گیا بیدل ہو کر
لڑا اور پکڑا گیا۔ سہارا لے حاکم میدان ڈاں دنگا جہاں ۳۹۵ھ میں انہیں لے
دہات پائی۔

آر ادم و احمد بن سل کا ساتھی مردوسی سے ملاقات کے وقت نصر بن
ماسو سے رمانہ عمر کا ہنگامہ۔ اس کی ملاقات ۳۹۶ھ اور ۳۹۷ھ کے درمیان ہوئی
حابیہ حب مردوسی تاہم اس کے واسطے دیر سے کی تلاش میں مصلحت ہتھوں
کا سفر احتیاط کرنا ہوا۔

قولہ "فولوں کے چلے ہیں یہ کتاب حضرت عمر کی خدمت میں پیش کی گئی آپ
نے اس کا ترجمہ لکھا اور فرمایا کہ یہ مرامات کا مجموعہ دیکھنے کے قابل
ہیں مرام رکب قوت میں تقیم ہو کر حلق نہیں۔ مادتا و حلق سے
اس کا ترجمہ کرا یا وہاں سے ہندوستان پہنچی یعقوب لیت لے ایسے
زمانہ حکومت میں اس کو ہندوستان سے مل گیا کہ ابو منصور عبد الرزاق

رہیں فرستی کہ از کار داد جس گوید و کردہ باشد سکار
 ہماں نیز داسدہ مردی کہیں کہ از شہر یاران گزار دہن (ع)
 لوسہ بکے دفتر آرد مرا بدای درد و سختی سر آمد مرا
 فولد - رستم دسار کا قصہ جہاں شروع کیا ہو تہید میں لکھا ہے کہ احمد بن ہبل کے
 دربار میں ایک ٹٹھا تھا جو سام ربیاں کی اولاد سے تھا اس کے پاس
 ایمان کی تاریخ تھی اور رستم کی اکثر داستانیں اس کو رامی یا اوسین تھا
 کا قصہ میں نے اس سے لے کر نظم کیا " (شترالمحم ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱)

مولانا کے آخری محلے کی کسی قدر شریعہ صوفی ہو فردوسی نے لکھا ہے
 مصرع گویم جس آسمان رو یا دم بنظر شاعر کا مطلب روایت تھا ہی ہے
 اگر یہ آراء دوسروں اور فردوسی کی ملاقات ان کے رباعوں کے دعوت کو دیکھے ہوئے
 مشکل معلوم ہوتی ہے۔

احمد بن ہبل جس کے ماس آراء دوسروں تھا بقول ربن الاحبار اسیلاں ہم ہے
 رزح میں جو مرو کے عمدہ مواضع سے ہواں کا حادان آما دتھا احمد کا باپ ہبل
 بن ہاتم جو ہم میں بڑا کامل تھا۔ احمد کے میں بھائی بھے ہصل جیس اور محمد - ہبل
 سے کسی نے یہ جیسا کہ ہم نے اپنے مردوں کا طالع بھی دیکھا ہے اس نے جواب دیا
 کیا دیکھوں، تیوں ایک ہی دل میں غلوں کی حمایت میں مارے جائیں گے چنانچہ
 ایسا ہی ہوا جب احمد بڑا ہوا اس نے ایسے بھائیوں کے حل کا بدلہ لینے کی ٹھانی
 اس کے پاس ہرا آدمی جمع ہو گئے عروس لیٹ سے اس کو ملو کر میدان میں ڈال دیا
 آخر حمام کے ہمارے فرار ہو کر وہ بچا اور فرار جمع کر کے عمر کے حامل کو گرفتار کر لیا
 پھر اس میں احمد سامانی کے ماس سمارا جلاگ - حب ۸۹ میں حراساں پر ہصل
 کا قصہ ہوا، بیشاپور احمد بن ہبل کے حوالے ہوا۔ اس کے ہاتھ سے بڑے

فردوسی نے اس سے داستان ہر مرحلہ کی مولا کا سیماں طوسی دیا ہے
ایسری میں سیماں س لوریں ہو مگر دیا ہے قدیم میں صاف شادان سپر سرین ہر مرد
ہتھادت کے لیے شاہنامہ موجود ہو۔ بدیت

نگہ کن کہ شادان سرین چہ گفت ملائکہ کہ بخت ادرار ارہفت
(فرستاد یو شیرواں بر روی پر شک راہ ہدستاں ملے آور دن داری شکفت و
شادان سر و کتاب کلید و دسمہ با سردا و (جلد چہارم صفحہ ۲۲)

گویا شادان س بریں کے واسطے سے داستان کلید و دسمہ فردوسی نے لکھی ہے
مولانا کے بیان کا یہ حصہ کہ یہ کتاب سامایوں کے لئے آئی اور اس کے حکم سے فقی
نے اس کو نظم کرنا شروع کیا راجہ طلب ہو۔ حد احوالے صاحب دیا ہے یہ کیا
کہاں سے اہل کیا۔ اگر صحیح ہو تو مولانا تسلی فردوسی پر عربوں کے احساں نہ اسے کے
معاملے میں ماسحق ناراض ہونے حسب سامانی اور دقیقی اس کو مستند کتاب مانتے
آئے ہیں تو پھر فردوسی نے معتزماں کو ایسے شاہنامے کی سیاد اگر اسی کتاب پر
ڈالی تو کیا قصور کیا۔

موریر در کا سلطان محمود کی حدیث میں تاریخ عمیق کر مایا یا و شاہ کرمان
کا مورخ آدر بریں کو جو عم کی تاریخ پر سب سے بڑے سرمائے کا مالک تھا سلطان
کے دربار میں روانہ کرنا صیف روایتیں معلوم ہوتی ہیں ایک مات اللہ صاف ہو
وہ یہ ہو کہ محمود کو تاریخ ایراں سے کوئی خاص دون یا لگاؤ معلوم نہیں ہوا۔
سلی فرماتے ہیں -

ایران میں عربی حمایت شدت سے مخلوط ہو گئی تھی عاں فردوسی نے

اسوں التیہ کی مدح میں جو قصیدہ لکھا اس کے چار شعرا ح موجود ہیں

ح میں نصف سے زیادہ عربی الفاظ ہیں فردوسی اور اوتکورد و غیرہ کا

س عدا الرزاق س عدا الله فرح کو حکم دیا کہ اس کا ترجمہ کیا جائے
چنانچہ تاج س حراسانی ہر دی برداں داد شا پور سیستانی، ماہوی
س حور شیدیشا پوری، سلماں طوسی ان سب لے کر اس کا ترجمہ کیا
پہی کتاب سا اینوں کو پاتہ آئی اوراں کسے حکم سے دقیقی لے اس کو
لعم کرنا شروع کیا اس روایت کا یہ حصہ کہ کتاب حش گئی، دہا
ترجمہ ہو کر ہمدشاں سہی ہمدشاں سے ایراں میں آئی صریح حلط
اور یہودہ ہو ماتی واقعات معجم ہوں تو محب نہیں۔

(سفر العم صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶)

شکر ہو کہ اس موقع پر تلی لے ایسے مایہ مار دیا ہے کے حطاف کسی قدر صدا
ملند ہو کی لیکس میں اس ماتی واقعات پر نظر ڈالتا ہوں صاحب دیا ہے لے یعقوب
س لیت کو ایک صدی یا یہ فرو دیں میں رکھا یعقوب ۲۶۵ھ میں رہ کر اسے
ملک عدم ہوتا ہو۔ ۳۶ھ میں یعقوب اپنی فر سے اٹھ کر ابو مصور عبدالرراق
کو حکم دیسے کہاں سے آگیا، صاحب دیا ہے کہ ایسے قصوں کے توڑ جوڑ میں تاریخ
کا لحاظ نہیں دیا۔ ابو مصور عبدالرراق لے ترجمے کا حکم نہیں دیا لکہ تدوین و تصنیف
کا۔ اس معاملے میں دیا ہے قدیم اور شاہانہ دووں متفق ہیں ۳۶ھ میں تصنیف
یار ہوئی تھی۔ ۳۶ھ میں تاج حراسانی کو دیا ہے قدیم میں تاج لیسرانی لکھا ہے لیکس
شاہانے میں اس کا نام "تاج" ہی ہے

کسے پیر مرد زمان ہری پسیدہ و دیدہ ار ہر دری
جہاں دیدہ و نام اولود تاج سحداں مارگ و مار و تاج
ہر سیدش تاج وار و سیاد ر ہر مز کہ مست رخت داد

(بادشاہی ہر مرد و ابو میرواں جلد چہارم صفحہ ۴۵)

”ناید کہ میں خادم اس نلس ررگوار کتاے تصنیف کم پیاری کہ ادروے
 اہلہا و کہہاے وح علم اہلہاے پیستینگال گرد آدم نایت محقر
 (ناید دالستس علان ملح ضرور دکن)

علامہ شبلی فردوسی کی شاعری پر خیال آدائی کر سکتے ہوئے فرماتے ہیں
 ”ہر اب اس سیر گری چھوڑ کر عشق کا دم بھرنے لگا دیکھو فردوسی اس
 کی مالہ در ادبی کو کس طبع ادا کرتا ہے

ہی گفت اداں میں دریا دلچ	کہ سد ماہ تاسدہ در بر بیخ
عویب آہوئے آدم در کمد	کہ ار مدحت و مرا کرد سد
رہی جتم سدی کہ آن یروں	نہ تیغ محبت و مرا یکتا دھوں
مدام چہ کرد آن مہوں کوئی	کہ ناگہ مرا است راہ صی
نہ زاری مرا خود سایہ گریست	کہ دلدار خود را مدام کہ گریست
ہی گفت دی سوختار عم لے	مہی حوسب رارتن سادہ کسے
دلے عشق پہاں سادہ کہ مار	مردم ناید ہی اشک ماہ
غم جاں ماکہ و حوش اوروں	اگر چہ عاشق بود دھوں

اس شعر میں عشقیہ شاعری کی تمام ادائیں موجود ہیں استعارات اور تزیینات
 کا بھی ہلکا سا رنگ ہے شاعرانہ ترکیبیں بھی ہیں غرض کہ ار مدحت و مرا کرد سد
 تیغ محبت و مرا یکتا دھوں

یہ سب کچھ ہے لیکن فردوسی اس بات کو نہیں بھولا کہ وہ ہیرا باب کی
 داستان لکھ رہا ہو محمد شاہ و داحد علی شاہ کی ہیں اس لیے جو پہلے
 کو ہواں کی رمان سے نصیحت کرتا ہو اور دیکھو ایک حوصلہ سد فارغ
 کی نصیحت کا کیا ادا رہا ہے

کلام عربی العاصی سے بھرا پڑا اور سلطان محمود کے زمانے میں ایک حاصل
 بے شاہ زمانے کے جواب میں عمرامہ ایک کتاب ستر میں لکھی تھی وہ
 ہمایوںی لٹری سے گزری ہو اس کا بھی یہی حال ہو اسی زمانے میں سیح و علی
 سیبا نے حکمت طائیفہ فارسی زبان میں لکھی اور قصد کیا کہ حاصل فارسی
 میں لکھی جائے لیکن جلد مرآۃ ہو سکا۔ (شعرا لعم صفحہ ۱۴۲)

ایران میں شروع ہی سے عربی کا شدت سے مخلوط ہوا صحیح نہیں معلوم
 ہوتا۔ عباسی مروری کے استعار اس بارے میں سد نہیں مانے جاسکتے تہا عربی
 کے ہاں بھول اس میں اس قدر ترمیم ہو گئی ہو کہ قدامب کی نوٹنگ مافی نہیں رہی۔ دو کما
 کے متعلق مولا نا کو جو ہو وہ ظاہر ہو مٹراں تشریری کے فصائد کی سا پر ایسا
 زمانے میں لیکس وہ سلجوقی عہد کی زبان ہو اس دور میں عربی فارسی زبان میں بہت
 دھیل ہو گئی تھی اسی غلط فہمی کی سا پر مولا مانے یہ نظریہ قائم کیا کہ دقیق فارسی زبان
 کے نگراں کو عربی الفاظ کے حسن و حاشاک سے پاک کر لے والا ہو رہا اور شکوہ لٹری
 اس کے کلام کا حسن درمیانہ شعرا لعم صفحہ ۵۴ و ۵۵ میں دیا گیا ہو اس میں عربی کا
 ایک لفظ بھی قسم کھائے کو نہیں ملتا عربی کا اثر ابتدا میں فارسی پر کچھ نہیں تھا
 لیکن حوں و مت گزرتا گیا یہ اثر تدریج ترقی کرتا گیا حتیٰ کہ پانچویں اور چھٹی
 صدیوں میں اس نے ایک طوفاں لے تیرری بریا کر دیا عمرامہ اور حکمت طائیفہ
 ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہیں اس لیے کہ وہ پانچویں صدی ہجری سے تعلق
 رکھی ہیں اور ستر میں ہیں حکمت طائیفہ کی نسبت یہ خیال کہ سیح و علی سیبا نے حاصل
 فارسی میں لکھے کا قصد کیا تھ کو غیر تہا سچی معلوم ہوتا ہو کیوں کہ اول تو ہلسیابہ اصطلاحات
 کی فارسی زبان میں غیر موجودگی کی بنا پر ایسا قصد کرنا دیوانگی سے کم نہیں تھا اور ستر
 شیخ نے اس تصنیف میں ایسا ارادہ ظاہر نہیں کیا وہ صرف یہ کہتا ہو -

حلقہ جھوٹ کر کھل جاتا ہو۔ فردہ سی لے موقع یا کر عشقیہ شاعری کا
 کمال بھی دکھلا دیا۔ (شعر المصنوعہ ۱۳۹، ۱۵۱، طبع سوم)
 سطور بالا میں مولانا کی کہہ سیمیاں قابل ستائش ہیں لیکن مجھے افسوس کے ساتھ
 کہا پڑتا ہے کہ اس موقع پر مولانا کسی نامعلوم شاعر کے کلام کی داد دیے ہیں مصرعوں
 ہیں کیونکہ یہ تمام اشعار الحاقی ہیں فردوسی سے کوئی غلطہ نہیں رکھتے اور بعد میں
 کسی نے اضافہ کر دیے ہیں یہ اصل میں چھتیس اشعار کا ایک قطعہ ہے جو
 ہی حسرت گرد آفرید و دیدہ دست مہر یوید اور گردید
 سے شروع ہو کر

اراں شاد شد تہاہ توراں ہیں ہی کرد سراپ را آفریں
 پر ختم ہوتا ہے اوراں اشعار کے درمیان واقع ہے جو
 بفرماں ہمہ پیش او آہند سکاں ہر کسے چارہ جو آہند
 (سطر ۳۲ صفحہ ۸۹)

اراں پس چو مامہ کھر و رسید علمی تند دلت کاں سمجھا تنید
 (حد اول صفحہ ۹ سطر ۱۵ مثنوی ۱۳۵۵)
 اس اشعار کی تلاش میں میں نے تباہ نامے کے کئی معتزاد قدیمی نسخے دیکھے
 لیکن اس میں یہ اشعار نظر نہیں آئے علاوہ میں خود ڈیر میکس جس نے پہلی مرتبہ
 تاسما ہمہ چھاپ کر شائع کیا ہے اس اشعار کو الحاقی مانا ہے۔

اران کار ہواں سو خوش حر کہ سہراب راہست حوں دوگر
 ولے ار فراست دل نقش بہشت کہ اور اپریشانیے دادوست
 ددام کسے پائے سد آمدہ است ز رُلفے سی در کمد آمدہ است
 ہاں می کد در دو جوین است ہوں میرود راہ و پاؤ گشت
 یکے و جتنے حشفت گفتش برار کہ لے تیر دل گرد گروں قرار
 فریب پری سیکراں حوں بھو اہد کسے کو بود پہلو اں
 نہ رسم جہانگیری و سروری آت کہ از ہر ماہی سایہ گرہست
 رتوراں کارے مروں آدمیم تاور نہ دریائے حوں آدمیم
 اگر حید ایں کار ما شد کام ولے بہشت درین بکھے تمام
 سیاد بہشتاہ کاؤس و طوس چورستم کہ میرود اور دوس
 پھر بہشت سے ایرانی پہلو اں کے نام لگا کر کہتا ہوں
 قوی مرد میدان ایں سرور ۲ جیکارت عشق پری بیکراں
 تو کا بھے کہ داری مردی بسر چہا دست یاری کار دگر
 نہ مردی مردی جہاں را گیر رشاں دست آرتاج و سرور
 چو کشور دست تو آید قرار بہر جائے خواں مردت مار
 اران گفتمہ سہراب میدارشد ولق مستہ مد پیکار شد
 گفت لے سرمام داناں ہیں گفتار حوت ہر آفریں
 شد ایں گفت کو دانیے جانیں کیوں مالتو و گشت پیاس
 جہاں را سرا سر چہ جنگ چہ آب در آرم بھران اور سیاس
 گفت ایں دل را ز دلر کمد برآمد را فرار تحت لمد
 دیکھو ایک شجاع دام عشق میں اتفاقا چھنس بھی سامتا ہو تو کس طرح

اس کے بعد فرماتے ہیں :-

”ہر حال عصری نے اس کو دربار شاہی میں پہنچایا اور سلطان محمد اس
سلطان محمود کے حضور میں ترخانی کا منصب ملا یعنی حسب چاہتا ہوا
میں چلا جاتا کچھ روک ٹوک نہ تھی محمد چہرہ دور کی سلطنت کے بعد
یعنی سلطان محمد میں گرفتار ہو کر قید ہوا اور اس کے بھائی سلطان محمود
نے تخت سلطنت پر جلوس کیا“ (شعرا لعمم صفحہ ۱۸)

مصبوب ترخانی کا کہ ہم عزیزی دور میں ہمیں پڑھتے - میرا خیال ہو کہ
یہ عہدہ سلاطین مغول کے عہد میں رائج ہوا یہ ایک ترکی عہدہ ہے نہ ایرانی۔ سوچہری
کا سلطان محمد اس سلطان محمود سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اسی لیے اس کے دیوان
میں محمد کی مدح میں کوئی قصیدہ موجود نہیں اور نہ اس ایام میں سوچہری کے دہار
عرب سے تعلقات قائم ہوئے تھے فرماتے ہیں -

”دولت شاہ نے اس کو ملحق لکھا ہو چونکہ ہمایوت دولت مدد تھا اس لیے

شخصت گلہ کے لقب سے بکارا جاتا تھا“ (شعرا لعمم صفحہ ۱۸)

قلعہ مولانا دولت شاہ کی سرد پر سوچہری کو ملحق مان دیا ہے لیکن اگر
سوچہری کے اشعار میں کو خود مولانا بھی نقل کرتے ہیں راجا لکھ کر لیا جاتا تو
معلوم ہو جاتا کہ وہ ملحق نہیں بلکہ دامغانی ہے۔ چنانچہ شعر

سوئی تاج عمرایاں ہم دیباں بیاد سوچہری دامغانی

اس کا لقب شخصت گلہ نہیں تھا بلکہ کسی اور شاعر شاعر کا جس کا نام بقول پروفیسر
روں (صفحہ ۱۵۲ جلد دوم) شمس الدین احمد سوچہری ہے۔

سوچہری اپنا نسب سامانی شاہی حامداں سے میاں کرتا ہے۔

مہم از تہاد برنگاں سالان کہ لودہ شاہاں چہرہ کو اکب

منوچہری

اس سے قبل ایک مقام پر گزارش ہو چکا ہے کہ مولانا کیسے میں و تاریح عطا ہوئے ہیں اس قسم کی ایک تازہ مثال ذیل میں پیش ہو سکتی فرماتے ہیں -
 "امیر سوچہر میں شمس العالی امیر کالوس س ڈبلیو مہتور رئیس اور جہاں
 کا فرماں ردا تھا اور سلاسلہ میں تخت نشین ہوا تھا یہ اس کے دربار
 میں ملازم تھا۔ اس ماسد سے سوچہری تخلص کیا تھا سلاسلہ میں
 امیر سوچہر نے اس کا کیا تو یہ عربی میں آیا۔"

(شوالعم ص ۱۸۶)

فلک العالی امیر سوچہر سلاسلہ میں تخت نشین ہوا۔ سلاسلہ میں اس کی دقت
 سلاسلہ میں ہوئی۔ سلاسلہ میں - ولہ
 "مذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ اس نے معمری کی شاگردی بھی اختیار کی
 لیکن یہ بھی ایک حوتا مذکور کا پہلو تھا جس طرح قلم میں لوگ ہادشاہ سے
 گلستاں پڑھے مایا کرتے تھے۔" (صفحہ ۱۸۶ شوالعم)
 یہاں مذکرہ نگار کیوں ہم کیے جاتے ہیں معمری کی استاد کا تو خود سوچہری کو
 اعتراف ہو جہاں وہ کہتا ہو۔

کو حور و کو فردق کو ولید و کو ولید روہ و مجاہ و دیکھن سیف و دیر
 گو مرار آیند و شتر اوستاد شہود تا عویری روہہ مید و طبعی اسن
 کیا دقتی ہادشاہ یاد شاہ اتی واری بھی میں جاتے تھے کہ گلستاں پڑھا
 سکتے ۹ پادشاہ مرحوم کی تالیف شرح گلستاں ۱۰۸۵ھ سے کسی سال پیشتر
 قلمہ معلیٰ میں بھیجی تھی اراقم کے کتب خانے کی زمین ہو۔

خواستار و حسرت ویراں مرا از تنہا
خود تو ہرگز میدانید در جہیں سبب
حس سلطان عربی کی طرف مراحمت کرتا ہے سو چہری بھی کچھ عرصے کے بعد عربی
بہج حاتا ہے

دانی کہ میں مقیم ہو در گہ ہمتہ
تا مار گشت سلطان ار لالہ رارہ
دیں دہشتاں یدیم دیں کوہاں یادہ
دو پائے ماحراحت دودہ گشتہ تازی
امید آں کہ روزے خواہ ملک شہیم
محم سود مسعود ورم سود ہاری
انگوں کہ شاہ شاہاں رسد کو حجت
کوئی کہ رحمت تہ ار رسد در گزاری
حتم آیدت کہ خسرو رس کند کوئی
ایو یکس آب دریا افس طبع ہاری
سلطان مسعود کو اس کی طرز شاعری دل سے یاد تھی ہے

ار ہر آں کہ شعور تہ رادل خوش آید
رحاست از تو علعل رحاست از تو رازی
میں شہین گویم کان شاہ را خوش آید
الفاظ پائے نکو ایسا ہوتا ہے حادی
گر تو ہر مدیکے چہ دیں طیبہ جو ہی
ہمارا صورتی ہمارے فرادی

مسعود نے بعض دفت خود شعر کی فرایتس کی ہے سو چہری ہے

در خواستی تو شعور میں آدیت ادا کی
ایس کہیم طبعی اینت سر گزاری
اصناف حہاے کر شعور تہ دی
یکیت ماد رحمت شادیت شاد حادی

سلطان مسعود کے دربار سے تعلق پیدا کرے سے بیشتر سو چہری گرگاں دی اور
حالیقین میں رہ چکا ہے

مر مر امارے میں نگاہ شاہ ست آرد
سر دی دگر گاہاں ہی یاد آیدم رحالین
بیر مسعود کی ستا ہا نہ دیا صیدوں کی طرف طبع کرتا ہوا کیا ہے

شاعر ارادہ دی دگر گاہاں در برداں کہ دید
مددہ عدنی بہشت یل آرد وہ سریں
آسچہ اس ہمت و دہر سے کمتر شاہاں
مقصم ہرگز نہ عمر اندر مداد و مستعین

معیہ ہوئے کے علاوہ عربی صرف و نحو اور علم طب میں بھی کامل تھا۔
 میں ہدایہ علم دین علم طب و علم نحو توہدانی دال دال را وادیں دیش
 عربی ادب میں اس کی ہماست عجمی معنی، تاریخ عرب اور تاریخ عجم سے خوب
 واقف تھا، نجوم و ہئیت اور موسیقی کا بھی عالم تھا، عجمی معمولی حافظے کا مالک ہوئے
 کی وجہ سے شعر سے عرب کا کلام اس کے ورد و رہتا ہی، اس کی عجمی طبیعت
 متی، ادنی اور تاریخی تعلیمات سے اس کے دیوان کو مشکل اور ادق سا دیا جو بعض
 مصیدوں میں وہ لغات کا افسر کر گزرتا اور رشتا ہی تنسیب نگاری، ماطر قدرت،
 ہمار مار، گل و ریاحیں، مرغ و پرند، سحر، شام و صبح، عرف و غیرہ کے بیاں
 کر لے میں یہ طوئی رکھتا، جس طرح کہ تنبیہات و استعارات میں حدت قدم قدم
 پر اس کے ہاں ملتی ہو اسی طرح صانع مدائح، بطنی لطائف، نئے عرصی اور ان
 کے استعمال میں بھی اسے تقدم حاصل، و مبالغہ تکلف اور تصنع اس کے ہاں سب
 سے پہلی مرہ دیکھے جاتے ہیں۔ موچہری کو اس نئی صفت شاعری کا موجد کہا جاتا ہے
 جس کی ابتدا اور نشو و نما سال مغرب ایران میں ہوئی اور جس نے قطراں تریری حافظی
 اور لطافی جیسے شعرا پیدا کیے۔ تنبیس کی مدحت موچہری نے عرب کے میدان میں
 بھی شروع کر دی تھی لیکن شکر ہو کہ یہ رواج مقبول نہ ہوا گھڑے کے میاں میں
 موچہری کو خاص شہرت ہو جس طرح تنسیب کا وہ بادشاہ ہو اسی طرح مدح کے میدان
 میں اس کا سمد قلم اسب لنگس جاتا، مدح نگاری کہی اس کو اس نے آئی وہ
 طبیعت کا تمام رور تنسیب پر صرف کر دینا ہو اور اسی ایک بات سے اس کے
 دیوان کو مودہ مدائح میں زیادہ مقبول سا دیا ہو۔

۵۲۵ھ میں پست ساری اور آل کی طرف سلطان مسعود میں محمود کا گرد ہوا
 سلطان نے رو سے ہاں اس ایام میں موچہری مقیم تھا خواہش کر کے ملا یا۔

اس کے متعلق سوچہری ایک قصیدے میں کہتا ہو ۵
 جز تو بہ بست گردن جیوں کے نعل و نذر برا بدسیل نہ جیوں دریاں ہرار
 دو سال یا سہ سال دریاں ہو دتا بہت حسری در آب جیوں محمود نام دار
 در طہر دو ہفتہ نہستی تو لے ملک حسری در آب جیوں نہ راں ہرار مار
 در یا ہاں سپہ کہ بجیوں گز استی دریا نکر دو دو بجیوں کے گزار
 سالار حانیاں را با حیل و ماحندم کرے ہمہ نگوں دنگوں بخت و خاکسار
 تاہر کے گرفتہ نہ باشد خداے حتم میں تو ماید نہ کسد ماتو چادر چادر
 یورنگیں کہ حتم خداے اندر و رسید اوراں دیار دو داند بایں دیار
 تا گنج ادحراب تند و حیل او اسیر تار ویر او سیاہ تند و جان او فگار
 او مار بود و مار چو آہنگ او کی اندر جہد رہیم سورخ تنگ حاد
 گر شاہ مانکت در بود رہیں قبل کر سنگ عار ہیج امرے مکتت مار
 مذکورہ مالا بیانات میں شاعر نے واقعیت کا بہت کم لحاظ رکھا ہو اصلی
 معاملات کو اس قدر رنگینی کے ساتھ بیان کیا ہو کہ اس کی ساخت قریب قریب
 مشکل ہو گئی ہو۔ یل کے لیے یہی کہتا ہو۔

وہ تم ماہ ربیع الاول مار رت سوئے سنگیں پوگاں دار محمودی و فرمودہ
 آمد تاہر جیوں پہلے بست آپد کہ کاب عالی را حرکت جوابد و بخت رود
 و جواب رسید کہ پلے بست آمدند و حاسے دور میاں حیرہ پلے صحت
 قوی و حکم کہ آلت دکتی ہمہ بر حاسے بود ازاں وقت مار کہ امیر محمود
 فرمودہ بود (بہتی صفحہ ۴۲)

حسب تمام ضروری سامان اور کشتیاں محمود کے وقت سے تیار تھیں تو
 ظاہر ہو کہ یل دو ہفتہ کے اندر آسانی سے ترتیب دیا جاسکتا تھا اس پر شاعر

ہیں طرح انشا کی آمد سے لکھنؤ میں اسی طرح موچہری کی آمد سے دربار
عربی میں ایک ستور مچا دیا جو۔ حسد جو تلامیذ الرحمن کا اربلی حصہ ہو بہت جلد
ایسا رنگ لایا اور موچہری کے بہت حاسد کھڑے ہو گئے اس میں شرواں کی
طرف کا کوئی شاعر ہو جس کا نام باوجود کوشش معلوم ہو سکا موچہری کے خلاف
اس نے بہت کچھ حصہ لیا۔ عام حاسدوں کی شکایت اگرچہ موچہری کے کئی قصائد
میں ملتی ہو لیکن وہ قصائد میں شاعر کا روئے سخن اسی سبب روانی کی طرف ہو۔
جب کہنا ہو

سال پائیں با تو مارا یہ حال جنگ ملت	سال امالیں تو ما در گری حگ و کیں
باقی سال دگر نوبت کرا خواہ بدن	تا کر امی ما یدم ز در بر وے کیستیں
میں ترا از خویش در ما پشور و ساوی	کتریں شاعر ستاسم ہد حق الیقین
گر مرا از مودہ بودے حسد و مدہ لوار	ہتر از دیوان شہرت یا سہ کرم میں
میر و مروت کہ رو یک شعرا در اکس حباب	نود سالے و کردی نگ ما شد میں ازیں
لیکن اشعار ترا آن قدر و آن قیمت نہ بود	کتں مر مودے حباب آن حسد شاعر گریں
گر تو لے ما داں نہ دانی ہر کسے دانہ کہ تو	یستی ماس بجاہ شہر گفتن ہم لستیں
میں فصل از نور و دم تو بہاں از من جزو	ہتر ست از مال فصل دہر از دماست دیں
مال تو از ہتر یا دہتر یا راں گرو گشت	درہ اندر ری تو مر گیں چیدہ از یا ر گیں
گر نہ مانند در چنیں حالت مریدے مرزا	عاصمے من مانندت رست کر میر ہیں
پس سائے نیست کہ ویرا سی صد چار صد	ارینے عرص حسم کمتر کی در آستیں
واں گے گوئی من از شاوہاں شا کریم	گر نہ نگ آید اریں سہ رحمت اور مدیں
مار و تر و ان سوداں حائے کہ وادعت ہی	گوشت و گوک مردہ یکا بہ و ماں عوس
مشکہ میں سلطان مسودے دریاے جھوں پر پل مایہ سے حائے کا حکم دیا	

کی طرف ٹھہر رہا ہو اس کا قصد ہو کہ اندھوہ کے راستے سے جیوں پہ چکر پل لوڑ دے اور دریا پر قصد کر لے اگر خدا بچا ستہ پل ٹوٹ گیا نہ تکلیف کے علاوہ بڑی ہوائی کا سامنا ہو امیر سعود اس خط کو دیکھ کر بہت پریشاں ہوا یونگیں اس وقت تک سرہان سے نکل چکا تھا اور دڑے پر قافلہ تھا وہاں کے حبیبہ جیہہ میں سے واقف تھا۔ علاوہ بریں ہوستی یاد دہشتے اس کے ہمراہ تھے ماجا را امیر سعود و لعیر کوئی کام سامنے لوٹا۔ مارہ کو جمعہ کے روز ہایت عکس میں روار ہوا۔ یونگیں اس موقعے کا منتظر تھا و تنہا یا کر بہریرا آٹھا کچھ ادسٹ اور کوتل گھوڑے لے گیا جس سے پریشانی اور مدامی ہوئی (ہفتی ص ۷۷)

ناظرین امدارہ لگا سکتے ہیں کہ اس بیاں میں اور سوچہری کے بیاں میں بڑا فرق ہو محمودی دور کے سترامثالاً عصری اور فرجی کے اکثر بیانات تاریخی سے حرف بھرف ملتے ہیں۔ لیکن سوچہری لپے رو بیاں قادر الکلامی اور عین طبیعت کی خاطر واقعات کو لے دردی کے ساتھ قرباں کر دیتا ہو۔

سوچہری کے مدحیں کی ہرست میں یہ نام شامل ہیں -

- (۱) الامیر سلطان محمود بن المدد محمود - (۲) شمس الورا احمد بن عبد الصمد دریر سلطان سعود (۳) مادشاہ الوالمطر (۴) فہسل بن محمد (۵) ابوالحسن بن الحسن (۶) علی ابن محمد (۷) حواہ احمد (۸) حواہ احمد (۹) علی بن عبد اللہ (۱۰) مسگتو (۱۱) احمد محمد (۱۲) محمد قسری (۱۳) لوحرب سکنیہ محمد (۱۴) ابوالحسن بن علی بن موسیٰ عمرانی (۱۵) حمید لوبہل ردونی دیر سلطان سعود (۱۶) الوریج بن ریح (۱۷) اسد بن حارث بن منصور امام حیلان -

کو مخرادرے حاضر کر لے کا موقع ملا کہ حب محمود لے پل کے لیے دو عین ساں
 نگائے میرے ممدوح لے صرف دو ہفتوں کے اندر اندر تیار کر لیا
 پورنگیں کے خلاف مسودے جس ہم کارادہ کیا ہوتا اس کے متعلق یہ یاد
 رکھایا جیسے کہ دریر اور مران سپاہ اس ہم کے سخت مخالف تھے چاہیہ دریر
 احمد عبدالصمد کی اس کی سستہ رلے تھی اس لے الوہر مسکانی سے ظاہر
 کی تھی، نیش بیتی کے اعلاظ درج کرتا ہوں -

’دور چہ دار اُستادم را گفت می بینی کہ چہ خواہد کرد آں گراہ
 خواہد در پیش وقت ہر امیدن پورنگیں، مداں کہ وے بخلاں آمدو
 دوج آب نگہ بست این کار سے ست کہ عدائے ر داند کہ چوں بتو ادا
 و حاضر اریں حاضر مدد و نصرت ادا د کہ حراموشی ر دے بست
 کہ بیعت کہ بہمت مارگر دماگر دلی ست وہمہ چشم می دانستند
 و مایک دیگر می گفتند سیر دل پرده اہر سے چیزے، و لایمہ مشرت
 رای فرازدن نامی نشست مسود نمی داشت و چوں پیش امیر رسیدے
 بر موافقت اوس گفتندے کہ در ستم می ستہ“

(پہلی صفحہ ۴۵۵)

اسی ماہ کی اٹس تاریخ دو شنبہ کے روز مسعود لے یل سے عبور کیا اور
 بر مذہبچ گیا مائیں کو ترند سے کو چ کیا اور سلج کو چایاں پہنچا تیسری ماہ ربیع الآخر
 مذہب کے روز درہ تویاں کی طرف بڑھا کیونکہ اس طرف پورنگیں کا شراع چلا تھا۔
 سر دی لے اُدھرایا دور دکھایا رت ہاری عاری تھی حتیٰ تکلیف لکرنے اس
 سفر میں اٹھائی پہلے کسی سفر میں ہیں دکھی تھی۔ اور ربیع الآخر کو دریر کا خط آیا
 اس میں سحر بر بھاکہ داؤد سلجوقی ایک بڑے لشکر کے ساتھ سر جس سے گورگاماں

اس کو سلطان محمود کے سہمہ سیارہ میں شمار کیا ہو

(شعر المعم صفحہ ۱۸۲)

یہی اسم اللہ ہی غلط کی۔ محمود کے سہمہ مستیارہ میں اگر کسی اسدی کا شمار ہو سکتا ہو تو وہ اسدی کلاں ہو اور مولانا اسدی حرد کا حال لکھتے ٹھٹھے ہیں جو گرتا سب نامہ کا مصنف ہو۔ اگر مدکورہ ملامعونی نظریے پر لیں نہ کیا جائے تو بھی مولانا کا بیان غلط ہو اس لیے کہ صاحب گرتا سب نامہ سلطان محمود کا ہم عصر ہیں اس کا گرتا سب نامہ جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا، ۵۸۸ھ میں بصیف ہوا ہو اس لیے وہ محمود سے بعد کا شاعر ہو۔ فولہ -

”عراق سے آدر مایحاں آیا یہاں کارتیں اودلف کر کری تھا“

(شعر المعم صفحہ ۱۸۲)

آدر مایحاں میں اس ایام میں جیسا کہ قطراں ترمیمی کے قصائد سے معلوم ہوتا ہو ملانی حادثاں برسر حکومت تھا جو کر کوئی کہلاتا تھا اودلف کر کری اتراں کا بادشاہ تھا و مترداں آدر مایحاں اور سحر حر کے درمیان واقع ہو۔ اراں اور ارس دونوں اودلف کی بر حکومت تھے۔ ہمیں معلوم مولانا کو نہ معاملہ کیونکر پیش آیا حالانکہ اسدی کے اشعار سے جس کو خود مولانا صفعہ ۱۱۶ پر نقل کرتے ہیں یہ اوصاف ظاہر ہو وہ اشعار یہ ہیں صہ

ملک وولف ہتریار زمیں جہاں دار آذانی باک دیں
اسدی اس آیات میں اس کو آذانی کہتا ہو۔ شلی فرماتے ہیں -

”اسدی سے پہلا شخص جو حسن لے مصطلحات فارسی پر کتاب لکھی چاہیہ اس کے حاص ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ دیا مات (کد۱) کے کتب خانے میں موجود ہو۔ سلگیں لے اس کتاب کو چھاپ کر تائے

اسدی طوسی

یور میں بھبھقات ٹھہراؤ کہ دوا اسدی گر رے ہیں جو ایک دوسرے سے
 مات سے کا تعلق رکھتے ہیں اور اسدی تخلص دونوں میں عام ہے اسدی کلاں کا نام اولیٰ بن مصطفیٰ
 ہے جو صاحب سطرہ ہے۔ دوسرا اسدی جو داس کا فرد حسن کا نام ملیں اس کا
 الاسدی الطوسی ہے اور اگر تاسپ نامہ اور لغت فرس کا مصنف ہے یہ بیان مجھ کو
 نظر عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔ باپ بیٹے میں تخلص کا اشتراک ہایت غیر معمولی
 ہے۔ لیکن دو بردست معونی مستشرق ڈاکٹر ایچہ اور یوہیسر روں اس کے راوی
 ہیں۔ اس نظریے کی ایک تصدیق لطیفی گنجی کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ محمود
 کے درمات سے فردوسی کی ناکامی کے اسباب پر غور کرتے ہوئے موصوف اتفاقاً
 اسدی کا بھی ذکر کر دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :-

در سخا و سخن جو می پیچیم کار بر طالع است من اہم
 سست عقرنی است یا قوی عمل محمود و بدل فردوسی
 اسدی را کہ حوداد سواخت طالع و طالعے ہم در راحت

(ہرام نامہ نمبر صلا)

یہاں محمود کے تعلق میں اسدی کلاں کا ماہا سکتا ہے نہ اسدی حوداد۔ اس لیے یہ
 یہ معنی نظریہ قابل تسلیم ہے۔

مولانا شلی کے پیش نظر اگرچہ یہ رد فیسردن کی تاریخ تھی تاہم وہ اس
 اہم معنی انکشاف کے متعلق ایک حرف بھی نہیں کہتے۔ جس کا مدہبی نتیجہ یہ ہوا ہے
 کہ شعر العجم میں دونوں اسدوں میں تغلیط قائم ہو گئی۔ فرماتے ہیں :-
 "اہم سم (درم) کا یہ دوسرا مانج دار ہے۔ صاحب آتش کلوے

نہ پیروزی آور دے سے پیام گریں جدا لولو سک نام
 کہ گوید ہی مستاہ فرہنگی سام میں این نامہ را مار گوی
 اگر اس کہ فردوسی این کہ گفت تو ما گفتہ ہویش گرد اس حقست
 کوں گر سپہرم نہ سار دکیں گویم ہسراں شاہ ریں
 اس کے بعد اسدی کہتا ہو کہ دو متوئی بنگا، خاک طوس سے پیدا ہوئے یرتم
 کوئی نوح نہ کر مایہ امر واقعہ ہو جیا کچھ ۵
 دو گویا جس حاست ماتہ رطوس جیوستہ گوی تو ماتہ موس
 کر نامہ را حوس کار سے نو رمن در جہاں یا دگا سے نو
 گر شاسب نامہ مشککہ میں دو سال کی محنت کے بعد ختم ہوا۔ اس کے اشعار کی تعداد
 دس ہزار ہو۔ شاعر نے جانتے میں خود بیان کیا ہو۔ (گر شاسب نامہ) ۵
 شد این داستان بر گاہی سیری نہ پیروز روی دیکہا سیری
 رہت بہر شاد و بہر ہری کہ گشت شدہ جاہد ساں و چاہ و بہت
 جو آن کا دریں داستان دریں رہرور سے گرد کردم سخن
 چیں نامہ حسم رنگت کہ ہر دانے رو توں برگشت
 بہشت رمتں رکافور شک گیا ہش رعمر درساں رنگ
 سے جو لو کرد ستن آراستہ ار ادلیستہ و دتیر گاہا حاستہ
 ریاکی رواں شاں فرہنگت ردالتں راں و رمعی دہں
 جیاں کم ہدا مد رعن یا بنگاہ گفتم مشم سیر دم نہ شاہ
 بر آمد ہی میت او دہ ہرار دو سال اد رین ہر دہ شدہ روزگار
 ساداں نہ بنیدہ را آدم کہ کمر لویسہ کیے میت ایں
 آخری تاکید کے مابعد گر شاسب نامہ جس در بر ما دگا گاہی شکل سے اور کتاب

بھی کیا ہے

(شراعم صفحہ ۱۸۴)

یہ اطلاع "مسٹر بروں کی کتاب جلد دوم" سے لی گئی ہے جیسا کہ حاشیہ میں ارشاد ہوا ہے لیکن مولانا بدیع سر بروں کا مطلب یہ ہے اسدی کی مصطلحات نامی اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کہیں موجود ہیں۔ اس کو سلگین نے شائع کیا اللہ اس کا ایک لمحہ جو چہشتہ ۹ ماہ محرم ۱۲۳۵ھ کو عبد الرحمن بن احمد بن الطہیر نے نقل کیا تھا ڈاکٹر پال ہورن نے ۱۸۹۶ء میں شائع کیا ہے۔ عبدالرحمن کا نسخہ دیا یا میں ہیں بلکہ پایا ہے روم کے کتب خانے میں ہو۔ دارالسلطنت دیا یا میں اسدی کے قلم کی جو کتاب ہے وہ حکیم ابو منصور موفی بن علی ہردی کی کتاب الامیہ عن حقائق الادبیہ ہے جس کو اسدی نے سوال مسئلہ میں ایسے قلم سے نقل کیا ہے کہ اس نے ایسا نام اس طرح لکھا ہے "علی بن احمد الاسدی الطوسی الساعر" اس کتاب کو سلگین نے اللہ ۱۲۵۵ھ میں چھاپا ہے۔

اسدی کے نام کو ردہ رکھنے والی اس کی تصنیف گرتاسیب نامہ ہے ابتدا میں گرتاسیب نامے کا محرک ابو دلف شیبانی کا در پر محمد بن اسماعیل حصی ہوا۔
(گرتاسیب نامہ) سے

ہمیں بدیع داد و دیار دس گراں مایہ دستور شاہ رہیں
محمد بہ خود و چہرہ ہر محمد اسماعیل حصی مراد را یدر
ز چرخ رواں تار ارم و خاک چہ دیوں گیتی بدانتہ پاک

باقی اشارہ شیبانی نے درج کئے ہیں اس لیے میں دو ہرانا ضروری نہیں سمجھتا
حب ابو دلف شیبانی کو اسدی کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی اس نے ایسے ظاہر و لوگوں کی مالی پیام بھیجا کہ یہ کتاب میرے نام پر لکھی جائے
(گرتاسیب نامہ) سے

صرف چند اشعار پر اکتفا کرتا ہوں۔

بشب مورچہ ریلا سس ساہ سودی جیشم از دو صدیل اہ
زگر دیردو زگر دیرد رہیں گشت گردوں گروں نہیں
نور شش چنان ست لگاتے کہ در دے سپاہے گز رہاتے
جہاں تیرہ گنتی کہ ارس جروش رلں تیرگی رہ سردی نگوش

ردھی اور اسدی کی شاعری میں وہی تفاوت ہو جو آد اور دسا دی اور
نصیح میں مشاہدہ کیا جاتا ہو۔

فردھی کے ہاں جہاں حلاوت ہو اسدی میں ملاحظت جھلک مارتی ہو جھلے
حق کی مشام کے مقابلے میں اسدی کے ہاں جیلا ہٹ اور ماکین کا جھک
نمی موجود ہو۔ بلند مضموں، متعصب الفاظ، حسرت مدق، حوق و مروت کی تاثیر
چیدہ قنایہ رحمتہ اسمائے صفات نے اسدی کے کلام کو زیادہ شوق اور شگھڑ
نادیا ہو۔ رماں کی ترقی، وقت کی سعادت اور طلیعت کی رنگینی اسدی کے حق
میں مصلے کے لیے ٹھکتی ہو۔ لیکن بیچ تو یہ ہو کہ اصل اصل ہو اور نقل نقل۔

شاہنامہ اور گرشاسب نامہ میں بہت معامیں عام ہیں بعض موصوفوں
پر تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اسدی نے شاہنامہ نامے رکھ کر گرشاسب نامہ لکھا ہو
مثلاً داستان بیز کی ہمد کے وہ استعارے میں ایک تاریک رات کا مطر کھینچا
گیا ہو اور شاہنامہ کے قدیم ترین اسعار مانے جاسکتے ہیں اسدی ان کا
جواب دیتا ہو۔

گرشاسب نامہ

تھے بدبو زنگی تھے تیر زراع
مہ کو جو در دست زنگی جراع

شاہنامہ

تھے چوں تیرے تھے تیر
مہرام پیدا ہو کیواں نہ تیر

اس قدر مراد ہوئی ہوگی۔ قطراں آدرا مائحاں میں اور اسدی اڈاں میں اسس طرہ
شاعری کے مقلد ہیں جس کے حصوی حراتیم پہلی مار موہری کے ہاں مائے میں
آئے ہیں۔ یہ صنف شاعری صائے بدائع، لعلی لطافت، ترکیبوں کی خوش آہنگی
غیر مٹری تشبیہات و استعارات اور صحت مبالغہ میں اعراق کے لیے مشہور اور
لعلی شاں و شوکت اور خیالات کے اظہار میں غیر معمولی تکلف جس کے نمایاں حدود
حال ہیں۔

موہری اپنی مرکب تشبیہات میں عدیم الغال جو اسدی بے لعل موشوں پر
اس کی تقلید کی اور مثلاً یہ شعر -

ہی تاب حور زگر و سپاہ چو ایاں پاک ارمیاں گماہ
دنگہ

دور لعل ہمہ ہمہ دریم وال دہن ہم دہمیش از نقطہ خالی
قطراں صحت تھیں کا عالم ہو اسدی اس کی بھی پروی کرتا ہو۔ دستہ
بروگاں سرم اندر آرام رام مستند صحت عم اسام عام
لیکن یہ صحت لطیف سچ تو یوں ہو کہ قطراں کا حصہ ہو۔ میں اُس کے چند استعارات نقل
کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا (قطراں)

چوں طرف حے بہادہ گل حور حے حے
مردہ ار مرچاں نگور لالہ نفاں سسق
ستد او یا قوت ستد لالہ و گلزار مار
ار سیم سوس و گل گشت چوں قرقیر مار
جیتہم میں چوں حیتہم آموئے گشت ار بحر اد
تس حوں چوں دریاں حیتہم آموئے حے
صحت مبالغہ اس میں سب نہیں کہ اسدی کا خاص حصہ ہو جس کو بھٹا

شاہنامہ

گر شاہ سب نامہ

ہر آں سوگ مر کردہ گردوں دھک

زح جگلوں پڑ سیمیں ہر شک

تو گفتی کیلئے آئینہ ستار فراز

ستارہ دروچہ شمع رنگی ست مارہ

جہاں را دل از سویتن نیر ہوس

حوس مر کردہ ہکساں یاس

نہ آوا سے مرغ وہ ہزارے دد

راہ رہاں لستہ از یک دد

خردوسی کے ہاں اکثر تشبیہات مادی اتیا سے تعلق رکھتی ہیں، اسدی کی اکثر تشبیہیں ایسی ہیں جو غیر محسوس ہیں موح دریلے قیر، ہرہاں انگشت، رورہاں شب و درج تارہ داہم سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسدی نے اپنے نئی سالہ کو ماتھ سے ہیں دیا اور چو تھے ستور میں اپنی رحستہ طر میں کہتا ہو کہ دیا اس قدر تار یکا بختی کہ مالہ لب سے بھکتے ہی لوحہ کثرت تار یکی راہ گم کر کے کہیں کا کہیں بھٹک جاتا تھا اور کالوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا خردوسی ہمارے سخی ہو، بندہ ہی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تاہم اسدی نے جو کچھ رورطبیعت دکھایا ہو لائق تحسین ہو بعض موقعوں پر دیکھا جاتا ہو کہ اسدی نے خردوسی کے خیالات کو لپیٹے ہاں لے لیا ہو اور سرتہ کی سرحد مجموعہ سے ٹواڈا میڈا ملایا ہو

شاہنامہ

گر شاہ سب نامہ

ہر آں چہ کہ خور دی اور دآب پاک

متاید جگلوں برو سنگ و خاک

جو پیریت سیمیں کہد گو شوار

اراں پس تو حرت گوشت حردوں طار

کہ آئے کرو سرو آرا در دست

سرو گر بہاد رو خاک شست

یامست از مرگ مئے سیدید

مردوں چہ داری تو چہ دین امید

ستاہنامہ

ذکر گوہ آراہیے کردہ ماہ
 بیسج گر و کرد تربیتیں گاہ
 تندرہ تیرہ اندر سر لے درنگ
 میاں کردہ مار یکٹل کڑہ تنگ
 رتاحس سہ ہرہ شدہ لا حورد
 پیرہہ ہوا راہ زنگار گرد
 سیاہ تیرہ بروقت دروغ
 یکے درت انگڑ چوں پیر داغ
 چو یولاد رنگار حور دہ سیہر
 تو کھتی پیر اندر اندودہ پیر
 مودم رہر سو کھتیم اہر میں
 چو مارسیہ ناز کردہ دہیں
 ہر آگہ کہ رود سکے باد سرد
 چو رنگی بر انگشت راگشت گرد
 جہاں گشت ناع دلک حوسار
 کما موح حیرد رہیاسے مار
 رد ماند گردوں گرداں رجاے
 شدہ سسٹ حور شیدا سہاچا
 رہیں رہیں آں چا در قیسگون
 تو گھٹی شدستی سحاب اندوں

گریشا سہپ نامہ

ساہین درہم سہابی مدیر
 چو موح اور موح دریائے قیر
 چو ہمد و نقیر اندر اندودہ رتے
 سیہ حامد و روح فردہ تہتہ موسے
 چہاں تیرہ گیلی کہ اولب حودق
 رتس تیرگی رہ سردی گوتس
 میاں چھا حائے حائے ابرویم
 چو افتادہ چسپم تار یکم
 جہاں گشتیش دوری ہست تار
 ہر گوتہ دیو اندر و صد ہرار
 اراکتست مدشاں ہمہ سولیں
 دماں ماد تار یکٹہ دہ دار دہیں
 رہیں راکہ ار عار دیدار نہ
 رہاں رارہ و روئے گھار نہ
 مرداں متب درہ مد آفتاب
 فروہ تہتہ مدید ہا پردہ حواب
 رشتہ گرفتہ رتس نیم یاس
 بری درہیب اہر میں درہلرس
 سہاں ریں سیر داں مد رہیں
 ہوا چوں و زم سو گئے دل عین

چوتھا دور

”اُس چہ۔ یں فارسی رماں کی ترقی کی ایک دھریہ ہوئی کہ اب تک تمام اسلامی سلطنتوں کی علمی اور فنی زبان عربی تھی۔ سلطان محمود اپنی ملکی اور دینی خصوصیات کا بہت دلدادہ تھا، تاہم دین کی رماں اس کے ہمد میں بھی عربی رہی۔ مزید اور توفیحات تک اسی زبان میں لکھے جاتے تھے۔ لیکن اب اساطیر لطیفی حب تحت لبتیں ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ دین کی رماں فارسی کر دی جائے۔“

(سترالعم ص ۲۹)

سلطان محمود کے دور میں ابتدائی دس گیارہ سال تک دین کی رماں فارسی ہی تھی، کیونکہ سلطان کے دربار اولوالعماں صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی کا علم نہ تھا، اس لیے تمام تحریرات فارسی ہی میں تھے۔ بعد ازاں سے ابوالقاسم احمد بن حسن بیدپائی رہے ہوئے چونکہ وہ عربی داں تھے اس لیے فارسی ترک کر دی گئی اور عربی کا رواج ہوا تاہم فارسی کا استعمال قطعاً متروک نہیں ہوا۔ اور ایسی حالتوں میں جب کہ مکتوب الیہ فارسی داں ہوتا تمام تحریرات فارسی ہی میں بھی جاتی تھیں۔

گر سنیہ مالا مالا میں لے تاریخ بھٹی سے احمد کیا ہو، لیکن تاریخ بھٹی کے دیکھے سے اندازہ ہوتا ہو کہ سلطان مسعود کے زمانے میں دربار عربی زبان فارسی ہی تھی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ دربار میں عربی سے زیادہ فارسی کا رواج تھا۔ حب علیہ قادر اللہ وفات پاتا ہو اور قائم ہا مر اللہ اس کا جانتیں ہوتا

گرشاسپ نامہ

مشاہد نامہ

کیکے رابده در مداد نند چائے	{	کیکے داستاں رد بریں مردہ
ہی گفت مردہ مم کندهائے		کہ در ویش را چواں کرائی زده
		نگوید کہ من ہستردہ بدم
		ہمہ سده لود مدوس مہ بدم

اس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ صاحب گرشاسپ نامہ نے فردوسی کے خیالات سے اسی شاعری کو چمکایا ہے۔

منوی کا ایوان حس کی بنیاد رودکی، الوشکور اور دقیقی جیسے معماران سخن نے ڈالی تھی فردوسی نے اپنے زمانے میں اس دیوان کو ہایت بلند اور عالی شان بنا دیا، اسدی نے دھیمے رنگوں میں اس پر سیل لوستے اور نقش و نگار بنائے نظامی نے ایسے وقت میں اس رنگوں کو زیادہ شوخ اور لطیف کر دیا۔



ہمدانے کو سر در مار پڑھ کر سنا تا ہو اس سے ظاہر ہو کہ در مار عزہ میں فارسی ہی در ماری رماں مانی حاتی تھی، علاوہ ازیں یہی میں اور میوں حطوط ہیں جو بلجویوں، غریبوں اور طبرستانیوں کے درمیاں آتے جاتے ہیں، لیکن یہ فارسی میں ہیں جس سے پوٹوق کہا جاسکتا ہو کہ کم از کم مسعود کے دور میں فارسی زماں ہی در ماری رماں تھی۔

قولہ ”سحر کے شاعرانہ مذاق اور قدردانی کی داستاں میں اکثر تذکروں میں مذکور ہیں اُس سے اندازہ ہوتا ہو کہ شاعری کی قدر و قیمت اس کے دربار میں کیا تھی۔

ایک دفعہ ارکاں دولت کے ساتھ عید کا چاند دیکھے نکلا اس سے پہلے ہلال پر اسی کی نظر پڑی، خوشی سے اُپھل پڑا، اس کے اُٹھنے کے اتنا بے سے تباہ، ساتھ ہی حکم دیا کہ کوئی شاعر فی المذہب ہلال کی تعریف میں ترسائے۔ معری اس وقت تک دربار میں امید واری کرتا تھا، موقع پا کر اس نے برحسہ کہا۔

لے ماہ چو ابرہاں یاری گوئی ماہیو کہاں ہتہریاری گوئی
سے لے رده اور ریحاری گوئی درگوستس سپہرگوئیاری گوئی
یسی لے چاند تو ابروے معنوق ہو یا مہاشاہ کی کہاں یا سوے
کی محل یا آساں کے کاں کا آویزہ۔

سحر نے اسے حاصہ اور پانچ ہزار درہم عطا کیے، معری نے پھر برحسہ کہا۔

چوں آتش خاطر مرا شاہ مدید ار حاک مرا بر رماہ کشید
چوں آب یکے فراہ از سنید چوں نادیکے مرک حاصم حشید

ہو، مارگاہ خلافت سے ایک سفیر مع فرمانِ حلیمہ آتا ہو۔ یہ فرمانِ عربی میں تھا، چنانچہ اس کو اصل عربی میں سنائے جانے کے بعد سلطان مسعود کی خواہش پر اس کا فارسی ترجمہ سنا یا جاتا ہو جس سے ظاہر ہو کہ غریب میں عربی کم سمجھی جاتی تھی یہی کے الفاظ یہ ہیں:-

”امیر جو اسمہ پونصر را آواز داد، پیش تخت شد، و امامہ سند و مار
پس آمد، و در وے فراغت مایناد، و حریطہ مکتاد، و امامہ سواد
یوں پایاں آمد، امیر گفت، ترجمہ اتنی سواں، تا ہنگاں را مقرر
گردد، و سواد پارسی، چنان کہ اقرار دادند ستودہ گاہ کہ کسے
را ایں کفایت میرت“ (صفحہ ۳۹۲)

اسی طرح سلطان مسعود جب دربار عام میں ایسے معیت مانے کی تصدیق کرتا ہو تو الونصر شکانی اصل عربی کو پڑھ کر سناتا ہو لیکن اس کے فارسی ترجمے کو خود سلطان مسعود پڑھ کر حاضرین کو سناتا ہو چنانچہ:-

”امیر گفت، شنودم و حملہ آں مرا مقرر گشت، لسمہ یارسی مرادہ
پونصر و مار داد و امیر مسعود خواندں گروت واد بادت ہاں ایں
حاجداں رضی اللہ عنہم ندیم کسے کہ یارسی چاں خواندے و مشتے
کہ وے لسمہ ہمدرا تا آخر برزماں را مد، چاں کہ ہیچ قطع نہ کرد
و پس دوات خاصہ پیش آورد مد در ریاں بحط حلیق تاری
و پارسی ہم ریاں آچہ ار لغداد آوردہ بود و ہم ریاں آچہ استادم
ترجمہ کردہ و و مشتے“

معیت مانے کا عربی مسودہ اگرچہ لغداد سے تیار ہو کر آتا ہو، لیکن سلطان مسعود ہمد معیت کرتے وقت اس کے فارسی ترجمے کو ترجیح دیتا ہو، چنانچہ فارسی

میرا پہا بیت ہوستیار آدمی تھا، اور سلطان شہید الیہ ارسلان میں متعزیں اس کا مقصد بھی تھا۔ میں شرمیلا اور خاموش طبیعت کا واقع ہوا ہوں، سال بھر خدمت گزاری کرتے گری تخواہ سے ایک حصہ وصول نہیں ہوا۔ محنت میں ہر روز دیار کا قرص دار ہو گیا ہوں، آب کی بڑی ہیرانی ہوگی اگر سلطان سے اعانت دلا دیں کہ نیشاپور جیلا حاؤں اور ایسا قرص ادا کرے کی کوئی سیل بکالوں۔ امیٹی لے جواب میں کہا کہ یہ ہمارا تصور ہو کہ اسٹنک تیزی طرف سے عفلت رہی گئی لیکن اطمینان رکھ کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا، آج صوبہ کے وقت ادا تہا چاند دیکھے بھلے گا، تو حاضر رہا دیکھیں حد کیا کرتا ہو۔ تہر لڑے کے حکم سے سو دینار پتا پوری محف کو اسی وقت مل گئے، میں حوش گھر آیا، اور دھان کے بدو بست میں مصروف ہو گیا، عصر کے قریب سراپوہ سلطانی پر آکر حاضر ہو گیا شہزادہ علاء الدولہ بھی اسی وقت آیا۔

میں اب نظامی کی اپنی عمارت نقل کرتا ہوں۔

”آفتاب رد سلطان اور سراپوہ بدر آمد، کہاں گرد وہ در دست علاء الدولہ بر راست، مس مدویدم و خدمت کردم، امیر علی میکو سہا بیوست و ماہ دیدل مشغول شد، و اول کہے کہ ماہ دید سلطان بود عظیم شادمانہ شد علاء الدولہ مرا گفت: یسر رہائی و دریں ماہ لاجیرے لگوئے میں رو رہاں ددیتی لگھتم۔

لے ماہ جو ارواں یاری گوی یانی چو کہاں شہر یاری گوی
 بھلے رده ار رعیاری گوی در گوستن سپہر گونواری گوی
 چوں عرصہ کردم، امیر علی بسیارے تحیں کرد، سلطان گفت رد
 ار آخر ہر کدام اسب کہ خواہی بکتاے، و دریں حالت برکار

سحر لے ہرار دیار کے عطیے کے ساتھ حکم دیا کہ شاہی لقب اس کے خطاب میں شامل کیا جائے۔ چونکہ سحر کا لقب میر الدین بھی تھا اس لیے مری لقب ملاحظہ آج تخلص ہو کر مشہور ہو۔“

(شعر انجم صفحہ ۱۱ د ۲۱)

حکایت مالا سلطان سحر سے علاقہ نہیں رکھتی، لکن نظامی عروسی جو اس قصے کا سب سے قدیم راوی ہے اور جو تمام قصہ جو امیر معری کی زبان سے سنا ہے، سحر کے باپ ملک شاہ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ملک شاہ کا لقب میر الدین بھی تھا، اس کے علاوہ نظامی کے اور مولانا کے بیانات میں بھی اختلافات ہیں۔ ایک موقع پر امیر معری نظامی سے ایسی سرگشتیاں کرنے وقت کہتا ہے کہ میرے باپ امیر الشیرا بہانی نے استدلیے عہد سلطنت سلطان ملک شاہ میں اپنی وفات کے وقت مجھ کو اس مشہور قلعے کے دریچے سے جس کا ایک بیت یہ ہے -

من فتم دور بد من آء حلف الصدق اور احمد او سخدا و سپردم
سلطان ملک شاہ کے سپرد کر دیا، اس کی وفات کے بعد اس کی تمنا اور
چندی میر سے نام کر دی گئی اور ماد شاہی شاعر بن گیا۔ اگرچہ سال بھر برابر حاضر رہا، لیکن ماد شاہ کا دیدار دور سے بھی مجھ کو بے سہرا آیا اور تمنا سے ایک دیار تک وصول نہیں ہوا اور قرص برابر بڑھتا گیا۔ رمضان سے ایک دم قبل میں تہزادۃ علاء الدولہ امیر علی فرامرزی کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ تہزادہ شہر دوست ہوئے کے علاوہ سلطان کا داماد اور بدیم خاص تھا، دربار میں اس کی بڑی عزت تھی اور میر سے ساتھ ہر بانی سے پیش آیا کرتا تھا۔ میں نے اس سے عرض کی کہ یہ بڑی مشکل ہے کہ جو وصف باپ میں ہو بیٹے میں بھی ہو مانتا ہے کہ امیر بہانی

ماغاں سہتید، رد کی اور دقیقہ ہیں۔ جو نومی دُور میں حصری ملکہ جو سلطاً
 محمد کو اس کی آبیاری میں مصروف دیکھا جاتا ہو حکیم سنائی زیادہ تر ہڈیا
 اور کمتر تصوف کے معامیں کی اس میں اشاعت دیتے ہیں، محاذ کے پردے
 میں حقیقت کے اسرار کی ترغابی اس سے شروع ہو جاتی ہو۔ انوری کے ہاں
 سوز و گداز اور عشقِ محض ہو۔ یہ عطار ہیں جو عول کو میعاد کا راستہ بتاتے ہیں۔
 رمدوں کی صحبت میں جگہ دیتے ہیں اور حقیقت و محار کی دو علی میں اس کا تیس
 آما ذکر کرتے ہیں۔ مولا ماروم اور عواتی مادہ تمد کے ساحر بلا بلا کر اسے مست
 سردی منادیتے ہیں، حقیقت و محاذ ایک دوسرے سے ایسے گھل مل جاتے
 ہیں کہ ایک کو دوسرے سے امتیاز کر لے میں وقت پیش آتی ہو اس سے انکار
 نہیں کیا جاسکتا کہ نظامی نے عول کی کوئی حد مت کی ہو۔ لیکن سنائی، انوری
 اور خاقانی کے مقابلے میں انھوں نے کوئی امتیازی رشتہ حاصل نہیں کیا، اس لیے
 اس میدان میں نظامی کسی خاص شکرے کے مستحق نہیں ہیں۔

حکیم سنائی

دلوانہ لائے حوار کے قفسے کے ذکر کے بعد جس کو بسبب کثرتِ بہرت
 قلم امدار کیا جاتا ہو علامہ تسلی فرماتے ہیں -

قولہ حکیم سنائی یہ اثر ہوا کہ اسی دمت سب چھوڑ دیا ذکر گوشتہ نہیں
 ہو کر مٹھ گئے اور یہ رشتہ حاصل کیا کہ بابو ہرام شاہ کے دربار میں
 بٹھائی کرتے تھے یا ہرام شاہ نے اسی ہیں کو اس کے عقدِ محار
 میں دیا چاہا اور انھوں نے انکار کیا، چنانچہ ہرام شاہ کو جواب
 میں لکھا -

آخر نو دیم، امیر علی اسے مار دکر د، بیا وردند و بکبان میں دادد، از زیلے
سی صد دینار لٹا پوری، سلطان مصلیٰ رفت و من در خدمت، مار شام
بگزار دیم و کھاں ستمیم، بر خواں امیر علی گفت پسر برہانی دریں تشریہ کہ
عداوند جہاں فرمود ہیچ گفتی عالی دو بیتے گوے میں بر پائے حتم و خدمت
کردم و چہا کہ آمد حالے این دو بیتی گفتیم۔

چوں آتش خاطر مرا شاہ بدید ار خاک مرا سرور ماہ کشید

چوں آب یکے ترانہ از من لب بدید چو بادیکے حرکت حاتم کشید

چوں این دو بیتی ادا کردم، علاء الدولہ احسنہا کرد و نسب احمدت او سلطان
مرا ہر ارد مار غلام و علاء الدولہ گفت حاجی و احراش نرسیدہ است مسردا بر
داس خواہم خواہم نشست تا جا ملکیت ار حرا نہ لمراید و احراش برسیا ہاں
نوپید، گفت مگر تو کہی کہ دیگران را این حبت نیست و ادرا بلقب میں بار
خواہید و لقب سلطان معز الدیاء الدین بود، امیر علی خواہم معری خواند سلطان
گفت امیر معزی، آن بزرگ بزرگ زادہ چناں ساخت کہ دیگر رور ہار پیشیں
ہزار دینار کشیدہ دہرا و دو دست دینار حاجی و رات نیر ہزار اس علقہ میں سوید
نود و چوں ماہ رمضان بیرون شد مراہ مجلس خواند و اسلطان بدیم کہ دو اقبال
میں روے در تزی ہما و وعدہ ازاں پیوستہ تیار میں ہی داشت و امرور
ہر جہہ دارم ار عیاست آن مادشاہ زادہ دارم۔

(چار مقالہ طبع لیڈن صفحہ ۴۲ و ۴۳)

قولہ "عزل گوی کی ایجاد گو سدی سے منسوب ہو لیکن سچ یہ ہو کہ اس

صم کہہ کے آذر نظامی ہی ہیں۔" (صفحہ ۲۱۳)

عزل میں نظامی کسی خاص امتیاز کے مستحق نہیں کیونکہ عزل کے پہلے

الغرض یہ اشعار اسی طرح چلے گئے ہیں اور ان سے کوئی سرکشی بیٹھ نہیں
بکھلا جاسکتا۔ شاعر کا مقصد قناعت کی تعلیم و تلقین ہو اور یاد شاہی حرمت سے
اعراض و اغماض و عجز وغیرہ۔

قولہ ”حکیم سائی نے حب حدیقہ تصنیف کیا تو چونکہ اس میں ایسی باتیں
تھیں جو عام عقائد کے خلاف ہیں اس لیے علمائے سہت ممانعت
کی یہاں تک کہ ہرام شاہ تک شکایت پہنچی ہرام شاہ نے دارالعلوم
بہار سے استعانت طلب کیا، وہاں کے علمائے کرام نے یہ مسئلہ
قابل اعتراض نہیں ہے“ (تفہیم شریعہ ص ۲۱۸)

جہاں تک تذکروں سے معلوم ہو، ہرام شاہ نے دارالعلوم سے
استعانت طلب نہیں کیا خود دولت شاہ جس سے حالاً مولانا نے یہ قصہ نقل کیا ہے
کہتا ہے۔

”میں نے کتاب حدیقہ تمام کرد، علماء طاہر عربیہ و حکیم طس
کرد و آں کتاب را مدار الاسلام بعد از فرستادن مدار الحکامات
عرض کرد و دارالعلوم بعد از آن دیار بر صحت عقیدہ خود
متمنی حاصل کرد“

محزون العرائف میں لکھا ہے۔

”یوں کتاب حدیقہ نام تمام رسائید، مطالعہ علماء طاہر
عرب میں درآمد، زمان طس بر او درار کرد و نہ کفر و الہام و سب
منوود، جو اس وقت اور اکتہ پیر کید، او علماء عربیہ میں گفت کہ
چرا ارا ملامت و سرریش می کید۔ گفتند تو در حدیقہ خلاف شریع
گفتہ، گفت کتاب حدیقہ را علماء دارالسلام بعد از عرض

میں نہ مردوں در رو حاتم
خدا اگر کم و گر خواہم
گر تو تاحم دہی را حاتم
رسم تو کہ تاج ستام

(شعر العنم صفحہ ۲۱۷)

مجھ کو اس قصے پر یقین لائے میں بہت کچھ تامل ہو، اس لیے کہ یہ استعارہ حلیقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور حلیقہ حکیم سنائی لے ساٹھ سال کی عمر میں تصنیف کیا ہو چنانچہ اشعار

رور گار حسود بے باکم
اردل تنوخ جان غمت کم
کر دہستم کمان و کام جو تیر
کرد و دیم جو قرد موسے چو غیر
یائے رپایم آمد از غمت شست
لا برم دست میزنم بر دست

(حلیقہ صفحہ ۵۹۶)

دیگر

عمر دادم بکملگی بر باد
بر من آمد رشقت صد بیداد

(صفحہ ۵۹۸)

عمر کی زیادتی سمجھائے خود اہم مانع ہونے کے علاوہ جس موقع پر ان کا ایراد ہوا ہو وہاں متن میں کوئی ایسا لہجہ نہیں پایا جاتا جس سے یہ گمان کیا جائے کہ ان اشعار کا مخاطب سلطان ہرام شاہ علوی ہو۔ تہا ان اشعار کی ما پر مینہ مالا قائم کرنا حالی از عوابت نہیں۔ یہ اشعار "قناعت" کے عنوان کے دہلی میں آتے ہیں اور زیادہ تر ایسا پایا جاتا ہے کہ ان میں کسی خاص پادشاہ کی طرف خطاب نہیں ہو۔ ان ہی آیات کے بعد یہ اشعار آتے ہیں۔

راں کہ چوں طوق غمت بکشم
نغمہ خوان نعمت بچشم
نیوم ہر طبع مدحت گوئے
ایں سیانی زم جزا زس جئے

(حلیقہ ص ۶۱۱)

گر مجھ ہستم اسیر ہر نا اہل چشم دارم کہ کارگر دہل
تا کہ اس انصاف و ایزداری سرس کہ تو رہ معدوری
عہد ہائے قدیم را یاد آر حق مان و نمک فرو نگدار
اس کے بعد حدیقہ کے ذکر میں کہتے ہیں -

ایں کتا بے کہ گفتہ ام در پید ہوں نرج حد و سر و دلسد
ہرچہ داستہ ام ر لوع علوم کردہ ام حلق خلق را معلوم
آنچہ بقص است و آنچہ احکام در متاع ہر آسجہ آثار بست
اندریں ماسہ جنگلی جمع سست مجلس عقل را یکے شمع است
ملکوت ایں سخن جو روح اند حرور و تعویذ حوشت داسد
یک سخن ریں و علے دانش ہچو قرآن پاری دانش
اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہوئے گویا ہیں -

”حالہاں جملہ مالسد کسد در سہر ہل ریتسد کسد
واں کہ باشد سخن شاق حکیم ہچو قرآن در اکند تعظیم
گر کسد طعہ اندرین ناداں گوئیں بیست ہہرار قرآن
ہر شاں لعظم ار بود ترسد تو ر و سکر کں را یتان جد
سحر م عم گر آل نوسعیان سو مد ار حدیب مں شاواں
سدہ را مدیح مصطفیٰ است خدا جاں مں ماد حاش را لہدا
آل اورا سماں حمہ یدارم در مدی خواہ آل میرارم
گر بدست ایں عقیدہ و دہب ہم ریں مدد اریم یارب“
اس کے بعد امیر ریاضی کے استغنا کرتے ہیں -

تو یہ گوی بیار و متوی کں بیست اندر سخن محال سخن

می دارم، اگر علماء آسمان کمرس فتویٰ دہند ہر چہ برے ما باشد
 ہمارے ساید، پس حدیقہ را بدار الخلافت بعد از فرساد، وار علماء
 بعد از دائمہ آسمان صحت عقیدہ خود فتویٰ ساحت، علما وائمہ
 آسمان صحت عقیدہ وہ ثبوت ایماں دہد ہنس دستخط دہوا ہیر بنودہ
 اذان سرزنش و ملیہ نہایت یافت

مرید ثبوت کی ضرورت کے وقت خود حکیم سائی کا قول نقل کیا جا سکتا ہو، اس
 بارے میں حدیقہ کے خاتمے میں کافی اطلاع موجود ہو۔
 سائی امیر بہان الدین الوائس بن ناصر العزلی الملقب بہ بریاگر کو
 خطاب کر کے کہتے ہیں :-

لے تو ردیں مصطفیٰ سالار	رطوبت برادران کن کار
ہمد دیرینہ را سیاد آور	ارطوبت برادری مگذر
دین حق را سختی توئی رہاں	مرزا زین حقیبہا رہاں
توہ لغداد شادوس با شاد	خودنگوئی وراسم فریاد
سال و مہ ترس نکند اندکایں	گشتہ مجوس تربت عریں

(ص ۸۵۱ - نوکتور)

مدا یونی نے غالباً اس شعر سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو کہ کتاب حدیقہ سائی نے
 اپنے حس کے ایام میں لکھی تھی۔ منتخب التواریخ میں بہرام شاہ کے ذکر میں
 لکھتے ہیں :-

”وحدیقۃ الحقیقۃ شیخ سام دوست کہ در ایام حس فرمودہ و بہت حس
 شیخ نصیب عز لویہ لودہ در وادی تنس“ (ص ۱۲ طبع نوکتور)
 مکن آخر برادری یثین آ۔ در میاں ایں سماہا بر دار

اور کہا گیا ہو کہ حضرت معاویہؓ اس جنگ میں درار ہوتے ہیں اور بعد اوی طرف
چلے جاتے ہیں ۛ

درجل جوں معاویہؓ لکر بخت عوں ماحق لستے کیرہ ریخت
شد ہریمت سماں لعداد گشتہ از فعل رشتہ عودا شاد
جب حضرت عائشہؓ کے اوٹ کی کوچیں کاٹ دی جاتی ہیں اور ہوج
گرتا ہو، ام المومنین اماں مانگتی ہیں حضرت علیؓ حضرت محمدؐ بن حضرت ابو بکرؓ
کو بلولتے ہیں اور محمدؐ آکر چاہتے ہیں کہ ہں کا سر کاٹ لیں، لیکن حضرت علیؓ
منع کرتے ہیں ۛ

حل آں ستیرہ را ز کرد برگ و سار معاویہؓ ز کرد
ہودح رں سماں تیرہ شاد وزحالت نقاب رخ نکشاد
گفت مذکر دہ ام امام دہ در ترم کوں ضامن دہ
چوں دیدد رود گرگشتد در حویٰ نوں در ایما عشتد
حماد حیدر را در تنس را رود حملہ احوالسا ورا سمود
رفت وقتے محمدؐ نو بکرؓ آں ہمہ صدق و فایع از ہیکر
یوں برآ بخت تیج تا برد گفت حیدر کس کس این بکد
عفو کں تا سوے حامد رود لعدا ریں کا دہاے مذکر دہ
حضرت محمدؐ پیرا پی ہں کو مکہ معظمہ کی طرف بھواتے ہیں آب حب مکہ
پہنچ جاتی ہیں، کچھ عرصے بعد حضرت معاویہؓ آپ کو قتل کر دیتے ہیں ۛ
رگرقتن محمدؐ از سہراہ حملہ لکرستہ زکار آگاہ
سوے مکہ رود لمرستاد در تواضع محل درانہساد
ماہرا راں محال و تنویر رفت ری مکہ جعت گرم و ریر

گفتم میں درت دستادم در گنج علوم بکتا دم
 گر ترا میں پسد آید حان میں رستہ ارگرد آید
 در پسند تو ماید میں گفتار خود مدیدی کھلے باد انکار
 میں سخن را مطاقت فرمائے نیک و بد در جواب مار لکے
 مدہم میت میں ترا تصدیق عرض کس رہے شریف و صبیح
 گوئی میں اعتقاد محدود دست حملہ برگشتن آئیکہ مقصود دست ۸۵۴
 حکیم سائی ایک معلم کے فرزند تھے، جیسا کہ حدیقۃ الحقائق کے دیباچے میں
 ارشاد کرتے ہیں، حدیقۃ آب نے خواجہ رئیس احمد بن مسعود ہیشہ کی حوائی
 سے لکھا ہے۔

لیکن کوں رس کرش دیرتہ ام خواجہ رئیس احمد مسعود ہیشہ را
 اس کتاب کی تصنیف کے زمانے میں خواجہ احمد ہی ان کی عمل ضروریات کے
 متکمل تھے۔ سائی اس کی تصنیف پر قریباً دس سال یعنی ۱۰۲۵ھ سے ۱۰۳۵ھ
 تک مصروف رہے۔

یا الصد و بست دیا رمتہ زعام یا الصد و سی و پنج گشتہ تمام
 بعض لیسوں میں آحمدی مصرع یوں آتا ہو ص
 یا الصد و بست و پنج گشتہ تمام

حدیقۃ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشعار الحافی بھی ہیں، مثلاً حگ حل
 کے واقعات کے ذکر میں شاعر نے تمام معتبر تاریخوں سے اختلاف کیا ہے
 حگ حل (۱۰۲۵ھ) میں حضرت عائشہؓ و حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ
 ایک فریق تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک فریق۔
 حدیقۃ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کو ایک فریق قرار دیا ہے

بہادر پائے، سدا خلیف رنار معانہ ہر میاں دست
 مے خورد و مرا نگفت، موحور تا توانی ماستن جرمست
 اندر رہیستی ہی رو آتش درں ہر چہ شے ہست
 میرزا محمد حواشی چہار مقالہ (ص ۱۵۱) میں لکھتے ہیں کہ اس کی دو بات ماصح اقوال
 ۱۵۲ء میں ہوئی۔ امیر معری المتونی ۱۵۲۷ء کے مرتبہ میں مسما کی لے یا اعتبار
 لکھے ہیں -

تا چند معزائے معری کہ حدایش دیں حال ملک سرد و قسائے ملکی داد
 چون نیر ملک بود قرین سر و آورد یکیاں ملک سرد و یر فلکی داد
 ہرام شاہ عروسی کے علاوہ انھوں نے سلطان سحر کی بھی مداحی کی ہو،
 ایک قصیدہ جس کا مطلع ہو یہ

حاک را ارادہ نوئے ہر مالی آمدہ است
 در دہ آل آتش کہ آب رنگالی آمدہ است
 سحر کے ابتدائی تحت لستیمی کے ایام میں لکھا گیا ہو، جیسا کہ فرماتے ہیں یہ
 چوں سلطانی لستیمی تہنیت گویم ترا
 لے کہ اسلاف ترا سلطان ستانی آمدہ است

خواجہ احمد معروف بہ عارف زرگر اور قاضی فصل بن یحییٰ اس صاعد اور علی
 بن ہبیم ہروی کے ساتھ سنائی نے قصائد تبدیل کیے ہیں۔ شیخ الاسلام جمال الدین
 ابو الفاحر، محمد بن مصور رحسی معنی مشرق کی تعریف میں سنائی نے ایک سے زیادہ
 رباعیہ لکھے ہیں اور بقول بیدہ میر محمد اقبال ام، لے پنی ایچ ڈی مستوی
 سیر اسناد الی المعاد بھی ابھی محمد بن مصور کے نام پر لکھی ہو۔

(حواشی راحت الصدور (مکتبہ طبع پورپ)

عاقبت ہم دستِ آں باغی شد تہید و نکست آں طاعی
 آں کہ ماجتِ مصطفیٰ ریناں مدکد مرورا مرد محواں ص ۲۸
 شاعری کی ایک اور اہم خدمت عسائی نے کی ہو تو نعل ہی سائی کے
 عہد سے بیشتر نعل کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ لیکن اس صنف میں نے ان
 کے ہاں مستقل شان پیدا کر لی ہے۔ بلحاظِ زمانہ اُن کی نعل، قطعہ اور قصیدے
 میں تقدیر میں کی طرح کوئی تفاوت نہیں دیکھا جاتا۔ مخلص کا رولج، نعل کے
 قطع میں سب سے پیشتر انہی کے ہاں پایا جاتا ہے۔ وارداتِ حقیقت کو محار
 کی زبان میں ادا کرنا انہی سے شروع ہوتا ہے۔ اگرچہ مذاق میں رہدیت غالب ہے
 تاہم نعل کو محاسبات کا راستہ ماننے والے حکیم سائی ہیں۔ عرواں اور رمدی کی
 آمیزش کے فہم ترین نمونے ان کے کلام میں ملتے ہیں عطار اور دولاباؤں
 ان ہی کی بنیادوں پر تصورِ دلیواں تعمیر کرتے ہیں۔ قصہ مختصر سائی کے ہاں شاعری
 بلحاظِ نعل ایک سی کرٹ لیتی ہے۔ رہدیت کا حاتمہ ہوتا ہے۔ رمدی اور مستی
 کی دماغِ بیل ڈالی جاتی ہے، صومعہ چھوڑا جاتا ہے۔ میمانہ آما دکیا جاتا ہے۔ نہ ہ سے
 اعتراض ہوتا ہے اور حرمانتِ یثربی اختیار کی جاتی ہے۔ امثال -

در دل آرا کہ روشائی نیست در حرا باتش آتشی نیست
 پسرِ حیر و حامِ مادہ میار کہ مرا رگِ یار سائی نیست
 جرحہ و کماں و دلِ محسوم پین کس و مدینِ روحائی نیست
 دیگر

لے ساقی ہو سیرِ پیوست کماں یارِ عریز توہ لشکست
 رحاستِ رحائے رہد و دعوی در و کدہ مانگا رشتست
 مہا در سرِ ریاء و طامات ار صومعہ باگہاں روں حرست

اس کے ذاتی حالات، اس کے مذہبی، اخلاقی اور فلسفی خیالات پر گزشتہ پچاس سال کے عرصے میں یورپ کی مختلف زبانوں میں لکھا جا چکا ہو اس کو اگر ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب حاصل ہو سکتا ہو۔

لیکن اب تک جو کچھ ہوا سب اہل عرب کی تحقیق اور کاوش کا نتیجہ ہو۔ مسلمان ملکہ حمد اہل ایران جن کے لیے حیات کے کمالات مایہ نادر ہو سکتے تھے شروع ہی سے اس کی شخصیت کی طرف سے بے اعتنائی کا اظہار کرتے چلے آئے ہیں۔ فارسی یا عربی تذکرہ نویسوں نے مستقل طور سے کہیں اس کا ذکر نہیں کیا، مورخوں نے اس کو ماکل میں بہت ڈالا، اس کی راجیات کا کوئی ایسا نسخہ جس پر درسا بھی اعتماد کیا جاسکے محفوظ نہیں رکھا گیا۔ اور بہت اسوس کا مقام ہو کہ اب بھی جب کہ یو بی حیات کو ہم سے روٹنا کر اچکا ہو اور اس کی حویوں کو تمام و کمال ہمارے دہن نشیں کر اچکا ہو، ہماری بے توجہی و مستور علی جاری ہو۔ ہر جدید ہمارے لیے شرم کی بات ہو کہ ہماری اپنی زبان اور ایسے ملک کی ادبیات کی تنقید میں اجنبی لوگ ہمارے مذاق کی رہنمائی کریں لیکن اس سے بھی بڑھ کر ترساک امر یہ ہو کہ ہم اُن کی رہنمائی کے معنوں نہ ہوں اور اس سے فائدہ نہ اٹھائیں اپنی ذاتی تحقیق کا قدم آگے بڑھا کر اور اپنے پیش رو محققوں کی غلطیوں کی تصحیح کرنا یا اُن کے وحیرہ انگیزات میں اصافہ کرنا ہر صاحب تصنیف کا فرض ہو لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس درجہ قابل الزام نہیں جتنا کہ یہ امر قابل اعتراض ہو کہ اُن مصلوبات کو جو پہلے سے ہیا کی حاجگی ہوں نظر انداز کیا جائے۔

یہی وہ اعتراض ہو جس کے حدود مولانا تسلی اپنی مشہور کتاب شراہم میں حیات کے حالات لکھنے میں ہوئے ہیں۔ مولانا تسلی اُرڈو ادیبوں میں واحد

عمر حیا

دیل کا مصوم میری درخواست پر ڈاکٹر شیخ محمد امال پرویسر اور ٹیل کالج لاہور نے لکھا تھا جیسا کہ انکو مسئلہ اسلام کے رسالہ اردو، میں اُسی کے نام سے چھپا ہوا تھا۔ مصوموں میں بقول ان کے اُس وقت بھی حامیاں تھیں اور اب جب کہ بیس سال کا زمانہ گزر چکا اور اس عرصے میں حیا پر سیکڑوں مقالات اور سیڑوں کتابیں لکھی گئیں نئے نظریے قائم ہوئے اور نئی حقیقتیں منکشف ہوئیں ضرورت تھی کہ مصوم پر نظر ثانی کی جائے۔ علاوہ اس کے چون کہ وہ اس کے بچے اور املاک پر بھی مطمئن نہ تھے میں نے اُس سے دوبارہ درخواست کی کہ مصوم کو اس سیر کو لکھ دیں۔ لیکن مشکل یہ آ پڑی کہ ادھر تو کتابت ہو چکی تھی اور ادھر انھیں فرصت نہ تھی اس لیے اسوس ہو کہ ان مانگے یہ حالات میں مصوم کو اُسی ناقص شکل میں دوبارہ شائع کیا جا رہا ہو۔

اس دوران میں حیا پر جو نہایت اہم کتابیں تالیف ہوئیں وہ حسب دیل ہیں - (۱) "راعات حیا کا تفہیمی مطالعہ" از پروفیسر کرشن سہ (کوین ہاؤس لاہور)، (۲) "حیا" از سیڈیاں مدوی (دھرم گڑھ لاہور)، (۳) "عمر حیا" از ڈاکٹر ربین (مرحومہ لاہور)، (۴) "عمر حیا" اور اس کی راعیاں "از ڈاکٹر ربین (مرحومہ لاہور)، (۵) "راعات حکیم عمر حیا" معہ مقدمہ از ڈاکٹر دروں (دھرم گڑھ لاہور)، (۶) "اساتذہ پیدائش اسلام میں عمر حیا پر مصوموں اور پرویسر مسورسکی" (۷) "دی مکنا راف کرہیں" از سوامی گووندیرمنا (الہ آباد لاہور)۔

محمود شیرانی

اسلامی دنیا کے تمام گزشتہ شاعروں اور ادیبوں میں حیا کی ہستی اکل کینا ہو ایران کے اس شاعر فیلسوف کو جو سہرت آج حاصل ہو اور حالاً پیراس کی شخصیت،

اس کے متعلق یورپ کے تمام مشہور مصلائے حواری زماں کے اہر ہیں، تسقید کے طور پر یہ کچھ نہ کچھ لکھا ہو، لیکن سب سے زیادہ قابل وقعت وہ تسقید ہے جو ہاوتقالہ نظامی عروسی کے تارح مرزا محمد قردینی نے کتاب مذکور کے حاشیوں میں لکھی ہے۔ چونکہ مرزا صاحب علاوہ عالم و ماہر ہونے کے اہل رماں اور حیا م کے ہم وطن ہونے کا فخر بھی رکھتے ہیں اس لیے ان کی رائے اس مائے میں ہر طرح قابل اعتماد ہو۔ ہم اس کی عبارت کا مخلص یہاں درج کرتے ہیں۔

”رشد الدین فصل اللہ صاحب جامع التواریخ نے جو کہ ۸۷۵ھ میں مقبول ہوا اپنی کتاب میں عمر حیا م و حسن بن صباح اور نظام الملک کی رفاقت اور ہم مکتبی کے زمانے میں عہد وفا ماندھنے کی حکایت بیاں کی ہو یہ حکایت رشید الدین کے اپنے بیاں کے مطابق اس نے کتاب ”سرگزشت سیدنا“ سے احد کی ہو جو کہ حسن بن صباح کے حالات میں لکھی گئی تھی اور جو اسماعیلی فرقے کے مشہور قلعے الموت کے کتاب خانے میں تھی۔ ہلاکو حاکم تاتاری نے جب اس قلعے کو سر کیا تو علاء الدین عطا ملک جو سی صاحب تاریخ جہاں کشاکش کو مامور کیا کہ وہ قلعے کے اندر جا کر کتاب خانے کا ملاحظہ کرے اور حسن کتاب کو وہ ایسی دانست میں محفوظ رکھے کے قابل سمجھے، رکھے مافی کو ملاحظہ کرے میں جملہ اس کتابوں کے حوطلار الدین نے محفوظ کر لیں یہ کتاب بھی تھی۔ لیکن تمحب یہ ہو کہ حوطلار الدین نے حسن نے کہ اپنی تاریخ جہاں کشاکش کا ایک مستقل حصہ اسماعیلیوں اور قلعہ الموت کی تاریخ میں لکھا ہو، اس کتاب کا کہیں ذکر نہیں کیا۔

تینوں ہم سبقوں کے عہد کرے کی یہ داستان یورپ کے اکثر علما کے نزدیک حلی ہو۔ نظام الملک کی تاریخ ولادت باتفاق مورخین ۷۸۵ھ ہے اور تاریخ وفات ۸۵۵ھ۔ عمر خیام اور حسن بن صباح کی پیدائش تو معلوم نہیں۔ لیکن اس

تخص ہیں جنہوں نے اسلام کی تاریخ اور خصوصاً عجم کی شاعری پر ماقداہ نظر ڈالی ہے۔ اُس کے فصل و کمال سے ہم کو توقع تھی کہ خیام جیسے بے پیر صاحب کمال کے بارے میں جس کی شخصیت کے متعلق علمی دُنیا اس قدر گہری دلچسپی کا اظہار کر رہی ہے، ہماری معلومات میں اصافہ کریں گے اور اپنی فاضلہ تنقید سے اس مشکوک کو رفع کریں گے اور اُن غلط روایتوں کی تردید کریں گے جو خیام پرستوں کے اعتقادات میں شامل ہیں۔ لیکن سترالعم کو دیکھنے سے یہاں پویا ہوتی ہے کہ جو تفصیل خیام کے حالات میں ہم کو اس میں ملتی ہے وہ اس کی مانتا کے ہر معمولی دیا یہ بولیں نے لکھی ہیں بلکہ کچھ زیادہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا خیام کے حالات میں سب سے پہلے مولانا شبلی نے وہ مشہور قصہ لکھا ہے جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ جس صاحب نظام الملک وریز اور خیام تینوں ایک ہی مکتب میں ہم سبق تھے اور انہوں نے زمانہ طالب علمی میں عہد کیا تھا کہ ہم میں سے جو ترقی پا کر کسی بڑے منصب پر پہنچے وہ ایسے ساتھیوں کی دستگیری کرے۔ مولانا نے محض ایک مقبول عام روایت کو مختصر طور سے لکھ دیے پر قناعت کی۔ حالانکہ یہ قصہ معاً اس قدر عجیب اور اس درجہ موردِ شکوک ہے کہ ایک علمی تصنیف میں اس پر بہت لمبی چوڑی تقید ہونی چاہیے۔

یہ قصہ تاریخ اور تذکرے کی متعدد کتابوں میں منقول ہو مگر تاریخ گزیدہ، روضۃ الصفا، حبیب السیر، اور تذکرہ دولت شاہ سمرقندی وغیرہ میں لیکن قدامت کے اعتبار سے سب سے پہلے اس کو صاحب جامع التواریخ (جو آٹھویں صدی ہجری کے شروع میں تصنیف ہوئی) لکھا ہے۔ اگرچہ جامع التواریخ ایک مستند کتاب ہے اور اس کے مصنف کی ثقافت مسلمہ ہے تاہم یہ قصہ ایسا سادہ نہیں ہے کہ ہم اس کو محض ایک مصنف کی ثقافت کی وجہ سے قبول کر لیں۔

یال کرنا چاہیے کہ ایک سو برس کے ٹھٹھے بھوس کے لیے اعمال بھوم کے
ذریعے سے بیس گونیاں کرنا اور پھر جاڑے اور صرف ماری کے عالم میں ماوت
لی ہل سی میں تسکار کو کھلا کہاں تک قریب قیاس ہو؟

اگر یہ ماننا جائے کہ نظام الملک اپنے دوسرے ہم مکتوں سے عمریں بڑا
تھا تو ہم کو اس کی عمر کی بڑائی کم از کم نقد تیس برس کے ماسی ہوگی اگر حیا م اور
حسن صاحب نے اسی اسی بیجی بیجی برس کی بھی عمر باری لوطا ہر ہو کہ ان کی قلا
۱۲۵۰ء کے قریب قریب ہوئی چاہیے۔ اس صورت میں نظام الملک ان دولوں سے مراد
سائنس میں بڑا ٹھٹھا کیا یہ ممکن ہو کہ ایک چالیس برس کا رسیدہ آدمی مارہ مارہ میوت
برس کے پچوں کا ہم ملق ہو جب کہ دوسری طرف ہم کو معلوم ہو کہ نظام الملک
نے دوحالی ہی میں الوطنی تادال گور بر بلج کے ان محنت کات کے طار مت
احتیار کرنی تھی

اگر یہ یورپ میں کتاب چار مقالہ شوالعم کے بعد شائع ہوئی لیکن اوہ کی ہمت
میں جو مطالب بیاں کے گئے ہیں ان میں سے اکثر پر وفسر دون نے ای
کتاب "تاریخ ادبیات ایران" کی دوسری جلد (صفحہ ۹-۱۹۲) میں درج
کیے ہیں اور پھر قریب قریب ان ہی مطالب کو دن میلڈ صاحب نے دیباچہ
رباعیات عمر حیا م (طبع لندن ۱۹۱۷ء) میں تحریر کیا ہو رابعیات کے اس ایڈیشن
کا ذکر خود مولانا نے کیا ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ کتاب مذکور سے سخی
واقف تھے مولانا اگر انگریزی سے مالدار تھے تو کم از کم فرانسیسی ابھی طرح
حالت تھے چنانچہ انھوں نے اپنی تحریروں میں متعدد دفعہ اس کا اعتراف
کیا ہو۔ پروفیسر ہولسمانے عماد الدین الکاتب الاصبہانی کی تہذیب تاریخ ردۃ البصر
۱۷۰۰ء کی تاریخ اس ملکوں ترجمہ نظام الملک

کی وفات کی تاریخ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء ہے۔ یس اگر خیام اور حسن نظام الملک کے ہم س یا مقارب الس تھے جیسا کہ اس حکایت کا مقصا ہے تو پھر طاهر ہے کہ ان دونوں کی مدت عمر سو سو سال سے بھی زیادہ ہوئی اور گویہ عادتاً محال ہیں تاہم مستبعد ضرور ہے۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک کی عمر اس قدر بڑھی ہوئی ہوتی تو چنداں بعد الوقوع مات نہ تھی تعجب اس مات پر ہے کہ دونوں کے دونوں لے معاً اس قدر فوق العادت عمریں پائیں اور پھر ایک ساتھ مرے۔ علاوہ اس کے کہیں کسی کتاب میں بھی تصریحاً یا اشارۃً ان دو نامور اہم خاص میں سے کسی ایک کا غیر معمولی عمر تک پہنچنا ثابت نہیں ہوتا۔

سطامی عروسی مصنف جہاں مقالہ خود خیام کا معاصر تھا اور حسن کو متعدد دفعہ اس سے ملاقات کرنے کا موقع ملا ہے۔ خیام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ شہنشاہ میں بادشاہ دقت لے بیجاں بھجوا یا کہ ہم شکار کو جانا چاہتے ہیں تم اپنی محوم دانی کے دریغ سے کوئی ایسی تاریخ مقرر کرو جو حرف ماری سے محفوظ ہو جیسا کہ اس لے حساب لگا کر ایک تاریخ تجویز کر دی سردی کا موسم تھا بھی تھوڑی دیر تک ہوں گے کہ بڑے دور کا مادل اٹھا اور سرد ہوا چلے گی خیام ساتھ تھا بادشاہ نے اس کو سخت رحر و توجیح کی۔ اُس لے کہا آپ ررا صبر کریں ابھی مطلع صاف ہوا جاتا ہے اور باج دں تک بادل دکھائی بھی نہ دے گا جیسا کہ ایسا ہی ہوا۔

اس حکایت کو خود مولانا تسلی لے شعر العجم میں نقل کیا ہے۔ اگر ہم خیام کو نظام الملک کا ہم س مانیں تو شہنشاہ میں اس کی عمر سو برس کی ہونی چاہیے۔ اب

۱۔ جہاں مقالہ طبع یورپ صفحات ۲۱۶ و ۲۱۷

۲۔ دیکھو کتاب مذکور جلد ۱ صفحہ ۲۳

انہوں نے احد کر لیے ہیں لیکن ان کتاؤں کے علاوہ اور بھی بہت سی تاریکی اور ادنی کتا میں ہیں جس میں صمنا حیا م کا ذکر آگیا ہو جس کو احد کر کے ماطریں کے سامنے بیٹ کر ماتہ کرہ نویس کا فرض ہو۔ ہر فارسی داں اس مات کو حاتہ ہو کہ ایراں کے جتنے نامور شاعر گزرے ہیں مثلاً فردوسی، الوری، حافظ، عطار، حیا م وغیرہ۔ ان سب کے حالات تذکروں میں بہت کم ملتے ہیں اور حتی کسی کی سہرت زیادہ ہو اتنا ہی اُس کے متعلق معلومات کا ذخیرہ کم ہو حتی کہ حافظ اور فردوسی جیسے مایہ ناز شاعر کی تاریخ ولادت و وفات تک محفوظ نہیں رکھی گئی۔ ایسی حالت میں جب کہ ان اہل کمال کے حالات زندگی اس درجہ کیا ہوں تو ان کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتیں بھی جو اتفاقیہ طور سے تاریکی کتاؤں سے ہاتھ لگ جائیں ترک کر دیا یا ان کی طرف سے لے پر دائی برتا بہت بڑے ادنی نقصان کا موجب ہو سکتا ہو۔ مولانا سلی نے حیا م کے ذخیرہ حالات میں سے جو ان کو بحیر کسی تلاش اور کاوش کے ہتیا مل سکتا تھا نصف کے قریب مائل چھوڑ دیا ہو جس سے اس کے سوانح عمری میں بہت بڑی کمی رہ گئی ہو۔ حیا م کے متعلق پروفیسر تروڈسکی کا وہ فاصلہ مضمون جو انہوں نے ۱۸۹۸ء میں روسی زباں میں لکھا تھا اور جس کا ترجمہ انگریزی میں ڈاکٹر اس نے ۱۸۹۸ء میں رائل ایتھنک سوسائٹی کے رسالے میں شائع کیا تھا اس کا علم مولانا کو ضرور تھا کیونکہ انہوں نے جو حیا م کے تذکرے کے اخیر میں اس مضمون کا اور اس کے انگریزی ترجمے کا ذکر کیا ہو۔ لیکن شاید وہ اتنی رحمت گوارا نہیں کر سکے کہ اس کو ملگو کر ایک نظر دیکھ لیتے درہ اتنی بڑی فروگرداشت اس سے سرورہ ہوتی اس مضمون میں پروفیسر تروڈسکی نے ان تمام کتاؤں کو جس میں حیا م کے حالات محفوظ یا بہت مل سکتے تھے باعتبار قدر امت، یکے بعد دیگرے ترتیب دے کر

(طبع لندن ۱۸۸۹ء) کے فرانسیسی دیباچے میں قریب قریب یہی باتیں ہوائی ہیں۔ اور ساتھ ہی ایک دل چسپ حقیقت کو منکشف کیا، جو حوالہ تسلیم ہو وہ یہ کہ دراصل خیام اور جس میں صراح کا ہم مکتب نظام الملک بہ تھا ملکہ الوثیر وائیں حالہ تھا جو کہ مصعب وراثت میں نظام الملک کے حاشیوں میں سے تھا۔ چنانچہ عود الوثیر وائیں نے واضح طور سے اس کو لکھا ہے

عموماً تاریخی روایتوں میں اور خصوصاً ایران کی تاریخی روایتوں میں ایسا اکثر ہوا کہ غیر متہور لوگوں کے کارناموں کو متہور لوگوں کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔ چنانچہ اغلب یہ ہو کہ یہاں بھی الوثیر وائیں حالہ کے حالات زندگی نظام الملک کی طرف منتقل کیے گئے ہیں۔

اگر تحقیق کا قدم اور آگے بڑھایا جائے تو اسی حکایت کی تفہیم کے لیے اس قدر مواد جمع کیا جاسکتا ہو کہ ایک مستقل تصنیف کی صورت بن سکتی ہو لیکن نعم ہو کہ مولانا شبلی جیسے فاضل ادیب نے ایسے اہم مسئلے کے بارے میں ایک حرف بھی نہیں لکھا۔

آگے چل کر مولانا شبلی نے خیام کے حالات جن کتابوں سے امداد کیے ہیں وہ حسب دل ہیں۔۔

(۱) تذکرہ دولت شاہ سمرقندی (۲) نربہنہ الارواح ہنزہ زوری جس کو وہ تاریخ الحکا ہنزہ زوری کے نام سے یاد کرتے ہیں (۳) تاریخ الکامل لاس الاثیر (۴) تاریخ الحکا قطعی (۵) چہار مقالہ نظامی عروضی اس پانچ کتابوں میں سے جو حالات امداد کیے جاسکتے تھے وہ لے شک

۵۴ دیباچہ مذکور صہ ید ویدۃ۔

۵۵ رمدۃ البصرہ صہ ۶۶

تعداد کو کالہ اور اہل کو مناسب طور سے ترتیب دیا ممکن نہیں اہل مختلف نسخوں میں راعیات کی تعداد پندرہ سے آٹھ سو تک ہے اور بعض مطبوعہ نسخوں میں ہزار سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔

حیام کی اپنی راعیات کو متعین کرنا تو اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ کوئی قدیم اور صحیح نسخہ دستیاب نہ ہو جو اعتقاد کے قابل ہو۔ رماں کا معیار اس مارے میں کارآمد نہیں کیونکہ اول تو حیام کے ایسے صحیح امداد کا مودہ ہائے یتیم نظر نہیں اور اگر ہو بھی تو بہت سے دوسرے اساتذہ مثلاً مولانا روم، عطار، حافظ، سائے، انوری، لوطی سیدنا و غیرہ کی حوراعیاں حیام کی راعیوں کے ساتھ مخلوط ہو گئی ہیں، اس سب کا امداد قریب قریب یکساں ہے اور سب کے مصداق متحد اور متماثل ہیں۔ لہذا اہل میں تمیز کرنا اور صرف امداد رماں سے مصدق کا یہاں لگنا محال ہے۔ یہ دوسرے ڈوکوسکی نے ایسے مصنفوں میں جس کا ادب ذکر ہوا بہت محنت اور تلاش سے حیام کی پیاسی راعیوں کا کھوں نگا کر ہوا ہے کہ راعیاں دوسرے شراکے دیوانوں میں بھی پائی جاتی ہیں سراسر ساعدی کی ہرمت دی ہوس کی تعداد چالیس سے زائد ہے اور اسی ہرمت کو یہ دوسرے ڈوکوس نے اپنی تاریخ کی دوسری جلد (صفحہ ۲۵۶ و ۲۵۷) میں نقل کیا ہے۔ ڈاکٹر بکس باہر فارسی، راعیات حیام (طبع لندن ۱۹۶۷ء) کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ دوسرے ڈوکوسکی کے مصنفوں کے بعد۔ سے اب تک (یعنی ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۷ء تک) اس قسم کی راعیوں کی تعداد بیاسی سے تجاوز کر کے ایک سو ایک تک پہنچ چکی ہے۔ اور اگر تلاش جاری رکھی جائے تو اور بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

عرص یہ ہے کہ حالات موجودہ میں حیام کی راعیات کا متعین کرنا دستوار ہے۔ مولانا شبلی نے اس حقیقت کو ماکمل نظر انداز کیا ہے اور اہل امور یہ ماکمل کوئی

دکرایا ہو اور جو حالات ہر ایک کتاب میں سے میسر آئے ہیں ان کو بھی جمع کیا ہو اس مضمون کو دیکھئے۔ سے معلوم ہوگا کہ علاوہ ان یا بیچ ماحدوں کے جس کا استعمال مولانا نے کیا ہو اور جس کا ادبیہ ذکر کر دیا گیا ہو یا بیچ کتاب میں اور جس میں حیا کے حالات ملتے ہیں اور جو اعتبار تقاہت کے کچھ کم قابل و دست ہیں ان میں سے ایک تو 'مرصاد العباد' مالک بن حکم الدین ابوکراری معروفہ "دایہ" ہو جو سنہ ۱۰۶۱ھ میں لکھی گئی۔ دوسری 'آمار اللاد' قرطبی ہو جو سنہ ۱۰۶۱ھ کی تصنیف ہو تیسری 'جامع التواریخ' جو جس کا ادبیہ ذکر آچکا ہو جو حق 'فردوس التواریخ' مصنف مولانا حسروا برقوی ہو سنہ ۱۰۶۱ھ میں لکھی گئی اور پانچویں تاریخ النبی جو اس کے بعد کی مشہور تصنیف ہو

ان یا بیچ کتابوں میں سے حیا کے متعلق جو حالات احادیث سے ملے ہیں ان کو ہم طوالت کے خوف سے یہاں ذکر نہ کرنا چاہتے جس کو اشتیاق ہو وہ پروفیسر تھو کوٹکی کے مضمون کا انگریزی ترجمہ یا کتاب چار مقالہ (طبع یورپ) کے واسطی میں دیکھ لے۔

آگے چل کر مولانا مشلی نے حیا کی راعیات پر لمحات مصباح میں کچھ حاصل دیو کیا ہو اور اس کی شاعری کے محاسن دکھلائے ہیں لیکن تفہیم قرآنی حیثیت سے یہاں بھی مولانا ایک بہت بڑی فروگر اشرف کے مرتب ہوئے ہیں جنہاں کی راعیات کے مطالعہ کرنے والے کو سب سے بڑی دقت ۴۰ میں آتی ہو وہ یہ ہو کہ راعیات کا کوئی صحیح نسخہ جو قابل اعتماد ہو سکے ہمارے زمانے تک محفوظ نہیں رہا۔ قلمی نسخے جو یورپ اور ایشیا کی بڑی بڑی لائبریریوں میں موجود ہیں ان میں راعیات کی تعداد اور ترتیب اس قدر متفاوت ہو کہ ان سب نسخوں کا مقابلہ اور موازنہ کر کے مشترک راعیوں کی ایک قابل اعتبار

ہاں ہمیں رسالے تو کماست
 پدید آگئے مگر قدرت تو
 پرچہ رگر ہنس تو حسرت
 کہ فردوس میں خواہد بود
 مگر مدد در مذہب و دین
 بے تہوت و ہو خواہی رمت
 پوچھا است آنچہ میں خواستہ ام
 سا کہ از روح خدا خواہی رفت
 ہر ہر آنکہ ایم نالے دارد
 دوسہ ماواں کہ چاہی دانند
 تا کے ذکر میں مولا ماشلی فرماتے ہیں :-
 ت بہت کم ہیں رتیج حوتیار کی تھی اس کا ہمارے اسلامی
 ماقولتا ہیں لیکن یورپ لے چھاپ کر شائع کی ہو۔
 (شعر انعم صفحہ ۲۳)

نئی رتیج آج تک یورپ میں شائع نہیں ہوئی رماعیات کے
 رب لے شائع کی ہو وہ دراصل اس کا انگریزی حصہ کاغذی
 ترجمے کے مقام میں شائع ہوا چھاپا گیا ہو یہ انگریزی اور اس
 میں حیات کی اور ہیں اس کا مولا ماسے ذکر میں کیا اور لطف یہ ہو
 کہ دو اس وقت قلمی نسخوں کی صورت میں موجود یا نئی حالی ہیں
 لہٰذا فی سترح ماسکل میں مصائدات اقلیدس "اس کا ایک نسخہ
 مالے میں ہو۔ دوسرے "رسالۃ فی الاحتمال المعروف بمقداری الذہب

سکت ہیں کی کہ مثلاً وہ کون سی ربا حیاں ہیں جو عکس طور سے حیا کی اپنی ہی مکتبی ہیں۔ اس کی ربا عیوں کی ساخت ہو سکتی ہو یا نہیں۔ اگر ہو سکتی ہو تو کیونکر کون سا مطوعہ یا غیر مطوعہ سمہ زیادہ قابل اعتقاد ہو۔ مذاق سلیم کو اس میں کہاں تک مل ہو سکتا ہو۔ حیا کی ربا حیات کا دوسروں کی ربا حیات کے ساتھ مخلوط ہونے کا باعث کیا ہو اور کیا وہ ہو کہ اس کا کلام مخلوط نہیں رہا دوسرے وغیرہ۔

اس بحث کو حسب ضرورت طویل دیا جا سکتا ہو اور ربا حیات کے مطالعہ کر کے والوں کے لیے حد سے زیادہ دل چسپ ہو سکتا ہو بلکہ ہمارا خیال ہو کہ اُس کے لیے بے حد ضروری ہو کیونکہ حسب تک محنت اور تحقیق کے ساتھ حیا کی اپنی ربا حیاں متین نہ ہو سکیں گی اس کی تخصیص شکوک اور قیاسات کے عبا میں ملوث رہے گی۔

مولانا تسلی نے اتنا بھی بیاں نہیں کیا کہ ربا حیات حیا کی کو کس اسمہ اُن کے پیش نظر ہو جس میں سے وہ سفید کے لیے ربا حیات کا انتخاب کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہو کہ انہوں نے یہ فرض کر لیا ہو کہ ساری دُنیا میں فقط ایک ہی سمہ جس کا تم متحد ہو دستیاب ہو سکتا ہو جس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں ہذا پتان نشان تالے کی کوئی ضرورت نہیں۔

جو ربا حیاں مولانا نے تنقید کے لیے انتخاب کی ہیں ان میں سے دس ایسی ہیں جو پردہ سرژہ کو فکری کی ان سیاسی ربا عیوں میں سے ہیں جس کو انہوں نے اوروں کی طرف مسوب پایا ہو ان میں سے ہر ایک کا پہلا مصرع ناظرین کی دل چسپی کے لیے لکھ دیا جاتا ہو۔

اسمہ اموی ہو کہ تو کو فکری کا اہل مصوں جو اہل مصوں نے ردی راں میں لکھا تھا و سقیط ہیں ہو سکتا اور نہ ہم یہی مان سکتے کہ ان میں سے ہر ایک ربا عی کی طرف مسوب ہو مصوں کے اگر یہی ترے میں صرف ربا حیاں تائی تائی ہیں شرکام ہیں دیا۔

اوحدا الدین انوری

م 'اوحدا الدین لعب' انوری تخلص ایورد کے علاقے میں
 ساگلا ہو جو ہمد کے مقابل واقع ہو 'انوری یہیں پیدا ہوا'
 ، شاہ کا بیاں ہو۔ لیکن عربی ہکتا ہو ع
 "انوری گروہ دار ہمد مہم اور سیراہ"

(مستقر العجم ص ۲۶۴)

لے کلیات کا جامع حص لے انوری کی وفات کے بہت جلد بعد اس
 اور اس پر ایک مختصر دیباچہ بھی لکھا ہو اس کا نام علی بتاتا ہو۔
 کے اعطاء ہیں۔

م امام ہمام اوحدا الدین عماد الاسلام مادرة الکلب اعمود الرب
 ضحا والدہر ملک الکلام والشر علی الانوری اور المدمر قدہ
 و عرف لفصلہ راہ"

س کے ابیہ کا نام تھا اس پر محمد عربی اور سادی آبادی شمع ہیر،
 ا تھا۔ انوری لے کلیات سے تانت ہو شمع
 سلاف تو متوجہ ہوں حدم الحق و حدیث اسمعیل

انوری ار محمد بن داؤد بن محمد علوی شادی آبادی صنف تادی آباد عرب
 لاہو اور سلطان اصر الدین مای سہ و سلاوہ کی حراں براس ہو
 لے کلیات، انوری، طبع نول کسور صلا یہ کلیات نول کسور کے ہاں
 ۷۶ میں صنف ہکا ہو پہلی اشاعت میں ۷۶ اور دوسری میں ۷۶، صنف
 صنف، کے دوروں میں پہلی اشاعت سے کام لیا ہو۔ خیال اقتصاد آیدہ
 ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳

والعقۃ فی جسم مرکب ہما " جس کا نسخہ معام گو تھا (حرمی) کی لائبریری میں موجود ہو اور تیسرے "لوارم الامکنہ در حصول و علمت اختلاف ہوا ہی بلا و تعلیم" سے ایک دوسری جگہ مولا نے لکھا ہے :-

۱ حیا م مسائل فلسفہ کے بیان کرے میں ہدایت مل کر تا تھا اس

نے پہلے تو یہ کہہ کر ٹالا کہ میں اس مسئلہ کو اسی کتاب عوائش العائش

میں تفصیل لکھ چکا ہوں " الخ (صفحہ ۲۲۹ و ۲۳)

کتاب عوائش العائش جس کو دلا مائے حیا م کی تصنیف بتایا ہو اس کے لیے اچھا
نے کسی سدہ میں دی بہرہ ور کی اصل عبارت اس کا ۵۰ ترجمہ کر رہے ہیں
اور عوالمیہ عوائشی چہار مقالہ (صفحہ ۲۱۲) میں نقل کی گئی ہو ۲۱۱ العائش کا
کہیں ذکر نہیں، ظاہر آتی مانت انھوں نے (یہی طرف سے مٹھا دی ہو۔

۲ مطالب اس مضمون میں بیاں کیے گئے ہیں ان کے متعلق یہ کہ دیا صروی
ہو کہ ان میں کوئی سنی مانت مان میں کی گئی۔ فارسی زبان کے حائے والے
۳ بواسطہ انگریزی تاریخ ایران کا مطالعہ کر رہے ہیں اس مالوں سے مالموم واقع
ہیں۔ اللہ اُردو میں شاید ابھی تک اس مطالب کی ترجمانی نہیں ہوئی اور یہی
خیال اس مضمون کے لکھے حائے کا ماعت ہوا جس کہ شعرا و شاعران ہی طبعاً یہ
کتاب میں ان باتوں کو ترک کر دیا گیا ہو تو یہ فرص کر لیا کہ چھوٹے درجے کی
تصانیف میں یہ مباحث لکھے جا چکے ہیں بعد ازیں قیاس ہو۔

درمار میں جا کر قصیدہ پڑھا، سحر ہایت سس تساس تھا بہت
طسوا اور کہا تو کسری چاہتے ہو یا صلہ، اور سی لے آداب کا لاکر
لی

سو آساں تو ام در چہاں پلچہ بیت
سر مرا سحر این در حوالہ گلچہ بیت
لے مصب اور دطیم مقرر کر دیا، سحر را دگاں سے رواء ہو تو
بھی ساتھ تھا، راہ میں چند قصیدے لکھ کر مس کیے جس میں
ایک یہ ہے -

مار این یہ حوالی وصال ست جہاں را
دیں حال کہ تو گشت رہیں اور ماں را

سترالمہم ص ۲۶

آساں تو ام الم حوالہ حادثہ کی سول کا مطلع ہو حواں کے دیواں
در اور سی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔
سے روائگی کے وقت جو قصیدہ مسایا جاتا ہو اور جس کا مطلع اوپر
سب انوری کا ہو لیکن سلطان سحر کی تعریف میں نہیں بلکہ
در شاہ اور اس کے وزیر حلال اور راکی مدح میں ہو۔ کلیات
یہ سب سے پہلا قصیدہ ہے۔ یہ شعر ملاحظہ ہو جس میں ممدوح کا
ہ

جر عادل منصور و مظہر کز عدل دگر مارہ سنا کر دہاں را
(کلیات ص ۲۷)

بھی ہ

دش کے متعلق اگرچہ مورخین میں اختلاف ہو سیکیں مگر یہ سچ ہے کہ حاوران ہوں
اور یں خود ایک سے زیادہ مقام پر اپنے آب گو حاوران کی طرف منسوب کرتا ہوں
قطعہ دیل اور اشعار ملاحظہ ہوں۔

بر سپہر صیت پیدا شد ر خاک حاوران مہاشا نگاہ اند چار آفتاب حاور یں
خواہم چوں نعلی تیدالی آں ساحلےں معنی چوں اسعد و حواں ہر تر کے بری
صوبہ صافی جو سلطان طریقت بوسید شاعر سے ساحر جو مہر و حراساں اور یں

شعر

مے ر خاک حاوران چوں تڑہ بھول آؤ گشتہ امرد در اندر و چوں آفتاب حاور یں
سے چداں کہ از زماںت بر آید گزیر در حاوران ہم کہ میسر می شود
سے کا در اطراف حاوران اوشے ہیج کس را ہی سہا یاد
حاوران ایک ماحیہ کا نام ہو جس میں مہمہ، سا، ایورد اور درگر شامل ہیں
لیکن یہ بھی یاد رہے کہ حاوران ماحیہ ہونے کے علاوہ ایک قصے کا نام بھی ہو
اور اور یں اسی قصے کی طرف منسوب ہو۔

قولہ ”اور یں اسی دس تعلیم و تعلم کو حیر ماد کہا اور رات صبر میں قصیدہ
کہہ کر تیار کیا جس کا مطلع یہ ہو۔“

گردل و دست مکر دکان ماستد

دل و دست خدا بیگیاں ماستد

۵۵ ایضاً کلیات ص ۵۵

۵۵ ایضاً کلیات ص ۵۵

۵۵ ایضاً کلیات ص ۵۵

۵۵ کلیات ص ۵۵

۵۵ معجم اللغات ارماقوت ’عموی‘ رہبت القلوب حمد اللہ مستوفی ص ۵۵ طبع
ملک الکتاب لاہور ۱۳۳۵ھ

کی امید داری کے باوجود جیسا کہ گزشتہ اشعار سے واضح ہوتا
ہے دربار میں مناد و مت بر طرف، مقیم آستان بے کار تہ بھی حاصل
رفتار سے اُس نے ترقی کی ہو تو سحر کو اس کے گھر آنے کے
کار ہو

راہوری کے تعلقات کی مانت اسی مضمون کے ضمن میں
میر گفتگو کروں گا یہاں اسی قدر کہا ماسب معلوم ہوتا ہے کہ
سحر کے آنے کی روایت کی اصلیت صرف اس قدر ہے کہ
وزیر انوری کے مکان پر آیا تھا اور شاعر نے اس کے حیرت مند
ہے اور راعی لکھے ہیں چنانچہ رباعی

رست در آمد نصیر کاید بدست موکب میوہ و وزیر
انچہ گو سیا دست ہوں ہاں دست چار گو سیا دست گمیر
(کلیات ص ۱۵۵ طبع نول کتوم)

س کہتا ہے

بکھرے دیگر اس تشریف رات تہیہ متواں کرد
حدیث مصطفیٰ امیداں دلوایوب الصاری (کلیات ص ۱۵۵)

ما حطہ ہو

کہتا ہے جہاں صی حدائے
عقل کئی یائے رحاکش بدستواری ہساد
چوں قضا در دیدہ سخت تو سیداری ہساد
مالندار در خاک ہر گرہ اراداری ہساد
سوا ہم کہ خاکش را سپہر سر نہ جہتم حد و ندی و حناری ہساد

دستور حلال اور را کہ در مجلس
الصاب رسامہ ہر الصاف ساں را
قولہ ہمارے تذکرہ نویسوں کی بے حری دیکھو، یہ واقعہ سب لکھتے آتے ہیں
لیکن یہ کسی سے۔ ہو سکا اس قصیدے کو اور سی کی شاعری کا دیا ہے
کہتے ہیں اس کو کسی اٹھا کر دیکھ ہی لیا ہوتا، اور سی خود اس قصیدے
میں کہتا ہے

حسرو اسدہ را چودہ سال است کہ ہی آرزوے آں ماست
کہ دیمیاں مجلس ارستودار میماں آستان ماست
اس میں صاف تصریح ہے کہ یہ قصیدہ اسی زمانہ میں، ملکہ دس برس کی
اسدہ داری کے بعد لکھا گیا ہے۔ (شترالجم صفحہ ۲۶۵)

اگر واقعی سب سے پیشتر یہ اعتراض مولا ناشلی کو سوسھا ہے تو وہ نہ دل
سے مادیات کے متفق ہیں لیکن میرا عقیدہ ہے کہ علامہ موصوف اس معاملے میں
یہ فیسر روؤں کی تاریخ ادبیات ایران کے مرہوں مست ہیں اگرچہ لفظ ہر اس
سے استفادہ تسلیم نہیں کیا گیا۔ اس موقع پر یہ فیسر روؤں کے الفاظ ہیں
”امری الواقع یہ ہے کہ قصیدہ مذکورہ خود ایسی شہادت پیش کرتا ہے کہ
شاعر بڑی مدت پیشتر سے متفق میں مصروف تھا۔ اشعار
حسرو اسدہ را چودہ سال است کہ ہی آرزوے آں ماست
کہ دیمیاں مجلس ارستودار میماں آستان ماست“

(تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۳۵، طبع ۱۳۱۵ھ)

قولہ ”رہنہ رہنہ یہ مرتبہ حاصل کیا کہ سحر لے آں ماہ و حلال دود مصہ
اور سی کے مکالمے پر جا کر اس کی عورت احرائی کی“

(شترالجم صفحہ ۲۶۶)

حالت معلوم ہوئی تو بیٹھے پڑا لے کیڑے ہیں کہ پاگلوں کی صورت
ساگر، معری کے یاس گیا اور کہا کہ میں متاع ہوں، مادشاہ کی مح میں
قصیدہ لکھ کر لایا ہوں آپ پیش کر دیجیے، معری نے پوچھا کیا لکھا
ہیڑھ کر سناؤ، الوری نے پڑھا ہے

بہے شاہ درہے شاہ و بے شاہ رہے میر و رہے میر رہے میر
معری نے کہا یوں کہنے تو مطلع ہو جانا ہے

بہے شاہ و بہے شاہ و بہے شاہ بہے شاہ و رہے شاہ و رہے شاہ
الوری نے پہلی پہلی باتیں کیں، معری نے یہ سمجھ کر کہ درمار کا مسخرہ
سائیں گے، الوری سے کہا، کل آما، الوری دوسرے روز مہیا تو
معری خود ساتھ لے کر درمار میں آگیا اور کہا کہ جو قصیدہ تم نے
مدح میں لکھا ہیڑھ کر سناؤ۔ الوری نے متاعا نہ اندا میں پڑھا ہے
گردل و دست بھر دکلاں مانند دل و دست جدا یگانا مانند
شاہ سحر کہ کترین حدت درجاں مادنتہ لٹاں مانند
دوستر پڑھ کر رک گیا اور معری کی طرف خطاب کیسے کہا کہ اگر یہ قصیدہ
آپ کا ہی تو مافی امتعار سائیے۔ معری یہیہ ہوا، الوری نے پورا
قصیدہ سنا یا سحر بہایت مخطوط ہوا اور مدیاں حاص میں داخل کیا۔

(سترا نعم صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶)

پروفیسر برڈن نے اس قصے کو حدیث السیر سے سامعہ نقل کر کے اس پر
کوئی تفسیر ظاہر نہیں کیا، میں اس خیال میں پروفیسر موصوف کا تابع ہوں مگر
متلی نے اس کے بعض خط و خال قلم انداز کر دیئے ہیں میں اس روایت کے
اس غیر معمولی پہلو سے جس میں ایک شخص کا حافظہ اس قدر قومی ماں لیا جائے کہ

شادمانس لے مصطفیٰ امیرت کہ خلق ملکتا
بے تکلف برتکتر دارع میزاری بہاد
ارترت درعرص من عرفی نہادسے چک
مصطفیٰ درسل لوالوب الصاری بہاد
اسی سلسلے میں وہ قصیدہ لکھا گیا ہو جس کا مطلع ہو سہ

رہے ار کلکت اندر حیتہ دولت کل بیداری
لعونق کر وہ مدہتا جہاں ماناں جہاں داری
یہ عقیدہ کہ قصیدہ کسی دریر کی تریف میں ہو، رماعی مالاکے علاوہ دیل
کے ابیات سے بھی مہوم ہوتا ہو سہ

مخیر دولت و دی و اندر دیدہ دولت
رہائے نشت میائی رحت نشت بیداری
تو آن صدری کہ عالم را کمال آمد و وجود تو
مگر تا خویشتن را کتر از عالم نہ بیداری
ماطوں اسی قصیدے کے یہ اشعار ملاحظہ کریں سہ
ترا لطف تو دایمی لوداگر نہ کس وادارد
کہ رحت کر یا ہرگز پچھناں کل سبہ آری
رولت اندر دس مثل دانی چیر می آرم
مردول مصطفیٰ مردیک لوالوب الصاری
(کلیات صفحہ ۳۶۹ و ۳۷۰)

قولہ ”اوری جس طرح سحر کے دربار میں پہنچا ہو، اس کی کیفیت یہ ہو کہ اوری
دست سے شعر و شاعری میں متحول تھا، لیکن دربار میں رسائی حاصل
ہیں ہوتی تھی، جس کی وجہ یہ تھی کہ دربار کا ملک الشعرا امیر معری تھا
اور وہ کسی کو دربار میں کامیاب نہیں ہونے دیتا تھا اس کا حاطہ
ہایت قوی تھا، ایسی صرف ایک بار کے سبے میں وہ قصیدے
کا قصیدہ یا دکر لیتا تھا جب کوئی شاعر دربار میں آتا اور قصیدہ منانا
تو معری مادشاہ سے کہتا کہ یہ قصیدہ میری تصنیف ہو، چاہے قصیدہ
کا قصیدہ ہو دیکھ کر سنا دیتا، شاعر حیف ہو کر چلا آتا۔ اوری کو یہ

”امیر معری کہ سرآمد شاعرے زمانہ بود و دینق سلطان سحر مرتہ و نقب
سیار و انت اردیواں مولانا احمد معالی (لمعالی سحاس ۶) درید
است و ہر دو دیواں را ہلاک کردہ است و دیواں خود ساختہ است“
علاوہ بریں ہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انوری کا سرپرست سلطان سحر کا آخری
دریر ابو الفتح ناصر الدین طاہر اس مظہر اس نظام الملک (۱۲۸۵ھ و ۱۲۸۶ھ) تھا
کلیات میں اس دریر کی مدح میں مثنویوں قصیدے اور قطعات ہیں اس لیے
قوی احتمال کیا جاسکتا ہو کہ ایسے طاقتور دریر کے مقابلے میں امیر معری کی
کوشش دربار میں انوری کی رسائی کے برخلاف جہاں سرسبز نہیں ہو سکتی تھی۔
قولہ ”انوری کو علم محرم میں کمال تھا“ سحر کے عہد حکومت میں اتفاق سے

سمنہ ستیارہ روح میراں میں جمع ہوئے ”انوری نے اس سہا
یتیں گوئی کی کہ فلاں دن اس دور کا طوفاں آئے گا کہ مام نکات
رماد ہو جائیں گے لوگوں نے ڈر کر ”تہ حالے اور مرد آب تیار کر لے
اور تار و ج مقررہ یراں میں چھپ کہ ٹٹھے“ اتفاق سے اُس دن آتی
چو ا بھی۔ چلی کہ چراغ گل ہوا، سحر نے انوری کو بلا کر عاب کیا،
انوری نے کہا قزاقات کے احکام فوراً ظاہر نہیں ہوتے۔ فرید
کات نے اس پر قطعہ لکھا ہے

گھفت انوری کہ اوہبت باد با سے سحت

دیراں شود عمارت و کہ ”سیر رمزی

در سال دکن، حکم اولوزید دست بیچ باد

یا نرسل الریاح لودانی و انوری

(تمیذ العجم ص ۶۶)

ایک مرتبہ کے سننے میں کامل قصیدہ اذکر کر سکتا ہو، اس کا درندہ و مرتبہ کی سماعت میں یاد کر لیتا ہو اور اس کا علامتیں مرتبہ کی سماعت میں ضبط کر سکتا ہو اور جس اتفاق سے اس کو العجب ہیئتوں کا اجتماع ایک ہی وقت میں اور ایک ہی حادثان میں ہوتا ہو، قطع نظر کر کے اس قدر کہ اس ضروری سمجھتا ہوں کہ انوری کے معتقدین نے صرف اس قصے میں مکہ اور موقعوں پر بھی امیر معمری کو مدہام اور بطول کر کے کی کوشش کی ہے، مثال میں انوری کا ایک شعر پیش ہے۔

مرس م معمری گردی کلمہ واں رگزشت

مگر در طیل سام بیر دو و محمدی

شادی آمادی اس شعر کی تشریح میں کہتے ہیں -

”دیں مہر آست کہ امیر معمری بحضرت انوری اذروے حد نہتہ دروغ کردہ لو و پیش پادشاہ تعریف کردہ کہ انوری شہر بلخ را جو کردہ پادشاہ بد و مقلب شد و حکیم انوری را مقتضہ رہاں یو شاید و تہیر کرد و خواست تا حضرت انوری را مرحوم سوار کند و مگر دہتر مگر دامیوں حکیم مذکور اس قصیدہ را گفت و پادشاہ را مع کر لے بلخ تعریف کرد مار داشتند و مگر سوار نہ کردند دہتر راں شد“

حالانکہ امیر معمری ۳۵۵ھ میں سحر کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اور جو بلخ کا واقعہ سحر (مثنوی ۳۵۵ھ) کی دہات کے بہت عرصہ بعد طویل تگیں کے دور میں ہوتا ہے۔ شادی آمادی نے ایک اور واقعہ انوری کے ایک اور شعر کی تشریح میں لکھا

ہو شعر یہ ہے

کن اسم اکا بر گردن کتاں نظم کو را صریح حوں دو دیوان گردن ست
شادی آمادی کہتے ہیں -

می گفت لوری کہ شود مادہ چنانک کوہ گراں ریائے درآید چو سگری
 سائے گزشت و برگ بھیدارد و حمت یا مرسل الریاح تو دالی و لوری
 (قصائد طہیر ص ۱۱۱، طبع دول کد رس ۱۳۸۵ء)

ستاروں کے اقتران کا ذکر دہل کے اشعار میں آتا ہے۔

اجتماع اقتران دانی کہ در میراں چراست خود کو دانی کہ آں صعت جیہ کو کوزہ اند
 ارہائے وزہ خاک کف یائے ترا لغد بہت اقلیم گردوں در ترا و کوزہ اند
 (قصائد طہیر ص ۱۱۵)

طہیر نے طوفاں کے لطلاں میں کوئی رسالہ بھی لکھا ہے۔ استعارہ دہل ملاحظہ ہوں۔
 رسالے کہ۔ انتائے خود مرستادم مجلس تو در الطال حکم طوبانی
 اگر در آں سخم شہتے سمت و میوای کہ ار حسدیدہ ایام میرید حوانی
 راجیاں کہ لود ہم مستے ماید کہ لے عدا ستواں داستت روح حیوانی
 (قصائد طہیر ص ۱۱۷)

طہیر جس ایام میں طوفاں کی راج میں مصروف تھا اور ایماں میں مقیم ہو
 قرل ار سلاں شہہ بھ میں قمل ہوتا ہے اور لطامی کا مدوح الونکر بصرة الدیں اس
 کا حالتیں ہوتا ہے قطعہ دہل میں طہیر کا مخاطب یہی بصرة الدیں معلوم ہوتا ہے تاہم
 سکایت کرتا ہے کہ جس شخص نے ایسی پیش گوئی میں کہا تھا کہ طوفاں مادے سے دیا
 تہا ہو جائے گی اس کو تم نے خلعت اور اعان سے سرفرا کیا لیکن میرے ساتھ
 جس نے اس کی بیسیں گوئی کی تردید کی ہے اور یہی طرح کا سلوک روا رکھا ہے۔
 شاہ رکوۃ گوشتن رماں راردی نقطہ ستور من سولے و تشریہ جواب
 آنکس کہ حکم کردہ لٹوفاں مادہ و گفت کاسیب آں عماست گیتی کہ در حرا
 تشریف یامت ار تو اقبال دید و جاہ در سد آں نہ شد کہ خطا گفت یا صواب

یہ بیستمیہ سیارہ کا اقتران نہیں تھا بلکہ یا بچ ستاروں کا لیکن سلطان سحر کے
ہند میں ہیں کیونکہ اس کا انتقال ۱۷۵۷ء میں ہوتا ہے اور ستاروں کا اجتماع
لسدیہ بہشت القلوب محمد اللہ مستوفی ۱۷۵۷ء میں اور لند کا کل اس الائیہ
۲۹ جمادی الآخر ۱۷۵۷ء کو ہوتا ہے۔ اس میں بھلی تاریخ صحیح ہے۔

فی الواقع الوری نے اس طوفان کے متعلق اگر کوئی استعارہ لکھے ہیں
تو وہ ہم تک نہیں پہنچے۔ کلیات میں پسر میرداد کے مدحیہ قصیدے میں اللہ ایک
تلیح یا مئی حاتی ہو جس سے اس قدر صدمہ ہوا کہ الوری طوفان کی شدت
کی اس نوعیت کا مولانا شلی کے مابین سے مترشح ہو اور جس کو تمام تذکرہ نویس
ایک مالمہ امیر طریق سے مابین کرتے آئے ہیں ہرگز ہرگز معقد نہیں تھا وہ
اس طوفان کا ذکر بہایت بے پروایہ انداز میں کرتا ہے۔ اور تلیح شعر ذیل میں
آتی ہے۔

آباد دارنیمہ خود از جہاں مداد طوفان بادیمہ خود کو حراست خواہ

(کلیات ص ۲۶۳)

مقطع میں بھی شعر کسی قدر تغیر کے ساتھ یوں لایا گیا ہے۔

آباد دار ملک رہیں حسروا مداد طوفان باد ملک ہوا گو حراست خواہ

(ص ۲۶۴)

طوفان کا ذکر اکثر معصرتاریخوں میں ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدے
ایام میں بہت کچھ محنت و جدال اور مساطرات کا مورث ہوا ہے اس بحث میں
حیث کہ یہ دیسریوں نے ذکر کیا ہے طہیر خاریانی سے سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا ہے
وہی قطعہ جو ریڈ کاتک کی طرف منسوب ہے قصائد طہیر میں بھی موجود ہے وہ ہوا۔
لہ طوفان سے متعلق اشارے حیث کہ آئندہ مذکور ہوگا لطیفی گجری اور کمال آئیل کے ہاں

عراساں کے بعض حصے جس میں بلخ اور ترمذ قابل ذکر ہیں اس
آحاتے ہیں جس میں موحرا الدکر مقام کو وہ ایسا یا نیہ تحت سالیثا
ما تہر ادہ ہیں تھا الوری کے شعر سے واضح ہوتا ہے۔

رستہ رستہ سلجھ قیاس یک حولاں

شکارے کہ لصد سال کردہ رلادہ ۲۶۱

رم شایوں سے بھی اس کا کوئی علاقہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ
مائی مانتا ہے۔ بلخ پر پہلی مرتبہ قائل ہوئے کے بعد بعض مصلحتوں
کو چھوڑ دیتا ہے اس وقت تک ہمارے شاعر کے اس کے ساتھ
ماتم ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ کلیات میں ایک سے زیادہ موصوں پر
کے بلخ چھوڑنے پر ایسا موصوں طاہر کرتا ہے شعر

تو میری دریں و راں ہی گوید

یہے رعدل تو خلق حدائے آسودہ

ہ جس وقت ترمذ کو مستقلاً اپنا صند مقام سالیثا ہے الوری حوال
قیام پر ہے اس کے دربار میں حاضری کا اثنیاق ایسے بعض
کرتا ہے۔ مثلاً -

تو بد درسی حراماد گفت الوری ہما نہ جہ آری گہ بست
ن گفت حرمی مکس مگر رکہ عالمے ہمہ آب و گیاہ بست
ملے ہست گفت بست عجب ار حیا لبائے دایع ساہ بست
س اگر نہ نہ گفتے سکا رارائے مجلس نہ بلخ چاہ بست

(۵۵)

رقصیدے میں جو عماد الدین سرور شاہ کے بلخ چوڑے کے سب

میں مدہ جوں خطا سے ہے الطال کردہ ام ماس چہا روجہ و گرمی رود حواس
(تقدائد طہیر ص ۱۶۷)

قوله 'الوری لے اب دربار میں رہا ماسمہ سمجھا اور ترک ملازم کر کے
یشتا پور چلا آیا۔ اب اُس کی تہرت دُور پھیل کئی بھی، ہر طرف سے
امرا و دُوسا کے پیام آتے تھے کہ ہمارے دربار میں قدم رکھ سیکھیے
۱۲۳۵ھ میں سلطان احمد میرور شاہ نے اس کو خط بھیج کر ملا یا اور
ساتھ لے کر حواریہ کی طرف روانہ ہوا، الوری پُرس کر کر دیا
جیوں راہ میں بیٹنا ہوا اس قدر ڈرا کہ دلچ پہنچ کر سلطان احمد سے معذرت
چاہی اور وہیں رہ گیا، لیکن دلچ میں اس قدر تکلیف پہنچی کہ تنگ
آکر ایک قصیدہ لکھا اور سلطان احمد کی خدمت میں بھیجا مطلب کی
مات اس طرح ادا کی :-

ابن حال کہ در بلخ کون دام ارجوف پریتالی و گراہی
ریں پیتن اگر وہم و گماں مئے آن مخطے کو نہ نظر ساہی
رہمہ جیوں بہ بامور مشن جوں لططیعت سدے راہی
سلطان احمد نے اس کو دربار میں طلب کیا اور مستند خاص بھیجا
کہ الوری کو ساتھ لے کر آئے ؟ (شعرا لعم ص ۲۶۷)

یہ خیال کہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوئے کی مایہ الوری سحر کے دربار سے
قطع تعلق کر کے یشتا پور چلا جاتا ہے در سب ہمیں معلوم ہوتا۔ سحر اور الوری کے
تعلق اب میں کبھی کوئی تعبیر نہ دے سکتا ہوں
سلطان احمد میرور شاہ کے سوانح کے متعلق تاریخیں حامیوں میں کلیات
اس قدر روتی ڈالتا ہے کہ اندامیں وہ ایک دہائی تہرا رہا تھا اور سحر کے عہد سے

طبیعت میں تسک طری اور کم حوصلگی بھٹی ررا کسی سے رخ ہوا اور

اس سے بھوکا طوار مادہ دیا اس حادث کی وجہ سے اس نے سائے

رمانے کو دھس مالا لیا تھا !

(شعرا لعم ۲۶۹)

اس پر مجھ کو ایک انگریزی صر سائل یاد آتی ہو کہ پیپلے کتے کو دمام
کو لو، پھر متوق سے اس کو پھالسی، دے ایک شاعر کے کمالات سے اٹھار کے
کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہو سکتا ہو کہ اس کے کمتریوں او صاف کو خوب چکایا
جائے اور اصلی کمال سے اعماص کیا جائے۔ چونکہ علامہ شبلی کے گوشتہ خاطر
میں پھیر داریائی کے سالفہ آمیز احترام نے ایسا گھر مالا لیا ہو اس لیے عرب
الوری کو مشکل سے بیروں آشاں جگہ دی جاتی ہو۔ دولواریں، تمام دیا جاتی
ہو ایک پیام میں نہیں آتیں اسی لیے مجھ کو حیرت ہو کہ الوری کو شعرا لعم کے
مشاہیر میں کیوں داخل کیا گیا اور کیوں اس کے ساتھ لے ہر مادر کا سا سلوک
جائز رکھا گیا۔

الوری کے کمالات سے جس نے اپنے وطن کی تاریخ کے حص ہہاتہ
ناریک موقعوں پر اسی شاعری کے دریے سے عظیم الشان کار مامے حاصل
کر لے کی کو مستحق کی ہو اور جس نے اسی طبعی شرافت اور اخلاقی حرأت کا
شاں دار توت دیا، مولانا کو اسی قدر یاد رہا کہ بھو میں وہ ہماییت لطف مصیبت
بیدا کرتا ہو لیکن طبیعت کا دلی اور تسک طرف ہو۔

مشق میں کے یامات بر کلیات کے منتج سے یہ امر متحقق نہیں ہوتا کہ
الوری کو بھو میں کوئی خاص شغف تھا۔ بھو اتعاقیہ الوری کے ہاں بھی پائی جاتی
ہو جیسے اور شعرا کے کلام میں لیکن یہ کہا کہ جہاں کسی سے ماراں ہو، بھو کہ وہی
اور اس طرح ساری دیا کو ایسا محالہ نالیا میرے خیال میں واقعات پر مبنی

ماہ بعد لکھا جاتا ہے الوری کہتا ہے
 حسرو اس سدا را در مدت این مہت ماہ
 گر میسر گشتے اندر بہمت کشور اورے
 تا مرا از لہ دریا کے حواں دست وار
 فی اشل رتختہ برے کشتاں تا معبرے
 ہستی از بس کہ سر بر آستانت سودو
 چوں دگر ابائے جس حلیں اکوں سہنے
 لیکن اس قصہ میں ناقص حمایت دیکھا
 مادہ ام در قعر دریا سے حلیوں لگے
 میرور شاہ آحر کار اپنے وریر حلال الوری کو اس کی طلسمی کا حکم دیتا ہے۔ وریر
 الوری کے ام حواں طلب روا کرتا ہے۔ جواب میں شاعر ایک قطعہ لکھتا ہے جس
 کے بعض اشعار حوالہ قلم ہوتے ہیں۔

مثال عالی دستور چوں مدہ رسید
 قیام کرد و موسید و رد و دیدہ ہباد
 مرا بخدمت او خواندہ کہ خدمت او
 کد سبہر کہ ہست اور ماہ را سیاہ
 عمادہ دولت دس آں کہ حص دولت دس
 یس از دور حراں اور شدہ آماد
 شہ مطر میرورستہ کہ فتح و طہر
 رسایہ علم و متعلہ مسائل یاد
 علامہ تلی شاعر کے طلب کیے حالے کی تاریخ سلطنت بیاں کرتے ہیں
 لیکن یہ صحیح نہیں۔ الوری کا بیاں اس کے متعلق ماکھ صاف ہے شعر
 اور آمد در حجرہ منیم شے
 دور ہمنہ یعنی دوم ہمن ماہ
 سال ندیا الصدقی و سنہ النجم
 گفت بر جبر کہ ارہتر دس سہتر ۲۵۰
 شاعر کا مقصد یہاں سن یرد حردی سے ہو حواں ایام میں عام طور پر ایراں
 میں رائج تھا اس ہجری اس وقت ۱۰۰۰ھ کے مابین ہوا چاہیے۔
 قولہ ”اقسام سس میں سے الوری کی طبعیت ہجو سے حاصل مناسبت
 رکھتی تھی ہجو میں وہ ہایت دل چیب اور لطیف مصا میں پیدا کرنا
 تھا سو شعر اس کی رماں سے نکلا عالم میں پھیل جاتا اس کے ساتھ

در سوال و جواب مدد داد علم و ستاد
 س این فتویٰ مکد چون فصل بر حواد
 حال عالم چیست یس تواند کر اس نگرداند
 نماید ارجہ بود عقل این حاد و ہی ماند ۶۶۵

س

ن حمید الدین کہ حرد مدح تو ہی حواد
 روئے سوا گشت کہ مداد ہی و ستاد
 یں کہ خود مکد گر حیم حاسے لواند و داد
 نیاز و احبیت کہ یئے بفع کس قصار اند
 او بیاید اران کہ مدب در میار نمتاد
 عوض دورست فعل او کر فعل ماماد
 من حر تسلیم حولیت را ملق اریں بر کاند ۶۶۵
 ماوری حوالوری کو لکھتا ہی -

اے اوری توئی کہ فصل و ہر لونڈ
 حرار و در گار و اصل ترا ہی ۶۶۵
 س اوری لکھتا ہی -

تجاری اے حظ و شعر تو دام و دانہ عقل
 ہر ار مرغ چوس صید دام و دانہ تو
 الت صرف ایک ایک شعر پر قناعت کرتا ہوں یہ ورے
 یا س ملاحظہ ہو۔

ہیں۔ الوری فرستہ ہیں تھا اسان تھا، لعص معاصرین سے اس کی عداوت
 ضرور رہی ہو اور یہ تلخ تحریہ ہر شاعر اور ہر اسان کو ہوا کرتا ہو لیکن اس کے
 دشمنوں کے مقابلے میں اس کے دوستوں اور مداعور کا دائرہ وسیع تھا بڑے
 بڑے لوگوں سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے۔ صدر اور امر اس کی
 عورت کرتے تھے، سلاطین اور دربار اس کا احترام کرتے تھے اس میں لعص
 نے اس کے قطعات کے جواب میں قطعات لکھے ہیں۔ میں لعص کا ذکر کرنا
 مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) قاصی حمید الدین صاحب مقامات حمیدی (المتوفی ۸۵۹ھ) اس
 عہد کے ہایت مشہور شاعر فاضل اور ادیب ہیں۔ الوری سے اس کا شہداء اتحاد
 بے شک کی حد تک پہنچا ہوا تھا دونوں ایک دوسرے کے کمال کے معترف تھے
 اور دونوں نے مختلف موقعوں پر ایک دوسرے کے حق میں قطعات لکھے ہیں۔
 الوری کے ایک قطعے کے جواب میں جس سے تلی نے دو ترنل کیے
 ہیں قاصی صاحب لکھتے ہیں :-

مرا الوری آں چو دریا تو لکر	ہی اس رادہ کال فرستد
چو لے برگیم گشت اورا مقرر	ر حلد بریم ہی حواں فرستد
حو ہر گنج را جائے دیرانی آمد	اراں گنج حود سے ویلاں فرستد
بمانا دآں دوست کوں دوستاں را	عداے دل و راحت حاں فرستد

ایک موقع پر قاصی صاحب الوری سے دریافت کرتے ہیں کہ خدا کا
 علم ہر تے پر محیط ہو اور تمام واقعات اس کے ارادے کے مطابق ظہور پزیر ہوتے
 ہیں لیکن عدا جب جا ہے اس میں تعبیر پیدا کر سکتا ہو کیونکہ وہ قادر مطلق ہو لیکن
 دیکھا جاتا ہو کہ اس کی مشینت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی آخر اس کی

درجہ اوحد الدین مسرورانہ الوری لے آنکہ اردو عالم وحدت مسورت
(۹) سراجی شاعر ترمذی کے خط کے حواص میں الوری کہتا ہے
سراجی لے رقیماں حضرت ترمذی رسید مائے توہمچو نامہ رہبت ۶۶۱
(۱۰) ایک وریر دراز سے اُٹھ کر اپنے محل کی طرف حار ہا تھا داس یاو میں
اُٹھا گر پڑا۔ الوری لے اس موقع پر ایک قطعہ لکھ کر بھیجا جس کا ابتدائی شعر ہے
صاحبا سقطہ مبارک تو نہ آسید حادثات رسید ۶۶۲
وریر قطعہ کا حواص قطعہ میں دیتا ہویش ابتدائی شعر پر قضاعت کرتا ہوں
گر جیت شب سقطہ میں ہر کہ دید یارہ اردو ر قیامت ترمذ ۶۶۳
کلیات سے بعض ایسے واقعات معلوم ہوتے ہیں جس سے اندازہ لگایا
جاسکتا ہو کہ الوری لے رما لے کو ایادش مائے کے کھائے ایسی کوستس
بھی کی ہو کہ دشمنوں کو دوست مایا جائے۔

موجی مروی اس کا سخت ترین معادہ مانا گیا ہو لیکن الوری اس کی
طرف بھی ایسی دوستی کا ہاتھ بڑھا لے کے لیے تیار ہو چکا ہے کسی دوست کو
کہتا ہے

آدم مائے کہ حاس مرو گر لطف تو عکسار آید
گر موجی دوست داری تو مدہ را پیر دوستدار آید
یا سردیک اوروم درے کہ برویم یک دو مار آید ۶۶۴
کسی اور موقع پر شاعر ایسے کسی دشمن کی سفارش میں جس لے اس کو نقصان
بچایا ہو کہتا ہے

لے حواس سخت سرورے کہ دید چوں تو فرزانہ تیرم عالم پیر
نہد را خصم اگر نہ بین تو کرد نقی عواں مائے ترمذ

(۳) نوح الا حاصل فجر الدین خالد س ریح المسالکی سے اور ی کی گہری دوتو
بھی وہ کہتے ہیں ۛ

سلام علیک اور ی کیف حالک مرا حال لے تو نہ یک است ماری
(۴) ارشد الدین ایک اور شاعر جو جس کے قلعے کے حواب میں اور ی
کہتا ہو ۛ بیچ دانی ارشد الدین کر کھ طبع تو دوست
میں چہ تر مت ہائے آب رنگالی حورہ ام صہ

(۵) کمالی شاعر اور ی کا معاصر ہو اُس کے قلعے کے حواب میں اور ی
لکھتا ہو ۛ

شعر ہائے کمالی آں ریح پائے طعن سیرہ ورق کمال

(۶) ایک اور شاعر اور ی کو لپے گھر ملاتا ہو ۛ

اوحدیں اور ی لے میں مرید طبع تو فے ہوائے عشق دہر تو مراد طبع میں
ہم نہ نیم دولت چل تو اندر درج حوین گر محل دولت و اقبال گرد درج میں ۛ
(۷) ایک اور شاعر جس کا نام معلوم نہ ہو سکا اور ی کی مدح میں قصیدہ

لکھتا ہو ۛ

لے در بہر معتمد اعیان روزگار	در لطم و متر حطل دستان روزگار
آساں بر لعاد تو دشوار احتراں	بید است رصمیر تو پہاں روزگار
حلم ترا کماہ ہی کرد ناگہاں	نگست ہر دو پلہ میراں روزگار
احلاق تو سواد ہی کرد لطیف تو	پُر شد میاں و فقر و دیواں روزگار
ما عقل ترساں ترساں گفتم کہ در ثنا	آرا کہ ہست دیدہ اعیان روزگار
لقمان روزگار میں حوام چہ گفت بے	حر اور ی کہ رسید لقمان روزگار
(۸) ایک اور شاعر لکھتا ہو ۛ	

ھی الدینا قول مملوء مجھا حد امیر حاکم میں بطریق و فکری

اور یہ سمجھا کہ کچھ بھی ہو، تحقیق سے اصل واقعہ معلوم ہوا۔

(شرائع ص ۲۴)

مولانا سلی اس موقع پر پہلی مرتبہ محمد بنی کی لٹا لٹا کا حوالہ دیتے ہیں لیکن میرا عقیدہ ہے کہ یہ کتاب اس وقت تک اس کی نظر سے نہیں گزری تھی اس لیے کہ سلی فخر الدین مردوی کو ملک طوطی کے دربار کا شاعر اور مثنوی بیاں کرتے ہیں جو ملک طوطی کے حوب سے اور یہی کو اصل واقعے سے اطلاع نہیں دے سکتا حالانکہ لٹا سے کوئی ایسا مہموم ظاہر نہیں ہوتا بلکہ قیاس میں آتا ہے کہ حود علاء الدین کے دربار سے اس کا تعلق تھا۔ اس موقع پر لٹا کی عبارت ہے -

”سرد یک ملک طوطی منتت تا آن ملل ستاں مصاحت را

مکومت او فرستد و لطف جماعت درمیاں آورد و جیاں می

سمود کہ اورا سبھت بہمت و تطف استد عامی کمد و دمیر داشت

کہ چون بردے دست یابد اورا نکال گرداند و امیر عید فخر الدین

را اراں حال علم لود و صورت حال ہر دیک آدمی تو است

منتت جہار سطوت بہر سلطان علاء الدین می اندیشید و مصافحت

و دوستی ما بہال رضائی داد“ (لٹا لٹا جلد دوم ص ۱۷۷)

ملک طوطی مرد شاہجہاں کا رئیس ہیں جو ملک قائل عر کا سردار سحر کے دربار میں عروں کے دو ایلی رہا کرتے تھے ایک کا نام قرعہ و تھا اور دوسرے کا طوطی۔ جب شکستہ میں اس قائل نے سحر کو شکست دے کر اور اسیر کر کے تمام حراساں پر قصہ کر لیا تو میاں طوطی کا طوطی حوب لولے لگا اور

بالمش آں بس کہ تا سحر سعاد
 لے گئے مست شربت تسویر
 مرا میدیش ار عطاے زرگ
 لے زرگ جہاں محرم حقیر
 راکہ حر دست خود تو مکشد
 یاے ظلم و یاز و رنجبیر
 مادرے پیر دار و دوسہ طفل
 ار جہاں لعور حصت فقیر
 ہمہ گریاں لقمہ ار امید
 ہمہ عریاں حامہ ار تدبیر
 عم دل کردہ سر نوح ہر یک
 صورت حال ہر یک تصویر
 دست اقبال ار نہ مکتاید
 سدہ ادمار میں معیل فقیر
 گاد و دوشاے عمر او مدد
 رہیں یس ار شک سال حادثہ تیر ۱۵۳

اوری کا اگر ماہ دہش ہوتا تو اُس کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے دہشوں کے ساتھ
 اس قدر دیاض خدمات کا اظہار کرتا۔ مولانا شلی کی احوال و تقریبات احتجاج انگیزہ
 کبھی تو اوری کو ایسا بلند پایہ مانتے ہیں کہ سحر حیا جلیل القدر سلطان دومرتبہ
 اُس کے گھر جاتا ہو اور جب مارا ص ہوتے ہیں تو اتنا کم طرف اور مدح و صلہ تاتے
 ہیں کہ تمام دنیا کو اس کا دہش نہا دیتے ہیں۔

قولہ ”سلطان علاء الدین ملک الحال سے لوگوں نے شکایت کی کہ اوری نے
 حضور کی بھولکھی ہو سلطان نے ملک طوطی کو حرم و شاہجہاں کا ڈپٹی
 بنھا، خط لکھا کہ اوری کو گرفتار کر کے دربار میں بھیج دو۔ ملک طوطی
 نے مہر الدین مردری کو حواس کے دربار کا شاعر اور متی تھا حکم دیا
 کہ اوری کو لکھو کہ میں آپ کے ملے کا مشتاق ہوں مہر الدین مردری
 اوری کا بڑا دوست تھا اُس نے اوری کو اصل حال سے مطلع کر دیا
 چاہا، لیکن ملک طوطی کے ڈر سے صاف صاف نہیں لکھ سکتا تھا
 اس لیے خط کے سرنامہ پر یہ مستحکم لکھا

چار تہہ رست حراساں را رجا بھر
کہ وسط شاں رہ مسافت کہ صد در صد
گر چہ شور و حرافش ہمہ مردم دارد
ہر جاں بہت کہ آستق نام و دوست
بلخ را عیب اگر چہ ما و ما شش کند
ہر ہرے مردی بہت کہ صد و صد
مصر جامع را چارہ نہ لوداد و ملک
معدن در و گہرے سرب دشت بہت
حد اہتر لٹا یور کہ در ملک جلانے
گر بہت ست ہمیں ست گرہ جو بہت
اہل تہراس راس قدر ہم ہوئے کہ لوری کو کر کہ سمٹ کلاہ کیا اور
اوڑھی اٹھا کر گلی کوچوں میں بہتیر کی، اس سے بھی زیادہ لوٹ پہنچی
لیکن قاضی حمید الدین جس کی تصنیف سے مقامات حمیدی ہو اور جس کی
شاں میں لوری لے کہا ہے

مدح و تہا گر کم راسے ملے نہ دشوار گویم نہ آساں فرستم
دلیک نہ مدح حباب حمیدی اگر وحی ماستد ہر اماں فرستم
ایہوں نے لوری کی حمایت کی اور اس کی حاکم کی گئی، لوری نے اس
واقعات کا اس قصیدے میں ذکر کیا ہے

لے مسلماناں صاں اردو و جیسر جیری

جو کہ لوری کے بچاے میں الوطالہ لیم، صلی الدین عم، معنی بلخ الدین
حسن محتسب، نظام الدین احمد مدرس نے بھی کوشش کی تھی، اس لیے
قصیدے میں سب کا ذکر کیا ہے اور بلخ کی جو سے ہایب سری کی جو کہ
بلخ صہ الاسلام ہے میں اُس کی جو کیوں کر کہ سکنا ہوں۔

(سترالعم صفحہ ۲۴ و ۲۵)

جو بلخ کے اصل واقعات، ایسا معلوم ہوتا ہے ہم تک نہیں پہنچے۔
تذکرہ نگاروں کا واحد عالم ہی قصیدہ ہے جو گوگد مامہ درناں بھی، جو بلخ

طوطی سے ملک طوطی س گئے۔ انوری جو عروں سے دلی موت رکھتا تھا سوئی قیمت سے عر انقلاب کے دور میں کچھ عرصے کے لیے ملک طوطی کے دربار میں توسل پیدا کر لے پر عور ہوتا ہی اور ضرورت وقت اس کی مدح و تسائیں طپیں بھی لکھتا ہو لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ تعریضوں میں درپردہ تعریض مقصود ہی مثلاً یہ شتر -

طوطی اے آکہ رانصاف تو ہریم تھے ملل شکر بیوقوف سرد درمرہ را
دیکھو شاعر طوطی کے لئے ملل لے آیا اور یہ شعر بھی ملاحظہ ہو -
حسد صاحب قرآن طوطی کہ ارانصاف و مادہ را تہو ہوا و است تاہیں احم
شاعرے یرمدوں کا صلح ہمیں چھوڑا اور دلیل کی رماگی میں تو پورا
چڑیا حادہ بھر دیا ہی۔ رباعی

لے یرہا سے ہمت جرح مدام کمک ارطرت گرفتہ ما مار آرام
اقبال تو شاہیں و کوثر آیام سیرع نظمیر حسرد طوطی مام ۵۵
دیواں میں اگرچہ عور یوں کے متعلق کئی تلیمات ملی ہیں لیکن کوئی نظم
ایسی موجود نہیں جس کو علاء الدین کی بھو کے مام سے موسوم کیا جا سکے اللہ
ایک شعر ایسا ہو جو علاء الدین کی مارامی کے اسباب پیدا کر سکتا ہو -

کہ سوراج عور کیوں تو در مثل مومن مادہ شیر راست ص
قولہ "انوری کے مخالف شترالے اب یہ طریقہ اختیار کیا کہ خود بھویں لکھ کر

اُس کے مام سے ہنود کرتے تھے اور انوری کو اس کا حیارہ اٹھا
پڑا تھا۔ چاہے جب وہ طبع میں آیا تو موتی شاعر لے حکیم سورنی
کی رہایت سے طبع کی جو لکھی اور انوری کے مام سے ہنود کوئی
اس کے حیدر شاعر یہ ہیں سے

اور ہمارے شاعر کے ساتھ اس کی عداوت دس سال سے چلی آرہی ہے۔
 تا تو فرصت جو سے گردی و زکیں کا چند عرصہ وہ سالہ را نام لکھو آوری
 جو کا مصنف خواہ کوئی ہو حکیم اوری کے بیان سے صاف پایا جاتا ہے
 کہ صاحب 'حر نامہ' نے جو نقول شادی آمادی حکیم سوری ہی اس کی ہجو کی ہے
 سو گند مامہ شعر

یوں مر اور اد اصع خرامہ گیر لیں گاؤ گاہ اور در حرمس من مستدار حری
 ہیں یاد رکھنا چاہیے کہ "ہجو بلع" اور حیرت اور "حر نامہ" کوئی اور چیز
 ہے اور وہ نظم جس سے ملحقہ مادہ میں ہوتے ہیں ہجو بلع ہے نہ حر نامہ۔ شادی
 آمادی نے حکیم سوری کے کلیات سے حر نامہ کے چند اشعار نقل کیے ہیں
 چونکہ موجودہ مذاق کے معیار سے پست ہیں لہذا نظم انذار کیے جاتے ہیں
 صرف درس و ردیف کی خاطر ایک شعر یہاں لکھ دیا جاتا ہے۔

آں سر حراں بجائے مایہ سر حری یر معر حر شود ہمہ دیواں دقمر
 شادی آمادی سوری کے دیواں سے امیر معری کی ہجو کے بعض اشعار نقل
 کر کے یہ غلطی مترت کرتے ہیں کہ ہجو بلع کا اد اصع خود امیر معری تھا لیکن امیر
 معری ۱۱۵۵ھ میں وفات پاتا ہے، اتیر الدین قوسی اس ایام میں مدہ تھا اور
 اوری سے اس کی مخالفت کارار بھی طشت اذام سی اسی لیے تذکرہ نگاروں
 نے ہجو کا قرضہ اس کے نام پر ڈالا ہے۔

آدم بر مبر قصہ ہجو کا حمیازہ لے گماہ اوری کو اٹھا مایہ اٹھایلی واقعات
 کسی کو معلوم نہیں سو گند مامہ میں شاعر نے اس قدر کہا ہے بیت

رہبر من معری کرے کلمہ داں برگشت مگر در طیلسم یر دور معری
 اس شعر کی ترجمانی میں اہل تذکرہ لے قیاس دوڑایا ہے کہ لمبیوں سے

کے نام سے مشہور ہے۔ میں بھی ان واقعات کے مطالعے کے وقت اسی سوگند نامے سے کام لوں گا۔

سحر کی دعائے کے بعد جب حراساں میں انقلاب پر انقلاب آرہے تھے اور آئے دن حکمران بدل رہے تھے اوری بلخ میں حکومت اختیار کر چکا تھا۔ ان دلوں طرل نگین کا ہمد حکومت تھا جیسا کہ شاعر سوگند نامے کے مقطع میں کہتا ہے۔

حدائق تاریخ میں انشا کہ فرامدہ بلخ رایت طرل نگین لودہ است رائے مار کا
اس فرامدہ کے حالات سے ہم تاریکی میں ہیں لیکں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا زمانہ سحر کے بعد ہے۔ چنانچہ اوری سے

کلب اگر در دولت سحر آخر یرگشت سند حواں مار و گر در دولت طرل نگین
علی ہا جو بلخ کی تاریخ سے ہم ماواقف ہیں۔ مالموم ہی خیال کیا گیا ہو کہ یہ واقعہ اوری کے آخر حقہ عمر سے تعلق رکھتا ہو جس کے بعد وہ عزلت میں ہو جاتا ہو۔ یہ دھیسر روؤں اور میرزا محمد قریبی اس واقعے کا لٹو اوری کے بیتیں گوئی کے حلقہ ثابت ہوئے کی یاد اس میں تاتے ہیں لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اوری کی عزلت گریہ سے بہت عرصہ پیشتر طہو میں آیا ہو۔ اوری کی تہسیر سلطان سحر المتونی ۷۵۵ھ اور قاصی حمید الدین المتونی ۷۵۵ھ کے میں دعائے کے درمیان کسی وقت عمل میں آئی ہوگی کہا جاتا ہے کہ قاصی حمید الدین شاعر کو بلخ کے ہاتھ سے کات دلو اتے ہیں۔

جو کے اصلی مصنف کے نام سے ہم ماواقف ہیں سوگند نامے میں صرف ”حدود“ کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ شعر

بار داں آخر کلام من رسول حدود درق کن نقش الہی رار نقش آوری

اس کی موجودگی میں بھلا میری کیا مجال ہو سکتی ہو کہ بلخ کی ہجو کا خیال بھی دل میں
لا سکوں اس کے متعلق سوگند نامہ کے بیانات ماکمل صاف ہیں۔

ماجیں سکاں اگر ارد دریاں عقدے کسند فارغ آید حیرتِ اعظم از حیرانے زیوری
ہجو گویم بلخ را بہا ہات یارب رہمار خود لوان گفت کہ رنگار مت روحی جہا
اس رنگوں میں سب سے مقدم نظام الدین ہیں شلی اس کو نظام الدین
احمد مدرس کہتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ اس سے درجہ افضل و ارفع معلوم ہوتا
ہو شادی آمادی اس کو صالط بلخ کہتے ہیں لیکن صحیح یہ ہو کہ وہ قاصی القصاۃ ہیں
سوگند نامہ -

افتخار حادان مصطفیٰ اور بلخ و من کہ وہ ام در حدائق صفائی وہم لوری
آں نظام دولت دیر کا نظام عدل او در دل احصاں کند ما دصارا دہری
دریاہ ستہ جاہ رعیت یروستس بر غلاب آسمان راں وہ کنگ درمی
ہم موت در لب ہم یاد شاہی درجہ کوسلیماں تا در گسترتن کند انگشتی
مسد قضا القصاۃ سرت و عسافرستہ آں کہ ہست ارمسدتن ہاسیاں برابر تی
آنگہ بین کاک و طشت آں دسحر آنگہ حلال صد جو ہستند جوں گوسالہ بیت سامی
آب و آتش را اگر در محاسن حاضر کسد ارمیاں ہر دو مزارد تنکو ہست داوری
قاصی مہمد الدین کے ذکر کے بعد لوری خواجہ صعی الدین عمر کا ذکر کرتا ہوں شعرانہ

میں انھیں "صعی الدین عم" کہا گیا ہو لیکن سوگند نامہ -

خواجہ ملت صعی الدین عمر در صد شرع آنگہ سود دیورا در سایہ او قادری
کلیات میں اس کی تقریب میں ایک اور قصیدہ موجود ہے جس کا مطلع ہو -
ماہ گراں مس جعفر و مختصر است ادیں زمانہ دوں در گر رکہ در گریست
تاج الدین کے بعد محمد الدین الوطاس کا نام آتا ہو غالباً یہ وہی بزرگ

اور یہی کو تھمہ کلاہ کیا اور عورتوں کی اور ہسی اڑھا کر گلی کوچوں میں تہیر کی شاہی
آبادی کہتے ہیں کہ امیر معری کی شکایت یہ تہیر بادشاہ عہد کے حکم سے وقوع
میں آئی۔

لیکن ایک اور قصیدے سے جو محمد الدین کی مدح میں ہو اور جس کا
مطلع ہو۔

انکوں کہ ماہِ رورہ سقماں در اوقتا آہِ ارحابِ حرّہ دلِ بر در اوقتا
اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ رمضان میں ہوا تھا۔ عوعائی اُس کے گھر پر
چڑھ آئے تھے اور اس کی تحویل و توہین وہیں عمل میں آئی تھی۔ سناو
محمد الدین کو خطاب کر کے کہتا ہے۔

الحق محال نیست کہ مدہ جو دیگران	ار عتیقِ حدیث تو مدینِ کشور اوقتا
اور کہ شکر ہائے شکرِ ریرِ شتر باست	دہرے مدست واقعہ در شکر اوقتا
ار حصر تے حشرِ مدرّسِ حاضر آمد	ما دیدہ مرگ در فرعِ محشر اوقتا
تیار تے از تعرضِ ہر لے حرّ فرد	دستارِ شتر از عقیلہ صد مہر اوقتا
تسو کہ در عذابِ چگونہ رسید صر	سگر کہ در عذابِ چگونہ حرّ اوقتا
ما سکر ایں عقلِ درینِ خطہ کار او	دامد ہی حد لے کہ سس مسکر اوقتا
کا جور در عدالتِ ما فطار ہر شے	از جور او (۹) مومس و کما در اوقتا
ار س کہ ماہِ داوری ایں و آں کتید	اور اس محضرت ایں داو در اوقتا

اس ورطہ ملا سے جس لوگوں نے اور یہی کو سحاحات دلوائی ہم ان کے
ماموں سے مطلق لے کر ہیں جو گند مامے میں جس روگوں کا مام لسیل تذکرہ
آیا ہو اس سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ وہ اس کے سحاحات دہندہ ہیں۔ شاعر
کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ جب بلخ میں ایسے ایسے مشاہیر فصحاء و علماء جمع ہیں

علاء الدین الوری سے صاف نہیں تھا۔ دوسرے یہ امر بھی خاطر میں رہے کہ اگرچہ الوری کی گوشتہ نشینی کا سال ہم کو معلوم نہیں لیکن کلیات سے اس قدر قطعی پایا جاتا ہے کہ حکیم الوری ۷۵۶ھ میں سلطان عماد الدین یرور شاہ کے پاس تردد جاتا ہے اور یہ بھی یقینی ہے کہ اس سے ایک عرصہ بعد تک وہ درج سرائی اور شہر گوی سے تائب نہیں ہوتا۔ کیونکہ کلیات میں متعدد قصائد اسی یرور شاہ کی طرح و تبا میں ملتے ہیں جو غالباً کئی سال کے عرصے میں لکھے گئے ہوں گے لیکن علاء الدین جہاں سور ۷۵۶ھ میں وفات پاتا ہے اس سے الوری کی علت نشینی کے زمانے تک اس کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔

قطعہ بالا میں الوری جس پادشاہ کی خدمت سے و شکست ہوتا دیکھا جاتا ہے وہ کوئی اور پادشاہ ہے جس سے اس کے گھرے اور دیر یہ تعلقات معلوم ہوتے ہیں اور جس کے دربار میں وہ عرصے تک رہ چکا ہے کیونکہ یہ غلطی کی تخریک ایک عرصے تک جاری رہی ہے اور کئی قطعات اس سلسلے میں لکھے گئے ہیں۔ دل میں الوری کا آخری جواب اور پادشاہ کی طرف سے اس کا جواب الحواب جس پر یہ سخریک ختم ہو جاتی ہے درج کیے جاتے ہیں۔

حسرو اور سے رعم گریہ ہر وہ کند	تا بیکر دستہ مرگم چوں گس راعکوت
گر تو ام سجدہ گاہ شکر سارم ساقی	چوں بیج مریم ار صغر حل ما پائے حوت
بس جگہ بوی صرب یارم کرد در گاہ تو	ہر یکے ریں رور ہارا ارب کیورہ قوت
طالب مقصود را یک سمت ماید مستوی	مرد را سر گشتہ دار و اختلافات سموت
مں جو کرم بیلہ ام قانع میکشع ارعلا	تو اماں ماصر چوں و تر جیمی ماقوت

پادشاہ بھی اسی میں جواب دیتا ہے لیکن درن میں کے کلمے مبدس ہے۔

لے۔ پادشاہ غالباً عماد الدین یرور شاہ ہے۔

ہیں جس کے مدحہ قصیدے سے چند اشعار اوپر درج ہوئے ہیں مستطی ال کو
الوطالب لعم کہتے ہیں۔ سوگند نامہ -
مخد دیں لوطالب اس عالم کہ رہ گم شد درد عقل کل آں کردہ اذ بیرون عالم اٹھری
شعرا لعم میں ایک اور نام ملتا ہے ”حسن محنت“ مگر سوگند نامہ اس سے
واقف نہیں ہے۔

فولما 'الاحمر اور یے سام لعدیات سے توبہ کی اور گوشہ گریں ہو کر بیٹھا،
سلطان عوری ہماں سورے دربار میں طلب کیا، لیکن اس نے انکار
کیا اور یہ قطعہ جواب میں لکھا۔

کلثم کا درد دور در شب	حائے آرام دحور د جواب ست
حائے دارم اندر کہ ارد	جمع در عین رشک تاب ست
ہرچہ در مجلس ملوک لود	ہمد در کلثم حسرت ست
دل احراؤ ماں شک درد	گرد خواں مس دکناس ست
قلم کو تہ صریح خوشن	رحمہ ولعمہ رما ست
حرقہ صوفیانہ اطلس	ار ہرار اطلس اتحاب ست
ہرچہ بیرون بودا میں کم دیں	حائق للسامعین عدا ست
خدمت یادستہ کہ مافی ماد	ہ مارشے آٹ خاک ست
ریں قدر راہ رجعت ست است	آں کہ ادمرح و آب ست
دیں طریق ار مایق ست حطا	حیکم این حطا عوا ست

بیت این مدہ را رماں جواب

حامد دحائے مس جواب ست (شعرا لعم مکتبہ)

علاء الدین عوری کی طلب کا واقعہ صحیح نہیں ماما حاسکتا کیونکہ روایت مشہور

جا کر کھاتا۔

قولہ 'اور ی کا اصلی مایہ نحر ہو اور کچھ شہ ہیں کہ اگرچہ کوئی کوئی شریعت

ہوتی تو اور ی اس کا یہ معنی ہوتا، 'نحو میں اس - لے ہاست اچھو لے،
 مادر، ماریکہ اور لطیف مصا میں پیدا کیے ہیں، ان ہندوؤں میں
 قوت تحصیل حوشاوی کی سب سے سردی شرط ہو صاف نظر آتی ہے
 لیکن اسوس اور رت اسوس ہو کہ اس صاف میں اس کا حوالہ
 زیادہ مادر ہو، اسی قدر زیادہ محنت ہو، سیکڑوں دسار ہیں لیکن
 (دو ایک کے سوا) ایک بھی درج کے قابل نہیں، کسی کو
 ایسا ہی سو ہو تو آتش کدہ آدر ہو جو ہم اپنے دست و ظم
 کو اس سے آلودہ نہیں کر سکتے، ایک آدھ ہو جو حق سے حالی
 بھی ہو وہ حاضر ہو

پہلے ایک شخص کی مدح لکھی پھر صلے کا تقاضا کیا، اس کے بعد
 جو کی دھکی دی، دیکھو کس لطیف طریقے سے ادا کیا ہو۔
 سہ میاں زخم لودتا خواں طامع را یکے مدح و دیگر قطعہ تقاضائی
 اگر مداد، سوم شکر، درہ واد بجا اریں۔ مسدود تم دگر جیہ فرمائی
 (مرآۃ العجم ص ۲۸)

اور ی کی شاعری کے کئی پہلو ہیں مثلاً ادھاف نگاری یا مداحی، اطلاق
 وید و حکم اور مباحات۔ ایسے ہم وطنوں میں اور ی اپنے کمال تہذیب نگاری
 کی سا پروردہ سی اور سعدی جیسے تہسواراں میں کا ہمنماں مانا گیا ہو مولانا تلی
 مرحلاف مدہب جمہور اس کو جو گوئی کی موت کا مصعب عطار مارتے ہیں
 اور اس کے حقیقی کمال کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ انھوں نے

اسے سو مخصوص احجار سخیں بول ارتزائی و در معنی قنوت
سمت درگاہت سود و حیرت را گستہ در دریاں گل حیرت سموت
بایو قرص ازل و حوت عدیر تو جو قرص آفتاب بروج حوت
صعودہ مامرع سیمرع لوییت تو قوی مازد لفصل و ما قوت
بین نظم بول یسج الوحید تو جیست نظم ماسح العکوت
گرچہ در تالیف ایں ایات عیست لے سین سنے و قصے کر و است
رے عالی در جواب ایں مدد لائق ایسا سکوت مٹ سکوت

قولہ " اور ی لے حب روایت دولت شاہ ۱۰۰۰ھ میں مقام بلخ

وفات پائی اور سلطان احمد ہر وہ کے پہلو میں دم ہوا "

(شوالحکم ص ۲۴۷)

اور ی کی وفات میں سحت اختلاف ہو یو و یسر برؤں ' یو و یسر برؤں کی
کے حوالے سے یہ تاریخیں دیتے ہیں۔ آلس کہ قلمی ۱۰۰۰ھ اور طبع مسمیٰ
۱۰۵۵ھ، تقویم التواریخ حاجی حلیہ، ۱۰۵۵ھ، مرات الحیال شیر حیاں
لودھی ۱۰۵۵ھ، بہت تسلیم ۱۰۵۵ھ، محل فصیحی ۱۰۵۵ھ، خلاصۃ الاسماء
تقی کاستی ۱۰۵۵ھ اور مرات العالم ۱۰۵۵ھ۔

دولت شاہ لے حو تاریخ دی ہو ہر صورت میں غلط ہو جو کہ طوہاں
ماد کے سلسلے میں اور ی کا نام بھی لیا جاتا ہو اور طوہاں کی تاریخ ۱۰۵۸ھ
ہو اس لیے اور ی کی وفات اس سس کے بعد کسی وقت ماننا ہوگی۔

حمد اللہ مستوی رہت القلوب میں اور ی کا مراد مرحاب، تبریر میں
ہاں خاقانی اور طہیر ماریانی و عمر بنیم دم میں تا تا ہو اور یہ کسی قدر حیرت حیر
صرد ہو اس لیے کہ شاعر کا اکثر حصہ عمر بلخ میں بسر ہوا ہو۔ ادھر عمر میں تبریر

میں ہیں گزری ہوگی سے

کوں غلطیہ دستِ تیغ ماری مادرے تھیں

تو اول ریب اسپ دریت رگستواں می

بھو کی مثال میں جو قطعہ مولا ماشلی لے نقل کیا ہے اور جس کو میں اوپر
درج کر آیا ہوں ماطریہ امدارہ کر سکتے ہیں کہ اس کو بھو سے کس قدر حقیقی لُغہ ہے۔
اس ایچے خاصے قطعے پر یہ کلنگ کا میکا ماحن لگایا گیا۔ اگر اس قسم کی لطیفہ سمجھی
بھو میں داخل کر لی گئی تو میرے خیال میں مولا ماک کی ثقاہت کے اعلیٰ معیار تک
کوئی مسترقی اور معوی شاعر نہیں پہنچ سکتا اور طرامت و عوش طبعی کا وجود جس
کے ایرانی شعرا مالموم شیدائی نظر آتے ہیں شعر مجموعہ قرار یا تا ہے۔

دیل میں اسی دیر سے سے جس کو مولا ماشلی رد کر چکے ہیں ماطریہ کی
صیامت طبع کے لیے چند مثالیں حواہق حال کی رو سے قابلِ اعراض
ہیں، بیست کی حاتی ہیں۔

حس ایام میں اوری سر جس میں مقیم تھا وہاں لوطی آئی نام کا ایک ہونڈا
رہا کرتا تھا بعض مالموم اساک کی مایر شاعر اس سے مارا جس ہو گیا۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ لوطی آئی کی ماک اس کے مسہ پر ملحاطہ سب کثیر انجم واقع
ہوئی تھی اور تمام جہرہ پر چھا گئی تھی۔ اوری اس شاعر ماک کی تعریف میں
لیے خیالات دیل کی رماخی میں دیتا ہے رباعی

ما لوطی آئی ارہم بہ سستی تھوے میی مستن جہتس روئی

گردیدہ بدیدوں خستس چارکی چداں کہ ارد میی مینی میی

ایک مرتبہ سر جس میں اساک مارا ہو گیا اور مارتن دیر میں ہوئی۔
اوری لے آبی اور لے آئی کے اصمام سے یہ لطیفہ حاصل کیا ہے

قصیدہ گوئی کی اہم دقائق، مشکلات اور اس کی پیچیدگیوں کی داد دی ہو۔
 مولانا نے اوری کا کلیات بحتم خود نہیں دیکھا۔ محض اس اشباح کی
 سائر جو صاحب آتش کدہ نے اوری کے کلام کا دیا ہو حکم صادر فرمایا ہو کہ اوری
 کا کلام جس قدر مادر ہو اسی قدر زیادہ محنت ہو سیکڑوں اشعار ہیں لیکن ایک بھی
 درج کے قابل نہیں۔ اب اگر صاحب آتش کدہ نے اوری کے کلام سے
 زیادہ تر ایسا نمونہ پیش کیا ہو مولانا کے نزدیک مردود و مطرود ہو تو یہ صاحب
 آتش کدہ کی بدمذاتی کا قصور ہو جس نے صرف ایسا کلام پسند کیا یا جو مولانا
 تسلی کا جھوٹے محض آدر کے اشباح کی سائر ایک غیر موثر اور ماحلاہ مہمل
 نے دیا ہو حقیقت اور واقعیت سے کوسوں دور ہو۔ ہمیں اوری کا کلام خود
 دیکھا چاہیے وہ ابھی تک باراد میں دستیاب ہوتا ہو۔

کلیات میں ہر قسم کا دھیرہ موجود ہو جس سے ہر مذاق کا شخص اپنے اپنے
 مطلب کے بھول جیسے سکتا ہو۔ اس چمٹاں میں جہاں جو اور محنت کے حار ہیں
 وہاں میں اور سمجھدہ کلام کے گل دریا ہیں بھی کثرت کے ساتھ نظر افروز ہیں
 اللہ کا نون کی اس قدر ہمتاں ہیں جس کے مولانا تسلی مدعی ہیں اور نہ
 خیال تو قطعی غلط ہو کہ اس کا کلام جس قدر زیادہ نادر ہو اسی قدر زیادہ محنت
 ہو۔ اوری کی محنت گوئی صرف چند عیاں اور قابل اعتراض اعراض کے استعمال
 پر منحصر ہو۔ دتنام دہی میں کسی لطافت خیال اور دقت نظر کی ضرورت نہیں
 ہوتی اس لیے اس صعب جس میں ستاروں کی قوت تخیل کے کارناموں کی
 مطلق کرنا مرے خیال میں بے سود ہو۔ اوری کی اوصاف نگاری سے قطع نظر
 کرنا اس کی محنت نگاری کی تریف کرنا، اس کے اخلاقیات کو پس لیت ڈالنا
 اور اس کی ہجویات کو اچھا لایا ایک ایسی عجیب تہنیں ہو جو کسی کے وہم و گماں

گفت ریں مقررک ہی موسم رونق دیں ایردی مردہ اسب
آں چہ این دل مردی حوالہ حرکت آں مس میا وردہ است
کسی دریر کو جس سے العام کی امیدیں شاعر یاس سے ہمدوش ہو
یہ مستورہ دیا جاتا ہو -

تو دریری دست دحت گئے دست مس لے عطا رومی
تو وزارت مس سیار و مرا مدحتے گوئے تا عطایسی
تم دریر ہو اور میں تمہارا مداح - سحت اسوس ہو کہ پھر بھی حالی ہاتھ رہوں
حیرا میں تحویر کرتا ہوں کہ وزارت تم مرے حوالے کرو اور شاعری میں بھٹک کر
سیرد کروں پھر تم قصیدے کہا اور میں العام دوں گا -
تاح الدین عمرا دحب ریارت میت اللہ سے وایں آتا ہو انوری ہں
کے حیر مقدم میں کہتا ہو -

عمرا درج مار رسید اسب سوئی ما توره طاعب و ساں کرامت
انوری کے ہاں ہجو بختیت محمودی اگر دیکھا حائے تو دس مارہ آدمیوں
سے زیادہ کی نہیں ملے گی ان میں چار استخاص ایسے ہیں کہ متعدد موقعوں
پر کلیات میں ان کی مدمت ملتی ہو - ان بلصیوں میں ایک فاضی طوس
ہیں، مسردوم سدید الدین بہتی، مسر سوم تاح الدین عمرا د اور مسر حیا رم
کافی ہر دی ہیں - شاعر کہتا ہو سہ

چار کس یانی کہ درجوس اند گرہ سوئی ار تر یا تا تری
فاضی طوس و سدید بہتی تاحک عمرا د و کافی ہری
قولہ ”انوری کے دواں میں حد ہوس انوری کے یوی اور سیئے کی بھی
یائی حالی ہیں عام لوگوں کا خیال ہو کہ انوری کو بھوکا ایسا چکا پڑ گیا

سرخس از رخ لے آئی و آئی در یعارو سے دارد در حرائی
 رے آئی خلاصی یا متا سال خدا و ملاحتس ده رآئی
 یسی سرخس لے آئی اور آئی کے ہاتھوں سرما دہو رہا تھا اس سال لے آئی
 سے اس کو سحاحات مل گئی الہی اس کو آئی سے بھی پاک کر۔

خواجہ ابوالفتح کے کل کی تہیر سے
 خواجہ ابوالفتح از کمال حرم کل سیم حاصل می کند بے فائدہ
 دریئے مانے ہی گوید رست رسا انزل علیہا ما خدا
 مدوح کو جس سے صلہ حاصل کر لے میں شاعر مایوس ہو چکا ہو یوں
 خطاب کرتا ہو

خدا ودا ہی دایم کہ حیرے دست در دست گرم حیرے مداستی میں تفصیر معدوری
 دیکھیں گر کسے پر سدجہ داد دست دادا کہ گویم عشوہ اول رور و آخر دور و دوری
 اگر آپ لے مجھے کچھ عطا نہ کیا تو مددور ہیں اس لیے کہ آب کے پاس
 دیے کو کچھ نہیں لیکن حب لوگ مجھ سے پوچھیں کہ کیا دیا تو کیسے کیا کوں ؟
 کیا یہی کہ صبح کو حریب دیا اور شام کو رحمت دی ۔
 سحیف مسترف اور حرید عارض

چہ حیر مستد در لشکرے کہ میر درو سحیف مسترف دعا و ص فرید لنگ لود
 شکست یائے یکے رو دیا کہ ویرود جبر کہ دست دگر میر ریر سنگ لود
 ایک قراں خواں قاری کی قرأت اور ہی کے لیے ماحوشو دی کے اس
 پیدا کرتی ہو اور شاعر اپنی ناراضی کا اظہار دہل کے ایات میں کرتا ہو
 دست در حواس میں ہمیں را دمتش کو ر اُمت آردہ است
 گفتش لے برگ حیت لودہ است طبع پاک تو از چہ یز مردہ است

الوری کے حالات

ادحد الدین الوری کا مایہ محمد ایک پھرادی کریمۃ الدنیا و الدین کی سرکار میں ایک قابل اعتماد منصب پر مبرا قرار تھا۔ یہ سرکار شرف کی قدرداں تھی الوری اپنے مایہ کی وفات کے بعد غالباً اسی سرکار میں توسل قائم کر مایا ہوتا ہو۔ ایک خطابیہ قصیدے میں جس کا مطلع ہو ۵

اے نحر ہمسہ رزاد عالم دے سیدۂ رماں عالم
(کلیات صفحہ ۲۸۱)

شاعر ایام عالیوں عرص کرتا ہو ۵

لو دے یدرم نہ مجلس تو یار سرہ و حریف محرم
تو شادری کہ رفت درو اند میرات نہ ماندگاں او علم
ارحو کہ رہی ستودہ مدح راعط مادحساں مقدم
لمحاط یا یہ علوم الوری اپنے زمانے کا غیر معمولی آدمی مانا جاسکتا ہو اس کا حافظہ ہایت قوی تھا ۵

حاطرے دارم مقادیریاں کا دجال گو یدم گمبیر ہراں علم کہ گویم یکبار
سوم میں استاد ہوئے کے علاوہ مطلق، فلسفہ اور ہیئت میں ماہر تھا، حکمت اور فلسفے میں اُس کا یا یہ ہایت ملکہ تھا۔ طبعیات اور الہیات میں کافی ۵
۵۵ نہ مصدہ اگر وہ کلیات اور بعض علمی رسوم میں موجود ہو، لکن بعض وجوہ سے جوں مصموں کے حاطے میں ظاہر کیے گئے ہیں احتمال کیا جاسکتا ہو کہ وہ الوری کا ہو۔

تھا کہ بیوی اور بیٹے کو بھی نہ بھوڑ سکا لیکس اور ستر اے نہ جو میں
 لکھ کر اس کے دیواں میں داخل کر دی ہیں اور جو مکہ یلک اس کی
 دشمنی وہ اسی طرح قائم رہ گئیں " (شعرا لعم ص ۲۸۵)
 میں نہیں سمجھا کہ یہ عام لوگ کون ہیں اگر تذکرہ نگار ہیں تو ماحود متعدد
 تذکرے دیکھنے کے مجھ کو اس قسم کا کوئی چرچا نظر نہیں آیا۔ بعض اشعار سے
 پایا جاتا ہے کہ الوری مے شادی ہی نہیں کی تھی۔
 الوری زن اران سبب نہ کند کہ سادار لستس یسر را پد
 کسی دوست کو جس نے شادی کے ماب میں مشورہ دیا ہو جواب دیتا ہو
 سداے کہ لے ارادت او حلق رارح و شادمانی میست
 کا بدیں روزگاروں کر دوں سحرار محض قللتانی میست



ہو، تاریخ اور محاسرات پر عبور ہو، قصے، لطیفے اور چٹکے محسوس جانتا ہو،
قدرتی محسوس تقریر ہو، موسیقی داں ہو اور جنگ و رماں کا ماحاتہ ہو،
مختصر یہ کہ علوم میں قاموس ہو، اور جزا زائد خشک ہو۔

انوری فطرتاً، علماً و فصلاً اس ممتاز منصب کا مستحق تھا۔ اور اسی
آورد میں وہ سلطان سحر سلجوقی کے دربار کا رُوح کرتا ہو۔ اس مقصد کی تکمیل
کی عرص سے اُس نے دربار کے اُمرائے تعلقات قائم کیے ہوں گے لیکن
اس سے قبل میں ایک ضروری مسئلے کو چھیڑتا ہوں۔

انوری کا صحیح رمانہ تعین کرنا ہمارے لیے ایک مشکل معما ہے۔ اُس کے
ہاں بعض قصائد کسی وزیر نظام الملک صدر الدین محمد کی ترقیب میں ملتے ہیں
جو بظاہر ستہو نظام الملک طوسی کا سپہ اور نثر الملک کا فرزند مانا جاسکتا ہو
یہ شخص اپنے باپ کے قتل کے بعد سنہ ۵۵۷ھ تک سلطان سحر کا
وزیر رہا ہو، ملکہ ایک قصیدہ تو اُس کے منصبِ وزارت پر فائز ہوئے ملکہ
عین موقع پر لکھا گیا ہو۔

نیک طالع و محدہ روز و مرج مال	سعد احقر و میوں رماں و خرم حال
نارنگہ درارت و روحی نہ نشست	حدائیکان و دیریاں و قسملہ آمال
نظام ملکیت صدر دین و صاحب عصر	سیہر دعوت قدرت جہاں جاہ و حلال
محمد آں کہ اقبال او حور و سوگند	ردان یا کہ محمد نہ ایر و متعال

دوسرے قصیدے میں اُس کا نام یوں آتا ہو۔

نظام ملکیت سلطان صد دین حدائے حدائیکان و دیریاں، وزیر حواسیر
ملہ بہت کس کہ یہ قصیدہ انوری کا ہو اور کسی دوسرے شاعر کا مات ہو اس کی
رماں انوری کی رماں سے یساً مختلف اور بلیس و سادہ ہو۔

لیاقت رکھتا تھا۔ شاعری جس کی سا پر وہ دنیا میں مشہور و معروف ہو اس کے کلمات کا ایک ادنیٰ پایہ ہو۔ نثر میں بھی صاحب قدرت تھا۔

اگر نامہ مایہ نوشتن نویس
ملک و بیاں دیشہ حسروانی

(کلیات صفحہ ۴۱۶)

ادبیات میں الفہ کرور تھا۔

در ادب گرچہ پیادہ است چو تمنت چو
در سخن بہت جو عقلت کہ ادراک ہوا
وہ اعلیٰ درجے کا حطاط بھی تھا۔

گوید کہ چیت حاصل تو اے لے حاصل زر مدد گانی
گویم حلقے و بیشکے چپہ از دو ہلتاے این جہانی
رد و شطرح خوب کھیلنا تھا۔

وگر نزد و شطرح خواہی سارم
اں بیانات سے واضح ہوتا ہو کہ انوری کی تعلیم و تربیت ایک خاص
نصب العین کی بجائے انوری کی غرض سے ہوئی تھی، یعنی یہ کہ بڑا ہو کر سلاطین
کی منادیت کے قابل ہو سکے۔ ایسے درباروں میں جہاں علمی روایات اور
ہندیسے لے ایسا گہوارہ بنا لیا تھا مصدق مدینی ایک قابل اعتماد اور مددگار
مصدق شمار کیا جاتا تھا ملک کے بہترین دماغ اس عہدے کے آدر و مد
رہتے تھے اور دربار سلطانی میں رسائی اُن کی حمایت مدام ہوتی تھی مگر مدینی
سوائے خود ایک دسوار گز اور حلقہ تھا اس میں الماس کو مستمع کلمات اور صہ
صفت موصوف ہوا ضروری تھا طریقہ، لطائف اور حاضر جواب ہونے کے
علاوہ ندیم کے لئے ضروری تھا کہ شاعر بھی ہو، طب، فقہ اور حکوم میں تندر
رکھتا ہو، شعر اے قدیم و جدید کا کلام اس کو مستحضر ہو، ادب سے آسانی رکھتا

راں روئے رویم این قدر کار آورد تا دشم اردو دست پدیدار آورد (۵۱۶)
 اب اگر ۵۱۶ الوری کی شاعری کا سال آغار مانا جاتا ہو تو ۵۱۶ میں
 یہ مدت سی سالہ ختم ہو جاتی ہو حالانکہ کلیات میں ان دو سالوں کے درمیانی
 زمانے کی ایک تلمیح بھی نہیں ملتی، اور اگر ملتی ہے تو ۵۱۶ کے بعد کی
 ملتی ہو۔

کلیات میں تاریخ و سال کی طرف جو متعدد اشارے ملتے ہیں ذیل میں
 علاحدہ علاحدہ دکھائے جاتے ہیں۔

۵۱۶	۵۱۶	حکم دعوے رتیج و گواہی تقویم شب چہارم دیکھ سہ تاہم	(ص ۲)
۵۱۶	۵۱۶	عدد سالہائے عمر تس یاد ہیچو تاریخ یا الصد و حل و یک	(ص ۲۲۲)
۵۱۶	۵۱۶	لودہ در رد فرح لغتس نکام تارخ تاریخ این لغتس رت سرد	(ص ۱)

$$(فرح = ۲۸۸، رد = ۲۵۲، فرح + رد = ۵۴۰)$$

۵۱۶	۵۱۶	(عدد سالہائے مدت تو) ہیچو تاریخ یا الصد و حل و اند	۲۲۶
۵۱۶	۵۱۶	عدد سالہائے عمر س ماد ہیچو تاریخ یا الصد و حل و اند	۶۵۱

۱۰۱۶ مطابق سال مد یا الصد و سی و سہ ر تاریخ نظم
 ۱۰۱۶ یرد دی | گفت رجیر کہ ار شہر رول سند ہماہ

علاوہ میں کلیات میں حوا و تلمیحات واقعات تاریخی سے متعلق ملتی ہیں

محمدؐ اُن کے رجائش گرفت ملت و ملک ہماں نظام کہ دیں راستا عدل عمر
 اں قصائد کے اعتبار میراوری کی شاعری گویا قرن سستم کے آعار
 میں شروع ہوجاتی ہو۔ لیکن اس طریقے کے تسلیم کرنے میں کئی مشکلات مانع
 ہیں۔ اس کی وفات ۸۷۵ھ کے بعد حسب کہ شاعروں کا اقتراں مرج میراں
 میں ہوا تھا، مالی حالتی ہو اور کہا جاتا ہو کہ طوفاں کی سخت و تخیص میں اوری
 لے بھی حصہ لیا تھا اور کہ وہ اں لوگوں میں تھا سو طوفاں کے پہلو کے حق میں
 اعتقاد رکھتے تھے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ طوفان کے سلسلے میں
 ایک آدھ تلجج حیا کہ گرتہ اور اقی میں دیکھا جاجکا ہو، اوری کے کلیات
 میں یامی بھی حالتی ہو۔ اب یہ خیال کرنا کہ اوری برابر اسی سال تک سرکہتا رہا
 واقعات کو بد نظر رکھتے ہوئے دعوہ معلوم ہوتا ہو۔ اس صورت میں اس کی
 عمر ایک صدی سے زیادہ تسلیم کرنی ہوگی، اور جہاں تک معلوم ہو اس کی
 دراری عمر کی بابت کوئی روایت موجود نہیں۔

کلیات سے اس قدر صاف معلوم ہوتا ہو کہ اس کی مدت شریک ریاض
 سے زیادہ تیس سال رہی، اس کے بعد وہ تائب ہو کر عورتیں ہوجاتا ہو

۵ سی سال در طریق سحر دلم تمام
 اکوں رحدریت ویر تو کر اں اسید

دیگس
 کسے کہ مدت سی سال شعر باطل گوشت
 عدلے رہمہ کامیت داد بیروری

رُباعی
 سی سال در حمت محبت مس مار آورد
 چرخ این سستم مرفے تیمار آورد

مردہ اور کھوسیت، کسم بہمدار مساحت کسور
 دقتے شد کہ تابداں امید چشم دارد براہ دگوش بدر
 ہست ہنگام آں کہ مار کند بر سر او ہائے جز تو یر
 حلقہ برگوش جرح کرد ہر اک کرد روی حمایت تو نظر
 مدہ را گوشال داد بے عنایت یکے در دوسگر
 صلہ دادں ترا سزاوارست راں کہ آں ویدہ رحد وید
 بیج کاں را نشاند دست قضا شارح آں حر کرم یار در
 بیست نادر زخا داں نظام دلس و رادی د دکا و ہر
 نور نادر نہ ماسد ار جو تید بوسے نادر نہ ماسد از حبر (ص ۵۹)
 یہی عرص حال کسی قدر شکایت کے لیے میں دلی کے ابیات میں کیا گیا جو۔
 ۵ صاحبانہ را دیں یک سال در مدیح تو شرم است متیں
 و اندر ابیات آں معانی بجز چوں خط و لفظ تو خوش و شیرین
 ہر کہ اورا وسیلے ست چلا نہ ہما کہ مالتے ست جیں
 گہ زحاک تیر شش لستر گہ رحمت تو قہش مالیں
 آحو این روزگار حانی را کہ سماہ تو دارا این ملکیں
 خود نہ پرسی یکے روی حساب تا چہ می خواہد ار میں این سکیں
 وقت کوچ ست عرصہ تنگ مرا دل نہ تیمار حسرتی راہ دیں
 نیست در مکہ زمانہ کسے کا صطراب مرا دہشتکیں
 تو کس احساں کہ ہر کہ حز تو بود ہند پا اداں سوئے تحس (ص ۶۲)
 لیکن دلی کے استعار میں یہ مودمانہ شکایت مستکر مدد لے لیے میں مدلی
 جاتی ہو سہ

سب کی سب سلسلہ کے بعد کے واقعات کے متعلق ہیں۔ مثلاً تسخیر ہزار
اسیہ سلسلہ، جنگ سلطان سحر و طار الدین حوری ہاں سوز سلسلہ، لاش
سحر عراق سلسلہ، وفات الوالیع ناصر الدین طاہر و پیر سلطان سحر سلسلہ،
فتنہ عراق سلسلہ، مقامات حمیدی سلسلہ، وفات سلطان سحر سلسلہ۔
اں وجوہ کے ویرانہ یہ نظریہ قائم ہوتا ہو کہ اوری کی شاعری غالباً
سلسلہ ہجری سے چند سال پہلے شروع ہوتی ہو اور یہ صدر الدین محمد
نظام الملک محمد الدین کا فرزند ہیں ہو بلکہ کوئی اور، اگرچہ وہی نام و حلقہ
اور منصب رکھتا ہو لیکن زمانے کے لحاظ سے صدر الدین محمد مذکور الصدر سے
بہت منحرف ہو۔

سحر کے دربار میں رسائی حاصل کرنے کی عرض سے اوری سب سے
پیتر الواسنخ ناصر الدین طاہر بن محمد الملک بن نظام الملک کے دربار سے
جو جمادی الاول ۷۵۵ھ سے ۷۵۶ھ تک سحر کا وریر تھا، تعلق پیدا کرتا ہو۔
ایک حوصہ امید داری کرنے کے بعد طاہر کو اپنی طرف توجہ دلانے ہوئے گویا ہو

۵۔ اے بندے کہ از سرگی و جاہ	ہر کہ رخ دوست تو یامت نظر
گردیروں ز دوست ممت پائے	بردار دولت کیو اس سر
بگشت از فلک مرتبہ آکس	کرد و دوزے در گہ تو گر
ندہ نیر از حکم امیدے	صنعت گشت از دجیب سحر
عاصرے لود کرد با تو پسہ	از بد و بد نگار بد گو سحر
پلے لود داس تو گرفت	از جھائے سیلہ وں پر دہ
لمعت لود کر حسنہ اند جود	بے نیازش کنی بجا مہ و زر
گرد و از دست بختش تو محی	یاد از فر دولت تو حطر

کنہ دلیر ستہ جو و فیضیالش سجدہ کساں بریں ہوا حیں را
 پیسہ بلج ہتہاب کلک تونس بود رحم جہاں صد ہزار دیو لیں را
 خود مد تیغ پا دستہ یک کار است حاصہ تہتاسے کار ہائے حیں را
 بیعت حور زم شاہ کر یس شش ماہ چتہ حوں کر و چتہ حہ حادثہیں را
 دست لہر آک اصطلاح تو دور رد معصم ملک کر و حسل متیں را
 شیر ہرار اسب کے واقعات یہ ہیں کہ جب سلاطین میں سلطان شہزاد
 اشماں سید سالار گورخان سے جنگ میں مصروف تھا، اتر حور رم شاہ
 حراماں آکر مرو اور بیتا پور کو لوٹ لیتا ہو، سحر اس کی اس حرکت پر
 حب روح کشی کی دھمکی دیا ہو تو حور رم شاہ جواب میں ایک قطعہ لکھتا

ہو جس کے دو شعر، ہیں یہ

اگر باد پائست رحسں ملک کیت مرا یائے ہم نگ بیت
 تو ایں جایائی من آں حارم خولے جہاں را جہاں گنیت

سحر سلاطین میں ہرار اسب کا محاصرہ کرتا ہو، اٹھائے شیر میں اوجہ الدین
 انوری یہ رباعی لکھتا ہو

لے شاہ ہمد ملک رہیں حب تراست در دولت و اقبال جہاں کست تراست
 امر و یک حملہ ہزار اسپ بگر فردا حور رم و سند ہزار اسپ تراست
 یہ رباعی ایک تیر کے دریسے سے تھلے میں ڈوا دی گئی۔ محصورین

کی طرف سے رشید الدین دطواط لے جواب میں دلی کی رباعی بھیجی رہائی
 لے شہ کہ مجاہد متی صاف ست بہ دُرد اعدائے ترار حتمہ حوں مایہ حور د
 گر حصم تو لے شاہ لو در ستہ گرد یک حور ہزار اسپ تو غنواہ حور د

سندہ سائے ستا دیں خدمت گم بہنگام و گم نہ لے بہنگام
دہدار حسن دیگر رحمت آردار نوع دیگر ابرام
آں ہی میدار ہتاوں حولیت کہ مداں ہست مستحق ملام
واں ہی سیدار مکام تو کہ ستر حسن تو اں مود قیام
شد کرم رعایت کرم کرم الحق جیں کسم کرام

دنگ

سندہ سائے ست کہ تاد رکعت دولت تو علم ایام سحر دست جہ اکثر چہ اقل
درہ ما اولک آں کرد انیں سیتیں ہی کاتس و آب کند ما تکر و موم و جل
گاہ ماصریت لے مے زساک راج گاہ ماکرت عری زساک اعرل
دولت ار عتہ ایام ردتش دوست دلتے یوں گل حور و اذ حور و جل
گوش کارہ شودار قصہ اولاشع ہوس دالہ شودار عتہ اولاتل
سخت میدار تو لود آں کہ رگچیں دولت حقہ اورا رجاں حواب گل
لند الحیر کہ تہستہ می مایدست در قطار تنق نیر نہ ماشہ حل
شد رجز تو ہمہ مسر جو تویف ماع گر جہ شے لود ہمہ یوست چو ترکیب اصل
کلیات میں اوالعظ طاہر کی تعریف میں قصائد کثرت سے ملتے ہیں۔ ان
میں سب سے پہلی تاریخی تلیح سکہ سے تعلق رکھتی ہے جب کہ شاعر نے
اس کے حیر مقدم میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع گر مستہ سطور ہیں
درج ہو چکا ہے۔

دوسری تلیح جو اشعار ذیل میں پائی جاتی ہے تیسرا اسباب سے تعلق
رکھتی ہے۔ انوری ماصر الدین طاہر کو خطاب کر کے کہتا ہے۔
حص ہزار اسپ اگر جہ رداں ملک مد قدیم ست حصہاے حصیں را

اور سند وراثت پر اس کے دوبارہ تقرر پر یہ قصیدہ لکھا ہے
 شرف گوہر اولاد نظام ملک را بار متروک ادا نظام
 حاکم مملکت و حاکم عصر ناصر الدین و نصیر اسلام
 لوامظہر کہ بعون طمہش عدل ست ظلم و صیانت ظلم
 دلی میں کوشش کی حالتی ہو کہ الوری اور سلطان سحرے تعلقات پر کسی قدر
 رشی ڈالی جائے۔

سلطان سحر

یاد رہے کہ کلیات میں سلطان سحر ملک شاہ سلاطین و سلاطین کی
 مدح میں بہت کم قصائد ملتے ہیں، عام روایات اگرچہ الوری کو سحر کا خاص
 شاعر مانتی ہیں، اور یہ بھی بیاں کرتی ہیں کہ سلطان کی نظروں میں الوری کی وقعت
 اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ خود دومرتبہ سحر اس کے مکمل پر حاکم الوری کی
 عزت اورائی کرتا ہو۔ لیکن کلیات اس بیانات کی تائید نہیں کرتا۔ اور یہ قصائد
 میں ایسے اشارے پائے جاتے ہیں جن کی غامض شاعر کے ساتھ سحر کے ہایت
 گہرے تعلقات تسلیم کئے جائیں۔

قصائد کی دماں میں بالعموم ایک تصنع اور تکلف کی ادا شروع سے
 آہونک محفوظ ہو اور وہ بے تکلفا بہت ہو ایک دیر یہ دلچسپی مدوح کے
 حق میں اختیار کر لیتا ہو، ماحل معقود ہو، کہیں صلہ مانگا گیا، نہ عطیہ کا شکریہ
 ادا کیا گیا اور نہ کہیں عرصہ حال ہو، شاعر صرف دو موقعوں پر اللہ اپنے شعلی
 کچہ کہتا ہو، یہاں ایسی وہ سالہ امید واری کی مابست کہتا ہو۔
 میر ایک قطعے سے جو راحت الصدور میں بھی دیا گیا ہو، اس قدر معلوم ہوتا

کچھ عرصے کے بعد قلعہ متح ہوتا ہے اور الوری سلطان کی زبان سے یہ
رہائی نکھتا ہے۔

اندیشہ انتقام چوں حسبِ زم کہنم وہن ہمہ دشمنان یکس حسبِ زم کہنم
باہر جویو با التمز اگر درم کہنم گردوں سہم اسپ جو غور از زم کہنم
کلیات میں متعدد مقامات پر ایسے اشارے پائے جاتے ہیں جس
کی رؤسے کہا جاسکتا ہے کہ سب پر اپنے در پر طاہر کو کچھ عرصے کے لیے معرولی
یا معطل کر دیتا ہے اور وزارت کسی اور کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ ہمسٹ واقعہ
کی اطلاع کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ لیکن دلیل کے استناد اس بیان کی تائید
کے لیے کافی ہیں۔ ایسیات

اگرچہ طائفہ در حریم کعبہ ملک درائے پایہ خود ساحتہ ماویٰ را
ہر پنج روزہ ترقی بہ مقف اورود چولات و عری اطراف تلج مدیٰ را
فکوہ مصطفویت آسوار طریق لفظ رطابقا شش در افگند لائش عری را
طریق خدمت اگر سیرند با کے بیت زمانہ ٹیک شناسد طریق اولیٰ را

دیگر

حکم اور بکمال وقتہ مکند بہ نامی چہ کد مار وے بیدست علم را
بخت رسین ست کہ رہ گم کد اقبال گر میل کشت دشمن مدحت ورم را
سحرہ است مگر حکم تو زیر کہ پاید در ایچ عمل منصب او بیت سہ دم را

دیگر

لوے بالمش تو صدر و در ارت حالی لودجے سمت تو کار مالک عقل
نظم اگر دولت کے یافت بعد چہا را روز کے چند نگہداشت ہر ویر چل
آخر الامر در آمد سرا سپ جلیس تا در اتحاد یک واقعہ چوں چوں

یچاکی خدمت میں رہتی پہنچ گیا۔ جیسا بھیدوں میں جو غلط فہمی تھی دُور ہو گئی اور
حنگ کا خطرہ بالکل ختم رہا مسعود اٹھارہ روز تک رات کو سحر رتی
میں رہا، جیسا کہ خدمت گزاری میں مصروف رہا۔

تیسری تبلیغ سلطان سحر اور علاء الدین غوری جہاں سور کے مابین در اوہ
پہ چار لے کے متعلق ہے۔ شاعر سحر کو خطاب کر کے کہتا ہے
سدہ دریں مختصر عرض کہ تو گفستی آیتِ تحصیل آں چو روز میں مست
قاعدہ ہندیت ہی نہ ہند راتک حصم نہ معصوم چہ غورہ چہین ست
گرچہ ہنوز از عریو لشکر حصمت سمعہ کوہ پرند لے ایں ست
درچہ رنج مسار راں سیاہست سگ سوں محالست عین سب
ما جو لو صاحبزادہ مذکور سرد دین سخن الہام آسماں بریں ست
علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ میں تحت لٹیس ہو کر اور ہرام شاہ مسعود پر
خج یا کر ع میں یہ فالص ہو جاتا ہے۔ اور وہ احساس جو لوک عود ہر سال بطور حراج
سحر کو بھیجا کرتے تھے سد کر دیتا ہے یہ استدعا دیکھ کر سحر بقصد جنگ عود
کی طرف بڑھتا ہے اور آؤدہ پر مقابلہ ہوتا ہے جس جنگ کے وقت چیم ہر اسوار
تک ع اور حلجی علاء الدین کو بھیوڑ کر سحر سے لڑ جاتے ہیں جس سے عود یوں
میں مدد ملی پھیل جاتی ہے، تاہم وہ لڑتے ہیں اور شکست کھاتے ہیں علاء الدین
گرفتار ہو جاتا ہے۔ بقول اٹامی عود صی یہ سگ رحمۃ اللہ علیہ میں ہوئی تھی جس میں
عود سطا می بھی ششہر یک تھا۔

مجد الدین ابوالحسن عمرانی

سحری دور میں اوری کا سب سے پہلا مدوح مجد الدین ابوالحسن

ہو کہ سحرے ایک مرتبہ اپنے سامنے ملو اگر اس کے استعارے تھے اور بیٹھے،
حکم دیا تھا، وہ قطعہ یہ ہے

انوری را حسد ایگاہاں بیت خود خواند و دستا و دستا
مادہ و مود و متوجہ است ارد و در راں سحر کرد و در لغت مد
چون مستی بر مت مار دگر کس فرستاد و بیت تحتش خواند
ہمہ گزارا، این نہ لس کہ ملک نام او بر زبان اسے راند
بیت او میں در مادہ دولت مست بیچ مایست در زمانہ نہاد
یہ امر قریں قیاس ہو کہ انوری سحر کے در مار میں اس کے آخری آیام سلطنت
میں پہنچتا ہو، پہلی تلخ و ہی ہو قلعہ ہر ار اسپ کی تسخیر اور شکستہ سے
تعلق رکھتی ہو۔

دوسری تلخ غالباً سلطان سحر اور سلطان مسعود سلجوقی کی ملاقات سے
علاقہ رکھتی ہو اور استعارہ دل میں یائی حاتی ہو

گفتم کہ حدیث عراق گویم و رعد ہمہ بیٹے نہ چار ماند
چون سلک معانی نظام طام تاراں سخم آب دار ماند
الہام الہی یہ گفتم، گفتم آں را کہ حرد، مسیح یار ماند
چون سایہ مرا مدیح گوید ما ذکر عواقبش یہ کار ماند
حسرت و سر تار مانہ سحتہ چون ملک عراق اور ہر ار ماند

سحر ملک عراق کی مدحی کے حالات مسخر حوں دلوں سلطان مسعود سلجوقی
کے زیر نگین تھا اور حشماں سلجوقی میں رو کر جاتا ہو۔ مسعود ان لوں پہاں
میں تھا چو کی آئے کی حشر کر اس نے مالا مال اعداد جانے کا قصد کیا لیکن
شرف الدین موفق کے متورے سے وہ اس ارادے سے مارا کر سیدھا

سایہ نگار رحمتی انقلاب کا و خاد کاں شاہل طود است از روی ذوق و شوق
کان و دیانی منہ و جس طر خطرات راں کہ کاں بیوستہ محوشت دریا بھڑک

۴۲
ایچ میدانی کہ در گیتی زرگ بوالحسن چرخ بر قحط کرم دیگر چہ خار و خارند
لے در فیاقی کہ چوں یادش کند گوید چاہاں لے در لقا حاتم طائی و معنی زائدہ
خود روزی در آید عاصم لے ردوی ماسن یاد می کس دسا انول علیسا صانکلا

۴۵
س دور کہ چرخ و احراں مگر ارمد نامر دوستی جو لو احسن باز آرد
لوحید رہا متی و کو حاتم طی تا ماتم مردی و مردی دارند

۴۶
ما حدیہ قصید آل عمراں کردہ است کس نیست کہ او حدیث احساں کردہ است
احساں رکساں لو احسن لود مگر کو ہجو کاسق یونے پہاں کردہ است
اں ہی ایام میں عوامہ مودہ اس اصحی سے جو حادماں نظام الملک
با ایک رکس ہی، تعلقات ہو جاتے ہیں متعدد قصائد عوامہ مودہ کی مدح میں
لکھے گئے ہیں لیکن عوامہ سے لے فیص، الوری نے آخر کار حل کر لکھا ہے
بودہ اصحی عتوہ ایم داد گفتم کہ او سرست و سر آخر رش بہ است
اعب تدم بخدمت او تا شدم چانک حال سگاں لو احسن ارجال س بہ است
اب ہم اس دور میں آجاتے ہیں حوتاریج میں حادثہ ع کے نام سے
شہور ہے۔ مائل عربزکماںوں سے علاقہ لکھتے تھے اور خلال علاقہ طبع میں
ن کو مویشیوں کے لیے رمے بنا دیے گئے تھے۔ وہ جو بیس ہزار مکریاں
طور عراج سالانہ سلطانی مطبع میں دیا کرتے تھے لیکن حواں سالار سلطانی

عمرانی ہو۔ شاعر خلوص دل سے اس کا سپاس گزار معلوم ہوتا ہو، اس کا رمانہ معلوم نہیں، لیکن اوری سے ایک مقام پر اس قدر کہا ہو۔

عدد سالہائے عمر شمس ماد

ص ۹۵۱

ہمچو تاریخ پالصد و چل داد

ایسا معلوم ہوتا ہو کہ الوالحسن کی حواں مروی اور عیاضی لے اس کے دل پر گہرا نقش ٹھایا ہو جب وہ اپنے عروج امارت پر تھا، اوری لے اس کی تعریف میں خوب خوب قصیدے لکھے جب وہ گردنار ہو کر حس میں بھیج دیا جاتا ہو، شاعر اس کو نہیں بھولتا، بلکہ اپنے اشعار سے اس کی تسلی کرتا ہو اور ڈھاکس سدھاتا ہو۔ آخر الوالحسن قتل کیا جاتا ہو، اوری اب بھی اس کے ساتھ دعا دار رہتا ہو اور اس کے احساں اور عیاضی اپنے ایات میں بیاں کرتا ہو۔ الوالحسن کے قتل کے واقعے سے پندرہ سال بعد تک بھی اس کی یاد اوری کے صفحہ دل سے محو نہیں ہوتی۔

دیل میں ان ظلموں سے نص اشتعال نقل کیے جاتے ہیں۔

در احساں نگو کہ کشاید

(۱)

ص ۶۴

لو الحسن را چو تخته سد کند

۱۲۲ احتسایں روہی خلق آساں آغا کرد آدمی را دار بقایکبارگی مایوس شد
خلق را لے دھ روہی عمر شاید بودنی دھ روہی از کپاچوں لو الحسن محوس شد
لے جہاں را دھ میا دار طریق کرمت یوں تو متاصل شدی یکبارگی دھ رس شد

مید حالے میں اس کی تسلی کے لیے یہ نظم بھیجتا ہو۔

۴ گر جہ دور دور تو لے دریا دل کا تنگ گاہ مدنے گر گاہاں شاں بود در دوز داں غسب
داند رال دوراں کہ الصاف تو لے اندر کشید فقہا شد ورتسیوں قصہ ہاں شد شغب

تمہارا یاد شاہ ہمت کشور
 رسا سیدہ میری ارہماں
 مرد کو دکی جھستہ کہ دمہ
 بے درپیش دکاں رواں
 ہر شہرے رام عر تنودں
 شدہ چوں دیو از آسن ہر لہاں
 فلک کمران نغمہاے سحر
 طلب کردار شہا ماحن شہاں
 نہی دربانگاہاں لے محبت
 رہے حرسدگان باباں
 کسے خود را دو یوم و لک قطع
 چیں بیرون دہار درت آہاں
 مسلم میں کہ چوں بیرون کشید
 شمشیراں رں تاں ہر لہاں

فاصلی حمید الدین صاحب مقامات حمیدی نے دہلی کا قطعہ لکھا ہے

حکیم کو شکلی را خواب دیدم دوست
 راں کتاہہ مدح مبارک راں سیاہ
 در راہ طعنہ و ظن و تہا حرمی گفت
 چہ گر اردہ ہر یک حقوق نعمت تہا
 موس زہر کا کتاہہ کیت و سمند
 در بلع مرد و فرق تماشا دکلاہ
 ریتن کا در کسراں نعمت آوردہ
 گر بختید جواریستس تو جیل گاہ
 نہ دیدہ گر دپاہ سیاہ کوشن ہنور
 کہ گشت صبح سیدہ شہا چو شام سیاہ
 زلس تعجب کھار حملہ می گفتند
 رہے جامعہ عز لا الہ الا اللہ

فتح کے بعد عروں نے مرد کا رُح کیا، یہ شہزاد ایام میں عروں اسلا
 کا حکم رکھتا تھا اور داؤد حیری بیگ کے رانے سے دارالملک رہا تھا۔ اس
 کی دولت کی کوئی اہتا نہیں تھی، حرائر اور دہائیں سے معمور تھا۔ عریں مرد
 تک شہر کو عادت کرتے رہے۔ اکثر ماتندے گرفتار ہوئے اور طرح طرح کے
 شکووں میں ڈالے گئے تاکہ پوشیدہ حراوں کا سراغ تائیں، قتل و عارت
 اور حوں پریری ایک وسیع بیابان پر عمل میں آئی۔ عورتوں کی عصمت دری
 کی گئی اور عیالاً اس ہی واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہوا کہتا ہے۔

کی زیادہ ستانی اور بھت گیری سے یہ لوگ تنگ آکر آمادہ جنگ ہو گئے، اور مدائنہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ امیر قماح والی ملنے آج یہ معاملہ سلطان سحر کے گوش گزار کیا۔ اس کی تنبیہ و تادیب کے لیے احارت حار کی اور حوج کستی کر دی۔ اس ہم میں قماح اور اس کا فر مد علاء الدین مارے گئے اور حوج نے شکست کھائی اس پر متورہ قرار پایا کہ سلطان مدائنہ عود لشکر کستی کرے عر سر واد بہت ٹاننا داں دیے پر آمادہ تھے اور سحر بھی قنول کر مچا چہتا تھا، لیکن امر لے در مار اس مصالحت کے ماکل حلاف تھے جس میں سوز کا کام قابل ذکر ہو۔ بہر حال جنگ کی ٹھن گئی، اور اہل لشکر جنگ کے حلاف تھے۔ انھوں نے کوئی تدبیر نہیں دکھلائی، اور عر حار توڑ کر لڑے اور میدان ان ہی کے ہاتھ رہا۔ شاہی افواج کو شکست فاش ملی اور سلطان گرفتار ہو گیا۔

اس میں شک ہیں کہ یہ ہم شروع ہی سے ایک غلطی تھی، اس پر بہت اور اس کے حو ماک تاج کا اگرام متور لے چہد اہل حوج کے سر تھوپتے ہیں، لکہ اُن کو بے حیثی، بزدلی اور جس کا طرم قرار دینے ہیں، اس کی یہ رائے ہیں اور کر لینا چاہیے۔

حکم کو شک کی لے، حو اس عر کا مشہور ہر ال ہو، امر لے سحری کے حلاف کئی نظیں لکھی ہیں۔ جس میں سے ایک یہاں نقل کی جاتی ہو۔
ایا شستیر دن ترکاں یزدول یہ سمت ادی و تانار و کاتان
کجا یک ز حراسال پر وریدہ مد مار و بخت دولت اسان

سہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احسن الصدور صفحہ ۷۷۱ مرہ ڈاکٹر شمع محمد اقبال
طبع یورپ ۱۹۶۷ء۔

ہر ایٹوں نے اپنی قوتِ ماز و اور مردانہ جد و جہد سے رشکاری حاصل کی جہاں
 جہاں غروں کا قدم گیا، اُن کے عقب میں قوط و دوا اور عالمگیر شاہی نے اپنا
 چہرہ دکھا با۔ ہر ملک میں چاروں طرف بھل چکے تھے اور اسی شاہ کُن مسات
 کے مقاصد اکام کو پہنچا چکے تھے۔ ماسدے ان کے خوف سے جگلوں، ہاڑوں
 اور کٹودوں میں چھپتے پھرتے تھے۔ سفر کے حرل اور کپتاں جھنڈوں نے اس کے
 اقبال کے دُور میں میسوں میدان مارے تھے اور ہتھوڑیں سر کی تھیں، ان
 غیر متدہن وحشیوں کے نام سے لرزے تھے حراساں میں جگہ طے کی کمی نہیں
 تھی، لڑے والے اور ملک کی حفاظت کرے والے کافی تعداد میں میسر کر سکتے
 تھے، لیکن ان کو ترتیب دے اور جیٹہ انتظام میں لائے والا کوئی نہ تھا، مخلوق
 کی آنکھیں سحر کو ڈھونڈ رہی تھیں اور سحر اُن میں موجود نہ تھا۔ اِن صورتِ
 حالات میں بعض وطن پرستوں نے خاں سمرقند کے نام ایک سفارت بھیجنا
 چاہی جس کے ذریعے سے وہ ملک کی حالت راہیاں کر کے خاقان سے
 امداد و استعانت اور مداخلت کے مستعدی ہوئے۔ حماسانی اس سفارت کے
 لیے یوں اور بھی آمادہ ہوئے کہ سال گزشتہ خاقان نے عروں کے خلاف
 ایک ہم بھی سر کی تھی۔ یہ سفارت حالاً سنہ ۱۰۵۵ھ اور سنہ ۱۰۵۶ھ کے درمیان
 بھیجی جاتی ہو۔ خواجہ کمال الدین جو فصلائے عصر میں بے تل عالم اور سحر کے
 دربار میں بہت بڑا رتہ رکھتے تھے، اس سفارت کے قائد اعظم تھے۔
 یہ انوری تھا، جس نے سفارت نامہ کا مضمون نظم میں تیار کر کے دیا۔
 حراسایوں کا یہ فریاد نامہ ایک ایسی دستاویز ہو جو لمحاظ یا گیرگی جذبات،
 علو تخیل، اور صفائیِ راہ فارسی لفظوں میں ایک لے مثل چیر ہو۔ اس میں
 حسرت، حسرت، شاہی اور مظلومی کے نقشے کو نہایت صیح العاط میں کھینچا ہو
 سنہ اس سے مراد حالاً دکن الدین محمود خاں سومیں اس سال سنہ ۱۰۵۶ھ ہو جو سحر کا محظوم تھا

علم تشہد کہ چہدیں ہزار نفس نہیں جہ رن جہ مرد چہ پیر و حوالہ شاہ حیدر
 ماضی را دریں در طہ اوقاد و زمست بلے اگر چہ یکے را دریں بنو گشاہ
 ز خون کتہ جہاں مست رود مرد ہوز کہ در گزار مانند ماہیان بشتاہ
 مدہتہاش رس کتہ بعد چندیں سال عجیب مدار کہ ارجوں بود ہمائے گیاہ
 حب مرو کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی تو عروں نے میتا پور کا رُوح
 کما اتنا ہی فوج کے فوج بھی اس کے شریک ہو گئے تھے۔ ابتدا میں ہتھیروں
 لے مداخلت کے لیے ہاتھ یا لو مارے، لیکن عروں کی کثرت سے بہت جلد
 معلوم ہو گئے، جامع مسجد منشی میں اکثر عورات، اطفال اور دُکورا جو بصر
 پناہ جمع ہوئے تھے، قتل کر دیے گئے، مسجد مظہر میں آگ لگا دی گئی اور
 اس کے تسلوں کی روشنی میں رات بھر شہر لٹکا رہا۔ شیخ محمد اکثاف اور امام محمد
 بن یحییٰ جیسے پاک نعوس شکوہ میں ڈالے گئے اور بیدردی سے ہلاک کیے
 گئے۔ حاقانی مؤخرالذکر کے مرثیہ میں کہتا ہو۔

در دولت محمد مرسل نہ داست کس فاضل ترا ز محمد یحییٰ قتائے خاک
 آں کرد در تہلکہ و دماں فدائے شک دیں کرد روز قتل دہاں را دلے خاک

دیگر

گردوں سر محمد یحییٰ بباہ داد محبت نصیب سحر مانک رقاب شد

دیگر

چرخ از سر محمد یحییٰ روا رہود دہرا ز سر سعادبت سحر کلاہ رُود
 خراساں کے اور امصار کے ساتھ بھی غروں نے یہی سلوک رہا رکھا
 صرف ہرات نے کامیابی کے ساتھ مداخلت کی، اور اس تباہی اور بربادی
 سے جس نے خراساں کو ایک دو تسلوں کے لیے بے چراغ کر دیا تھا،

ناکوں حال حراسانِ رعایا لودہ ہشتا رحد او مد جہاں حاقاں پوشیدہ مگر
 لے نودہ است کہ پوشیدہ ساشد بر شے درہ میک و بد نہ فلک و بہت کثور
 کار ہا بستہ بودے شک در وقت کوں وقت آں ست کہ را مد سچے ایراں لشکر
 حسر و عادل حاقاں معظم کر حد پاوشا ہست جہاں ار رہتا دیر
 دانست محرمیں ست کہ در پیش ملوک یسرش خواندے سلطان سلاطین سحر
 باز حواہد رعراں کینہ کہ واجب باشد خواست کلین پدر بر پسر عوب سیر
 انوری کی شاعری کا ساغرمح و قدح کی صاف و دود سے ہی لبر
 ہیں جو ملک اس کی سطح کے نیچے الم و درد و یاس کا عصر بھی اپا لیشیں شائے
 ہوئے ہر، حوزد رت کے وقت کلی کی سی شربت کے ساتھ سطح سے اُٹھ کر
 مضاعف بسیط میں طوفاں یاس و حسرت پیا کرے کی قابلیت رکھتا ہر اس
 کے کمال کے اس پہلو کو، اموس جو ہمارے ہاں بالکل ہی فراموش کر دیا گیا ہو
 اب شاعر حاقاں کو خطاب کر کے یوں عرص مطلب شروع کرتا ہو
 اچو کیو مرت نقا، مادستہ کسری عدل دی موچر لقا خسرو اسیریدوں فر
 ققہ اہل حراساں استوار رہ لطف چوں تنیدی زمر رحم درایتاں شگر
 ایں دل انگار حسگر سوچکاں می گوید کاوی دل و دولت دیں راہ تو شاد می نظر
 حسرت ہست کریں رہدور بر قوم عراں میہت یکس تن حراساں کہ استدیردور
 رہدور گاہ راہ شدہ حرداں سالار کر کہ بیان جہاں گستہ لیماں ہتر
 رہدور دواں حسر و حریں و حیراں در کعبہ رداں اسرار اسیر و مہطر
 شاد آلا در مرگ نہ میسی مردم مگر جو در شکم نام میانی و حتر
 مسجد جامع ہر تہر ستوراں شاں را پاینگا ہلیست کہ نہ سقسق بیاباں شاد
 خطہ نکند ہر خطہ سام غزاہ آکک در حراساں نہ خطیب ست کوں فی مسر

واقعات کے بیان کرنے میں مبالغے سے کام نہیں لیا حقیقت و واقعیت کی ہر
متروع سے آئینک موج زن ہو۔ اگر انوری کا اور کلام ہم تک نہیں پہنچتا اور
صرف یہی نظم اس کی یادگار رہتی تو نہا اس نظم کے اعتبار پر اس کا شمار ایروں کے
ہترین شعرا میں کیا جاسکتا تھا۔ نظم کیا ہو، ایک سیلاب اتک ہو جو خراسان
لے اپنے ایام، ہند، عصمت دریدہ عورات، سوختہ عمارات، عارت شدہ
اماکن، بے چارے ملا، یا مال شدہ حرمت، اور تلف شدہ دولت کے ماتم
میں بہا یا ہو۔

انوری کی معیبری کے ثبوت میں یہی مجرہ اکتفا کرتا ہو۔ وہ لینے ملک کو
مستراسر بر باد ہوتا دیکھتا ہو، حت وطن اور حیرت کے حدات اس کے قلب میں
موجیں مارتے ہیں، درد اور حیرت اُس پر استیلا پاتے ہیں اور وہ ان حدبات
کو کامیابی کے ساتھ شعر کے پیکر میں تبدیل کر دیتا ہو۔

اس نظم میں شاعر صانع و بدائع کا مست کش ہو نہ لعلی دل و فوی لہ
آرائش عمارت کا ممنون احساں ہو، نہ استعارات کے اینچ پیچ ہیں نہ تشبیہات
کی دھوم دھام ہو، سیدھے سادے حلوں میں ان عوین واقعات کے لعل
خط و حال بیان کر رہا ہو لیکن ہر جملہ درد میں دھلا ہوا ہو اور ہر فقرہ تاثیر
کے رنگ میں ڈوبا ہوا۔ ہمد کے اشعار میں سے

نامہ اہل حراساں سر جاقاں بر	ترسمر قد اگر گنزر می لے باد سحر
نامہ مطلع آں ریخت و آمت حاں	نامہ مطلع آں ریخت و آمت حاں
نامہ در شکنش عوین ہمد اں مضم	نامہ بر قستس آہ عزیزاں پیدا
سطر عنوانش ار دیدہ محروماں تر	لقبت تخریشش از سینہ مطلوبان تنگ
خوں شود مردکب دیدہ اندوخت نظر	لقبت گرد مرمصوت از دگاہ سماج

رحم کن رحم بر آہا کہ نیاز مند مدد
 رحم کن رحم بر آں قوم کہ رسوا گشتند
 گرد آفاق جو اسکندر زر گردار انک
 از تور زم لے شہ دار سخت موافق نصرت
 ہمہ پوشند کفن چوں تو پستی حفتاں
 لے سزا فرار جہاں مائی کر عایت فصل
 ہرہ باید از عدل تویر ایراں را
 تو چو حور روشنی و ہست حراساں طلال
 ہست ایراں مثل ستورہ و تواری و ابر
 رضیعت قوی امروز قوی و اور حق
 خواہ کمال الدین کے ذکر میں گویا ہو

بیت سلطان حاس سحر کو پروردت
 دیدہ خاجہ آفاق کمال الدین را
 نیک دانی کہ یہ و تانہ کما داشت مرد
 ہست طاہر کہ مرد ہرگز پوشیدہ سود
 روش است آں کہ تراں جملہ کہ حور گردوں را
 و در راں ملک و سلطنت و آں دولت
 اکمال الدین اساسے حراساں کفند
 یوں کہ پیش حدادہ جہاں از سرور
 از کمال کرم و لطف تو رسید تا
 رو تنو حال حراساں عراق و کونہ شرق
 لے جو یا دستہ داد گر حق پرورد
 کہ ماست یہ جہاں خواہ از کمال تر
 اعتماد آں مستہ دیں پرور سیکو محضر
 ہیچ اسرار ملک جہ ر ضرور جہ ر ستر
 نو دایراں را رایت ہمہ عمر اندر خود
 چہ اتر نمود از ہم سفر ہم محضر
 ققنہ ما کدا و بد جہاں خاقاں ر
 عرصہ این قصہ روح و غم و اندوہ و فکر
 کہ کمال الدین داری عی ما مادر
 کہ مراد است ہمہ حال جو الحمد از پرورد

کشتہ فرزند گرامی را اگر ناگاہاں
بہند اربیم خرد و شہید بیار و مادر
آں کرا صدہ عمر رست و باز و رحمت
وار و آں جلوس کہ گوئی حق حیرت
پرمسلماناں راں بکل کنند استخفاف
کہ مسلماناں نہ کدہ صد یک اراں باکافر
ہست در دم و خطا امن مسلماناں
نیست یک ذرہ سلامت بمسلمانی در
خلق را برین غم فریاد رس لے شاہ حاد
ملک را برین سستم آزاد کس لے پاک گزرا
اگر یہی مقصد ہم عبارت میں ادا کرنا چاہیں تو غالباً اس کے سیئے ہیں
زیادہ العاطف کی ضرورت ہوگی اور اگر اسی قدر العاطف سے کام لیا جائے تو شائد
عربی اور صفائی سے نہ ادا کر سکیں یہ اس قادر الکلام کا کمال ہو کہ نہ زیادہ العاطف
کو کام میں لایا، نہ حشو یا ت کو داخل کیا اور اپنا مقصد حسن اسلوبی کے ساتھ ادا
کر دیا، اور تاثیر بھی پیدا کر دی، جو دلوں کے گدار کرے میں حاد کی حمایت
رکھتی ہو۔

شاعر عرض حال کو عادی رکھتے ہوئے کہتا ہو

سجدائے کہ بیار است سامت دیار
کھائے کہ میراحت لعلست افسر
کہ گنی فارغ و آسودہ دل خلق جدائے
ریں فرومایہ عزموم لی عادت گر
وقت آں ست کہ یا نہ رحمت یاد اس
گاہ آں ست کہ گیرد ز میعت کیر
ریں و مرد و در حلقہ یک حلقہ جو پار
بردی، امسال و اں شاں مدگر حلقہ ہر
آحرا ہاں کہ از دلوں فرودس بر شک
وقف و اہد متا حشر ریں عزموم حشر
سجئے آں حضرت کز عدل تو گشت و حلقہ
حویتش ریں حاکم ظلم عراں سد حشر
ہر کہ پائے و خرے دانت بخت لعلکد
چہ کد آں کہ نہ یایست مراد و ہر
رحم کس رحم برآں قوم کہ سودش زور
درصدیت شاں حرم و نہ گرمی کار دگر
رحم کس رحم برآں قوم کہ جو بند جے
ارہیں آں کہ بخور و دے از نار نکر

عربی خانے کے لیے ہی آئے تھے، وہ ایک طوفاں بے تیزی کی طرح اُٹھے
 حواس، عراق، کرباں اور عرصہ پر چھا گئے اور کچھ عرصے کے بعد ہڈیاں کے اناں
 کی طرح بیٹھ گئے۔ لیکن اس سے قبل وہ عام برادری اور عالم گیر شاہی کے کام
 کو خاطر خواہ تکمیل تک پہنچا چکے تھے۔ اس سحر وں کی مہر سے آزاد ہو کر
 وفات بھی پا چکا ہو، اور الوری شہر بلخ میں مستقل سکونت اختیار کر چکا ہو۔ ان ایام
 میں طرل نگیں بلخ کا حکمران ہو اور آزاد حاکم معلوم ہوتا ہو۔

الوری کے کلیات میں دو تین قصیدے اور چند قطعات اس کی مدح
 میں ملتے ہیں، لیکن کوئی قابل ذکر تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ طرل نگیں کے دور
 میں الوری کی زندگی کا وہ ناحق گوار واقعہ بین آتا ہو جسے جو بلخ کے نام سے
 پکارا جاتا ہو، اور جو کسی قدر تفصیل کے ساتھ دوسرے مقام پر بیان ہو چکا ہو۔
 میں یہاں حیدر اعجاز الوری کے سوگند نامے کی مانت کہاں سبب سمجھتا
 ہوں۔ یوں تو اس کی اکثر لطیفیں حیدرہ منتجب اور لطیف ہیں لیکن یہ نظم اس
 کی چوٹی کی نظموں میں شمار کیے جانے کے قابل ہو۔ سوگند نامہ الوری کی اعلیٰ
 نگاری کی مثال میں ملاحظہ فرمادیں۔ کیا جاسکتا ہو۔

اس نظم میں اس کی شاعری ایسے بہترین معیار اور راہنما کے کمال کو پہنچ
 گئی ہو موقع ہدایت مارک تھا تو اس ایسا کام کر چکے تھے اور جو کلام الرام اس
 کے سرمدھ دیا گیا تھا اور عصب یہ ہوا تھا کہ بلخیوں کے خدمات اس کے
 رخصت مشعل ہو چکے تھے، عوغائی اس کے گھر رچھڑا آئے اس کی بیوی
 کا۔ روش بھی فرد نہیں ہوا تھا، ماضی مکمل تھا کہ اور دست اندازی کی حالت
 اور عرت کے ساتھ حال پر بھی حملہ ہوتا الوری خود لے جاہت طریت لے تری
 کے رخ اور جان کے خوف جیسے مختلف خدمات کے اثرات سے مغلوب

میں نے اس نظم کے ذکر میں کسی قدر طوالت سے کام لیا ہو، صرف اس خیال کی ساری کہ ہمارے ہاں اب تک اسے قرار واقعی اہمیت حاصل نہیں ہوئی ہو۔ اگرچہ مولانا شبلی نے اُسے فراموش نہیں کیا ہو مگر میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اس سے بہتر توجہ کی مستحق ہو۔ یورپ میں اس کی وقعت ایک عرصہ دراز سے معلوم ہو اور ایک سے زیادہ مستشرق نے اس کے ترجمے پر نظم اٹھایا ہو۔
 سلسلہ میں قاضی حمید الدین کی مشہور کتاب مقامات حمیدی تصنیف ہوتی ہو، اوری قطعہ ذیل اس کی تقریباً میں لکھتا ہو۔

ہر حق کا بیست قرآن یا حدیث مصطفیٰ از مقامات حمید الدین متذکروں تہرات
 انگ انگ اعلیٰ داں مقامات حریری و ملیح چیں آں دریا سے مالامال آں آب حیات
 تباداش لے عمر محمودیاں را شرح نو راں کہ تو محمود عصری ماتان سومات
 از مقامات تو گر فصلے سخن اکم بر عدد حالے از منطق حدراہم یاد سخات
 عقل کمل خطے تافل کرد از و گشتا بھ علم اکیر سخن داد مگر انصی انقضات
 دیماں لے قدر و رایت عالم تاید را آتہ بے روال دآ سانسے بے ثبات

اس کے دوسرے سال قاضی صاحب انوری کے نام ایک قطعہ بھیجتے

ہیں۔ شاعر جواب میں قطعہ لکھتا ہو۔ میں پہلے شعر پر قیامت کرتا ہوں۔

قطعہ صدر اجل قاضی قصبات شرق و غرب

آں کہ بر عالم نقاد او قصاے دیگر است

راہی ایام میں عروں کے سردار ملک طوطی سے شاعر تعلق قائم کر لیتا ہو

لیکن یہ تعلق نہ اصلی ہو اور نہ دیر پا۔

حراساں کا سیاسی مطلع، فتنہ آشوب اور انقلاب کے گہرے مادوں سے

گھرا ہوا تھا وہاں کسی چیر کو قیام نہیں تھا، جیسا کہ مشرقی ممالک کا دستور ہو۔

جو گویم تلخ را بہیات یا رب سب رہبار
 مانند ارباب توں بستی ہمار قضا
 خاتم حجت در انگشت سیلابی سخن
 مادداں آخر کلام من رحمت خود
 مرد و باچوں متلی تند از حسد کار اتر است
 عین من رہیں اتر اتمی گرفت و تو ہور
 آں مہی گویم کہ در طے رہاں آورده ام
 گر سحر نگہ را سدسم اندر عمر حلیق
 جاوداں مے را مے ار دلے کہ میرای او
 آں تو امانے دوا مانے کہ در اطوار سب
 اس طاقور تزدید کے سانسے دمنوں کا اتر اک نکس سر سر رستا آنر
 "نقش آبی" "نقش آبی" یہ طرفیاب ہوا۔ اس کے ترکش کے آخری تیر
 (حس میں حید، دمنوں کے ادھر بھی رسائے گئے ہیں) دیل میں بیت کے
 حاتے ہیں سے

چوں مراد تلخ ہم از اصطلاح اہل تلخ
 بر سر تلک چماں قانع نہ مانند کس چوں
 ہے رسک حادراں چوں درہ مجبول کہ
 اچہا آں چاہا را اندازہ حاسر مرا
 ایسا ہمہ نگراہ اسر عاقلم در صحت حلیق
 یس چلو۔ جو گویم مطہر را کہ در حق
 تا تو صحت جوئے کردی در کس گاہ حسد
 دقہ مصری چادری کہ دست افشانی سری
 خدا تلکے کہ مانند امیر مے اسر ق
 گشتہ امرد اور دچوں آوازہ در سوا
 بلے عجب کر آہ۔ جنگی را پیدار آتش تہی
 سکاوی را مسد عقل ار نکسات اکری
 گردر آید یونہد ار ہر دہن ملری
 عقہ دہ سالہ ما مانے صحت آوری

ہو حکما تھا۔ آخر اس نظم کی شکل میں وہ اپنی سنے گماہی کی آواز بلند کرتا تو اس کے
طاقتور قلم کی گویا دور دور سائی دیتی ہے۔ اور عوام کا حق مخالفت ایک طرف
کے قودے کی طرح، سوتالیں آحاب کے سامنے پھیل کر اور پانی ہو کر بہ جاتا
ہو، فرد ہو جاتا ہے۔

اس نظر سے دیکھتے ہوئے سو گند نامہ اور ی کا احوال ہے۔ زرا اس کی
تہنید ملاحظہ ہو۔

اے مسلمان! اٹھ! اس دورِ جمیع حسریٰ
کارِ آبِ مانع اندر مشرب من آتش است
آسمانِ درشتی عمر کم دامنِ دوکار
گر بندم، وہاں ہر غریب گویا در سجد
بر سرِ محسری کرے کلمہ وہاں مرگشت
رد نگارا اگر رعقائی نیا موری تباہ
از تہماتے ملک چہاں کہ گویا گنج ہست
گو نیا تا آسمان را دم دوراں آمدہ است
کہ نگر داد نہ پہلو بہت کسور مرزا
عدا کا مد رنگد کو ب حوادث چہ سال
یرہ حیرم کرد صاحب تہمت اندر ہوج
مہ الاسلام را جوئے مسلماناں کہ گفت
سماں اٹھل لوشے بلخ کرے داگیت
جو کی امرا کے حلاف گویا ہو

جس میں سکاں کہ گرا در شان عدیے کشد
فایز آید حیرم اعظم از یہ ارے ریوری

در نفاق تیر و قصد ماہ دیکد متزری
شعل خاک ساکن اندر سکے من مہر صری
گاہ شادی ما دانی، وقت ادہ لگری
ورنگیم، کماں ہر روزیت گویا جوئی
نگر در بر طیل سام سیہ دور ہجری
یوں رعن تاجہ سائے مادہ و سائے ری
واقفم بر آکہ ماس ہم بدیں گند دی
وادہ اندے قہ را قطعی ملار اھوری
یکدم ار ہر تہ نہ گویا کز کد این کدوری
سخت تو رم جھری کردہ است دورش جھری
تا ہی گویا سند کا و نعمت آمد اوری
حاشا لند مانند ار گویا جھو د جہری
کہ داد کرد مہمور جہاں را مادری

میں مثال بود تازہ یاد تا عقبے میں ہمساد بود ربدہ نام تا محتر
 مانند نام سکدر ہر ارد و ہفتصد سال مصنفات ارسطو نام اسکندر
 مودود جو علمی متوحات کی بجائے سوع الارض اور فتح الملاد کی تجاویز
 میں زیادہ مہمک تھا، 'اوری کے مقاصد کے ساتھ کوئی دل چسپی کا اظہار نہیں
 کرتا، اس لیے شاعر، تنگستہ دل ہو کر اور احارت لے کر لعداد کو حیراد کہتا ہے وہ
 دلیک شاہ بے منتخ ملا متعول ست ہی کدہ پرستہ گاہاں جوین لطر
 بہر گھست کہ چوں بیست کام جہاں دریں ہوس متیں رو نگار خویش ہر
 یہ یک قصیدہ عسرا نکواہ و ستوری رانگاہ خداوند تاج و بیست و فر

دبگل

ہدایگانا امید داشت سہ ہی کہ در شائے تو مرد راں تو مرد
 مارگاہ تو ہر روز میست تر آید کوں بزم رس تاب می شود پتر
 روحل بیست ملے و جرح اولے حد رافع نیست نشانے دوام اولے مر
 اگر چہاں کہ دہد ہتر بار دستوری علام وار دہد بوسہ آ شاہ در
 سوئے خانہ گراید ماں لشکر و تا یا و ملک خداوند کردہ دائم تر
 لعداد چھوڑے کے بعد معلوم ہیں ہوتا کہ شاعر کہاں کہاں گیا اور کیا
 کرتا رہا مگر کچھ مدت بعد واپس ملے آجاتا ہے

عبداللہ بن پیروز شاہ احمد

اب عبداللہ بن پیروز شاہ، حوالہ ان کے انقیر ایک سوتے سے کی
 کی طرح طلوع کرتا ہے، اور ملے کے دربار سے برہمیت فاتح سودار ہوتا ہے وہ
 شہر کی عارت کا حکم دے چکا ہے، ابھی اس کی تمیل میں کچھ وقفہ ہو کہ بلجیوں

پہنچ عاقل این کند جز آن کہ یک سو انگد
 اصل بیکو اعتقاد دی، رسم بیکو محصری
 دشمنان را بیداد نزد من دانی کہ حیثیت
 جمع کروں موش دشتی ما پلنگ بربری
 مسقیم احوال تو تا حصم سرگرداں شود
 بس کہ پرکاری کدو جوں تو گردی سطر
 این دقائق میں جیاں دیدم کہ اسے حشرتی
 سکتہ گیر و این دواں بر لو فراس و بھری
 ارقعات پوشیدش گر نہ گوید نہ بود
 گرچہ در دریا تو اند کرد در لٹکا رری
 چدر بھی کر قولم تارہ شاخے می دم
 ہر گجا یداری اے میکس کہ بیجی بری
 رو کہ اریا حرج ہنساں رحمہ ہرگز کے مند
 حاصہ در سدے کہ نہایتی کد اسکندری
 اس واقعہ کے بعد انوری کچھ عرصے کے لیے تلخ چھوڑ دیتا ہوں، اور بعد ازاں
 پہنچ کر قطب الدین مودودس زندگی (۱۲۵۵ھ و ۱۲۵۶ھ) کے دربار میں سائی
 حاصل کر لیتا ہوں۔ اس موقع پر شاعر نے کوئی مستقل تصنیف بھی مودود کے
 نام پر مسوں کی ہے۔

میریں لوید رسیدم دریں دیار دور مس
 نگوشتں حضرت شاہ جہاں رسید حمر
 مرا کھسرت عالی تفرے مودود
 برائے شاہ سیر اجستہم یکے دفتر
 ہزار فصل درو لفظا ہمہ دل کس
 ہزار عقد درو بکھتا ہمہ دلسر
 یہاں وہ علمی مشاغل اور تصنیفات میں ایسی زندگی بسر کرے گا ارادہ
 رکھتا ہے۔

ہداں امید کہ شاہ جہاں شرف دہم
 سوم بدولت ادنیٰ بحت ذیک احتر
 بہر دو ماہ سارم در علم تصنیف
 برائے دولت منصور حسر و صفر
 طے انوری کا بعد ازاں پہنچ کر مودودس زندگی کی طرح میں قصیدہ لکھا اور پھر فوراً بعد واپس
 چلا آنا ظاہر بہایت عجیب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ قصیدہ انوری کے ایک قدیم کلیات
 (دوستہ ۱۲۵۷ھ) میں بھی حواقم کی ملک ہے مودود ہے۔

میں دیل کا قطعہ لکھتا ہوں

احمد مرسل رخاک مکہ چوں ہجرت گرید مدستے آں خطہ لود انگب لوسید گئی اں
 مارچوں مار آمد ارفقال میمون موکنت تمارہ شدوں دیکر گاہاں گل ار باددراں
 بلخ را بیر درشتہ احمد ہماں ہجرت محمود تافر و ماریدار ہم ہیجو برگ اندر اں
 مارچوں در طلق عالی را یست آرام پات زندہ شد مار و گرچوں اوصاح در اں
 لشکر یرداں را کہ تند آمد و حرم ماحستر قسہ اسلام اریں و کسہ اسلام اراں

یہ در شاہ کار مارہ ۱۰۷۷ھ سے تصور کرنا چاہیے۔ یہی بادشاہ اوری کا حقیقی مدوح ہو اور اس میں شک نہیں کہ سحر کے مقابلے میں اس کا دعویٰ ہایت بردست ہو۔ شاعر نے بعض بردست قصائد اسی یہ در شاہ کی تعریف میں لکھے ہیں۔ قصائد کی تعداد بھی کافی ہو اور ان کی رماں سے یا یا ماما ہو کہ شاعر کو ایسے مدوح سے دلی اُس ہو اوری کی اصلی قدر دانی بھی اسی دوبارہ میں ہوئی۔ اس کے در پر حلال اور را کی مدح میں بھی متعدد قصائد ملتے ہیں۔

محمد الدین ابوطالب رحمہ، اوری کا (قیام بلخ کے رماے میں) ایک اور مدوح ہو اس کے تعریفی قصائد بھی کافی تعداد میں ملتے ہیں۔ اور شاعر اس کا مہموں بھی ہو مجھے افسوس ہو کہ کلیات عوروں کے ساتھ اوری کے مہم پر کوئی دستہ نہیں ڈالتا یہ ظاہر ہوتا کہ یہ مہم کس رماے میں قائم ہوئے، مگر نہ لودہ دیر ایہا اور نہ گہرے۔

قرن ششم کے ساتویں عشر میں بلوک عورہ وں کی طاقت کو مراد کر کے حواساں کے بعض حصوں پر قانع ہو جاتے ہیں، بعض راسیوں میں ان کی طرف اشارے ملتے ہیں، امیرالجمال کے نام ایک قطعہ بھی ہو ایک یور اقصیہ تہا اللہیں اور جس مودود کی تعریف میں ملتا ہو یہ سہاب الدین اگرچہ مشہور تہا سالدیں عوری

کے جمع سے جوئے فاتح کے استقلال کے لیے تہرے ماہر آئے ہیں اوصال ہیں
آگے بڑھتا ہو اور بلجیوں کی حمایت میں قطعہ دہل مٹاتا ہو نہ

اے تراگستہ میسر ختم دیو دیوی کوشش تا آب سلیمان پیمبر نری
راں کہ در نسبت ملک تو کہ باقی ماوا بہت امر و رہاں بوسہ عدل عمری
توئی آں سایہ یزدان کہ شب چتر تو کو ایں کہ در سایہ او، در رسم بند سیری
نامہ فتح تو سیارہ آفاق رود کہ بشارت گرجہ تو نشاید شتری
تو کہ صد سب سکندر کی از گرد سپاہ حلیق را مرد اور صد جو سکندر نری
رہے اعلا سے ترا کشف شود حالت بلخ کہ بر محنت سوسے آباد و حراست نری
در زوایا شش ہیمہ طالعہ مطلق ہند ہمہ ارعہ بروں و ہمہ ارادہ نری
تو سلیمانی و ایں طالعہ موراں صیغ بودہ حواہاں تو عمرے دعاے سحری
نظارہ واطل ایشان ہمہ یائے بلخ امت چہ شود کہ سر پائے بلخے در گری

دہی اور سیاح کی تدبیر میں چند سال پیتر بلجیوں نے کوئی دقیقہ
فرد گراشت ہمیں کیا، آج اس کے حق میں درشتہ رحمت میں کرنے فاتح
کے سامنے ریم و معافی کی درخواست کر رہا ہو یہ واقعہ اس کی حلی ترات
اور اخلاقی حرمت کی ایک روش مثال ہو۔ کیا ہم ایسے عالی ظرف اور بلند حوصلہ
انسان کو دنی الطبع، شک ظرف، اور کم حوصلہ کہے میں حق بجا ہو سکتے ہیں
بعض سیاسی وجوہ کی مایہ پرورد شاہ بلخ کا قصہ ترک کر کے یکایک
دعا ہو جاتا ہو، اور سیاح کی روانگی پر ایسا دلی تا سب ظاہر کرتا ہو جیسا کہ

توی روی در می وزماں ہی گوید

۳۶۴ رہے رعد تو خلق عدلے آسودہ

کچھ عرصے کے بعد دوبارہ وارد ہوتا ہو اور شاعر اس کے پیر مقدم

- (۱۶) کمال الدین ابی سعد مسعود
(۱۸) ضیاء الدین منصور
(۲) بیرون شاہ من طعان یلکین
(۲۲) بہار الاسلام محمد الدین محمد
(۲۳) محمد بن ابراہیم سری
(۲۶) صدر جہاں علاء الدین محمود
(۲۸) علاء الدین امیر اسحاق
(۳) مودود شاہ ناصر الدین مویہ
(۳۲) بہار الدین علی
(۳۴) حسام الدین حسین
(۳۶) محمد الزمان اسحاق
(۳۸) خواجہ منصور عامر
(۴) خواجہ اسمعیل
(۴۲) محل جمال الدین
(۴۴) صفی موفق سبغی
(۴۶) محمد الدین عالی ابو المعالی ابن محمد
(۴۸) نصیر الملک محمد بن عمر
(۵۰) بدر الدین سقز
(۵۲) نصیر الدین محمود وزیر
(۵۴) رضی الدین ابو رضا
(۵۶) ناصر الدین قلع شاہ
(۱۷) عرب الدین طبرائی
(۱۹) شرف الامراء احمد الدین الحق
(۲۱) وزیر محمود
(۲۳) تاج الدین ابراہیم
(۲۵) محمد الدین ابو المظاہر
(۲۷) شمس الدین اعلیٰ پهلوان شکر
(۲۹) فرزندان مسعود داد
(۳۱) کمال الدین محمد (وزیر)
(۳۳) شمس الدین بہرور
(۳۵) قوام الدین
(۳۷) جمال استبراف
(۳۹) خواجہ محمد فی (شاعر)
(۴۱) کمال الدین مسعود
(۴۳) تاج محمد
(۴۵) الخ حادار ملک ایاز سنقر
(۴۷) صدر الوراء مویہ الملک
(۴۹) محمد الدین علی اس عمر
(۵۱) مویہ الملک نظام الدین محمد
(۵۳) ابو المظاہر ظہیر الدین ناصر
(۵۵) محمد الدین ایاز حاصیک
(۵۷) حماد الدین ملک شامہ معظم

فارح ہند شاہ ہیں جو۔ اس قصبہ کے کا مطلع ہے۔

عرصہ مملکت خورچہ ما محدود دست

کہ دران عرصہ چاہا لشکر یا معدود دست

اس قصبہ کے میں عورتوں کے سب کے سب میں ایک عجیب بیاں ملتا ہے، جو تاریخی روایات کے مائل منافی ہے سلاطین عورت کا سب سے تاج صحاک تاجی سے ملتا ہے، اور طغات ماضی میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ لیکن اوردی اُس کا سلسلہ سب حضرت داؤد علیہ السلام سے ملتا ہے۔

عورت کے ذکر میں وہ کہتا ہے۔

ردین ملک سیماں میر دارد عرق سلطان چہ محبت کرست داؤد دست
کلیات میں ایسے قصائد، جو مختلف سلاطین و صدور و امرا و علما و غیرہ کے نام ایک ایک دو دو مرتبہ لکھے گئے ہیں لے تہا میں، دلیل میں صرف اس لوگوں کے اسما کی ہرست دے دی جاتی ہے۔

(۱) ستر ظلّی حلال الدین والدینا (۲) صفوة الدین مریم

(۳) کریمۃ السار صیۃ الدین (۴) عصمت الدین

(۵) تاج الملوک مادشاہ (۶) ملک یوسف

(۷) عر الدین (۸) عہد الدین و ناصر الملک

(۹) ملک شاہ معظم بن طعاشاہ (۱۰) ریں الدین عبداللہ

(۱۱) عماد الملک حلال الدین ابو الفضل (۱۲) علامہ الدین محمد

(۱۳) صاحب عادل عمر صدر دیا (۱۴) علاء الدولہ علاء الدین ابو علی حسن

(۱۵) کمال الدین علی محمود صدری (۱۶) (حاجواہ نظام)

دیرو درری و شاعر چگونہ جنگ کند اگرچہ چارہ وہ باشند در پیر ہزار ۱۴
 ہمیں اس قدر کھلینا چاہیے کہ وہ قزاق سمجھتے، اور جب تک کہ انہوں نے
 اس جماعت کو اچھی طرح نہ لٹ لیا ہوگا، نہ ہٹا ہوگا۔
 وہ ایک بڑے کئے والا آدمی تھا، جس کے افراد کی تعداد پچاس کے
 قریب تھی۔

پدیریش کہ سدا تو سرود او ویوستان اویغہ (۱۲۵۱)
 مصارف زیادہ تھے اور خود بھی اسراف کی حد تک فیاصل تھا اس لیے قرضے
 کی مصیبت میں گرفتار رہتا تھا۔

وہ طبیعت کا مشریف، حوصلے کا بلند اور حسن اخلاق تھا، لیکن مدد طلبی
 بے پروائی اس کے حواصل کا امتیازی صہرہ تھا۔ صاف گوئی اس کی ایک اور
 خصوصیت تھی۔

حطے اور مصیبت کے وقت وہ زیادہ دلیر اور جری تھا، حطرے جس قدر
 زیادہ ہوتا اس کی جہت اتنی ہی زیادہ بلند اور حوصلہ مضبوط ہوجاتا، دوسروں
 کی آمت میں سیدہ سپر ہوئے سے دریغ نہیں کرتا اور عام طور پر بے خوف اور
 بڑبڑاتا۔

وہ قدرتا حسن طبع، بدلسخ اور طریف تھا، ایسا شخص ہمیشہ کثیر الاحباب
 اور ہر دل عزیز ہوتا ہے، اسی لیے اس کے دوستوں کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اس
 کی صاف گوئی کی عادت نے بہتوں کو اس کا دشمن بھی مادیات تھا لیکن دشمنی کے
 اظہار میں وہ پہل نہیں کیا کرتا تھا، اسی طرح جو میں بھی اشتد نہیں کرتا بلکہ
 پہلے حریف کو جتا دیتا کہ اپنا رویہ درست کرے ورنہ جو سے تواضع کی جائے گی
 اس کے ساتھ ہی وہ رحم دل اور نرم دما رہتا، اور دشمنوں تک کو معاف

- (۵۸) ابوالحسن نصر نصر (۵۹) سراسی (ترمدی) شاعر
 (۶) ارشد الدین (شاعر) (۶۱) حواصہ کمال الدین (شاعر)
 (۶۲) شجاعی (شاعر) (۶۳) تاج الاماہل محمد الدین خالد بن رجب المالکی (شاعر)
 (۶۴) ملک طوطی (۶۵) کمال الزماں، معنی سلطان سحر (۶۶) فردالدین کات

کلیات اس کے واقعات زندگی پر کچھ روشنی ہیں ڈالتا، اتفاقاً چند
 باتوں کا ذکر آگیا ہو وہ یہ ہیں کہ ایک مرتبہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا، ایک قصیدہ میں
 جو کسی درویش کے نام ہو، کہتا ہے۔

تادست شکستہ پائے ہدم در جست ناگریرنگ ست
 دریاب مرا و رود دریاب کین دست شکستہ یک تنگ ست (ج)

ایک مرتبہ بیماری رشتہ میں مبتلا ہوا تھا۔

بدست حادثہ بدے ہمارے پایم کہ ہجو حادثہ گاہے نہاں و گہ پیداست
 سک بصورت حواں گراں بقوت طبع کہ پشت طاقم ارماد و ہمیشہ وقاست
 نظر بخیلہ از اعضا حدائی کدش کمر است مدبر اعضا کہ آہم ارا عصاست
 عصاست پایم و در وضع آفرین خلق تنیدہ کہ کسے راسخائے یائے عصاست (ج)

درد و لغز کی تکلیف بھی اس کو ہو جایا کرتی تھی۔

برگوارا دانی کہ آفت لغز رہر جہرتی من مدہ می میرم (ج)

سرمیں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ الخوری اور اس کے ہمراہیوں کو جو
 تعداد میں تیرہ تھے، جس میں تین شاعر، چھ حیاط اور چار مستی تھے، دو سواروں
 لے آکر گھیر لیا، اور بہت پریشان کیا۔

من دسہ شاعر خوش درزی و چار ویر اسیر و خوار مانڈیم در کعبہ دو سوار

اور لوطی کا کلمہ پڑھتا ہو، وہ شاہ سائے کو زندہ کرنا ہو اور سفاکے آگے سر خم کرتا
ہو، کہتا ہو۔

در کمال لوطی نقصاں مردوسی گیر ہر کجا آمد شفا ہمت امر گوہر گر مباحث
بوطی کے لیے یہ احترام اس کو سائی کے حلاف اعتراض کرے کی
ترغیب دیتا ہو حکیم سائی نے ایک مقام پر لکھا تھا۔

کہ یارب سنائی داناے وہ تو حرکت چناں کرھے رشکایدوان بولی سینا
الوری نے جواب میں کہا۔

سائی گرچہ ار وجہ ماحاتے ہی گوید لشکر اندر حرص آں کہ یابدید مینا
ولیکن از طریق آرزو بخت محدود داند کہ ناحیت مردوس نیاید کوشش مینا
روحانے کس تن و متیت نہ کہ دیر افتد ریا حوج تمنا خصمہ در سد و لوثینا
اہل تصوف کو وہ لیدہ نہیں کرتا، اس دلیل کی بنا پر میں حوال کرتا ہوں
کہ مصرع مشہور ہے

چوں سنائی ہستم آخر گر بہ بچوں صابرم
میں الوری نے اپنے آپ کو حکیم سائی کا قیل ہیں کہا، مگر حکیم سائی کا۔
ایک قلمی لسمہ نوشتہ مشکہ میں یہی مصرع یوں درج ہے
ار سنائی ہستم آخر گرچہ کم در صابرم

بقول محمد عوفی، سائی کا یوں نام "الحکیم محمود اس علی السنائی المروزی
ہو، اور طلحہ مروزی نے اس کا مرتبہ لکھا ہے۔

اس کی شاعری پر مخالف معاصرین نے کفر بھکاری کا ارام لگایا ہو، مگر
مردوسی کہتا ہے۔

گدہ یہ و کفر در استعار شارسست ترا کفر در مدحی و در گدہ یہ ہمہ کفرانی

کر دیتا تھا۔

خرد جو تلامیذ الرحماں کا طرلئے امتیاز ہو، انوری میں بہت کم پایا جاتا ہے، لہذا اس کا شیوہ نہیں۔

اگرچہ اس کی عمر دہاروں میں اور قصیدہ حوالی میں گری، جہاں حوشامد کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا، تاہم حوشامد سے اس کو دلی نفرت ہو، انسان انسان سب اس کی نظر میں مساوی ہیں اور اپنے جیسے انسان کی سمت پذیری اس کے نزدیک بدترین عمل ہے۔

شراب وہ پیتا تھا، اُسے خود اقرار ہے کلیات میں میسوں قطعات موجود ہیں جو صرف دوستوں سے شراب منگولنے کی خاطر لکھے گئے ہیں۔

شراب میں وہ الو العرج کا زیادہ مہاج ہو اور اسی کی تقلید بھی کرتا ہے۔ اور معاصرین میں عمیق، ادیب، صار، اور عمری کا ذکر احترام سے کرتا ہے، مادود کی خود کلم الفوت اُمتاد فن بلکہ بیغیر فن ہے، لیکن شترگوئی اس کے نزدیک ایک دلیل اور قابل نفرت پتہ ہے۔ شاعر اور حلال حور اس کی رلے میں مساوی حیثیت رکھتے ہیں، ہمیں لکہ شاعر حلال حور سے بھی زیادہ کثیف ہے۔

علوم کا دل سے شیدائی ہے اور حکمت پر تو حیاں قرباں کرتا ہے۔ قیمت کی کو بھی دیکھے کہ بوطی سیسا کا متعلم رود کی کاشین ما دیا جاتا ہے لیکن قلمی رحماں کا کیا کرتا، وہ دم قدم پر نایاں ہے، ررق ررق درباروں اور گرم نشاط معلول میں بیچک رہا ایک آہ سرد کھینچتا ہے۔ اسطو اور بوطی اُس کو یاد آتے ہیں اور دل پکڑ کر رہ جاتا ہے۔

انوری اگر یہ کشت میں دیر نشینوں کا سرتاج ہو، لیکن کلمے کی محنت اس کے دل سے نہیں گئی، شاعری میں اس عزت کے باوجود وہ رودی سے مرتد ہے

ہاتھ خلاصۃ التواریخ (۱) میں میری نظر سے گزرا ہو، موقع یہ ہو کہ عید کا چاند
حسن کا مینا سے انتظار کیا جا رہا تھا، نظر آچکا ہو، ہلال کو دیکھ کر الوری کہتا ہو

جس میں ہم قدر کہ در لب این طاس است

رشدی کہتا ہو ج گوئی کہ بدست بارہ الماس است

ادیب کہتا ہو ج مشکل مہر اور است چرخ کار دود

سلطان کہتا ہو ج بے بے غلط کتب نقار اس است

الوری کی دعوت پر اس کے کسی دوست نے دہل کا قطعہ لکھا ہو

(۱) الوری رخت و آرمید و گرید بر سرے یلید عالم پاک

(۲) دوستان در عشق ہی گویند مار وچ درد و دیدہ مساک

(۳) کئے درینا کہ چرخ سلاہفت عالم علم را مستحاک

الوری کی شاعری

الوری اگرچہ طبعاً علم دوست واقع ہوا تھا، لیکن زمانے کے میلان عام
اور اپنے ہمہ کی عیت پرستی اور ہرزہ یسوی علوم کی بے قدری، معاش کی
محوریاں اور زندگی کی تلخیاں محسوس کر کے علمی متاع کو حیرانہ کہتا ہو اور متاع
احتیار کرتا ہو، تاہم وہ عالم کا ہزمان ہو کر ملاحف تروید کہہ سکتا ہو۔
ماہودیم بدیں مرتبہ راضی عالم شروح و جواہر آں کرد کہ گردن ما
اگرچہ شعر نے اس کی روحانی اولوالعزمیوں اور طبعی رجحان کو کوئی تسکین
ہیں بخشی کیونکہ وہ اس سے ہمیشہ طول اور دل گیر نظر آتا ہو۔ اس کے سربل
حدات اس پیٹے کے خلاف ہمیشہ سرگرم بیکار ہیں، لیکن اس میں بھی شک
ہیں کہ الوری نے اپنے سرسردماغ، عالمانہ روشیں تحریر اور کتبہ آوری سے

صنعت کفر بشعرا تو دراز و دریا کج
 نق نق ارفاضلی و طغطنہ ارفاقانی
 قاضی نور اللہ شومتری ستیمہ شعرا کی ہرست میں اس کا شمار کرتے ہیں
 لیکن کہیات میں کافی سے زیادہ شہادت موجود ہو کہ وہ مذہبِ بدعت و الجہالت
 کا ایک رکن تھا، اور عالمِ شامی درقے سے تعلق رکھتا تھا۔ مسئلہ حروقہ دریں
 وہ اشاعرہ کا ہم رہاں ہو، رویت ماری کا وہ قابل ہو، "عدل عمرہ قدم قدم
 پر اس کے قصائد میں پایا جاتا ہو۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

در خلافت کو مکر دم رمہ خلاف در امامت فاروق در محال و طوق
 در شستن عثمان جو راھی بدگو نہ در تنہا عبت حیدر چو غار جی اہق
 سر خواجہ خواہم تنگناختہ چو انار دلی روافض خواہم کمیدہ چوں عوزق
 ال استعار پر بھی لحاظ کیا جائے۔

بسر مصطفیٰ شریف قرین کہ ز حج رسل غیر ترست
 نو فاد صلائے صدق عین کہ دل چاہا فروش و شرع عزت
 بد لیری و ہیبت عمری کہ پلوہ تر لیت از عمر ست
 بجیا و حیات ذوالنوریں کہ حقیقت مولف سور ست
 بکف دو الففتار مر قنوی کہ کرب اندوں چو تیر ست

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے کہتا ہو۔

دیں لغزش قوی گریہ پس از ہمداد باقی ناموس کفر حجر حیدر شکست
 معرکہ کردیو نسل عمر شکست جرح کہ لطافہ بود دید کہ سر شکست
 ناظرین کو وہ قصہ یاد ہوگا جس میں عصری، عسحدی، فرجی اور مردوی
 ایک ایک مصرع ہم پہیا کر راعی تیار کرتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک قصہ اور
 رشید الدین و طوطا، ادیب صابر، اور خود سلطان سحر کی مانت ایک غیر مطبوعہ

میچ نص بھی مردہ قصیدے کے رسم میں روح پھونک کر اس کا دورِ ایسا لاسکا
 اور ی کے دور میں عرب لے کوئی حقیقی اہمیت حاصل نہیں کی تھی۔
 مچلے شرا کے سامنے حویداں تھا وہ قصیدے کا تھا۔ اور اسی ہر زمیں میں
 وہ اپنے جوش طبعیت کی حو لائیاں دکھاتے تھے۔ یہ عہد قصیدے کی تاریخ کا
 زریں دور ماہا چا سیبے شرا کثرت سے موجود تھے اس میں اکثر مشہور
 و معروف ہیں، مثلاً امیر معری، ادیب صابر، عبد الواسع حلی، حکیم روحانی
 حکیم سوزنی، فتوحی، سحری، حکیم سہائی اور رشید الدین و طواط وغیرہ وغیرہ
 لیکن سب لے اپنے نفس طبع کے لیے قصیدہ نگاری ہی کو اختیار کیا تھا۔
 ایں حو اور ی کے ہم چم مانے گئے تھے۔ وہ فتوحی اور سحری تھے۔

س ایں کہ پس ہر زماں ایں حلق گاوین
 کالوری بہ یا فتوحی در سخن یا سحری

گویا معاصرین کی نظر اتحاب میں اور ی، فتوحی اور سحری پر قرعہ فال ڈالا
 گیا تھا۔ کوئی اور ی کو ترجیح دیتا تھا، کوئی فتوحی کا معتقد تھا اور کوئی سحری
 کی انصلیت کا قائل تھا گویا سعدی، امامی اور محمد بکر کی ترجیح کی بحث تبدیل
 اسما ایک صدی بیتتر چھڑ دی گئی تھی لیکن عور کر و آج فتوحی اور سحری کو
 کوں حاتا ہڑو رما لے ایں کے کلام کی طرح اُن کے ناموں کو بھی صحیح ہستی
 سے مٹا دیا اور حو تھوڑا بہت ہم اُن کے متعلق حاستے ہیں، اور ی کے طیل
 میں حاستے ہیں۔ وہاں دُیا سے سعدی کے حق میں فیصلہ دیا، یہاں اور ی
 کے حق میں۔

منا حریں میں نص نے طیر فاریانی کو اور ی پر ترجیح دیا چاہی لیکن
 ان کی کوستس مار آور نہیں ہوئی حو مولا ماشلی طیر کی انصلیت کے قائل

سور کے درجے کو کئی پایہ بلند اور رنج کر دیا ہو۔

اور ہی کا اعمار اس کے قصائد مانے گئے ہیں، متقدمین کے نزدیک محاسن قصیدہ گوئی زیادہ تر نشان و شکوہ الفاظ، مادر تہیات اور صنائع مانع پر حتم تھیں۔ لیکن اور ہی کی حدت پسند طبیعت نے اس میں مضمون داخل کیا خیال سدھی کا سورج رنگ چڑھایا اور صنائع کا زور توڑ کر اس کو طبیعت کے رنگ میں رنگ دیا فارسی زبان اس کے ہاں ایک نئی کر وٹ لیتی ہو، جدید حیالات اور نئے اسلوب و ارق مقدار میں یا نئے حاسے میں، وہ سیکڑوں مدتوں کا متذرع ہو اور اس کے چھوٹے نوالوں کو متاخریں مرے لے لے کر چاتے ہیں۔ قریب قریب ہر شاعر نے اس کے اغوات میں اپنی قندیل سس کو روش کیا ہو، جن میں طہیر، اس یس، عونی اور قاضی قابل ذکر ہیں۔ ہمارے لغات کا ایک ٹراحوہ اس کی حدت طرازی کا مرہون منت ہو۔

صنائع میں وہ نصف و نشر اور تمہیں کی طرف زیادہ مائل ہو، اور کلام مستوی یا حلقہ معترضہ کے استعمال میں ید طولی رکھتا ہو۔ وہ اولے خیال کے لیے مازک اور حوصلہ صورت لباس کے سمائے سنجیدہ اور متین پیرایہ تلاش کرتا ہو۔

اور ہی ایران میں ثالث ثلاثہ زل ما گیا ہو، اور یہ جیلہ ابھی تک مسلم ہو متاخریں ہمد میں اس کے خلاف لغات پھیلا نے والوں میں سب سے پہلے ابو العصل علامی کا نام لیا جاسکتا ہو۔ ابو العصل کے بعد میرزا عبد القادر بیدل عظیم آبادی قابل ذکر ہیں۔ ان کے مقلد آزاد بلگرامی ہیں اور مولانا سلی کی رائے حقیقت میں آزاد سے ماحود ہو۔ مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس بزرگوں کے دور میں قصیدہ گوئی کی حقیقی عظمت مژدہ ہو چلی تھی، اور نعل لے عالمگیر قولیت حاصل کر لی تھی اس لیے مذاق میں عام انقلاب ماکریں ہو چکا تھا یعنی حیا

کر لیا جائے، اس نقطہ نظر سے دین کے استعار پر ماہرین ایک نظر ڈالیں۔

الوری

قلبیہ

روانج کرمت با سبزہ رنئے طبع
خواص بیشکر آرد مزاج کسنے را

مراح کو دکی ار رنئے خاصیت بمذاق
ہو رطعم شکری ہنسا دکنے را

ہر چہ معنی رایت قلم بدست گرفت
تضابرات نویسہ جواب فتویٰ را

بدست حلیق قلم در کتیدہ معنی عقل
یک اشارت رایت ہر ار فتویٰ را

لیم باد در اعجاز مدہ کردن خاک
سرد آب ہمہ محسرات عینے را

سحی چہ عرض کنم بر جماعتی کہ زہل
زبانگ حزنہ شماسد نطق عینے را

رکنہ دتبت تو قاصرست قوت عقل
لے رود جبریت جتم اعلیٰ را

دعود ادکہ جاں دار امدلے طہور
حاسنے اور بصر بود چشم اعلیٰ را

دعود جود تو رانج فساد اگر دعود
ہیم ناں رقصامی دروحت احریٰ را

ہرار مار مدیواں رزق رو کردہ
جہاں رہر شامت رات احریٰ را

شکوہ مصطوبیت آحرار طریق لصاد
رطابقاں براگلدات وعتیٰ را

اگر صلاات ادمانگ بر ملک مزید
سحالی دبدہ استرالات وعتیٰ را

ہیں، لیکن انوری اور طہیر میں کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ طہیر کی شاعری اس وقت شروع ہوتی ہے، جب انوری کا زمانہ ختم ہوتا ہے۔ طہیر کے قصائد دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طہیر انوری کا متقلد بھی ہے اور انوری کے حوا میں جو چند قصائد اس نے لکھے ہیں ان میں کوئی ترقی نہیں دکھائی ہے۔ میں خوب طوالت صرف جہد امتثال پر اکتفا کر رہا ہوں۔

انوری کا ایک قصیدہ ہے

صبا پسرہ سار است باع ذیلی را مہم گشت ریں مرعشہ زحقی را
طہیر نے اسی زمین میں یہ مطلع بہم پہنچایا ہے
سفر گزیدم و شکستہ عہد قربی را مگر بہ جیلہ بہیم شمال سلی را

(ص ۳۲ قصاید طہیر، طبع و مکتورہ ۱۲۹۶ء)

میں اُن میں انوری کے مطلع کو ہر اعتبار سے بہتر ماننا ہوں۔ لیکن اس قسم کا مقابلہ شاید بعض ناظرین کی رائے میں نامناسب ٹھہرے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دونوں استادوں نے جہاں ایک ہی قافیہ ادا کیا ہو ان اشعار کا مقابلہ

سطوف و معطوف ہیکل حالت میں یہ تفاوت جو "سفر گزیدم و شکستہ کی ترکیب میں
بھانے "سفر گزیدم و شکستہ" دیکھا جاتا ہے ایک ایسا اسلوب ہے جو سب سے پہلے مرثیہ میں دیکھا
جاتا ہے۔ انوری کے کلام میں یہ غیر بہت عام ہے چنانچہ امتثال ذیل ہے

- | | |
|--------------------------------------|------------------------------------|
| (۱) جسم رعاد پیش دود و سلام کرد | دآورد و شمس چون نگ منکرنگ زکرا |
| (۲) انصہ بار گستم و آد سعاد رود | در بار کہ و مارہ پست ارس ہتوار |
| (۳) بچاں کردم و ایر تواد اکر دم دولت | حان اراں و جنت فی العوریرا و اشوقا |
| (۴) دنی و نا توہم لے کہ جہاں داست مز | گر جہاں داپس اری ناقص جو ہم سرست |
| (۵) آوردش کھلے و شکستہ شکست پیش | ہدست و سر دادم و درئے و کلاب |

الوری ظہیر
 ر نوک دگر عمر گرامی مگر اید آں ایہ نہ است کہ رانیچ نیاید
 خود محنت ماجملہ ز نوک دگر آمد ہر کار کہ در معرض نوک دگر آمد

ظہیر، اوری کی مناسبت اور وقت نظر کو ہمیں پہنچ سکتا رماں کی صغائی
 جو ظہیر کا امتیازی صہر ہو، اوری سے مقابلے کے وقت اس کا صریحی قنون
 ثابت نہیں کرتی۔ لیکن جب ہم ان گوناگوں اور مختلف الموصوع مصابین کا
 خیال کرتے ہیں جو اوری لے اپنے اشعار اور نظموں میں روتاس کیے ہیں
 تو ظہیر کی شکست ایک مدہی واقعے کی صورت اختیار کر لیتی ہو۔

دیل کے اشعار پر بھی عور کیا جائے جو لحاظ ترکیب و مدق دونوں شاندار
 کے ہاں مقد المصنوع مائے جاسکتے ہیں، صرف اس فرق کے ساتھ کہ ایک
 صبح کا ذکر کرتا ہو اور ایک شام کا۔ اور نگاہ انتخاب کا فیصلہ پھر اوری کے
 حق میں ہو۔

الوری ظہیر
 یوں وقت صبح چم جہاں سیرتد زجواب یوں رزمین طلیعہ شب گشت آشکار
 گمستہ ستدر جیمہ مشکین شب طاب آفاق سادت کسوت عمامیاں ستار
 سمود رنے صورت صبح ارکارتب پیدا ستدار کراہ میدان آسمان
 یوں جوئے سیم رطرب یلگوں مراب تبا شکل ہلالیوں سر جوگاں ہتر یار تبا

اوری کی شاعری میں گوناگوں واقعات اور حالات پر محنت کی گئی
 ہو، اس کی ترتیب میں مختلف النوع موصوع پر قلم اٹھایا گیا ہو، بہار و باغ،

الوری

دائے عود جل گوئی از طریق نواز
اعتدال ہوا دادہ حال سے را

ظہیر

برائے تحفہ لفظ رنگاں میا رام
ہر حلیہ ہائے عبارت عودیں معنی را

یرید کہ ہنگام صبح دگر آمد
نسبت و زمترق علم صبح را آمد

صبح دگر از مشرق اتسار آمد
در گشت ایام نسیم سحر آمد

ارشد می اندر افق حاتم بکوتر
دل لشکر جو رسید بہ آفاق را آمد

آں وعدہ کہ تفتد بر ہی داد وفاتد
واں کار کہ ایام ہی خواست را آمد

م تو سے تربیت نام عمر کرد
اں رہنے کہ عدل تو چو عدل عمر آمد

شاہنتہ ابی مکر محمد کہ جہاں را
از حضرت اود مزودہ عدل عمر آمد

زدیک حردیں اپنے میا ربی ملکا
بریت کہ پیغام نسیم سحر آمد

شمشیر تو در طسلیت شہائے حوادث
چوں پر تو خورشید و طلوع سحر آمد

راجر تو امکان تغیر نہ ہفتند
دی کہ شائے ز قضا و قدر آمد

سر بر خط حکم تو ہد ہر کیے دور
در دائرہ حکم قضا و قدر آمد

وصاف تو در نسبت آوازۂ ایساں
یصب نفس عیسی و آواز حرام آمد

حصص کہ پرستدہ سم جو عیسی است
اندر نظر عقل چو دیال حرام آمد

مارا ص ہوئی ہو اور لا حول پڑھتی چلی جاتی ہو۔

حضرت اپنی بے رری پر تاسف کرتے ہوئے گھر آتے ہیں، اندر کی طرف سے دروازے کی دونوں کھیریں چڑھانی جاتی ہیں۔ کمرے میں اطمینان سے بیٹھ جاتے ہیں، دروازے کی طرف پیٹھ کر لی جاتی ہو، اور دیوار کی طرف منہ، اور کہتے ہیں کہ آج تمام رات مجھے ایسی بے رری پر رہا چاہیے آسمان کا اچھا دریا بہا ہوا جائے جس میں معینہ لوح تک عرق ہو جائے، مالے ایسے تھوڑے ہوں کہ ملک پر حا کر اجم رحمتاں کی طرح چمکیں۔

قصہ مختصر حضرت سرگرمی کے ساتھ اس موکہ حیر کام میں مصروف ہو جاتے ہیں، اتنے میں سیدہ سحری جھکتا ہو اور سیرج سحر حوے شیریں اپنی چوبچ ڈال دیتا ہو۔ ان کی آنکھ لگ جاتی ہو جواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ خود بدولت حلال اللہ کے دربار میں کھڑے ہیں، وہ مسد رر تاریر بیٹھا ہو اور ان سے دریافت کرتا ہو کہ حضرت حیر ہو آپ آج کس فکر میں لو تیار کی طرح خاموش ہیں۔ حضرت جرات کر کے پیت قدمی کرتے ہیں اور کیر کے ساتھ اپنے عشق اور عتیانی کا سارا ماحول سنا دیتے ہیں حلال الوزرا اُسی وقت اپنے آدمی کو حکم دیتا ہو کہ حاد کنیر کو حرید لاؤ اور لا کر ان کے حوالے کر دو، آدمی جاتا ہو کیر خرید لاتا ہو، اور ان کے حوالے کر دیتا ہو۔

میں اس وقت ان کی آنکھ کھل جاتی ہو، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ حلال اللہ کا دربار ہو، اور نہ وہ کنیر ہو۔ ہتھ پڑے ہیں جواب کی تعمیر کے لیے معزز کے پاس جاتے ہیں، وہ تعمیر بیاں کرتا ہو اور احوت میں ان کی پگڑی پر قصہ کر لیتا ہو۔ اس تئیب میں اوری نے طریقہ پیرایہ اختیار کیا ہو۔ اور شروع سے آج تک اس کو خوب بیا ہا ہو۔ یہی کیفیت ذیل کی سلسل میں مسابہ کی جاتی ہو

گل و ریاحین کے علاوہ جو ہر ایرانی شاعر کا ایک مقبولہ مضمون ہے انوری کے ہاں کہیں ذکر مشوق ہے، اُس کے فراق کا مایاں ہو یا آمد کا ذکر یا مکالمہ ہے کہیں صبح کا نقشہ کھینچا گیا ہے، کہیں شام کا منظر دکھایا ہے، کبھی سرگرم سربہو، دشت و بیاباں کوہ و صحرا کے مناظر پیش کرتا ہے، کہیں شب عید کے فطامے ہیں اور عید گاہ بیسچے کی تاریاں ہو رہی ہیں، کہیں فلکیات کے ذکر میں مصروف ہے۔ رواج اور سبب ستاروں پر قلم اٹھاتا ہے، اور ہر ستارے کا جُدا جُدا علیہ لکھ رہا ہے۔ یہ موضوع اُس کے ہاں بہت پسندیدہ ہے۔ کہیں زمانے کی ناقدی علم و ہنر کی کسادباراری کا دکھڑا بیاں ہوتا ہے، تقدیر اور آسمان کی لڑائی دکھائی ہیں، صحنِ بستان و عدیر، قصر و ایوان اُن کی نقاشی اور مختلف منظروں، شکار گاہوں اور رزم گاہوں کا خاکہ اُتارا ہے۔

صبح کا وقت ہے، صبحی کی تلاش ہے، اور تراب سے ٹوٹک رہی ہے سحاس میں ایک ہندی کینر دیکھی جاتی ہے، شاعر اُس پر عاشق ہو جاتا ہے، ماتِ حیرت کا موقع بھی مل جاتا ہے، عشق جتایا جاتا ہے، وہ مسکراتی ہے اور کہتی ہے، تمہارے کیسہ میں رہیہ بھی ہے، رہیہ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ آسمان تک کے ستارے توڑے جاسکتے ہیں۔ یہ جواب دیتے ہیں صبح

جیل کے گھوسلے میں ماس کہاں

وہ کہتی ہے تو میرا کہا مالو اور میرے خیال سے درگزر دے، یہ سُں کر آپ متیاب ہو جاتے ہیں اور گر یہ دیکھا شروع کر دیتے ہیں، وہ رحم کھاتی ہے، اور حلال الوزرا کے پاس حالے، قصیدہ سُناے اور رہیہ حاصل کرنے کا مستورہ دیتی ہے۔ یہ اس رائے کو پسند تو کرتے ہیں لیکن کہتے ہیں، میں حلال اور را کے سامنے جانے کی جرأت نہیں کر سکتا، کینر یہ بُر دلی دیکھ کر

سلطان سے لے لے کر صرصر جہاں مکند
یہی کہ حور صرصر سے چوٹیاں کس دست
درجہ گرنہ سرم حور صرصر ست ماع را
یوں آگ گہر باہمہ برقیع و جوش
لہس ساقی اور عرب حارہ مار تند
عیش کن کہ مادرستان سروست
مردم گیاہ شد کہ نہ مردست نہ دست
از خوش تنو، دیگ ممانو نشتست
اردو دتیرہ سرسر گیتی ہستی دست
انوری اس روش حاصل کے لیے مشہور ہے، اس سالوں میں وہ اکثر سخیڈ
اور متیں نظر آتا ہے اور اسی عالم میں اس کی حدت طرازی کا اصلی جوہر ہاں ہوتا ہے۔
میں ایک تفتیب سے اور مثال دیتا ہوں سے

مرم حور صرصر جوار حوت در آید مکمل
اہتہ رود کند اہم ست را اصل
کوہ مار مدد سایہ اہم دست
یہ طرائف شود اطراف چہ ہموں پتیل
ساعہ و ساق عروسان چہ راہی
ہمہ رستہ علی و ہمہ پتیدہ ٹٹل
میت بیکان گل و حور برق آید ہنگ
تاہ مار مدد کیس و لنگ لستہ دل
بر محیط ملک اہمالہ سیر سازد ماہ
مردم طرہ کردہ از حور زرد یو سند طل
وزیئے آں کہ مزاجت نہ کد فاسد حوں
شرح مید اہمہ اخصا کا تہا پد کھل
مادما آب ستر آں کند اندرستان
ہر کر اہل سے ار قتل مار لے دا
مرع لے متود اکوں فلک اہر درو
میل اطال سات ارجہت قوت قوت
راست یونا مکہ تو گوئی ہمہ تہہ اہر دست
کرد دیک رستہ ر علی و دیگر در اصل

لیکن چون دیہاں صدمہ اور ارتعاش کی حالت میں اس کی روش طرازم
سرلیع اور پھل ہو جاتی ہے کسی دیر کی وفات کے وقع پر دیکھا جاتا ہے کہ
تساو و طعم میں یکساں اور صانع کے پردوں کو یک قلم اٹھا دیا ہے اور ایک

عید کی صبح ہو، آپ چند دوستوں کے ساتھ عید دیکھنے کی عرص سے صحرا کا
 رُح کرتے ہیں، چونکہ سواری کا متوق ہو اس لیے ریراں ایک گھوڑا بھی ہو
 لیکن کروڑ بلا اور موٹل۔ قدم قدم پر گرتا ہو، اس کے ساتھ یہ بھی گرتے ہیں،
 اور اٹھ کر اُسے اٹھاتے ہیں اور پھر سوار ہوتے ہیں، مختصر یہ کہ کبھی یہ اُسے
 اٹھاتے ہیں اور کبھی وہ انہیں اٹھاتا ہو۔ اور اس طرح راستہ طو ہو رہا ہو، یار
 لوگ بھیڑنا شروع کرتے ہیں، ایک کہتا ہو میاں ردا رکائیں ڈھیلی کرو بھاری
 ٹانگیں لسی ہیں، دوسرا کہتا ہو ررا اپٹا تو گھاؤ دیکھیں تھکے سے دُلُل کی
 رفتار کیسی ہو۔ یہ چپ ہیں، مترنندہ بھی ہیں اور پریشاں بھی۔ کبھی ادھر دیکھتے ہیں
 کبھی اُدھر جھانکتے ہیں کہ دیکھیں یہ کیا پھنسی سُساتا ہو اور وہ کیا آوارہ کتا ہو۔
 اسے میں لارم دوڑا ہوا آتا ہو، یہ پوچھتے ہیں، بھئی گھر میں حیرت تو ہو،
 وہ کہتا ہو کیسی خیریت، تم تو گھوڑا اُڑائے عید گاہ جارہے ہو اور اس طرف
 اصلی عید (معتوق) گھر پر آئی ہو۔ یہ سُنتے ہی ان پر ایک گھبراہٹ سی طاری
 ہو جاتی ہو، اس سے کہتے ہیں، لا، گھر کی کنجیاں تو مجھے دے میں جاتا ہوں
 ورنہ تو اس مُردار پر سوار ہو جا اور آہستہ آہستہ گھر لے آ۔

قصائد میں بالخصوص اوصاف نگاری میں اس کی طرز زیادہ دقیق و مشکل
 و۔ میں جید اشعار جو زیادہ مشکل ہیں اور نہ آسان، اس کی ایک ترتیب
 سے نقل کرتا ہوں، ۵

ہنگام بادہ عودوں و تادی ہون رست	ہے ترک امے یار کہ عیدت مہرست
خوگاہ آسماں ہمہ درجہ ستر آدن رست	ام حر و حر کہ گرم ست ایں سبب
تا درجیں رصیضہ کا ور حر رست	الی مدار حسرت آفتن زدود عود
گوئی کہ کارنگاہ حسرت رست	سجدت ایں کہ راواں گل جس

کسے۔ چوں دچرا دم نمی تواند رد کہ نقشہ حوادث درائے چوں چہ است
دست مایواریں حل و عقد حیرے میت عیس ماحوت و حوت گر صا دہم سہ است
آئیدہ ایات میں آفتاب عروبہ ہلے رات آئے اور ستارے نکلے گا
ذکر ہو اور خلاف معمول تہنہات سے زیادہ کام لیا گیا ہو۔

سار شام رخصت فلک سود مرا عروس چرخ کہ سہمت بے درجہ دار
مداں صفت کہ ستود عرق کشتی دریں لطف دریا چو نگہ ستارہ دلگیر
لمر و گند حصرا چساں سود شفق کہ گرد حیرت میاں کشیدہ شفقہ در
شاہگاں ہمہ چوں لعلتاں سیم اہام سوگ ہر بر اسگدہ یلگوں مہر
مات لعل ہی گشت گرد قطب چاں کہ گرد حلقہ سیرورہ گوہریں ریور
راں مثالی ہی تامت راہ کاہ کتاں کہ بر صفت ستاں بر کشیدہ صہ صہ
تبع کوہ تاسید سیم شب پرویں جہاں کہ در صبح لاہور دہشت در
پہر گشتی لعلات نقش مالی گشت کہ ہر رماں سگار د ہر ار گوہ صور
روح حدی بستاید بیکر کواں شکل تنہ مسرورندہ دریاں تہر
می نمود درخت سہ شتری در حوت چہاں کہ دیدہ حواں دہسریں مہر
طرف میراں می تامت صورت مرق مدان صفت کہ مو لعل رنگ در باغ
ناں کہ عاشق و معشوق در لعلکناں تامت تیر درختاں در سرہ اہر
بیم بست ماراں سپہر آئینہ رنگ راں رماں نمودے سخام دیگر
سور کے محاسن

سحر مرئی مردست و آستادہ ہر سحر حزاہ مالست و اوستادہ ہر
راں بریں کہ تو در حتم خلق حواستوی شک سحر کی اراں جارد کھائے دگر
رخت اگر متحرک شدے رچائے کھائے نہ حور ارہ کشیدے دے حفاے تیر

سادہ مگر شیریں طرز اختیار کرتا ہو۔ خیالات وہی ہیں جو قدرتی طور پر انسان کے دل میں موعیں مارتے ہیں، جذبات کا ارتعاش اور کیفیت قلب کا اضطراب جو ماکل حقیقی ہو، ہر شے سے ظاہر ہو۔ ہتھکڑی کے چھ استعارہ قناعت کی جاتی ہو۔

شہرِ بُرقعہ و پرستعلو و پر عواست
سید صدر جہاں یار نہ داد ست کجاست
دیر شد دیر کہ عورت سید فلک لے لے نمود
جیست امرد کہ عورت سید جہاں یار است
بارگاہش ز نزرگان در اعیان یار شد
اوست بر عادت خود لے لے جہاں دہ یار است
دوش گفتند کہ رنجہ ترک بود آرسے
مار داد اوست امرد راس قول گو است
پردہ دارا تو یکے در تو و احوال میں
تا جگلوہ است ہنس بہت کہ دہاوار است
در ترا مار بود خدمت ماہم رساں
مرد می کن کن اس کار کلاہ کلاہ رساں
در توانی کہ رہ یار وہی بہ باشد
تا در آئیم و سلاست کلیم اترہاں است
در جیاست کہ حالیت نہ بروق مراد
خود مگو تر گب نیوشید اس حال کراست
کہ تو اند کہ یہ اندیشہ بر آرد در جہاں
کنز جہاں آں کہ جہاں صدیک راں لودہاں است
داں کہ رعاست اور وہم مدتی نیست
داس عمر یعتاند و یک رہ رعاست
آفریدہ یہ کہد گر نہ کستد پار قصا
کافر میت ہمہ در سلسلہ مدقصاست
اہل ار مار حد لے اہل اندرہ گشت
گر تو گوئی کہ زمں در گزر دایں دست

اسی طرح حب بحث و استدلال کی کیفیت اس پر طاری ہوتی ہو، وہ آہی سادہ روش سے کام لیتا ہو۔ دلیل میں تقدیر ایدہ کی ہمہ گیری اور انسانی محوری کے مسئلے پر گرم سہی ہو۔

اگر نول حال جہاں یہاں نہ قصاست
جرا محاسن احوال بہ حلاب رفاست
بلے قصاست بہر یک مدعاں کش خلق
داں دلیل کہ تدریرا لے علمہ خطاست
مرا بقش بر آرد رماؤ و نہ بود
یکے چناں کہ در آئینہ تصور ماست

در سرم لوشته سودے قصاے تو ہرے یزار تان، تو چوں اوقات دے
گر بے تو خواست لود مرا عمر کا شکے ہر گرہ لودے در مادر نہ رادے

مداں عزم کہ دیگر رہت حاشہ کمر دم دل اندر وصل و ہجر اب بتے بیدار دم
رمدی سر را فرارم۔ مادہ روح را فردم رہ محاشہ سر گیرم در طامات رمدم
گرم یار حاشا مانی کیش حلیق نعید رازش کہ در ساعت چو از زمار بر دم

تا رحمت دل اندر رحم رلف تو ہایم رزح ر عزم عشق تو حواہ کتاویم
در آرزوئے یقے تو اردست مہریم واد ر طلب وصل تواریکے فتاویم
توسر سدا ویدی ما بر سرود آہ در سدگی رشے تو چوں داد و دادیم
تالستہ سد اجل حلیق۔ گر دیم ار سد عزم عشق تو آہ ادمب دیم
ے ے۔ اہل ہم نہ ہم ار عزم عشق تو ناویم

مار دوش آن صم عتوہ دوست ہرے از دلولہ آورد دوست
صح دم لود کہ می ستد لوتاق چوں پر اندوش نہ نہیں۔ ہوش
دست بر کردہ لوشی ار حیب چادر افگندہ رنگی بر دوست
لالہ از تالست می پرین یکتش رہرہ ار ماد سحر سل دوست
داس ار حواہ کتاں در رگس دام دلہا ر دہ از مرنگوشت
یق کارش قد حے مادہ دست او یکے جنگ حلق اندر آ دوست
لے سائرت حوں کہ عزم او دوش گشت بر آوارق دوست
دوستائی کچہ ہر سوحت کس دین مستہ۔ مانتہ حانتش

ہستہ جو بیت دروں سے خط لہو مردم
سحر حاک و فلک بر نگاہ یاد کرد
نکاح حلیق دروں سے ہا لو گو ہر
کہ ایں کاست را آرام دآں گھا رسر
دوستوں کی جدائی سے

مدام مرہ رقت رطوبت خامے جس
ہرار لقمہ مدد الہیوں اذ دم شیر
ہر ایک حتم ستروں زرد سے خارا حار
ہرار عقدہ مدد الہیوں کستوں از سر مار
نقیر چاہ مستادں آسماں بلند
ایں محاطہ گر صد ہرار آید پیش
نور بر شدں از دستت جان کبار
ہرار جدائی یا دلاں ہرار مار ہرار

عزل

اور ی کے ہاں عزل کا دھیرہ سائی سے بہتر حالت میں پایا جاتا ہو
اگر یہ تصوف کی چاشنی ہے اس کی عزل کو زیادہ ماحرہ سادیا ہو اور ی کے
یاس عشق محض ہو جس میں سور و گدار کی تاثیر غالب ہو، اور ہم یہ جانتے ہیں
کہ ایرانی و ہندو کے نزدیک عشق کا اصلی سرمایہ سور و گدار ہو، حریات اور
مدی کے مصائب صرف چمدنوں میں نمودار ہیں وہ تصوف کے کوچے
سے قطعاً مائل ہو۔ اس میں شک نہیں کہ عزل کے ہمال کو سعدی پر داں
چڑھاتے ہیں لیکن اس سے پیتر سائی، اور ی، حاقالی، عطار اور ہوا
مردم کی کوسستوں سے اس کی آبیاری میں بڑا کام کیا ہو۔

میں اور ی کی عزل کے عصموں سے صرف تاریکی دلچسپی کے واسطے دیا
ہوں، کیونکہ عرصہ ہوا ہم اس باب کے مذاق کو حیرما کہ چکے ہیں
گرہاں ددل بدست عم تو نہ دادے پاسے نشاط بر سر کیواں ہبادے
گریم دلب چہ جسم تو نیستی مرا مس کار مانے سستہ جو در کنا دے

کرتا ہو، انوری وہیں بیٹھا بیٹھا ایس میت کا ایک قطعہ لکھ دیتا ہو میں یہاں بحوب
طوالت قطعہ کے پہلے شعر اور آخری دو میں یہ تقاضا کرتا ہوں سے
لے مراد گر مرلح از فصلہ میوں آئے آدمی پس یا ملک یا دیو بوسے یا میری

خواجہ مخیری لے شامت بوسے حکمت یادہ گر حکمی میں معانی رنگ ہاں تا مادری
آچھ حالے درجیاں آمدہیں ایات بود کا مدیں محضر خط حلیت موت انوری
یورپ میں کسی سے ملے حاتے ہیں تو اطلاع کی عرص سے کا رو بھیج دیا
حاتا ہو۔ انوری ایسے موقعوں پر اشعار سے کام لیتا تھا۔ میں ایک آدھ
مثال یہاں درج کرتا ہوں سے

لے حداد دے کہ را یا اگر جو ہی بیانی حر لطر عویش دیگر ہر حیت را حاطر ساید
کتریں سدگات انوری مرد در ستادہ چوں عبادت مار گرد دیا جو اقبال اندکد

لے خاک درت مرمہ ستادہ حتم و دے را از بس کہ کف یا لے تو مر خاک در آید
بر در گہ تو مدہ ستادہ است بکرت دستور ہی تو حییت رو دیا کہ در آید
اس کی لطیف حوالی کی نص متالیں اس سے قل وی جا چکی ہیں یہاں
چند اور اصا و کی حاتی ہیں۔

کمال الرماں سحر کے جہد کا ہایت متہور معنی ہوا انوری سنے ڈھنگ سے
اس کا مرثیہ لکھتا ہو سے

ہر گر گماں سر کہ کمال الرماں مرد کو روح محض بود جسم سیریر
میدان کہ ساکناں ملک میر گشتہ اند از مطربی رہرہ ریں جبرئیل ہیر
خواہش گری مرد کمال الرماں شدہ کو بود در زمانہ دیں علم بے لطر

مست اردم در آمد دوش آں مست تمام در گرفتہ چنگت کلف بر بہادہ عام
گوئی کہ لعل مات حقیق گدا حتر است در حام او ز عکس رُوح او حتراب عام
ہمشت بر کسار و مادہ لوسن کرد آں ماہ سرو قنات و آں سرو کس حرام
ماہ چنگ در کسار مد اندر کسارین محمود ماہ صبح سسیدار سازت نام
در گوسہ کہ کس نہ آگاہہ رحال ما راں عشرت بجایت و راں مستی تمام
بے مطر نہ ساقی دے یار بے حریف اولود، انوری دے لعل و السلام
شعرا و ل کے مقطع میں مالموم اپنا مختص لایا کرتے ہیں، یہ دستور سائی
اور انوری کے دوسرے یاسدی کے ساتھ رائج ہو۔

بدیہہ گوئی اور بذلہ سنجی

انوری کی تہرت کارار زیادہ تر اس کی بدیہہ گوئی میں مصر ہو، اس پر اگر
اس کی لطیفہ خوانی اور مد کہ سچی جس کے لیے اس کی موردوں طبیعت ہر وقت
حاضر اور آمادہ تھی، اصادہ کی جائے تو اس کی حیر معمولی شخصیت کا حوصلہ و مصیلت
کے اوصاف سے آفتاب نصف الہار کی طرح صیا مار تھی کسی قدر اندازہ
کیا جاسکتا ہو۔

یورپ میں موجودہ زمانے میں SCRAP BOOKS کا رواج ہو چھیں
سفید یا میاض کے نام سے بیکارا جاسکتا ہو۔ تائیں اپنے احباب اور ملے
والوں سے کوئی نظم یا لطیفہ بطور یادگار اس میں لکھواتے ہیں۔ حواتیں میں یہ
شوق زیادہ ہوتا ہو، وہ ہر واقعہ یا واقعہ سے دریافت کرتی ہیں، معلوم ہوتا ہو
انوری کے جہد میں بھی یہ دستور کسی حد تک جاری تھا۔ ایک دن وہ حواہ
نحری سے ملے جاتا ہو۔ حواہ ایسا سفیدہ دے کر اس سے نظم کی دریافت

حسرت سب سے

شد مڈے کہ ہمد میں لوس تارہ کرد
د اکوں بر آستانہ میہوت ورونت
ار لطف شامل تو طبع دارد این قدر
شرباب یا سرکہ سے

بر رگوارا دانی کر آمدت لقرس
شرباب حواسمہ دسرکہ کہیں دادی
شرباب دارد تو آخر کجاست، ماقعے
ایک خشک جواب سے

مرا یہیام فرستی کہ میں یہ پیس تو
کند یا ئے بد اہل دروں ملے شربا

اخلاقیات

اخلاقی تعلیم کا دھیرہ الوری کے ہاں کم ہو، لیکن جو کچھ ہو اس پر سرسری
طر ڈالنے سے معلوم ہوتا کہ اس دائرے میں جی اُس لے ایسی رد و رفت شخصیت
کی مہر لگادی ہو اور سنی۔ روح چوکیے کی کوشش کی ہو۔ اس کا درس جو
بہمیت کے اثر سے معرا ہو اور دوسرے شراکی طرح قومی یا ملکی رسوم و ثنویہ
کی روایات کا پانچولاں ہو، صرف انسانی آزادی، حرمت نفس اور خودداری
کا نصب العین پیش کرتا ہو۔

الوری ادبستان، کرکے کا محسوس ہو جسے ان میں سے ایسی لفظوں

گفتند ہرہرار فلک دور کردہ ایم اے رشک جان رہ رہہ میا جے اوگیر
ممالک اسلام میں محاسب کا فرض ہوتا ہے کہ عوام میں ظاہری بد اخلاقی اور
کھلم کھلا لے جیائی کے جرائم کا افسار کرے۔ اس قسم کے قانون شکوں کو
نعرہ عزت کسی چوک یا بازار میں سرا دی جاتی تھی شہر کے طبقے میں محاسب
بہتہ حیر ہر دل عزیز رہا ہے اور وہ ظاہری کہ ستر مذہب سے آرا دیے تھے ہیں
اور محاسب مذہب کا حامی۔

الوری بازاری میں ایک عورت کو دیکھتا ہے، جس کو محاسب کسی حرم
کی پاداش میں سرا دے رہا تھا۔ یہ واقعہ دہلی کے قلعے میں معلوم ہوتا ہے
۵ دی محنتے راہ دیدم در دست گرفتہ چو ساز زن
مہر دور کے گرفتہ سے رد نظارہ مرد و نام و بدوں
پرسیدم آں میاں یکے را ق کاں چو چرازد باں دل
گفتار کے ست روپی ش دیں محنتے ست روپی زن (۵)

بیچ ارکان اسلام اور مسئلہ انتہاج ۵
یکے وسیع وسیع و بیست سے وگر قدرت لودر سنگلے چند
جو رہیں گزشتت ما و مطرب وے گنہ از سندہ و عفو ار حد و ند (۱)

تقاضائے صلہ ۵
شعرے لباب دینہ ز رعیت ماتم
گرچہ سپہ دم کسے کہ رجویش چہ بانی
صلہ رہے کا گلہ ۵

شعر تر و حوب مندہ گوید
ایں رسم نو آمدہ است اسال
العام نصیب غیر باسد
الشا و اللہ کہ حیر باسد

وہ ہمارا یانی بیٹا ہو اور ہماری روٹی کھاتا ہو، عشر اور سراج کیا ہو؟ گدا ہی ہو! کیا ایک چیر کے دس نام نہیں ہوتے، مختصر یہ کہ ہر قسم کی ضرورت گدا ہی ہو اور مانگے والا عام اس سے کہ حضرت سلیمان ہوں یا قاروں، فقیر ہو۔

کسی کو دیالے شک طریق احساں ہو، لیکن یہ لیا اس سے بھی مڑا احساں ہو، اور مشکل بھی ہو۔ دیے میں جس قدر مرآت ہو، لیسے میں ہر ارد درہ زیادہ مرآت ہو۔ جدا پر بھر سا رکھو اور کس حلال سے روٹی پیدا کرو، جاہل صوفیوں کی طرح روٹی دار ہو۔

آدمی کو لے نیا اور آذا دمانے کے لیے الوری کی یہ تلقین ہو، اور اس کا آخری قول ہو۔

آر ادگی ست حلقہ مرداں و الوری
آں دست گاہ کو کہ مس آراد مردے

اور معاملات میں کہتا ہو کہ ضرورتاً ایسی نعمتیں ہیں جو سلاطین کو بھی نصیب نہیں۔ جب ہمیں اس قدر مل رہا ہو جو ہماری ضروریات کو اکتفا کرتا ہو تو اس پر قانع رہنا چاہیے، قناعت بہترین کمیہا ہو۔ تمھارے پاس اوصاف اصافی مثلاً دولت و مال نہ ہوں تو کوئی مصائقہ ہمیں، کوستس کر دکھتا ہے طبعی اوصاف یعنی اخلاق درست ہوں، تمھارا سلوک سی نوع کے ساتھ ایسا ہو کہ وقت پر سب تمھارے رنج کو اپنا رنج سمجھیں۔ دو مالوں میں سے میں ایک کام کرنا چاہیے یا دوسروں کو فائدہ پہنچائیں یا اُن سے فائدہ اٹھائیں لیکن اب دست آگیا ہو کہ میں اس کی اخلاقی شاعری کا نمونہ ناظرین کے سامنے پیش کروں

میں بہت کچھ نشو و نما اور ترقی دی، لیکن جس کو ہماری مسترقی آب و ہوائے کبھی فزورع اور اشاعت کا موقع نہیں دیا۔ اس میں اس میں شک نہیں اس موضوع کی نشر و اشاعت میں ایک بڑی حد تک اور ی کامروہ مست ہے اور یہ کہتا ہے اس کا اصلی لباس آراوی ہے، لیکن امید و بیم کے حلق کو حلق کا مسر اور مقید کر دیا۔ اسے جسے اس کے پاس امید لے کر آیا یہی وہ ہے جس کو حوا کرنا ہے۔ یاد رکھو احسان اٹھا ہکا ہستس روح ہو۔ عذاب برداشت کرایا جہنم میں بھیج دیا حاکم سوال کی دلت اٹھائے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے سے ہر بار قابل ترجیح ہے۔

اپنی آنکھوں کے حوں میں روٹی ڈلو کر کھا، دوسرے کے گھر سے سرکہ مانگ کر کھانے سے بہتر ہو۔ آدمی کو چاہیے دوسرے کا متوسل اور دست لگے ہو جو شخص کسی کا دست لگے نہیں وہی آدمی ہے درہ کس اور جس میں کچھ فرق نہیں۔ تم میں اگر کچھ دے کی طاقت ہیں تو کچھ پروا نہیں نیک کو ستست کر دو کہ یہی کی طاقت برقرار رہے دوسرے کا احسان اٹھا کر اگر تم مال دار بھی ہو گئے تو کیا اس سے تمہیں روحانی نقصان نہیں پہنچے گا۔

آئیں حکومت ہر قوم کا وہی عقلی نصیب میں رہا ہے اور ہر قوم نے (یہ) اپنی دہیت کے مطابق اس کی حرمت اور تائید میں آرا کا اظہار کیا ہے، لیکن اور ی نے انسانی آراوی اور استعنا کے اصول کو اس کے انتہائی مدارج تک پہنچانے ہوئے اس آئیں کو گدائی کی اقسام میں شامل کیا ہے۔ وہ گویا ہو کہ ”مادتا ہی کیا ہے؟ گدائی ہے، یاد شاہ ہر شخص کا محتاج ہے اس کا سامان سلطنت، تحقیق معلوم نہیں کہاں سے آیا ہے، سو اس کے گئے کے موتی ہمارے بچوں کے آسویں، اور لعل و یاقوت ہمارے یتیمی کا حوں ہے،

حسن معاشرت سے

در بہاں نامرداں دانی کہ چوں باید گشت
کاستیہا در غم او ترکسداں آب گرم
سوال و طمع کی ذلت سے

آں قدر عمر سے کہ یاد مردم آ، اودرد
فی المثل گر مگزرد مرداں اداودرد

بہترست از سوال کردن و طمع
بہترست از سوال کردن و طمع

یاستدں در حیم چوں انیس
دایستادں بہ بین مردسین

قاعنت سب سے بہتر کیا ہے

کیا کئے تراکم تعلیم
و قاعنت گریں کہ در عالم
کہ در اکیف و صاعت میت
کیا کئے بہ ارقاعنت میت

مست بربری کے خلاف تلقین سے

آلودہ منت کساں کم شو
لے لے ہستہ قاعنت ہو
تا یکستہ در وثاق دواں ست

کاسکا ہمہ حیریک در اں ست
کیں منت خلق کاہش حال ست
در مایہ لیس عین نقصان ست

چوں مرجع تو عالم حال ست
در ماستدں ہر اجدادں ست

وقت کی قدر سے

روبر را ایگان ردست مدہ

راحت میں شکریہ کہ ما اور تکلیف

دور سے کہ فلک ستہ ادر دیت گرتے

الکوں ہمہ متب مقطر م تا لہر و مد

میت امکاں آں کہ مادر مد

ار فصلہ رمور مرد دوختے حیب

تمے کہ مہر جاہ چیراے ہمداد عیب

صعائی احلاں سے

صعہ راقش می سند استادان چیں

اوشافے بیمہ را کر دیجوں آئینہ

لے ہرادر حوشت را صفتہ داں ہیماں

ماے ارآن نیمہ رلقش متوالی سدن

شاہی و گدائی سے

آں تہیستی کہ دور سے ریر کے مالہ

گفت چوں مانند گدا آں کز کلہ ہشت نیمہ

گفت لے ناداں عطا ایک ایں حا کردہ

دز و مردار بطوقن اقباط طفال مس ہست

آں کہ تا آک سو میوستہ ار ما حواسہ ہست

حواست گد یا سچا ہی مترواں حوا ہی حاج

چوں گدائی چیزے دیگریت حوا ہنگی

روح و راحت کی لے تنائی سے

در حدود روی کے دیوانہ لود

در نمود و در بہار و در حسراں

گفتے لے آمانکہ عیشت آادہ اید

قائم و سحاب در سراسر چار

گر شمارا مالوائی مدحیہ شد

لتمو ایں معنے کریں حوشر حدیث تہنوی

اوشافے بیمہ را کر دلقش مالوئی

ہم بہ سقفت یکک عالی ہم بہ بیاد قوی

جہد آں کس تا لکر آں میسر دیگر تہوی

گفت کیں والی تہر ما گدائے عیاست

صد جو بارار و ر مال ساہا برگٹ فواست

آں ہمہ برگٹ لوا دانی کہ آہا از کماست

لعل و یا قوت ستامش حواں ایام تہاست

گر سوئی نامعرا متواستس ناں ماست

ذاں کہ گردہ نام مانند یک حقیقت یا رواست

ہر کہ حواہر گریہاں ست گر قاروں گداست

روح و راحت کی لے تنائی سے

دور و دست کر فے سوے دست گشت

سوے مارا آدے اد سوے دست

ہر مالے زیر ایں رزیہ طنت

توری دکتاں مگر ماہمت و بہت

در چہ مالے وائی مدحہ گشت

راحت ہستی و روح ہستی

رہتا مگر منت و رہا ہم گشت

کہتا ہو کہ اس ناکامی کی وجہ یہ ہیں کہ میں تمہارے مقابلے میں زیادہ ناکام ہوں یا تم
میرے مقابلے میں بے بہر ہو، اصلی وجہ قدر دانی ہو، میرے آقا کو میرے بہر کی
قدر ہو اس لیے میرے کام کو روکی ہو، لیکن تمہارے آقا کو تمہارے کام کی کوئی
قدر نہیں، وہ یہی سمجھتا ہو کہ تمہارا کام وہی معمولی جو سدا سے ہوتا آیا ہو، پھر وہ
یہ بھی خیال کرتا ہو کہ اس عالم لوگوں کے کارنامے مارا یہی جس کی طرح اصل عالم
ہیں اس لیے وہ کیوں قدر کرے گا اس کو تمہاری کاوشیں حکر کی کیا حصر۔
مائیے مردک کتاں ہی گھم دوست توجہ دانی کہ زعل تو دل میں حسہ است
صحت دینیۃ ماہر دہائی دانی صیت آں جراتیز رو دین زحیم رواہیست
گفت از عیب خود ارہبرامتناس ریں کہ مارا جیار آتش داری نے حسہ است
کار فرمائے دہر و نیک کار بس و تو دام آں کس کہنے ماس و تو مست است
کار فرمائے مرا یا یہ من معلوم سب لاحرم کار بس ار سد تقاضا رست است
مار چوں گاو حراس ار تو وار یا یہ تو کار فرمائے ترا دیدہ جیاں رست است
کہ جیاں طس مرداد کا یہ تو تر تیسکی کردہ دائم و پرد حسہ بیوستہ است
یا چیاں دامد کایں عمر عسریٰ ز علما ہچو رودن شب تہال شاع رستہ است
اوچہ دامد کہ در اں شیوہ جیہ محل ماہر و د کہ ترا ار سر میداد و آں پے حسہ است
انوری ہم ر تو رست کہ شاع درحت عقل دامد کہ تہما سے حیر از دستہ است

نوعی اور مردوسی ۵

انوری ہر قبول خلق ماکے نگ تفر راہ تمت رد قول عامہ گوہر گز مباحث
رفت ہنگام حول گھٹن دگر سوی کن راویاں را گر جی مہنگامہ گوہر گز مباحث
تاج ملکیت الماس عافیت مانند پوتن حان چو کامل شد طرار عامہ گوہر گز مباحث
در کہاں نوعی نقصان مردوسی گیر ہر کجا آمد شفا تہما سہ گوہر گز مباحث
(کلمات ظہر)

آں روز ملک راجہ در اں شکر نہ گفتم
 احرور دریں رشت بود گر گمش عیب
 یعنی پہلے میں اس قدر مال دار تھا کہ حسب و صوب نہ ہوتی اور آفتاب
 عائب رہتا تو میں مومی تمغیں حلالیتا اس قدر عیب ہوں کہ گھریں دوستی
 کے لیے چاند کا منظر رہتا ہوں۔

حد پر بھروسہ

حدائے کار جو رسدہ فرو گیرد
 ہر جہ دست زد رنج دل میرا بد
 و گر بطبع تنو زود رہد بچو خوشے
 رہر چیرے حوار و نژد مار آید
 چو اعتقاد کند کر گشت یارید
 حدائے قدرت والاے حوین تاید
 دست مدد زحل و ز عقد حیرے میت
 حدائے مدد کار و حدائے بکشا بد

کوئی واقعہ میاں کر کے اس کی استدلالی قوت کے اعتماد پر اخلاقی
 عہد ترتیب دیا معلمین اخلاق کا پڑا دستور رہا ہو۔ اس طریق میں وصف یہ
 ہو کہ مستمع پر اس قسم کی نصیحت کا محض سرسری موعظت کے مقابلے میں زیادہ
 اثر ہوتا ہو، جس طرح ڈاکٹر کرہ وی گولیوں کو شکر میں مغموم کر کے ہمراہ سالی
 سے کھلا دے گا، اسی طرح معارف احلاس ان مرضی قصوں کے رہنے سے مدد و مصلحت کی
 تلخی کو مدد سامان ہاد ستاؤ اور یہی کی غرض سے یہ وصف زیادہ سماں ہی حساب کہ گرسہ
 اس سال سے ظاہر ہو رہا ہے انک اور سال ہی حانی ہو جو ساعی کی وصف سے علاہ رکھی ہو۔
 اور ہی کا شمار شعر کے اقلیم تلاتہ میں کیا جاتا ہو، لیکن ماوصف اس کے
 وہ شاعری کا روست محال ہے۔ اس کی ریسے میں شاعر کا بیتہ خاکروب
 کے بیتے سے بھی زیادہ دلیل اور کشف ہو، وہ کہتا ہو، میں نے ایک حلال
 سے دریافت کیا کہ بھائی ہمارا تمہارا بیتہ جیسا کچھ ہو، معلوم ہو لیکن میں
 دیکھتا ہوں کہ تم اپنے پیتے میں کامیاب ہو اور میں ناکام ہوں۔ خاکروب

دور دور خشک سال و قحط دین دانشست
من ترا نمایم اندر حال حد پہل پہل
چند گوی رخ بائے کو دہائے کجاست
گر مسلمانی، تو تبیین کس مسئلے کجاست
آسمان رخ کمال ارعاب عالم رکشید
تو رخ می زن کہ در کج نقض کجاست
خاک اطوفاں اگر عسل و دقت آہست
لے دریغ داعی چوں لوح و طوائف کجاست
منصب ندیمی کی تو ہیں سے

نشاط ہر آداب ندیمی
زبان کردن نظم و مترجاری
دگر رعاں و دل جنت ہماں
ز خاطر نکتہ ہائے کمر رادان
کہ باز آمد ہمہ کار مدیاں
پہلی حور دں و دشنام داوان
مسخر دں اور مطربوں کی قدر اور علوم کی بے قدری سے

ایوحا جسہ مکن تا بتوانی طلب علم
رو سحر کی پیستہ کس و مطربی امور
تاداد و سود از ہر کس و اکس نشانی
کمال کی کسا و باراری سے
ہر کس کہ حکر و دہر دی ہنر آہست
مردیک کسان کہ بصورت چو کسے اند
در دور قمر گوشتیں خوب مگر حور
ہا صورت ایشان لیسے سرں و برور
پیغام نئے آ و ہر اطلس جز یوس
یا مسحرہ ماش و ہمہ حلولے شکر خور
شعری بے قدری سے

عاطرے چوں آفتاب ہست و زباں بے چو آب
فکرت تیر و دکا، نیک و معرے بے غل

لے دریغ نیست مہر دے سرا دار مدیح
فے دریغ نیست معشوقے مزا دار عرل
مذکورہ بالا اشعار کی روٹی میں ہم اُن ایام کی اخلاقی پستی اور استدال کا

شعر اور مترع سے

کتے کہ مدت سی سال شعر مائل گفت
کنوں کہ روئے ہمدجلہ در حقیقت مترع
مروکہ عاقل اریں اختیار آں میند
در شعر لغت تو آں مارہ اسے عار کشید
در مترع حایل تو آں تعلہ ہائے نورزد
تو لے مترع بہ آخری ہی خطاست
حدائے برہمہ کامیش داد پروزی
چہ اعتقاد کسی بار گیر دش روزی
کہ کشت نشنہ بہ بید زار و دوری
کہ یوں بلال نطلی در آدرش کوری
کہ تو ہر فلکے آمتالے افروزی
چو عین شعر بہ آخری سیا موری

حس وقت انوری کا آفتاب ستاروی طلوع ہوا ہو حراساں کا سیاسی
مطلع انتہائی تاریکی میں تھا اس دور انقلاب میں انسانی قسمت کا ساغر آلام
و آزار اور شدائد کی شراب سے لرزتا تھا عباس حکومت غیر تمدن اور حتی انوار
کے ہاتھ میں چلی گئی تھی جس کے اوصاف و اطوار سباع کے اوصاف و اطوار سے
کم نہ تھے میلے درماروں کے چراغ گل کر دیے گئے تھے، اس کے بجائے ایسے
درمار قائم ہوئے تھے جس کے اس الرؤسا اکثر لوگ اسہ اور بوکیسہ تھے اس کے
مشاغل اور مذاق ہایت پستی کی حالت میں تھے مدیجی کا قائل عورت بیتہ احلاف
اور ارادل کے ہاتھ میں جلا گیا تھا، جس کے دیک مدیم اور سحرہ ایک ہی مسمی
رکھتا تھا۔ اہل علم و ادب کمال ہر طرف حور بھرنے تھے اور کوئی یوچستانک
میں تھا ہر حال، زود اور مطرووں کی گرم بارانی تھی انوری اس واقعات اور
مذاہب عصری کا مرقع اہی مختلف نظموں میں کافی وضاحت کے ساتھ پیش کر رہا ہو

جناح سپر

اہل عصر کی مدنیری سے

ربیع مسکوں آدمی را بود دام و دو گرفت
کس ہی داما کہ در افاق اسے کجاست

کلیات انوری طبع نول کشور

یہ ہمارے ملک کی مدنیسی ہو کہ ماحود ماری رماں کی قدر اور رواج کے فارسی کتب کی طبع کا انتظام ہمارے ہاں ہایت ناقص ہو اس کے لیے ہم یورپ اور ایران میں کافی مدنامی اٹھائے گئے ہیں اور اٹھائے ہیں، لیکن اب تک ہمیں فارسی کتابوں کا صحیح چھاپنا نہیں آیا۔ گزشتہ قرن میں کلکتہ، لکھنؤ، کابل پور اور دہلی سے لحاظ طاعت و صحت اعلیٰ معیار کی کتابیں شائع ہوتی رہی ہیں۔ مگر ہم نے ایک صدی بعد ترقی معکوس کی ہو اور یہ کہنا میاں لکھنؤ میں داخل ہیں کہ موجودہ صدی میں کتاب اسی قدر زیادہ علما چھپتی ہو جس قدر قرن ماضی میں صحیح چھپتی تھی۔ کلیات انوری سب سے پہلے تحریر میں ۱۲۹۷ھ میں چھپا تھا، دوسری مرتبہ لکھنؤ سے ۱۲۹۸ھ میں نول کشور پریس سے شائع ہوا اسی اشاعت کی دوبارہ تجدید اسی مطبع سے ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔

مستی نول کشور کی پہلی اشاعت سرسری سے سے معمول ہو اس کے علاوہ اس میں مستی سرح موہن لال حلف ماو بہاری لال متوطن دہلی کے ایک قلمی سے سے بھی امداد لی گئی ہو۔ اس کلیات میں اہل مطبع ایک عجیب غلطی کے شکار ہو گئے ہیں اس میں بعض ایسے قصائد بھی شامل کر لیے گئے ہیں جو انوی سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے اور نہ انوری کے وطن اور ہمد میں لکھے گئے ملک ہمدستان میں۔ یہ قصائد حسن کی تعداد آٹھ دس سے زیادہ ہیں، سلطان شمس الدین التمش سلطنت دہلی اور اس کے فرزند سلطان محمد بن فرور کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک قدیم ہندی شاعر تاج ریدہ نامی کی یادگار ہیں جو لحاظ راجہ امیر خسرو دہلوی سے مقدم ہو۔ اس ہمد کے ہندی نژاد شاعر کا سراغ

کسی قدر ادا رہ سکتے ہیں، ساتھ ہی انوری کے دلی عداوت کا حال بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ ایسے خیالات کے مالک کو ہم کسی حالت میں دلی الطبع سے مدد دے اور تنگ طرف نہیں کہہ سکتے۔ یہ ہیں اس لیے کہتا ہوں کہ مولانا سلی کی نگاہ میں انوری کے اخلاق کا معیار بنائیت پسند جو اس کی جماعت کی سا پر مولانا نے اس کی نسبت ایک بنائیت مدموم رائے قائم کی جو لیکن اصل یہ ہو کہ جو اس کے ہاں ایک اتفاق ہو، اس کا اخلاقی معیار معاصرین سے حمایت ملد تھا، بیش سال تک وہ ایک تفریق میں اور سجدہ شاعری کی رنگی سر کرتا ہو، لیکن معاصرین کی طرف سے کام رہتا ہو، اس لیے کہ اس کے اخلاقی تفوق نے اس کے اور اس کے معاصرین کے درمیان ایک سیج چلچ پیدا کر دی تھی آخر وہ یہ بار معلوم کر لیتا ہو افسانہ کے لیے اسے نصیب امیں میں تبدیلی کا عازم ہوتا ہو چاہے کہتا ہو۔

چہ آئے میرزا ایدم ر مدح و عول چرا آتش منکرت ہی کا ہم مدح
بیاد لوک و مگر مست سال بردام مرا مدائے ر دادست رنگالی لوح
عناں طبع انیں پس کشیدہ حواہم دانت اگر کشادہ ر منم در قبول و نتوح
وگر عطائے دہندم بر آرم ار پس مدح لفظ ہجو دمار از سر چیں مدح
یہ قرار داد اس کی اخلاقی بدلتوں کی بہت سی گریں کھول دیتی ہو، ہر نقل اس میں وہی تغیر دیکھتا ہو جو جدید رکالی پر اقتضا سے وقت و زمانہ انوری سے دو قرن بعد اختیار کرے یہ مجھ سے ہوتا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ اخلاقی انقلاب آئندہ زندگی میں اس کو کامیابی کی شاہراہ پر لگا دیتا ہو۔

حامی آفاق التمش کہ عزم و حرم اد گرد رگر دجہاں حصص ہیں آدرہ اند (۱۶)
 آئیں سدی کا ذکر ذیل کے اشعار میں آتا ہے
 خسرو اور رشک صور تھا کہ برایو انست میں درار دست بکوریوں ہیں آدرہ اند
 حصص درگاہت بہر بہت نکلتے تندر کرو عار خائے در دل حلدیں آدرہ اند
 تہرہ آتش جہت در درو یو لستہ قہا سر پیر ہفتیں آدرہ اند (۱۷)

(۲۱) ساقی بیا کہ وقت مئے لعل و شست میدان خاک تیرہ کنوں سر گلشن است (۱۸)
 یہ قصیدہ حیات الدین محمد شاہ کی تعریف میں ہے چنانچہ
 عادل حیات دیں کہ بیک تن گدھا از بہر قصد حال عدو صد ہمتیست
 فرمان وہ زمانہ محمد شاہ آں کہ ملک از لے او چو لے عوداں مزیست (۱۹)
 انوری کے عہد میں دو حیات الدین گزرے ہیں پہلا حیات الدین محمد
 سلحوقی المتوفی ۸۵۵ھ دوسرا حیات الدین محمد عوری مراد معلم شہاب الدین
 عوری، لیکن میں اس دونوں سے انواص کیے کہ التمش کے فرد حیات الدین کے
 نام یہ قصیدہ مانتا ہوں۔ دلیل کے شعر میں سیر اور میں سیدی العاط ہیں اور
 اس ہی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ
 جیز از مئے قدیم مرا سیر کُں مرطل گزرا زیں حدیث کہ یک سیر و یک است (۲۰)
 انوری کا اس الفاظ سے واقف ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ صبح تلفظ التمش ہے حیا کہ شہدایں مذکور ہے کہ التمش حیا عام طور پر شہور ہے
 ۲۔ حکایت پر نقاشی کا دراج ابراہیم عرووی اور سلحوقی دور میں عام تھا اس سے
 معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ یہ رسم مہمداں میں بھی آگئی تھی۔

اگرچہ کافی تعداد میں موجود تھے بہت کم ملتا ہے اس لیے میں اس غلطی کا جس نے ہمیں ہمارے دس کے ایک قدیم شاعر کا سا دیا، بڑی حوسنی کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہوں۔

اس قسم کی غلطی متاخرین کے ہاتھوں نہیں ہو سکتی، بلکہ قدیم زمانے میں عمل میں آئی ہوگی۔ چہرست (کتب قلمی حارسی) برٹش میوزیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہاں بھی انوری کے ایک کلیات میں یہی غلطی موجود ہے۔

دیل میں ان قصائد کی ایک فہرست دی جاتی ہے، جو اس قدیم شاعر کی یادگار ہیں۔

(۱) مردہ عالم را ز عالم آفرین آوردہ اند رانکہ شدہ را از حلیقہ آفرین آوردہ اند
ناصر الاسلام مستصر کہ طوق طاقش ز آسماں در گردین اہل زمین آوردہ اند
قصیدہ بد اشاعر نے اس وقت لکھا ہے جب سلطان شمس الدین التمش کے پاس خلیفہ المستصر باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفیر دہلی آتا ہے اور اس کی آمد کی خوشی میں تمام ہنر میں آئیں بدی کی حاتی ہے طبقات ناصری سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیر دوم رابع الماقل رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی پہنچتا ہے۔

قصیدے سے واضح ہوتا ہے کہ تحائف میں بادشاہ کے لیے خلعت اور ایک تہاری گھوڑا بھی تھا، طبقات ناصری میں گھوڑے کا ذکر نہیں ہے۔
شادی عام ست دستہ ہر ایک کہ ہر تہریا خلعت خاص امیر المومنین آوردہ اند
خلعتے یارب جگہ چوں عروس آریستہ راست بر بالائے شاہ را آئیں آوردہ اند
مرکبے کا دروانی آب را ماند رداں یا مگر ماد صبا را ز یریں آوردہ اند
مرکبے ریں مبارک، خلعتے میمون جنیں اور ہائے ظل یرداں سمن دین آوردہ اند

یہ قصیدہ نظام الملک قوام الدین محمد حیدری کی تفریب میں ہو جوتمس الدین
الشمس اور رکن الدین فیروز شاہ کا وریر رہا ہو۔ اس کا نام اس ایات میں آتا ہو۔
آصف ثانی نظام الملک دستور جہاں کر کمال کا نگاری چون پیمانہ است
صاحب عادل قوام الدین محمد کر مرفعت چون محمد مدہ ترکیب ارکان مدہ است (۷)
اس کا حیدری ہوا اس شعر سے ظاہر ہو سہ
گوہر آل حیدری در کرامتہاے تو مالک دیار شد ہر کوسن ان مدہ است (۸)
شاعر اپنی ہندی نژادی کا ذکر یوں کرتا ہو سہ
مولد و متا میں در حاکم ہدشاں مرا علم و شرم ہیں کہ رآب حسان مدہ است
ص ۸۹

(۸) صبح حیرانیکہ وصف تار خط و حد کردہ اند
در رہ فکر ت نوشتن ہدیہ کردہ اند ص ۱۳۶
یہ قصیدہ بھی نظام الملک حیدری کی تفریب میں ہو اور قصیدہ کے
دہلی میں اس کا نام بھی موجود ہو۔
(۹) لہر باد آدم این حال فریاد نگر شاہ جہاں دادم دہداد ص ۱۳۵
یہ قصیدہ کسی شخص کی شکایت میں لکھا گیا ہو، جس سے شاعر کا جھگڑا
ہوتا ہو اور ماریٹ تک لوست پہنچ جاتی ہو۔ شاعر بہت عیط کی حالت میں
ہو اور کہتا ہو کہ اگر بادشاہ نے میری فریاد نہیں سنی تو میں لہداد حاکم میرا لہو میں
کے دربار میں تاک ہی ہوں گا، اور لپے آسوں سے لہداد میں ایک یا دو لہ
حاری کردوں گا وہاں بھی سماعت نہیں ہوئی تو حانہ کعبہ حاکم اور پردہ کعبہ
یکڑ کر خدا کی خایہ میں فریاد و دردی کروں گا۔ بعد میں گویا کہ حالاً مجھے اس
اہٹائی کا روائی پر عمل درآمد کی ضرورت نہیں ہوگی، کیونکہ ہمارا بادشاہ خود

(۳) ساتی یار بادہ کہ نوروز عالم ست
روزِ نختہ چوں زُبحِ شاہِ معظم ست
قصیدہ ہارکن الدین فیروز بن سلطان شمس الدین التمش کی تعریف
میں جو چاچہ شہرے
فیروز شاہ کتبہ اقبال مکن دیں کز خاک یائے اوارِ آبِ مرہم ست

(۴) افزود باز روغنِ ہر عمر سدا رکھل
چوں زیرِ پامت مالہ ہر عمر سدا رکھل
یہ قصیدہ بھی التمش کے فرزند عنیات الدین محمد کی مدح میں ہے اور
اس کا نام موجود ہے۔

(۵) لے رستی کہ در دل یل دہار یافت
مانا کہ مراعتِ دلِ مراح بہار یافت
یہ بھی شمس الدین فیروز مذکور الصدر کی شائستگی میں ہے اور اس کا نام مذکور ہے۔

(۶) اس منم کز دیدہ باقوت رواں آورده ام
میدلاں را از سخن قوت رواں آورده ام
یہ بھی شمس الدین فیروز شاہ کی تعریف میں ہے۔

(۷) میدلاں را دسے تو آئینہ جاں آورده است
دزلہ دنداں تو لولہ و مرہاں آورده است

نظامی گنجوی

قولہ "ایاس یوسف نام، ابو محمد کیت، نظام الدین نقب، نظامی تخلص
باپ کا نام سوید تھا"

(سترالہم صفحہ ۲۸۹ طبع الماظر پریس سلاسلہ ۲۲)

شیخ نظامی کا نام دراصل ایاس ہے اور اس کے لیے پیتھرسد ہے۔ لیلیٰ محمول ہے۔
والیاس کا لفظ سری رلاش ہم ماہ فودوہ است نامق ہے
(حسنہ نظامی صفحہ ۲۸ طبع مطبع مطبری ممسنی ۱۳۲۵ھ)

ایک اور شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام اولیس بھی تھا۔ لیلیٰ محمول ہے۔
یاسب تو مرا کا ویس نام در عشق محمدی تمام
راں شدہ کہ محمدی حال است روزیم کس آنچہ در خیال است

(حسنہ صفحہ ۲۲)

یوسف اس کے والد کا نام تھا، رکی دادا کا اور مؤید پر دادا کا۔ لیلیٰ محمول ہے۔
گرستہ پدرم بہست جد یوسف یسر رکی موید
(حسنہ صفحہ ۲۰۹)

قولہ "تم کے اصلاح میں تورش یک صلح ہے۔ اصل وطن یہاں تھا، لیکن
چونکہ تم صدر مقام ہو اس لیے انتساب میں تورش کے سمائے تم کا
نام لیتے ہیں۔" (سترالہم صفحہ ۲۸۹)

۱۔ ایاس کے اعداد ایک تلوہ سے الف اور با کے اعداد کے تخریج سے ملنے پچھے ہیں۔
۲۔ اس مصمون کے دوران میں مصحات کے حملے اسی جسے سے دیے گئے ہیں۔

حد و عادل و منصف ہو، اور وہ رکن الدین و الدنیا ہو، ایسی رکن الدین فیروز

(۱۰) اے فخر ہمہ نزا و آدم جسے سیدہ زنان عالم ص ۲۸۱
قصیدہ ہذا کسی تہزادی کی تریف میں ہے جس کا خطاب کریمۃ المسعود
نام رضیۃ الدین ہو چنانچہ سے

سلطانۃ کریمۃ المسعود شد ذات شریف تو مکرم
راضی رہ تو اے رضیۃ الدین حق تادرو ذوالکلال اکرم ص ۲۸۱
بادشاہ سے اس کے تعلقات یوں بیاں کیے گئے ہیں۔ امیات
اقبال تو ہر دوست ہر روز از وہ لست حسرو معظم
آں پادشہ کہ خسرواں ما از ہیبت او فرو شود دم
از و ردعائے تو سحر گاہ (کدا) بیاد بقائے دوست محکم ص ۲۸۲
رضیۃ الدین کی سرکار میں سحر کی آمد و رفت بھی معنی سے

در مدح و ثنات شاعر اس را قسرتیف و صلوات و عز و علم ص ۲۸۲
میں ایک مدت تک اس قصیدے کو سلطان رضیۃ الدین بنت سلطان شمس الدین
التمش کی مدح میں مانتا رہا، لیکن انوری کے ایک قلمی کلیات میں جس سے
گرتہ، بالاکاتی قصائد ترک کر دے گئے ہیں، یہ قصیدہ داخل ہے۔ اس
شہادت کی بنا پر میں اپنے طریقے سے دست کش ہو گیا ہوں، اگر حیثیت
نہیں ہوں۔

ہاں مورخین میں ایک اور دستور ملا ہے کہ تاریخ وفات کی غیر حاصری میں کسی کی آخری تصنیف کی تاریخ کو اس کی تاریخ وفات مانا گیا ہے جیسا کہ حکیم سنائی، عصر المعانی کی کاؤس و غیرہم کے ساتھ ہی سلوک کیا گیا ہے۔

اقبال مارہ میں نظامی نے جہاں حکما کی وفات کے عنوان قائم کیے ہیں وہاں ایسی وفات کا عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔ اس وقت اس کی عمر ۶۲ سال کی تھی اسی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ہے، مولانا نظامی نے عاشق رسول ہونے کی حیثیت سے اسی عمر میں وفات پانے کی خواہش کی ہے تاکہ موت میں بھی اتباع سنت رسول کی جائے، لیکن ایک امر کی آرزو اور مات ہے اور اس آرزو کا پورا ہونا اور مات ہے ہمارے پاس اس لیے دعوہ موجود ہیں حق سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر مائے کے انتقام کے کئی سال بعد تک وہ زندہ رہے ہیں۔

لیکن سال ولادت معلوم کر کے لے ایک یقینی درعیہ یہ ہے کہ شیخ نظامی لیلی محوں میں اپنی عمر ۷۷ = ۷۹ بتاتے ہیں۔ دیت
ریں عمر مگر گہی کہ راہم مجموعہ ہفت سبع و اتم

(حسمہ صفحہ ۷)

چونکہ یہ منوی ۷۸۴ھ ہجری میں ختم ہوئی ہے۔ چنانچہ امیات
کارا تہ شدہ بہترین مال در سلح رجسائے و فادال
تاریخ عیاں کہ داشت ماہود ہستاد و چہار بعد یا بعد

(صفحہ ۴۲)

اس لیے اگر سال عمر اس ۷۸۴ھ ہجری سے تفریق کیے جائیں
تو ۷۸۴ھ ہجری سال ولادت نکل آتا ہے۔ سال وفات کے متعلق اسی قدر

نورستیں کے متوطن نورتن کی طرف ہی مڑا کر رہے ہیں، مثلاً میر
عبدالعی نورتنی، میرزا طاہر نورتنی، امیر قدسی نورتنی، تائبیا نورتنی وغیرہ، لیکن
جو ضعیف روایت نظامی کو نورتن کی طرف نسبت دیتی ہو اصل میں یوں ہو کہ شیخ
نورتن کے موصی تاجن کے جس کو "تقیہ من" "تا" بھی کہا جاتا ہو، رہے غلط
تھے، چنانچہ اب بھی ان کی اولاد وہاں آباد ہو رہی ہے۔

نورتن دہے ہست "تا" نام اور نظامی اور آبجا شذہ نام جو
لیکن حمہ بن تاس، اور نقسہ نورتن کی طرف کوئی تلخیص نہیں ملتی اور نظامی
گمہ کے ساتھ اس کثرت سے اپنے آپ کو مضاف کر رہے ہیں کہ اس تعلق
کی موجودگی میں کسی اور تہریا وطن کی طرف نسبت دینے کی گنجائش ہی باقی
نہیں رہتی۔

قولہ "ساں ولادت کسی نے یاں نہیں کیا لیکن چونکہ بروایت صحیح مسن
وفات ۵۹۵ھ ہو اور اس کی عمر عموماً ۶۲ برس کی یاں کی جاتی ہو اس لیے
سال ولادت ۵۳۳ھ ہجری تھا چاہیے"

(شوالیم صفحہ ۲۸۹)

مولانا نظامی کے سال وفات کے متعلق مورخین میں سخت اختلاف ہو۔
چنانچہ تذکرہ دولت شاہی میں ۵۷۵ھ ہجری، آفتن کدے میں ۵۵۵ھ، جہاں آرا
میں ۵۹۵ھ ہجری کشف الطون میں ۵۹۵ھ ہجری، صبح صادق اور شاد صادق
میں ۵۸۵ھ ہجری اور تقی کاشی کے ہاں ۵۸۵ھ ہجری ہو۔

سہ ۵۹۶ ہجری اصل میں مترس نامے کے اختتام کی تاریخ ہو چکے

سلہ اس کی قریب شکل مترس ہو چکا ہے مترس الدین علی دریر حوائق و حلال الدین مکونی
کا دریر ہو طرشی کہلاتا ہو۔

لیکن بعض قدیم نسخوں میں پچاھ و نہ کی بجائے ہشتاد و دو ملتا ہے مگر میرے خیال میں "ہشتاد و دو" زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس خیال کا مؤید یہ قریب ہے کہ تخت سوم میں نظامی نے ایک موقع پر ۷۷ کا ذکر کیا ہے۔

پانصد و ہشتاد و س ایاں عواں رور ملدا است مجلس شتاب
میر اس وقت اس کی عمر چالیس سال سے کم یعنی پینتیس اڑتیس سال کی تھی چنانچہ محرم اسرار سے

طبع کہ با عقل نہ دلائلیست منظر نقد جہل سا لگیست
محرم کے العام کے متعلق سب سے قدیم وہ بیاں ہے جو اب بنی لے مختصر ملحق مامے میں دیا ہے۔ میں کہنے یہاں اس کو نقل کرتا ہوں۔
"ملک محمد الدین ہرام شاہ صاحب سیرت یکو و علو ہمت و حرط رحمت
دود در ایام یاد شاہی او مملکت اور بخان در کمال حور سدگی لود و کتاب
محرم الاسرار را نظامی گنجہ سام او کرد و بخد متش تھہ فرستاد و بح ہزار دیار
دیح سراسر را ہوار حائرہ فرمودیہ"

العام کی دامت اس میں شک نہیں نہایت عام ہی لیکن میں نظامی کے ان بیانات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو تیریں حوروں میں محمد طہیں اور گرتہ بیانات کے ماکل مانی ہیں۔ نظامی ماردر امشگر کے حق میں حوروں پر دین کی داد و دہش اور اپنے زمانے کی مادد دانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چو عالی ہمتی گردن بر اسرار طاب ہرزہ ار گردن سیدار
سورندی طبع را دیدہ بردور رچوں من قطرہ دریا می امور

لے معقول اور راحت الصدور مرتہ ذکر محمد اقبال حاسیہ صفحہ ۲۷

کہا جاسکتا ہے کہ وہ سلسلہ ہجری کے بعد تک زندہ تھے ۔

قولہ 'اس زمانے کے تمام بڑے بڑے سلاطین نے اس کی مستردی کو لازمہ سلطنت سمجھا' اور فرمایا کہ اس سے پہلے مام برکاتیں نکھوائیں اسباب اس کے مقتضی تھے کہ سب سے پہلے قرسی دربار سے تعلق پیدا ہو مابین یہ سعادت دور دلوں کی قسمت میں لکھی تھی سب سے پہلے جس کو یہ عورت نصیب ہوئی وہ ہرام شاہ تھا۔ لفظی لے محزون اسرار سلسلہ ہجری میں اسی کے نام پر لکھی اور صلے میں اس نے پانچ ہزار استریاں ایک قطار شتر اور انواع و اقسام کے مین قیمت کپڑے پیچھے " (شعراعم ص ۲۹۰)

یہ خیال کہ ہرام شاہ کی فرمایش پر محزون اسرار لکھی گئی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ مطامی نے اپنی خواہش سے اُسے ہرام شاہ کے نام پر منون کیا ہے۔
پہانچہ محزون ۵

رہبہ شاہاں رپے اس جال قرعہ روم مام تو آمد مال
محزون اسرار کے اکثر نسخوں میں اگرچہ تاریخ تصنیف سلسلہ ہجری مئی
جیسا کہ مولانا تسلی نے اوپر ذکر فرمایا ہے اور اس کی سدیہ اتھارہیں
لو حقیقت رہ شمار درست بست دچہارم ربیع محبت
ارگہ ہجرت شدہ تائیں ماں یا نقد و پنجاہ وہ افزوں راں

سلسلہ لوک اور نغماں کے معصل حالات تاریخوں میں ہیں ملتے مالی حامد اس مگلوپک
کے بعد اس کے دو مرد ملحق اور داؤدیکے بعد دیگرے سر حکومت آئے داؤد
کا فرزند الملک السید محمد الدس ہرام شاہ سلسلہ میں حائش بدہر ہر نقولے سلسلہ
میں اور نقولے سلسلہ میں ۱۰ مات یا تائے ۔

شے روزے سو کر کا مکہ ار راہ سی و رنگ آمد موکب شاہ

قولہ ”ان میں علم و فضل کی مردمانی کے لحاظ سے سب سے ممتاز موجہر

حاکم کیر طلال الدیا والدیں شاہ آختاں تھا حواس میں شروایہ کا

ورقہ التاج تھا، یہ حادیں حاضریابی سہل یہی ہرام چو میں کی یاد کا

تھا، موجہر ہایت علم دوست اور علم پرور تھا موجہر نے ایسے ہام

سے نظامی کو دس یدرہ سطران کا خط لکھ کر بھجا کہ سلی مومن کی اسکا

علم کیجیے“ (شعر الحسم صفحہ ۲۹۵)

یہی مجنوں کے لیے حاکم کیر موجہر نے فرامین ہیں کی وہ اس عمد

سے ایک دراز مدت قتل و قات پانچکا ہو۔ یہ کتاب موجہر کے فرزند ابوالمظہر

حلال الدین آختاں کی فرامینس پر لکھی گئی ہو اس دلوں والی سترداں تھا۔

چنانچہ ابیات سے

خاقاں جہاں ملک معظم مطلق ملک الملوک عالم

صاحب جہت جلال و تکیں یعنی کہ جلال دولت و دیں

تاج ملک ابوالمظہر زیندہ ملک ہمت کتور

شرواں شہ آفتاب سایہ کینسر و کیتقاد بایہ

شاہ سخی آختاں کہ تاش ہریت کہ ہریت علامش

ہرام بر زاد مستری ہر دزد و ملک موجہر

(حسم صفحہ ۲۹۵)

قولہ ”نظامی نے اس منظوم کے محلے میں پادشاہ سے مہر و ہش کی

سے معن سوں میں سے روزے سو کر کا مکہ ار راہ سی و رنگ آمد موکب شاہ

”یہ سی روزے سو کر کا مکہ ار راہ سی و رنگ آمد موکب شاہ“

کہ جدید گنجِ محسودم لٹا ہے وراں حرمِ بمستمِ برگ کا ہے
 لے لے رگی سخی را راستِ کردم ہ اد داد و نہ من در خواستِ کردم
 مرا ایس اس کہ رکروم جہاں را دی نعمتِ شدم دریا و کا را
 (حصہ صفحہ ۱۸)

مخروں کے بعد ہی تیریں حسرتِ تصنیف ہوتی ہو اور مخروں کے صلہ ملے
 کی شکایتِ قدرتا تیریں حسرتِ میں کی ماسکتی ہو اشعارِ مالا سے صرف یہی ایک
 منہ نکلتا ہو کہ ہرامِ شاہ نے کوئی عملہ نہیں دیا
 قولہ ”مخروں کی نصیف کے وقت نظامی کا س تقریباً ۲۵ برس کا تھا“

(شوالعم صفحہ ۲۹۱)

خود نظامی کے اپنے بیان سے واضح ہوتا ہو کہ اس کی عمر چالیس سال
 سے کسی قدر کم تھی۔ یہ اشعارِ لاحقہ ہوں سے
 طبع کہ ماعقل مد لا لگیست مسطر نقد جہاں سا لگیست
 تا کیل سال کہ مالع شود حرج سورما بن مبالغ شود
 یار کوں مایدتِ انوں کواں ورس جہاں سا لگی اکوں کواں

(حصہ صفحہ ۱۴)

قولہ ”اسی وقت گھوڑے پر سوار ہوئے اور دستِ دیماں طو کرتے ہوئے“

قریباً ایک مہینے میں پایہِ تحب میں پہنچے“ (شوالعم صفحہ ۲۹۳)

مولانا نظامی کے بیان سے یا یا جاتا ہو کہ اتابکِ قول (ارسلانِ گمہ
 سے صرف تیس فرسنگ کے فاصلے پر بھڑا ہوا تھا جب اس نے نظامی کی
 طلبی کے لیے ایسا فاصلہ روانہ کیا۔ نظامی کو یہ فاصلہ طو کرنے کے لیے ایک ماہ
 کے سفر کی ضرورت نہیں۔ حسرتِ تیریں سے

دانی کہ چیں عودس ہمدے مایدر قراں ہیچ ہمدے
گہ در پیدر شش لظریاری تیمار برادر شش مداری
از راہ لوازش سماش رسے ادی کی سماش
تا حاتمہ کس ماستم سریش و لظریس ماستم
ایں گفتم و قصہ گشت کوتاہ اقبال تو ماد و دولت تاہ

(حصہ صفحہ ۱۲)

قولہ 'زل اسلاں کے مرے کے بعد' اس کا صحیح ایسے ہیوس ایلڈ گر کا فرد
ارجمند ابو مکرم نصرۃ الدین ۸۷۷ھ میں مسد آرا ہوا لطیفی کو اس حوالہ
سے قدیم تعلق تھا اس وقت تک اسوں نے حکتا میں لکھی تھیں سلاطین
وقت کی فرمائش سے لکھی تھیں، لیکن سکدر نامہ ایسی خواہش سے
لکھا اور ابو مکرم نصرۃ الدین کے نام موسوم کیا۔

(شعرا لعم صفحہ ۲۹۶)

سکدر نامے کے بعض اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب حوالہ نصرۃ الدین
کی فرمائش سے لکھی گئی تھی۔ چنانچہ

نشاط از تو داد گہر سعتم سرادار شست آفریں گشتم
حرد کا سمارا میں می کند بریں آفریں آفریں می کند
چو فرماں جیں آمدار تہرایہ کہ برام مالقن مدایں نگار
گفتار شستہ معر ما ترکم گشت کساں معر در سرکم
درسم عود سے مداں برنگاہ کہ و جیتم روتس شود نرم تاہ

(حصہ صفحہ ۱۲)

(رونگ) جو در مودتہ ماعے آراہن سس کشت و سر ویراہن

کہ اس کے صاحبزادے دلہند ملطت کے مدیوں اور مصاحبوں میں
داخل کیے جائیں۔“ (شوالحم صفحہ ۲۹۶)

حقیقت یہ ہے کہ نظامی نے اپنی محنوں میں شاہ احتشام کے بعد اس کے
فرزند کو جس کا نام دادا کے نام پر منوچہر رکھا گیا ہو علیحدہ خطاب کیا ہو جس
کے صحن میں کہا ہو کہ میرے فرزند کے محمد سے درخواست کی ہو کہ میں اس
کو تمھارے حوالے کر دوں تاکہ تمھاری حفاظت میں آجائے اور ہم درس
بھی ہو جائے۔ آیات

آں گوہر کاں کشادہ من	یست من دلپشت زادہ من
گوہر بکلاہ وکاں برافشانہ	در گوہر کان ششم من رائد
کیں سیکس را بہد و سگند	برکت بہ پناہ آن خداوند
بپار مرا بہد سس امروند	کو فو قلم است و من تو امروند
تا چوں گہر شش کمال گیرد	اور رترا یستال گیرد
ساں تمنت نشیں کہ افج لست	موردست و لے زرگ است
آں یوسف ہفت برم و نہ ہمد	ہم والی ہمد و ہم والی ہمد
نومجلس و فونشاط و لو ہمر	فرزند شہ احتشام منوچہر

(حمہ صفحہ ۲۹۶)

اور تعریف کے بعد اصل مدعا کا اظہار یوں کیا گیا ہے:-

دارم بخدا امید وادی	کز غایت دہن دہوشیاری
آجبات رساند از غایت	کما مادہ شوی ہر کمایت
ہم نامہ خسرواں بخوانی	ہم گفتمہ سوزداں مدانی
ایں گنج ہفتہ را دریں صبح	یعنی چہ ہمہ دو ہفتہ در برین

اور دو سو استری سالانہ نقد پیش مقرر ہو گئی۔ ساتھ ہی یہ بھی لحاظ رہے کہ یہ العام صرف اقبال نامہ یعنی سکندر نامہ سحری کے لیے عطا ہوا ہی نہ صرف نامہ اس سے تین سال قبل لکھا جا چکا ہو، اس کا صلہ اس العام میں شامل نہیں جب خود نظامی نے اس عطیہ کو دلی مسرت اور دعا آتشا العاط کے ساتھ قبول کر لیا تو ہمیں چاہیے کہ اسی پر قناعت کریں اور مشرقی ریاضی کے خلاف شکوہ سجہ ہوں۔ نظامی العام کے ذکر کو اس آیات پر ختم کرتے ہیں۔

حدایا جہا برادرین گنج بخش رافرور یوں دیدہ رار درختس
فلک را خشت گرایندہ دار مدوداد و دیں ہر دو پاییدہ دار
(اقبال نامہ قلمی)

قولہ ”اسادہ سے میں نے سنا ہے کہ ملاطین وقت نظامی کی اس قدر بے کرتے تھے کہ ایک یاد شاہ نے ایسی لڑکی اس کے بیٹے سے سیاہ دی ہتی، میں نے کسی کتاب میں یہ واقعہ نہیں دیکھا، لکن سکندر نامہ سحری کے حاشیے سے اس قدر تصریح حاصل ہوتا ہے کہ نظامی نے اپنی صاحبزادی اور ایسے فرد محمد کو نصرہ الدین کی خدمت میں بھیجا تھا کہتے ہیں۔

وہ گوہر برآمد دریا سے	دور مدہ اور دوسے شاہ
یکے عصمت مریخی یا مستہ	یکے اور عیسیٰ مرو تا مستہ
فرشادہ ام ہر دو را مرد شاہ	کہ یا قوت را درج دار و نگاہ
عروسے کہ دُور اور مادر بود	را پر مدہ دار بق اور بود
سایہ چو آید مرہم سہ یار	جینیں مدگی را چہاں پردہ دار
یوس برل حاصل تو خاندادہ ام	ہگر بیر ماہاں فرشا دہ ام

سرسری شاہ روش صمیر سروے فرہنگ و ماں پدیہ
کیے سرو ویرا ستم دریس کہ ریاد او سے سرو مد انکس

(حسمہ صفحہ ۲۵۵)

قولہ کتاب کھ کرینق کی لا مقررہ رقم کے علاوہ سواری کا گھوڑا مینق
قیمت کپڑے خلعت و غیرہ عطا ہوا۔ (سوال نم ۲۹۶)
اور حاشیے میں اصافہ فرمایا ہے۔

”لیکن تھو کہ نقد رقم صرف مراد نکھی ہے۔ اگر یہ ہزار دیا بھی دس
کرے حائیں تب بھی ایسی رقم ہو جو۔ نظامی کے تباہاں ہے۔ ایک
مشرقی مادہ کے چہرے رکھتی ہے۔“

اس کے متعلق شیخ نظامی کا بیان حسب ذیل ہے۔

چوستہ دید در گوہر دل یسد پسندیدہ دشت کا رگوہر ملد
ازاں نقد روحی کہ مانند درست ہر ارم یدیر متہ لودا رحمت
چوس سرل در خورد او ساقم نیاسے سے ایں در بر اندھم
ہر ارم یدیر متہ را داد رود سے چیر ہا میر روے فرد
مر کوک و دیا و صد گوہر چیر ہاں خلعت پا دستا ہا میر
دو صد نقد دیگر دیواں بہر نو ستم مادرار دیواں دہر
مداں تا رسامد گاں جو کھو رسامد ہر سالے ارلو سو

(اقبال نامہ علمی)

گویا جس وقت یاد شاہ نے فرامین کی تھی اس وقت ایک مراد سترنی
(درست) صلہ دیے کا وعدہ کر لیا تھا حب کتاب حتم ہو کر مینق ہوئی در موجود
ان کو مل گیا۔ اس کے علاوہ اسب خلعت اور دیا سکے تھان عمارت ہوئے

ن گوہر ششاس کد تارہ روی لے اقتاس

(حصہ صفحہ ۲۵۴)

معر را تر کھم گفت کساں معر در سر کھم
سے نداں برم گاہ کز و جیم روستن شود بر م شاہ
شاہ رامدہ ماد میں ہر آفاق فرسودہ ماد

(حصہ صفحہ ۱۲۹)

تہ را دریں درج بی جوہر دو ہفتہ در سج
ن عودس ہمدے ماید ر قراں بیج ہمدے
تس نظر یاری تیار برادرش مدار ی

(حصہ صفحہ ۲۷)

ت سے جو مولا ماشلی لے قتل کیے ہیں ایک شعر ترک کر دیا
ہر قسم کی بدظنی رفع ہو سکتی ہے وہ میت یہ ہے -
- دو ہندو سے ام یکے قتل و دیگر اقسال نام

(حصہ صفحہ ۳۳۱)

ادوں کے فرزند محمد اور اقبال سے مراد اقبال نامہ ہیں۔

اب (سکندر نامہ) کی تصنیف کے وقت اس کی عمر ۶۳ برس

چاچہ جہاں اور حکما کے مرے کا الگ الگ عنوان قائم

ایسے نام کی بھی سرحد قائم کی ہو اس کے دہلی میں لکھتے ہیں۔

جو اس داستان شد تمام نعوم شدن تیر رواشت گام

دو شش سہ رتخت سیال کہ بر عزم رہ دہل رد دوال

ی کتاب پر ان کی شاعری اور عمر دونوں کا حاتمہ ہوا سیال و گنا

آخری شعر سے صاف یہ دار کھل جاتا ہے: (شعر انعم صفحہ ۲۹۷)
 نہیں علامہ شلی کے اس عجیب و غریب انکشاف کو ہرگز ہرگز قبول نہیں
 کر سکتا۔ یہ امر میری سمجھ سے ماہر ہو کہ لطیفی ایسی صاحبزادی کو نصرتہ اللہیں کے
 ہاں کیوں بھیجتے اور صاحبزادی وہاں کیا کرتیں۔ اگر کسی رشتہ داری کے خیال
 سے بھی گئی تھیں تو بہتر تھا کہ علامہ شلی اس کی وصاحت کر دیتے۔ لیکن نہ یہ
 دعویٰ کرے کے لیے تیار ہوں کہ سطامی کے کوئی صاحبزادی نہیں تھیں اس
 کے صرف ایک اولاد تھی بیسے محمد حسن کے لیے وایا ہو میت
 مک دامنہ اذلیں فتوح سم یک بیلاہ آخریں صومح
 نہ اشعار مالا سے کوئی ایسا قیاس مترتب ہو سکتا۔ مات صرف اتنی ہو کہ انھوں
 نے سکدر رامہ ایسے فرزند محمد کے ہمراہ بھیجا ہو اور یہی سکدر رامہ وہ
 صاحبزادی ہو۔

ڈوگوہر سے مولانا سطامی کی مراد اُن کے فرزند صلی محمد اور فرزند
 روحانی سکدر رامہ ہیں۔ ”عصمت مریمی“ میں بھی شاعر نے پھر اسی نظم کی
 طرف تلمیح کی ہے گویا فکر پکر کے مصلوہ خیال کو ”عصمت مریمی“ کے مدد پر
 میں ادا کیا۔ عروس سے مراد وہی نظم ہو اور ”مادر“ سے مقصد معروفہ صاحبزادی
 کی والدہ ہیں جس مکہ شاعر نے ایسی ذات مراد لی ہے جو لوگ لطیفی کی شاعری
 سے واقف ہیں وہ میرے اس بیان سے اتفاق کریں گے کہ تیج سطامی
 بعض اوقات اپنے صمیر یا طبیعت کو عورت و ص کر لیتے ہیں اور ایسی نظم کو
 عروس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں اس قسم کی بعض مثالیں دی جاتی ہیں
 ۱، صمیرم سرں مکات آتق برں است کہ مریم صفت کرد آست است
 تقاصائے آتوے یوں آیدش کہ ار سگ و آہں سروں آندس

اس کا فرار ملک القاهر عز الدین مسعود اسی سال تحت نشین ہو کر ۵۱۵ھ میں فوت ہوتا ہو (جامع التواریخ) اس اشعار سے ثابت ہوتا ہو کہ نظامی نے سکندر نامے کو سن الدین مسعود کے نام کے ساتھ بھی منسوب کیا ہو اور اس احتمال کے لیے یوری کھالیتسکی کہ یہ انتساب نصرة الدین الکمر کی وفات کے بعد سلسلہ بھری میں واقع ہوتی ہو، عمل میں آیا ہوگا جب کہ درمار اتانکی سے نظامی کے تعلقات منقطع ہو چکے ہیں۔

قولہ ”قصیدے بہت ہیں یکں اس میں بھی کوئی خاص بات نہیں بسائی کا انداز ہو“ اخلاق اور مصوف کو ترکیب دے کر کہتے ہیں لیسکی سائی کے بہت پیچھے ہیں، اس لیے مقول نہ ہو سکے، اللہ ایک قطعہ بہایت صاف ستھرا اور نیر لطف کہا ہو جس کا آج تک جواب نہ ہو سکا۔

دوق دیم سحر امان و مراۃ سود	می روم مالہ و دنا دس ارمن مشود
یا مدتیج کس ارماہ فروساں سدا	ماکس منہج کسم، تیج کسم درکستود
یاسے ارمت گمرست، اکدا، میرک کتر	بدے ا عزم دس کردمرو لوج سود
گفت جیرامت ادریں دمت کراچھو	نے محل آمانت رود ا ہر حسیہ لود
گفتمس درکشا، گفت دہرہ لگو	کا، ریا دمت کسے ہر کسے درکستود
ایں نہ مسجد کہ ہر لحظہ دس کساید	کہ لود رآئی و اندر حسیہ ایں آید
ایں حراماں معال مت اور دماںد	شاہد و شمع و مترات منکر و مای و مردود
ہرچہ در حلقہ آفاق دس حاضر	موس در ہنس و گمر و ساری دہود
گر لود حواہی کہ دم ار حسیہ ایاں برنی	حاک ماسے بہ سو، ماکہ مائی بھو
عصب سمداری اور عونی سے وانی بدل کر اس کا حواس لکھا ہو لیکں	

میں صحتِ اعلا ہو دولت شاہی میں سلوٹہ بھری لکھا ہو، لیکن
یہ خود لٹامی کی تصریح کے خلاف ہو۔ ثقی کاشی لے سلسلہ لکھا ہو
حامی سلسلہ بیاں کرتے ہیں۔ لیکن اس قدر قطعی ہو کہ سلسلہ بھری
کے بعد اس کی وفات ہوئی ہو اور عالمی چھٹی صدی سے آگے نہیں ہو۔
(شرا لعم ص ۲۹۷ و ۲۹۸)

حکمائے یونان کی وفات کے ذکر کے ساتھ ایسی وفات کا عنوان قائم کر لے
سے یہ لازم نہیں آتا کہ لٹامی لے اسی عمر میں یا چھٹی صدی کے اندر اور انتقال
فرمایا۔ بحقیقت عاشق رسول اس میں شک نہیں کہ اس عمر میں انتقال کر لے
کے لیے آرد و مدد درختے دوسرے اھوں لے حکمائے یونان کے ساتھ
اسی ذات کو بھی شریک سا مانا چاہا ہو۔ جہاں اھوں لے اس حکماء کے مقالات
کا ذکر کیا ہو ایسے مقالات بھی علیحدہ عنوان کے تحت میں دیدیے ہیں اسی
طرح اس کی وفات کے ساتھ ایسی وفات کا عنوان بھی مانا دیا۔ لیسکس میں
حیال کرتا ہوں کہ وہ اس عہد سے ایک عرصے بعد تک رہا ہو۔

بعض سکندر ناموں میں ایسے اشعار ملتے ہیں جس سے یا یا حاتم ہو کہ
لٹامی نہ صرف ساتویں صدی کے آغاز میں موجود تھے بلکہ اس کے پہلے عشر کا
ایک معتد بہ حصہ کم از کم طو کر چکے ہیں۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

طرف دار موصل نہ مردانگی	قدر حال تباہی نیر را نگہی
سر سر فرار اں و گردنکشاں	ملک عریں قاہرہ نشاں
نظر لے دولت جو طعل نگین	الوالع مسعودس نور دین

نور الدین اسلاں شاہ والی موصل سہ ۷۷۰ بھری میں وفات پایا ہو

سلطہ طعل نگین الوری کا مدو رج ہو۔

لطامی کے مقلدے میں عواتی کو اس قول کا زیادہ مستحق مانا جاسکتا ہے میری دلیل صرف یہی ہے کہ اول تو وہ ایک ایسے شخص میں متی ہے جو اس سے تقریباً چھ سو سال پیشتر کا مرقوم ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کتاب جس قدر قدیم ہے اسی قدر زیادہ معتبر ہے۔ علاوہ میں اس قول میں واردات حقیقت، کو محار کی راں میں ادا کیا گیا ہے۔ یعنی حرامات، مادہ فروتن، رد، معان، شاہد شمع، ستراب اور سرود وغیرہ کا حقیقی اطلاق مصوین کے نزدیک کچھ اور ہے جو ان اعطائے کے اصلی معنوں سے ظاہر نہیں ہوتا۔ معرّی فرماتے ہیں -

اس دیوان کے رسم الخط کی بعض خصوصیات دِل میں درج کی جاتی ہیں -
 حسب حرف، قبل حرف علت ہے یا حرف صحیح متحرک ہے دال کو بالہوم دال لکھا جاتا ہے مثلاً دیدی، شاد، ماد، یاد، آمد اور دال کو ددی، شاد، ماد، یاد، آمد اور دال مرقوم کیا ہے۔ است کا الف اکثر اوقات حذف کر دیا گیا ہے مثلاً حوت است چرست اور سیکس است کو حوشست، چرست اور سیکست لکھا ہے۔ آسجیہ - جیا کہ اور آکے کو آسج - حاکم اور آکم عام طور پر لکھا جاتا ہے یا کے نقاط پہلو پہلو ایک ہی سطح پر ملائے ہیں لکھے جاتے ہیں علیحدہ علیحدہ مختلف سطحوں پر مثلاً اور ی کو یوں لکھا ہے 'ب'، 'و' ہی' علاوہ میں یا ئے ثنائی کے اوپر نقاط لگائے کی رسم بھی جاری ہے مثلاً دیدی - دیدی اور عیددی کو دیدی، دیدی، اور عیددی لکھا گیا ہے۔ کاف یا یہ ہائے محتمی کے علاوہ یا ئے ثنائی کے ساتھ بھی لکھا جاتا ہے حیم دکاف دوائے جاری اور عربی میں کچھ امتیاز نہیں۔ جب ماو یا ماو و تاساتھ آگئے اُن کے نقاط کو ملا امتیاز ایک ہی جگہ لکھ دیا ہے مثلاً سگائے اور یوں کو سگائے اور یوں لکھا ہے۔ میم و دال پہلے سین پہلے و رائے پہلے ر بعض اوقات اللٹا حرم دیا ہے اور ہائے ہور کے سوتہ ہیں دما حاما -

باب ۲ - ہورکا (شترالحم معہ ۳۱۵۳)

لٹامی کے قصائد اگر کبھی انھوں نے لکھے تھے، اب نہیں ملتے۔ آتشکدہ میں صرف دو قصیدوں سے بعض جیدہ اشعار نقل کیے گئے ہیں، یہ قطعہ حس کو عرب کہتا زیادہ صحیح ہوگا اس میں شک نہیں عام طور پر لٹامی کی طرف مسوب ہو۔ آتشکدہ میں جانیجہ اس ہی کے نام پر دیا گیا ہو۔ بعد کے مولفین صاحب آتشکدہ کے پیرو ہیں۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ اس باب میں مصنفین کو محاطہ بیت آیا ہو، راقم کے یاس مولانا عراقی کا ایک دیوان ہو حکم ارکم آٹھویں قرن ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہو۔ اس دیوان میں یہ قطعہ بیرونی اختلاف کے ساتھ مع عراقی کے تخلص کے موجود ہو حس کو دہل میں نقل کیا جاتا ہو۔

سحر مات شدم دوش مرا مار نہ سود	میزدم نعرہ د فریاد و رس کس تشوہ
یانید، بجیکس از مادہ فردشاں میدار	یا حود از ہیجکیسی ہیجکسم درکتود
چونکہ یک سیمہ رشش یا کم یا بیش ہرمت	ردے از عزمہ ردول کرد سرووح سموذ
گفت جیرست دین وقت تو دیوانہ شدی	معر پردا حتی آخر سگوئی کہ یہ بود
گفتمش در گشتا گفتمت رد ہرزہ گوی	تا دریں وقت رہو توئے در کہ کتود
ایں مسجد کہ ہر لحظہ دستس مکتایم	تا تو اندر دوی و اندر صف میں آئی و
ایں حرمات معانست در و رمدہ دلا	شاہد تبع و متراب و عرب و رود و سرود
(سرکوشاں عرفانست و سراشاں کعبہ	عاشقاں ہیچو حلیلہ و رقیباں عمرود)
زور سر را نمود، بیچ دریں لقمہ محل	سود شاں سلمہ ریاست ریاشاں ہمہ
او عراقی چہ رنی حلقہ بریں درشت دور	ریں ہمہ آتش حود بیچ - یہی سرود

اسلہ یہ شترالحم میں ہیں ہو ملکہ بعد میں کسی نے بیلو سے عرب میں ایسے خط میں لکھا ہو جو دسویں صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہو۔

دُست یہ ہے کہ دونوں شعر فردوسی کے ہیں اور تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ شاہناموں میں ملتے ہیں۔ بیاض سدہ علی حاکم میں فردوسی کے منتخب کلام میں یہ استعارہ بھی موجود ہیں۔ اب بھی اگر کسی صاحب کو شبہ ہو تو دلیل کا لطیفہ محرم العرائف سے جو سرخوش کے حالات میں درج ہے دیکھ لیں کیا حاکم ہی۔ واضح رہے کہ صاحب محرم العرائف سرخوش سے اس کے عجیب امداد خود مشائی کی ساری مرامیں ہیں لکھتے ہیں اور سرخوش کی عبارت نقل کیے ہیں۔

می گوید "شے در جواب دیدم کہ روح من در سیر سماوات است بتوئے درگون من می آید کہ احمت و آخر من مادیہیچ صورتے نہ لطر در می آید من پسیدم کہ تخمیں یہ چیر می کند۔ گفتند بیتے ار ملا لطامی گوی مقول ملا الاطی انقادہ کہ گفتہ ہے۔

رسم ستوراں در آں ہیں دستت زمین سستی شد و آسمان گشت بہشت

گفتہ شعر خود بلند است اما رومیہ است اس میں حاجی سادست دارد ایجا ماید کہ شعر تو حید و لغت در حق قول یابد در جواب حدہ می کم می گویم کہ راست گفتہ اند کہ معلوم شد شعر بھی عالم بالا۔ اس پر صاحب محرم العرائف دلیل کے الفاظ اصرار کرتے ہیں "دروغ گو را حاطہ سادست اس عریہ شعر فردوسی را نہ شیخ لطامی قرار دادہ و فرشتگان را نہ لیاں مسوب مودہ کہ شعر فردوسی را سام شیخ لطامی گوید۔"

قولہ "۱۴ رمضان ۷۷۷ ہجری میں سلطان حیات الدین کرکٹ سلطان طلائع الدین افسر کی فرمائیں سے بہت بیکہ لکھی جس میں بہرام گو رکا قلم ہے۔"

(شعر العجم صفحہ ۲۹۶)

۱۵ احمد علی مسدیک کی تصنیف ہے۔ ۱۶ کلمات السعد کا نصف۔

اگر یہی دریں دیواں استعار
حرامات و حراماتی و حمار
ہت و رتار و ماقوس و چلیپا
مع و ترسا و گرو دیر و میدا
شراب و تباہ و تنج مستستان
عرواق برلط و آوارستان
مرد و محارہ و مدحرامات
حریف و ساقی و مرد و ساجات
خط و حال و دست و مال و امار
عدا و رعب و یحیا و تیج گیسو
نشو رہبار اراں گفتار و تبار
مرو مشعور اراں گفتار و تبار
بینچ اندر سر و پایے عمارت
کہ ہر یک را دریں الفاظ حافیت
رہ میں اشعار ارباب اشارت
رہر ہر یکے پنہاں جہانیت

حدمات عرفاں کو محار کی رباں میں ادا کرنے کا طریقہ سب سے بیشتر
سائی سے شروع ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فارسی میں اس طریق کو مقبول
مانے والے شیخ فرید الدین عطار ہیں۔ اس کے ہاں اسرار عرفاں و رملہ طریق
میں ادا کیے گئے ہیں۔ گو یا حقیقت کو محار کے پردے میں اور کعبہ
کو صم حائے کے آعوت میں چھپا دیا گیا ہے۔ عطار کے بعد مولانا روم اور
اس کے بعد شیخ عراقی بھی رنگ اختیار کرتے ہیں۔ شہ عتیق اس پر چھایا ہوا
ہے۔ رمدی اور سرستی اس کی شاعری کی رُوح ہو اور ہم دیکھتے ہیں کہ بیروں
اسی قسم کے خدمات سے معمور ہے۔

شیخ نظامی کے درمیان استعار کی مثال میں مولانا شبلی نے دلیل کے دو
شعر بھی درج کیے ہیں۔

رسم سلواں دراں یہں دشت
رہیں سست مند و آساں گشت بہشت
مرد دشت و بر دشت رود سرد
میں حوں مسابہی و برماہ گرد
(شعر العجم صفحہ ۳۲۱)

نظامی نے یہ کتاب ایک خط کے ساتھ علاء الدین کے یاں حسدہ
روہیں دتریں مقیم تھا بھیجی تھی۔

قولہ "فقد سے میں اس کی" خصوصیت لحاظ کے قابل ہو کہ اگرچہ اس کو
مختلف درباروں سے تعلق تھا اور جس قدر متویاں لکھیں سب کسی
نہ کسی رواں روا کے نام پر لکھیں تاہم قصیدے کو انھوں نے
براہی سے آزاد رکھا اور یہ سب ایک شعر کی اس عمدہ صفت سے اور بھی
مفید کام لے جاسکے ہیں لیکن انھوں نے اس کے لفظ قدم پر
کوئی نہیں چلا۔" (شعرا نعم صفحہ ۳۲)

حب متوی کے میدان ہی میں شیخ نظامی سلاطین کی مدح سرائی سے
مارہیں آتے تو قصائد کے میدان میں حد احوالے کیا قیامت ڈھالے ہوں گے۔
خود مولانا تلی درماتے ہیں "متویوں میں اس دور کی مدحیں لکھیں جس کے
آگے قصائد کی کوئی ہستی نہیں یاد آتا ہوں کے سامنے
اپنے آپ کو جس حیثیت سے پیش کرتے ہیں وہی ہوتی ہو جو گدا بیستہ
شاعروں کا امدار ہو۔ ایسی حضور کا نمک حار ہوں، غلام ہوں، مدد درگاہ
ہوں، حضور کی راسی توجہ سے میرے کام میں جائیں گے۔"

(شعرا نعم صفحہ ۹۸-۹۹)

لیکن سوال یہ ہو کہ انھوں نے قصائد لکھے بھی ہیں یا نہیں۔ عونی کا یہاں
ہو کہ متویاں یا دگر ہیں مافی جس کلام سنی ہیں گئی۔ خود نظامی کے یاں
سے معلوم ہوتا ہو کہ سولیں اور ضرورتاً قصائد بھی لکھے ہیں۔ انھوں نے
اپنے دیواں کا ذکر بھی کیا ہو لیکن آج سب وحیرہ مایید ہو۔ (لیلیٰ عمول)
گر سار کم قصائد جیت او میں ہد قلاند ست

نظامی نے اس بادشاہ کا نام علاء الدین کرب ارسلان دیا ہے۔ جیسا کہ۔
 عمدہ المملکت علاء الدین حاطد ناصر رماں ورین
 شاہ کرب ارسلان کتورگیر ۔۔۔ رالیا ارسلان تاج و سریر
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لقب "عیات الدین" اس کے نام سے کوئی تعلق
 نہیں رکھتا۔

یہ علاء الدین امیر مراہ جو وہ آقسقر احمدی کے اساط سے ہے جس کو
 ماٹیبوں نے شمشیر میں قتل کیا ہے۔ جو علاء الدین کے متعلق اسی قدر معلوم
 ہے کہ اس وقت کے سلطان میں اس کا محاصرہ کیا تھا۔ راحت الصدور میں اس
 کو اتنا تک علاء الدین حدادد مراہ لکھا ہے اور سلطان طغرل کے حالات میں
 دو مرتبہ اس کا ذکر آیا ہے۔

اگرچہ عام خیال ہے کہ بہرام مامہ علاء الدین کی فرایت پر لکھا گیا ہے
 لیکن میرا عقیدہ ہے کہ نظامی نے اپنی خواہش سے اس کے نام پر مسوس کیا
 ہے۔ میرے مؤید یہ اشعار ہیں۔

چوں میں الحق شاحتم ۔۔۔ تیاں کاہل فرہنگ ما تو داری یاس
 سحری برق کیمیا ساراں ۔۔۔ پریری مسریب طاراں
 نقش این کارنامہ اندی ۔۔۔ مر تو لستم ۔۔۔ طالع اسدی
 (بہت بیکر طبع اول کتور صمہ ۱۱ سلسلہ ہجری)

دیگم ۔۔۔
 ایں جیں مامہ مر تو شاید بہت کر تو حاسے لمد نامی بہت
 چو کہ تہ لعل لستہ مر تاحق مر تو لستم رہیم تار احق
 مگر لسم تو دل یسود یوں سریر تو ارجمد لود
 (بہت بیکر صمہ ۱۱۳ طبع اول کتور سلسلہ ہجری)

صردریات کے کیصل بھے۔ (یللی محمول)

کو حواہ حس کہ حال میں بود حالی تدلیق و مال میں بود

(حصہ صفحہ ۲۹)

ارواح کے متعلق یہ یاد رہے کہ ان کی تین بیویاں تھیں اور اگر رائد
بھی ہوں تو محبت نہیں۔ لیکن یہ سب کیریں بھیں اور سب کا انتقال ان کی
رندگی میں ہوا۔ زیادہ بد نصیبی کی بات یہ ہے کہ متوایاں بیویوں کے حق میں
محموس تاس ہوئیں۔ پہلی کیریں کو متاہ درمد لے ان کی خدمت میں بھیجا
تھا، تیسری حسرد کی ولادت پر اس جہاں فانی سے رحمت ہوئیں تیسری
کی وفات کے موقع پر بیچ لے ان کا مرتبہ لکھا ہے۔

سک روچوں مت شجاق میں بود گماں افتاد حود کما فاق میں بود
ہایوں پیکرے لعل و خرد مد درتاہ نہ میں دارائے درمد
جو ترکاں گشتہ سونے کوچ محتاج نہ ترکی دادہ رحم راہ تاراج

(حصہ صفحہ ۱۱۸)

دوسری بیوی یللی محمول کی تصنیف کے دور میں دارع مفارقت
ہے گئیں۔ (اقال مامہ)

جو ررگ یللی گستیدم حصار دیگر گوہرے کردم آسما شاد

(حصہ صفحہ ۱۲۶)

شرف ماٹ کے اقسام کے بعد تیسری بیوی رحلت کر گئیں۔ اقال ماٹ

۱۵ محمدان ہی کے لعل سے معلوم ہوئے ہیں۔

اگر تند ترکم ار حسہ گہ بہانی حداما ترک رادم را تو دانی

(حصہ صفحہ ۱۱۸)

قرن ارسال کے دربار میں قصیدہ لکھ کر لے گئے ہیں۔ (حسرو خیر)
 درآمد رادی در حواد چوں در تنائے کاں ساط از گنج ستدیر
 ہر حال قصدے کو کچھ لکھے آج نہیں ملتے اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ قصیدوں
 میں ان کا انداز مداحیہ تھا ماحکیہ۔ ایک قصیدہ جس کی ابتدا مصرع ملک الملوک
 فصلم بفضیلت معالی الحم اللہ ان کی طرف منسوب ہو۔

نظامی کے حالات

نظامی کے حالات و مقولات سے اگرچہ مجھ کو کافی مرادلت نہیں تاہم
 سرسری مطالعے میں جو حوا میں میری نظر سے گزریں۔ یہاں ذکر کرتا ہوں۔
 شیخ کی کم ہی میں ان کے والد یوسف کا انتقال ہو گیا ہو۔ اس کی ایک
 تصحیح کتاب سیریں حسرو میں قلم مد کی ہو۔

پدر کرمش رولش نادیر نور مرا پیراہ یدے داد مشہور
 کہ ار میدولستاں نگریر چوں تیر وطن در کوئے صاحب دولتاں کیر
 (حسمہ ص ۱۸۳)

والدہ ایک کرد حادہاں کی رئیسہ تھیں اور ان ہی نے ان کی تعلیم و
 تربیت کی۔ (یلی مہوں)

کو مادر من رئیسہ کرد مادر صفتاہ بیتس من مرد
 عم میتزار قیاس عرو است گرداب دزدوں ز قد مرد است
 ایک ناموں بھی مجھے جس کا نام حوا حس یا عمر تھا۔ یہ ان کی شہر
 سلسہ یلی مہوں طبع لول کو رسد ۱۳۳۵ ہجری میں حوا حس عمر لکھا ہو۔

کی تصنیف کے وقت اس کی عمر چودہ سال تھی
 سالہ قرۃ العین بالغ نطسے علوم کو ہیں
 ہفت سالہ بودی چوں گل نہ جس حوالہ بودی
 یار دہ رسیدی چوں سرو مادح سرکشیدی
 (حسمہ صفحہ ۲۸)

۔ کی ابتدا کے وقت محمد سترہ سال کے تھے ،
 فصل آوریدل سبت شدہ مہلہ سالہ بدیساں کہ بہت
 لے لالہ الالاب میں لطامی کے اشعار اس کے فرید کے
 کیے ہیں ۔ سو یہ ہیں سہ

سرخوان بہشت آں چناں عارض دا نگہ رشت
 سرکردوں حوسق دورچی ماشدہ رفتی نہ بہشت
 وہ تو عمر مہوز ایں قصا بر سر آحر کہ نوبت
 خودے حال ہاں خاک ار دیدہ من حوں آغشت
 ملت اندر جاگرت آب کے مار توں داد بکشت

(لالہ الالاب طبع یورپ صفحہ ۳۹)

ے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محمد ہی ہیں خونخواں انتقال کرتے ہیں ۔
 ش کا حادثہ اقبال نامہ کے اختتام کے بعد تصور کرنا چاہیے ۔
 ش کے متعلیٰ اور علت گریبی سے قبل ایک زمانے تک
 تے رہے ہیں ۔ (بہرام نامہ)

م نامہ جو سید لالہ زرد و بہشت گشت سعید
 ر نا تو مہدی ار کلمہ داری و کمر سدی

میں مرتبہ موجود ہے -

فلک پیشتر را کہ آرا دہ لود	ار اں نہ کیر سے مرا دادہ لود
ہاں ہر دھند مگر ہی بیتہ دانت	ہاں کار دانی در اندیشہ دانت
بیادہ ہادہ رختس ماہ را	درس طرح کردہ سے شاہ را
عشتہ گلے حوں میں خورد او	سحر میں مکس در ہاں مرد او
جو جیتیم مرا چستمنہ نور کرد	ز جیتیم منق حیتیم مد دور کرد
رمایدہ جرح آں جالغ رلود	کہ گفتی کہ تا لود ہر گر سود
کو شندی کال مرا لود ارد	چگونہ حدا ماد حوستود ارد

(حسمہ صفحہ ۲۶۶)

خود فرماتے ہیں کہ بیویوں کے معاملے میں بڑا بد قسمت ہوں جہاں ایک سنی منوی لکھے بیٹھا ایک بیوی کی قرمانی دینی پڑی۔

مرا طالع طردہ ہست از حق	کہ چوں تو کم داستان کہیں
در آں چہد کاں شکر افتاں کم	عروس شکر حہدہ قرمان کم
مدام کہ ماداع چہدیں عروس	چگونہ کم ققتہ روم دروس

(حسمہ صفحہ ۲۶۶)

اولاد میں صرف ایک فرزند کا ذکر کرتے ہیں جس کا نام محمد تھا۔ ان کے سوا کوئی اور اولاد نہ تھی۔ تیرہ برس حسد میں سب سے پہلے ان کا ذکر آتا ہے جب سات سال کے تھے۔

میں اسے ہفت سالہ قرۃ العین	مقام حویثس در قاب تو میں
مت پروردہ منوی حداداد	نہ سر تو نام میں نام حدا باد

(حسمہ صفحہ ۱۷۸)

اس کو شروع کرتے ہیں اور ترسٹھ سال کے س میں اس کام کو پہنچاتے ہیں۔

پچاس سالہ عمر کی طرف اشارہ یہ ہے

جو تاریخ پچھ در آمد سال دگر گوہ شد برتسا مدہ حال

(حصہ صفحہ ۱۲۳)

تاوں سال کی طسٹ تلج شردیل میں موجود ہے۔ اقبال امہ

ہورم پنچاھ دہشت ارقیاس درم مر برارد ہدی حق شاس

(حصہ صفحہ ۳۲۲)

ساتھ سال کا دگریوں کیا ہے۔ اقبال امہ -

برتسٹ آمد ادارہ سال من گنت ار خود ادارہ حال من

(حصہ صفحہ ۳۲۲)

اور سب سے آخر ترسٹھ رس کی عمر کا یاں ملتا ہے اقبال امہ

ردوں کو دشمن مہ رتسٹ سال کہ برعزم رہ بر دہل زود وال

(حصہ صفحہ ۳۳)

اس طرح دیکھا جاتا ہے کہ نظامی لے پچیس چھیس سال جسمہ کی تصیف

پر صرف کیے ہیں لیکس اس سے یہ خیال کیا جائے کہ وہ لیس کسی اور شعلے

کے مسلسل اسی کام پر مصروف رہے یہ صورت بھی واقع ہوئی ہے کہ اسی

ایک کتاب ختم ہوئے ہیں یا ئی ہے کہ دوسری کی داعیل ڈال دی اور پھر

دوسری کو چھوڑ کر پہلی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تیریں خسرو لیلیٰ محوں سے

اور سکدرامہ ہرام ماسے سے بہت پہلے شروع کئے جاتے ہیں لیکس

اس کے اختتام کے ایک عرصے بعد تکمیل پاتے ہیں۔

تیریں خسرو ایک ایسی کتاب ہے جس کی تاریخ تصیف اچھی طرح

حدیثے مرد دار می کردم راستی را کون نہ آں مردم
 روزگارم گرت دست چیں عادت روزگار بہت جیں
 ناشادہ مستکتہ لودم بال چوں قتادم جگہ بہ باشد حال

(حمصہ صفحہ ۱۱)

مخبر اسرار کے وقت اس کی عمر ار روے حساب سینتیس سال ہوئی
 چاہیے کیوں کہ میرے خیال میں یہ ظلم سہ ۵۷۲-۵۷۳ ہجری میں لکھی گئی ہے تیرپا
 حورو کے وقت پورے چالیس سال کے تھے۔ چنانچہ

بیں ار پچاہ جیلہ در چہل سال مرں بچہ مرں حرف درق مال

(حمصہ صفحہ ۵۹)

دوسرے موقع پر کہا ہے
 چہ در عہد چہل سال ار کم دہستیں رسد گوئی جیاں را آں چاں بیتیں

(حمصہ صفحہ ۵۷)

یچاس سالہ عمر کی طرف بھی اس میں اشارے موجود ہیں۔
 مدیں سچاہ سالہ حقہ ماری مدیں یک مہرہ گل تا جید ماری
 نہ بچہ سال اگر پچہ ہزار است قلم در کشت کہ ہم مایا یدار است
 (حمصہ صفحہ ۳۲)

لیلیٰ مخنوں کے وقت انچاس سال کے تھے۔ بہرام ما۔ کے وقت
 حوسہ ۵۹۳ ہجری میں اختتام پذیر ہوتا ہے اس کی عمر اٹھادس سال کے قریب
 ہوئی چاہیے۔

شرف مامہ ۵۹۵ھ میں اور اقبال مامہ ۵۹۶ھ ہجری میں حتم ہوتے
 ہیں۔ اس تصنیف کے سب سے زیادہ وقت لیا ہے۔ یچاس برس کی عمر میں

کے لیے منظر بھی رہے

مدیں سکو کہ مقصود دل آمد کم مدت مرادم حاصل آمد
درنگ از ہر آں افتاد و در را کہ تا خارج شود از شعل ہا شہ
بفتح ہفت کشور سسر آمد سرہ چرخ را در جسر آمد
تنگو ہش جتر ہر گردوں رسامہ سمدق گذرہ سر جیوں جہا ند

(حمہ صفحہ ۵۴)

معلوم ایسا ہوتا ہو کہ اس کی یہ خواہش لوری ہیں ہوئی اور کچھ عرصے
کے بعد خود ہی کتاب لے کر اتانک شمس الدس کے دربار میں حاضر
ہوئے اور دعاے دلی ایں استعار میں ادا کیا ۔

مدستوری حدیتے جسد کوتاہ سوا مں اگر فرماں دہشاہ
مں شہ چیر کر یکان راہم حوس صماں ہار و ماں شاہم
ہر عوس مدگی دیر آدم دیر اگر دیر آدم شیر آدم شیر
جہ حوس گفت آں حوس گئے جہانگود کہ دیر آسے و درست آسے حوامود
عیر حاصری کی معانی اس لیے مانگی حارہی ہو کہ گچہ کچھ عرصے مل اماکول
کے قصے میں آچکا ہو :

رگچہ فتح حور ستاں کہ کرد است رعماں تا را صعا ہاں کہ حور و است

(حمہ صفحہ ۵۵)

اور لطامی اس وقت سے اس تک اس کے دربار میں حاضر ہیں
ہوئے ہیں۔ کتاب پیش کرتے وقت کہتے ہیں

دریں اندلیتہ لودم مدتے جید کہ برلے سارم از ہر مداود
مودم تحہ ہے پال و معفور کہ متق آرم ریں را لہم اددور

معلوم ہیں ایک شعر سلاشہ ہجری ۱۰ یا گیا ہو
گرفتہ یا نقد و بہتاد و شش سال رد و خط عواماں کس جیس سال
(حصہ صفحہ ۱۸۹)

ادریال کیا گیا ہو کہ یہ حاکم کی تاریخ ہی لیکس یہ عقیدہ درست ہیں
یہ اس متوی کی اندا یا اس کی پہلی اشاعت کی تاریخ ہی۔ طرل س
ارسلان سلاشہ۔ سلاشہ ہجری کی تحت لینی کے ساتھ ساتھ اس کتاب
پر قلم اٹھایا جاتا ہو،

ملک طرل کہ داراے وجود است	سیہر دولت دریائے عود است
سلطانی تاج و تخت پیوست	کھائے ارسلان بر تخت مست
س اس گنجیہ را در می کشاد	اساس اس عمارت می باد

(حصہ صفحہ ۵۴)

اندایں اس کا ارادہ تھا کہ ایک نسخہ طرل کی خدمت میں بھیجیں
اور اس سے اناک تمس الدین الوہب محمد کے نام سفارت کر آئیں
مداں لفظ ملد گوہر افتاں کہ ہاں عالم است و عالم جاں
اناک را لگوید کا سے جہانگیر لطامی داں گئے صد گوہر تقصیر
کہ آمد وقت آں کو را نواریم رکاز افتادہ را چارہ ساریم
چنین گویدہ در گوشتہ تاجید سجدائے جیس لے تو مشہ تاجید
کوں عمریت کیں مرغ سخی لشکر نعمت ما می رود رخ
مداں سر کوں سر بر عرش متیق است کہ گر سوا لست بر جاے خویش است

(حصہ صفحہ ۵۴)

کتاب ختم ہونے کے بعد وہ کچھ مدت طرل کی خدمت میں بیٹ کرے

العام میں دے دیا۔ لطامی کی یہ خواہش تھی کہ ایک گناہ سلطان دے اور
دوسرا ہتھرادوں سے دلوائے۔

یکے دہ راں دوسرے را داد ماید خود ار ہتھراڈگاں دیگر کشاید

(حسمہ صفحہ ۱۱۵)

دوسرا گناہوں کو شاید کبھی نہیں ملا۔ اسی اتنا میں قزل ارسلان
ایک شب اپنے ستر پر مقتول پایا جاتا ہو اس کے جسم پر پھریوں کے
پچاس رخم تھے۔ یہ واقعہ بقول صاحب التواریخ متوال ۵۸۵ھ
میں پیش آیا،

بسلطانی چوتھ نویت ورو کو مت	عمارقتہ از گیتی ورو رومت
شکوہش پنج لومت بر فلک برد	لغادش گرد ہفت اقلیم راورد
خود من طفل گشتی تا دو میل است	کہ میدانست کاں طفل رحیل است
مداں اورنگش آرام اند کے بود	یو رقت را دں در دں یکے بود
ہر سے ماحورده را یام حوانی	چو ذوالقرین را آس رنگانی
ہتھادت یادت ار رخم مدالیش	کہ باتد آں جہالتی رہیں جہاں میت

(حسمہ صفحہ ۱۹۳)

قزل ارسلان صرف پانچ سال یعنی ۵۸۲ھ بھری سے ۵۸۵ھ تک
حکومت کرتا ہو۔ شاعر نے اس کو پنج لومت کے نام سے اور اس کے مانے
حالے کے دانے کو 'ہتھادت یادت' سے تعبیر کیا ہو۔ نصرۃ الدین الونکر
۵۸۵ھ ۵۸۶ھ بھری اس کا قائم مقام ہوتا ہو اور شاعر بھی اپنی تصنیف
کو اسی نے اتنا ایک کے ذکر پر ختم کرتا ہو،
گر اور اسونے گوہر گرم تدحائے لب داراں گوہر مادریاے

بدیں متے حیا لے سکرت انگیر ساط لوسہ گہ کر دم شکر رید
اگرچہ مور قراں راستاید گس رل سیلہاں راشاید
مود آے حریں در معریمم وگر لودے مودے ہم دریغیم
(حصہ صفحہ ۵۶)

چونکہ کتاب قرل ارسلان کے ٹرے بھائی اتاناک محمد کے نام معوں
کرتے ہیں، قرل ارسلان سے اس کی معدرت میں کہتے ہیں
کہ گر لودم رخدمت دوریک چد مودم مارع ارشعل حدادد
کرسم نہ تسلیم فسانہ بدیں خدمت ترا کر دم شاه
چو شدیر داحتہ در سلک اوراق مسجل شد سام شاه آفانی
اس انتساب کی وجہ صرف یہ ہے کہ چونکہ آب ہر ایک چیز ایسے بھائی
کے نام کے ساتھ نسبت دیے کے خواہش مند ہیں اس لئے میں نے تین بی
کر کے اس کو ابھی کے نام پر معنون کیا

چو دایتم کہ این حسید ثانی کہ مودن تاقیامت رندگانی
اگر یک برگ گل بیددیں باع سام شاه آفاقن کددارع
مرا این رہمونی سخت ورمود کہ تاشہ ماشدار این مدہ ورمود

(حصہ صفحہ ۵۷)

اتاناک محمد نے شیریں حسود کے صلے میں دو گانو سٹور کیے تھے لیکن
ابھی سدر یار نہیں ہوئی تھی کہ اتاناک کا ۵۸۶ھ ہجری میں انتقال ہو گیا۔
قرل ارسلان ان حالات سے ماحر تھا لہذا اس نے تحت لیتی کے بعد
ایک موقع پر جب گمہ سے ۳ فرسنگ کے فاصلے پر حیمہ رس تھا۔ قاصد
بھج کر ان کو ملایا۔ جب دربار میں آئے رٹا احترام کیا اور موضع حدویا

میں کی حاتی ہو اور سہ ۷ ہجری میں اس کی وفات کے بعد طامی ہی کتاب کو نور الدین ارسلان شاہ کے نام سے منسوب کرتے ہیں جیسا کہ گزشتہ مکتوب میں گزرتا ہو چکا ہے۔

سہ ۵۹ ہجری میں عراق میں ایک عوامک لرلہ آیا تھا جس سے لے ہمار حایں تلف ہوئیں اور مختلف ہتھروں کی عمارات کو نقصان پہنچا طامی اس کا ذکر ان الفاظ میں کر لے ہیں۔ (اقبال نامہ)

ادراں لرلہ کا سماں را درید	شدہ ہتھرا در رہیں ما پدید
چنہاں لرزہ افتاد بر کوہ دشت	کہ گروہ ار گریہاں گردوں گزشت
رہیں گشت چوں آساں لے قرار	معلق رہاں مارہی رورگا
برآمد یکے صدمہ ار بلع صور	کہ ماہی ستار کوہہ گاد دور
فکاک را سلاسل رہم برگشت	رہیں را معاصل ہم دشت گشت
جہاں را چناں درہم استر وحت	کہ افشردگی کوہ تند لحت لحت
رہیں گنج کارور برادر مت	شب شدہ را گنجہ ار یاد رمت
رجداں زن و مرد و راویر	ردوں مادہ آوارہ حر لیر
کم مدت آں مرد ویراں ولوم	لیر و آباد تر شدہ روم

(حسمہ صفحہ ۲۵۸)

ان کے ہاں طوماں مادی کی طرف بھی تلمیح ہو۔ قرل ارسلان کی مدح میں اپنی ذات کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں

اگر طوماں مادی ہماک است	سیلماے جیہیں داری جہا کست
رحیف این قران مارا چہیم است	کہ دارا دادگر داور رحیم است

لے اس مصرع کا ایک نسخہ یوں بھی ہے ”ہمساه را گنج ار مادر مت“

خصوصاً وارت اعمار شاہاں نظر گاہ دعاے یک عواہاں
مؤید نصرة الدین کا فریش نام او پر پرد لفتن بیت
پناہ حسرواں اعظم اتانک فریدوں وار بر عالم مارک
الوکر محمد کز سر داد الوکر و محمد روشدہ شاد
(حصہ صفحہ ۹۲-۹۳)

اسی طرح سکدر نامے کی بھی مختلف اشاعتیں مختلف سلاطین کے
نام ہیں۔ سب سے قدیم وہ اشاعت ہے جو ملک عز الدین مسعود ولف
قطب الدین مودود والی موصل ۷۵۷ھ و ۷۵۸ھ کے نام پر منسوب ہے چنانچہ
یہ اشعار

ملک عز دین آنکہ چرخ ملد ما و داد اور نگ عود را کند
اس عقیدے کا مؤید یہ امر ہے کہ نظامی اپنی عمر بیاس سال اور اپنے
وزیر محمد کی عمر سترہ سال بتاتے ہیں۔ ماہی بیٹوں کی عمر کی طرف اشارے
سے ظاہر ہے کہ سکدر نامے کی بنیاد ۸۵-۸۶ھ ہجری کے مابین رکھی
جاسکی ہے۔ یہی کتاب بعد میں حلال الدین احتشاں کے ورید سے منسوب
ہوئی ہے

اگر شد ہی سر دستہ احتشاں تو سر سر مادی دریں گلستاں
گر او داشت ار نعمت مہرہ مد رسا مد ار مدیم پھر مد
تو ذراں بہتر و برترم داشتی در ماع مدالستہ نگداشتی
مرا اذکریاں صاحب راں توئی مادمہ ماتی کہ ماتی ماں

(شرف نامہ حصہ صفحہ ۱۹۶)

اس کی آخری اشاعت اتانک نصرة الدین الوکر کی خدمت میں

دریلوار از تو مقصود نیست کہ یل تو یوں یل محمودیت
اقبال نامہ میں فرماتے ہیں :-

بیاد نظامی یکے طاس می عوری ہم تائیں کاؤس د
شالی مایں طاس طوسی لوار حق شاہ نامہ محمود ماز
دو وارث شمار رکال کہں ترا در سجاد مراد در سخن
لوامی کہ مادادہ باشد محبت حق وارث ار وارث آید درست

(حسمہ صفحہ ۲۵۹)

اس ابیات سے اگرچہ کوئی نئی اطلاع ہم نہیں پہنچی ۔ تاہم اتنا پتا
چل گیا کہ نظامی کے عہد میں وردی کی ناکامی کا افسانہ عام طور پر رائج تھا
اگرچہ سلطان کی یل مار العام سختیوں کے قصے بھی ساتھ ساتھ مشہور تھے
وردی کے سلسلے میں اسدی کے ذکر سے یہ بات صاف ہو کہ نظامی کا
مقصد صاحب گرشاسب نامے سے نہیں ہو بلکہ اسدی کلاں سے ۔ گرشاسب
نامہ مشککہ ہجری میں اودھب والی اراں کے لیے لکھا گیا ہو اور سلطان
محمود سے اس کتاب کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا ۔ اسدی کلاں کے حق میں
محمود کی میاں کا قصہ ہم تک نہیں پہنچا ہو اور گردن ایام کے دربار سفر
کے مراحل میں تاریخ کی یادداشت سے محو ہو گیا ہو ۔

یہ خیال کہ نظامی ہیتہ گوتہ نعلت میں مقیم رہے اور لاطیں کے دربار
میں نہیں گئے صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔ اول تو ہمیں اس امر پر غور کرنا چاہیے

سہ اگرچہ اس عقیدے کے خلاف یہ ستر ہیں ۔ ہرام نامہ :-

چوں لہد حوائی ار ر تو مرد کس بر متم اردو تو
ہم را بردم در ستادی می حواسم لوسدادی

قراے را کہ ما این داد ماستد جو فال او سارک ، ماد ماستد
(حمصہ صفحہ ۵۷)

دوسرے مقام پر فرمایا ہے
مگہ دارم نہ چدیں استادی یحراے را دریں طوفاں مادی
(حمصہ صفحہ ۱۹)

یہ طوفاں جس کے سلسلے میں الوری تاحریں میں ماتن مدام ہے۔
۲۹ حمادی الثانی ۸۲۵ھ ہجری میں توقع کیا جا رہا تھا۔ زیادہ تر اہل تیمم
اس کے قائل معلوم ہوتے ہیں لیکن شعرا بالعموم اس کے متفقہ نہیں ہیں۔
مثلاً الوری ظہیر نظامی اور کمال اہلعلیل۔

سلطان محمود اور فردوسی کے واقعات کی طرف ایک سے زیادہ
موقعے پر نظامی نے اشارہ کیا ہے۔ تیریں حصر میں فرماتے ہیں :

گرت جو اہم کردن حق شناسی بھاپی کردن آخر ماسپاہی
وگر با تو رہ ماسار گیریم جو فردوسی ز مردت مار گیریم
حقاے را تو دانی سرکشادں توانی ہر بزع ار رکشادں

(حمصہ صفحہ ۵۳)

بہرام ماسے کی ہتید میں اشارہ ہوا ہے :-

در سجاد سخن جو می بیچسم کار بر طالع است مس ہیچیم
سست عقرنی است یا قوسی کل محمود و بدل فردوسی
اسدی را کہ خود او سواحت طالع و طالعے ہم در ساحت

(حمصہ صفحہ ۶)

منرف نامے کے حاشیے میں مدوح کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے

نکس عمر کے پچاس مراحل طو کرے کے بعد بھی کسی کسی ماہر ہیکلے اور
لوگوں سے ملے کا دلولہ دل میں پیدا ہوتا ہے -

مردوں آسے ریں پردہ ہفت رنگ کہ رنگی بود آئینہ بر مرزنگ
نہ گوگرد سرخی نہ لعل سپید کہ حویندہ ماستد ر تو ما امید

(حمصہ صفحہ ۱۲۲)

دیگر

تو اتم در رہد بر دوستی سرم آمدن مجلس ابرو حق

(حمصہ صفحہ ۱۲۴)

نکس پھر ایسے طبعی رحماں سے محو ہو جاتے ہیں - (شرف نامہ)
ولیک در حق من اذگو تہ رست ر عاگر حکم شود بیج سست

(حمصہ صفحہ ۱۲۴)

نکس لوگوں نے اُس کے کلام کی دردی بھی کی ہے اور لطف یہ ہے کہ
اں کی متاع کے سارقوں نے خود انھیں سارق مہتور کر دیا - (لیلیٰ محمویں)

درد در من محاسے مرد است	مدگویدم این چہ حاسے درد است
درداں جو نکو سے درد یوید	درکو سے دوید و درد گوید
گر دردی من حلال ماستد	مدگفتن من و مال ماستد
او درد و متن گرامم ار مترم	دردے محل است آل نہ آرام
لے لے چو نگد یہ دل بہادہ است	گوچر و یا کہ درکتادہ است
گنج دو جہاں در آستیم	در دردے مطسی چہ سیم
واحص صدقہ ام مرید دستان	گو حواہ مدرد و حواہ نشان

(حمصہ ۲۷)

ایک اور مقام پر درمایا ہے - (شرف نامہ)

کہ متوفی نگاری کا سلسلہ وہ ایسی عمر کے سینتیسویں سال سے شروع کرتے ہیں۔ اس سے بیستہ آئندہ کہاں رہے اور کیا کرتے رہے؟ اگرچہ ظاہر ہو کہ ایسے اعلیٰ دماغ اور روش طبعیت کا شخص اسی عمر تک بغیر کسی شعل کے نہیں رہ سکتا۔ بعض آیات سے جو اس سے بیستہ مرقوم ہو چکے ہیں، یا یا حاتا ہو کہ کسی نہ کسی دربار سے ان کا تعلق ضرور رہا ہو۔ سکندر ماہ کے ایک بیت سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے

دشاہان گیتی دریں عار و عرف کرا بود چوں اس حریفے شگرفت
راہ عولت میں بھی سلاطین سے تعلق رکھا اسی امر کی دلیل ہو کہ ایام
شہاب میں ایک عرصے تک مجلس سلاطین کے حاشیہ نشین رہے ہیں۔

جیسا کہ ان کے اسباب سے یا یا حاتا ہو۔ اتنا تک محمد اور اس کے بھائی
قرن اسلاں کے ہاں حاضر ہوئے ہیں۔ محمد الدین بہرام شاہ کے دربار میں
گئے ہیں اور پھر حائے کا قصد کر رہے ہیں کہ انہی میں دشمن کی وجوں لے
گئے کا محاصرہ کر لیا اس لیے انہیں ایسا ارادہ ملتوی کرنا پڑا (محرر اسرار)

لودیہ ستم کہ دریں یک دو ماہ	تا رہ کم عہد میں بوس شاہ
گرچہ دریں حلقہ کہ پیوستہ اند	راہ مردوں آدم مستہ اند
بیت تو از بہر مردوں آدم	حواسم از پوست مردوں آدم
ماہ چو ددم بہم رہ تیر لود	بیت دیم دستہ و تیر لود
لیک دریں خطہ تم تیر م	بر تو کم خطہ ساس ملد

(حصہ صفحہ ۱۲)

تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ طبعاً گوتہ پسند تھے (سیر حیرت)
چونکہ از اف عولت اگر تم نہ تہائی جو عفا جو گم ستم

کی رماں کو منہوی کے میدان میں کامیابی کے ساتھ برتا۔ صحت پرستی، سنی
 سنی ترکیبوں، حدید تشبیہات، کسایات و استعارات نے اس کے کلام کو دقیق
 اور شکل کر دیا ہے۔ وہ ایک خیال کو سیدھے سادے الفاظ میں بیاں کرنا
 ہمیں جانتے بلکہ پہچان دے کر اس کو ایک دل و دیر سے پیرائے میں ادا کرتے
 ہیں تلاوت اور موسیقی قدم قدم پر مایاں ہو جس کے اثر میں بعض اوقات
 الفاظ و معنی میں تضاد ہو جاتا ہے اور شعر ایک معماں گرہ جاتا ہے۔

آورد کے دوق میں آمد سے ماکل سیرا ہیں۔ اس کی رائے میں شعر
 دہی ہو جو بے حد تلاوت اور جگہ کاوی کے بعد دستیاب ہو۔ (شرف نامہ)
 سخن گفتن و مکر حاشا سخن است نہ ہر کس سر زائے سخن گفتن است
 بدیں دل و دیر سچہ نائے مکر لسخن تو اس را دل و راہ مکر
 (حسمہ صفحہ ۱۲۵)

دبگل (محرر اسرار)

ارہیلے لعلے کہ بر آرد زکاک رحمہ رد سیمہ ہمت آہاں
 کہ سخن دیر لید آوری تا سخن اردست ملکہ آوری
 (حسمہ صفحہ ۱۱۳)

دبگل (سیریں حسد)

سخن کو ارد سر ابدیتہ ماید لوشن را د گفتن را لٹا یڈ
 سخن گوہر مند و گویندہ عواص لسخن در کف آید گوہر خاص
 (حسمہ صفحہ ۵۸)

رد کے عوض کلام بیچا اس کے رد مک دل میں داخل ہو (محرر اسرار)
 سیم کشائے کہ چو رد مردہ اند سکے اس کار بر مردہ اند

ہیں چار سو چوں ہم دشت گاہ کہ ایسے ماستم درد داں راہ
 جو دریا چرا ترسم از قطرہ درد کہ ارم دہد مین اران دست درد
 سیالان کہ تاراج رہی کسکد درد دی جہاں راسہ می کسکد
 مرد آفتے ر بیارند گرم کہ دار دہمی دیدہ از دیدہ مرقم
 دیران نگر تا مرد و سہید قلم چوں تراشند از مشک مید
 ہان مرا کا شکارا مرد رگنہ است اگر تا سہارا مرد
 نہ ارم گرام کہ خود رو نگار ہرنیک و د با شد آمو ر نگار

(حصہ صفحہ ۱۲۲)

کلام پر تبصرہ

لطامی نے ایسی طبیعت کی رنگینی اور شکل پسندی سے متغوی گوئی کو ایک ایسے معراج کمال تک پہنچایا ہو جس تک نہ قدما کے پیک تمیل کی رسائی ہوئی اور نہ متاخرین کا طائر وہم پہنچ سکا۔ امیر خسرو اور مولانا جامی نے اس مقام تک پرواز کرنے کی کوششیں میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا لیکن حق یہ ہو کہ لطامی کے ایوان بلند تک نہیں پہنچ سکے۔

منکہ دریں مرحلہ شاں ماندہ ام قدرے ازل میں ترک ماندہ ام
 ان کا طرہ وہی ہو جو موچہری۔ قطراں تریری۔ قوامی مطرزی اور
 حاقانی کا ہو۔ یہ دلستاں شعرا جس کو عراقی دلساں کہا جاسکتا ہو ایسے بلند
 تمیل، حیر مردی تکلف، مشکل پسندی، صنائع و بدائع، شوکت العاظ اور
 مستعار گوئی کے لیے مشہور ہو لکن لطامی کی حدت یہ ہو کہ انھوں نے تصدیق

کے تاج کی ریت کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ ماع سحر کا یہ سلسلہ اپنے
گلش کے بہترین پھول جمع کرتا ہے اور ہار بنا کر سکندر کے گلے میں پہنا دیتا ہے۔
آخر یہ کیوں صرف اس لیے کہ ملک کو لطیفی کے تقدس کی بہ نسبت عشقہ
احساں کی زیادہ ضرورت تھی۔ یہ فرستہ حصلت بالآخر اس ریت معیار
پر اُتر آتا ہے لیکن حد احوالے کس قدر قلق اور قربانی کے بعد فرماتے ہیں
ستیریں حسرت۔

مرا جوں محروں الاسرار لکھی یہ مایہ در ہوس بیہودہ رکھے
دلکین در جہاں امروہ کس نیست کہ اورا در ہوس نامہ ہوس نیست

(حسمہ صفحہ ۵۸)

محروں اسرار لکھی، دُبیانے کوئی صلہ نہیں دیا ستیریں حسرت لکھی اور
گناہوں کا مل گیا۔ ضرورت نے اگرچہ انھیں مصطفیٰ ستیں سادیا تاہم اس حرمان
کی فصاحت وہ اپنی معصیت کو نہ بھولے۔ جس وحشت کی معرکہ آرائیوں کے
صحن میں دالت و حکمت کا درس دینا نہیں چھوڑا۔ لیلیٰ کے مارا و ستیریں
کی معنوی گری کے پہلو میں اخلاقیات کے موتی دائیں بائیں بکھیر دیے ہیں
اور دور ارکار واقعات کے گرد و پیش میں تہذیب نفس اور تعلیم انسانی
کے دقائق اور نکات بیاں کیے ہیں۔ محصر یہ ہے کہ دیر میں حرم کا اور حرمان
میں صومعہ کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔ جیانیچہ آج اگر کوئی ان مویوں کو روکنا
چاہے اور حسمہ کا انتخاب کرے تو اس سے حکمت و دالت کی ایک ٹری
کتاب بدوں ہو سکتی ہے بلکہ ان کی معصیت کے مُردہ لوتوں سے خلاصہ الحسمہ
کے نام سے ایک علیحدہ تالیف تیار کی ہو جس طرح لطیفی اخلاق اور
مدگی کا اعلیٰ معیار من کر لے میں یقین ہیں اسی طرح انھوں نے

ہر کہ مر رکتہ یوں دور داد سگ شد لعل شفا درود داد
میدہ دل را کہ سکا نے دہد کے نود آئے کہ سائے دہد

(حسمہ صفحہ ۱۲)

اسی لیے اں کو قصیدہ گو شعرا یسد ہیں میں ملکہ خد امیر متری کو جو
ملک شاہ اور سحر کے ہمد کا ملک الشعرا ہی مایسد کرتے ہیں۔

(محرر اسرار)

آنکہ سرش ز رکت سلطاں کتید مار پیس لقمہ را آہیں جیتید
آنکہ جو سیما ب علم ررہ خورد نقرہ شد و آہیں سحرہ خورد

(حسمہ صفحہ ۱۳)

روائے ہیں کہ سحر دانی ایک جتیمہ حکمت ہو پیٹ کی خاطر اس جتیمہ
یاک کو گندہ کر ماسحت ظلم ہو۔ شعر اسی قسم کا کہنا چاہیے جس کی شروع
احارت دے۔ اں قابل شایق خیالات کو ایسا مدرقہ سا کر نظامی شاہراہ
سحر پر گامزن ہوتے ہیں۔ اگر اں کالس جیلنا اور فارغ المال ہوتے تو
وہ ایسے اعلیٰ میاں معنی یرستی کے مطابق اسی قسم کا ادبیات پیدا کرتے جس
کا نمونہ ہم محرر اسرار میں دیکھتے ہیں اور ممکن تھا کہ اس سے بھی لمسایہ
تصایف یادگار بھوڑتے۔ اں کی اخلاقی رفعت اور تہاں تقدس سے ہی
طرح کی امید کی جاسکتی تھی لیکن دیکھا جاتا ہو کہ اقتضا سے وقت اس ظلم
کتنا سے حقیقت کو تہر شاہی محار کا جس آرا سادیتا ہو۔ ضرورت اور محوری
کا رویہ یہ ہاروت میں جو شاہدین کو مصدہ سے آزاد کر کے صومعہ میں
آنا دکر مایا جاتا تھا، شیریں کے قصر کا مردور اور لیلیٰ کا محل آرا مایا
جاتا ہو وہ اپنی قدرت معنی آفرینی کو خسرو کی آمالیت دہیم اور بہرام

اور عتی کے اثراب میں فارسی میں وہ رنگیں پیدا ہو گئی تھیں جو فردوسی کے دور میں نامعلوم بھی نظم و ستر کے ایوان پر صنعت پرستی نے اپنی رنگ آمیری شروع کر دی تھی۔ مسوچہری۔ اسدی۔ قطراں۔ ابوری نصر اللہ عبدالحمید مستوفی اور قاضی حمید الدین کی سحر کاریوں نے گلزار سخن کو ہر بہت کر دیا تھا جب لطامی پیدا ہوتے ہیں فارسی کا گلست یوری بہار پر تھا انھوں نے اس باغ میں جو پھول کھلائے رنگت کے اعتبار سے زیادہ تنوع اور نو کے اعتبار سے زیادہ دل رُما تھے۔ اس کام کے لیے اس کی طبیعت سے حد موروں واقع ہوئی تھی۔ لطامی کو اس کی خدا داد دہانت، علمیت اور بلند تخیل نے اپنے معاصرین پر ایک قابل رشک حقوق سخت دیا ہی صنعت پرستی سے قدرتی لگاؤ رکھتے ہیں۔ خیالات کو رنگیں بنانے میں کمال حاصل ہو۔ عین عالم خوانی میں رزم ستر میں آتے ہیں۔ قدر دانی ہاتھ کیڑتی ہو سلاطین معرفت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور معاش کی طرف سے ایک حد تک فارغ البال ہیں اور اسی صنف سخن پر ہاتھ ڈالتے ہیں جس میں نام پیدا کر لے اور سرخروئی حاصل کرنے کی گنجائش دیکھتے ہیں۔ اگر کہیں قصدے کی رزم میں پہنچتے تو شاید اور معاصرین سے ماری نہ لے جاتے اور فردوسی کو دیکھیے عین موسم بیری میں یہ پہلوان سمجھو ری کے میدان میں آتا ہو حوالی جو عمر اور شاعری کا سوت ترین دور دیکھیے جھوڑ آیا ہو۔ بجاس اڑتالیں رس کی عمر میں شاہ سلمے کی ہمتوں میں پہلا قدم رکھتا ہو۔ نامہ حسرواں اور اس کی پراگندہ داستانوں کی تلاش میں حاصہ وقت صرف کر دیتا ہو۔ ادیبان میں کوئی اعلیٰ سموہ اس کے یقین نظر نہیں صرف ایک دقیقی اس کی رہمائی کرتا ہو درہ جس طرف دیکھیے ساٹا لڑاتا

اپنی زندگی سر کی ہو۔

ملا سہ لے ہر ہر شے کا علیحدہ علیحدہ رشتہ النوع مانا ہو۔ لطامی لے
شاعر کے طبعی فیصاں یا مددع میاں کو مختلف ناموں سے پکارا ہو۔ کبھی اس
کو سر دوش اور ہاتھ کہا۔ کبھی سیلیاں اور کبھی طعناں شاہ۔ کہیں ہاتھ دل
کہا ہو۔ (تیسری حصہ)۔

مراچوں ہاتھ دل بود دم ساد مرآدود ار رواق ہمت آواز

(حصہ صفحہ ۵۸)

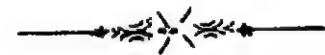
کہیں اس کو حضر کے نام سے یاد کیا ہو۔ (دستوف نامہ)
مرا حضر بعلم گر بود دوش مرارے کہ آمد میر لائے گوشت

صفحہ ۱۲۶

اور اس شعر کی ساید سکندر نامے کے شارحین میں وہ قصہ مشہور ہو گیا
ہو جس میں لطامی کو حضرت حضر کا شاگرد تسلیم کیا گیا ہو لیکن شعر دہل سے
تمام معما حل ہو جاتا ہو۔ (اقبال نامہ)

ہما ما کہ آں ہاتھ حضر نام کہ حار استگاف است حضر احم

(حصہ صفحہ ۲۸۴)



فردوسی اور نظامی

میری رائے میں فردوسی اور نظامی کا مقابلہ کرنا اور ایک کو دوسرے
پر تفصیل دینا سمجھ ظلم ہو۔ نظامی فردوسی سے پورے دو سو سال بعد پیدا
ہوتے ہیں اس عرصے میں فارسی زبان بے حد ترقی کر چکی تھی۔ مدح الزماں

دام سے لطامی کبھی شک دوست نہیں ہو سکے اور اس میں بھی شک نہیں کہ شیخ، فردوسی کا لے حد احترام کرتے ہیں۔ جب کبھی اس کا ذکر کرتے ہیں ایسے الفاظ میں کرتے ہیں جس سے خلوص اور عقیدت ٹپکتی ہے۔ کبھی وہ اس کو دامے طوس کہتے ہیں کبھی دامے پیشیہ اور کبھی یادستہ شعرا۔ بعض اوقات ایسی مشابہ حرامی کی ادا میں اس کے وارثوں حالے ہیں اور ایسے محدود سے فردوسی کا وہ قرصہ طلب کرتے ہیں جو حسب روایت شعرا سلطان محمود کے دستے واجب الادا ہو۔ لطامی کا یہ حسن عقیدت اس میں شک نہیں فردوسی کے حق میں اہل سنت و جماعت کے ہاں ایک بڑی حد تک عزت و احترام کا مورث ہوا ہے جو اس لیے مدام تھا کہ اس نے شاہنامہ لکھ کر محوسیوں کی خدمت کی ہے۔

متعدد موقعوں پر دیکھا جاتا ہے کہ لطامی کو تکلف فردوسی کے مقولے ملاحظہ جاتے ہیں۔ لیکن مجھ کو افسوس ہے کہسا پڑتا ہے کہ لطامی کی تصنیفات سے میری ما آشنائی اس مارے میں زیادہ روتی ڈالے سے مجھ کو قاصر رکھتی ہے۔ حیدر متالیں بہر حال ہدیہ ماطریں ہیں۔

(۱) چہ خوش گفتم است فردوسی طوسی کہ مرگ حر لود سنگ اعروسی

(حمہ صفحہ ۱۹۵)

(۲) مثل رد دریں آکھ فر راہ لود کہ رمایداری ہیج ویراہ دود

(حمہ صفحہ ۲۵۵)

(۳) نگر آکھ دامے پیشیہ گفتم کہ مرد در نشاید دوسوراج سفت

(حمہ صفحہ ۱۲۶)

(۴) جہیں رد مثل شاہ گوید گاہاں کہ یاسد گامد حوید گاہاں

(حمہ صفحہ ۱۲۶)

ہی اور ہڈ کا عالم ہی قدامت کے دوق میں ہے۔ مائے حسرواں کے ترجمے کے وقت زیادہ تر تحت اللعلی ترجمہ کا یا سد ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اکثر وفات شاعری کے خدمات کا حوں کر مایہ تاتا ہے۔ اس پر تاکید یہ ہے کہ وفات سے بیشتر شاہانے کے سر پر اختتام کا مہر امدھا دیکھ لوں۔ سر پرستوں کے ارے میں ماکل مدھیب ہو۔ بڑھاپے کے آلام و امراض کے علاوہ افلاس اور تنگ دستی لے لوڑھے شاعر کو علیحدہ یریشاں کر رکھا ہو حوں بیٹے کی وفات اور بھی اس کی کمر توڑ دیتی ہے۔ اس مخالف ہواؤں کے مادیوں یہ دھن کا بیٹا شاہانے کی کشتی کو ساحل تک پہنچا دیتا ہے۔

شوق ہی ساماں طرار مارستیں اربابِ عمر

دژہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشا

لیکن اسے ماحول میں جس کا جس لے اویہ ذکر کیا ہے فردوسی ایسی شاعری کے کیا گل کھلاتا اور کیا گلہ سے ساتا۔ اس سب باتوں کے مادیوں کے مقابلہ کرنا مقصود ہے تو نہیں کہتا ہوں کہ فردوسی کے لشتروں کا بطای کے لشتروں سے مقابلہ کر لیا جائے۔ اس صورت میں دیکھ لیا جائے گا کہ بطای اس ہمہ رنگی و آرائیق، شاں و مشکوہ و بلند آہنگی و سرمایہ جاگداری فردوسی کے مقابلہ میں مایاں طور پر ماری ہیں لے جاسکتے۔ اور نہیں بتا ہوں فردوسی کا یہ پھر بھی بھاری ہے ماصر حسرو کے العاط قنراں تریزی کے حق میں، فردوسی بھر کسی تردد کے نظامی کے لیے استعمال کر سکتا ہے در کیا اس میں کوئی شک کر سکتا ہے کہ ہم نظامی کی تصانیف سے حاصل اسی ہیں سیکھتے۔

فردوسی کا میصال نظامی پر اس قدر صریح اور نمایاں ہے کہ اس کے

نظامی کو اس خیالات کا مخترع یا موجد مانتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امثال بالا میں خسرو۔ جامی اور نظامی۔ فردوسی کے حرم کی سوتیلہ جیہی کر رہے ہیں دہل میں فردوسی کے اشعار جن سے نظامی کے اشعار ماحود ہیں مودرج ہوتے ہیں۔

فردوسی

مرادے مرا کاش کے مادرم دگر راد مرگ آمدے سرم
(صفحہ ۲۱۹)

مرا مادرم گم نہ رادے رس مہفتے زمں بک یا مدس
(صفحہ ۳۲۸)

مرادے مرا کاش کے مادرم گم نہ رادے سرم
یدیرمہ مادا ترا رمدگی ترا ہتر یاری مرا سدگی
جو دتر پہلوئے جیب شد یدید اور راستی درجہاں کس مدید

نظامی

مرادے کاش کے مادرم رادے دگر رادے سحر دسگ مدادے
دو کار است ما فرد فرمدگی جدا ودی ار تو را بسدگی
رں اور پہلوئے جیب گویا سرجا بیاید ہر گراذ جیب استی راست
سہی آراءے گمہ یر فردوسی کا کس قدر احساں ہو۔ اس سوال کے
جواب کے لئے ایک طویل مطالعے کی ضرورت ہو جس کا موقعہ سردرت مجھ کو
میسر نہیں تاہم بعض امثال یہاں حوالہ قلم ہیں۔

نظامی

ہر مام دارے و ہر ہترے ہر مام دارے و ہر ہترے
ہر مام دارے و ہر ہترے ہر مام دارے و ہر ہترے

لغص ماہریں میں امیر خسرو اور مولا ماحامی کو الہام دیتے ہیں کہ ان
 سرگواروں نے مولا ماحامی کے حاتمہ شاعری کو ماحمل تاراج کر دیا ہے۔ دعویٰ
 کیا جاتا ہے (حداد کرے اس میں مبالغہ نہ ہو کہ ان دونوں سرگوں کی
 مثنویات میں کوئی ایسی داساں نہیں جس میں ماحامی کا مصرع یا شعر عبیہ
 یا کسی قدر تبدیلی کے ساتھ نہ پایا جائے۔ مثال میں یہ آیات نقل کیے
 ہیں عموماً ماحامی سے ماخوذ تائے جاتے ہیں۔

نظامی

مرا اے کاش کے مادر مرادے دگر رادے سحر دنگ مرادے

جامی

مرا اے کاش کے مادر منی راد و گرمی زاد کس شیرم میداد

نظامی

دو کارست مادر و حسدگی حداد بدی ار تو رما مدگی

خسرو

لے مفت سده لوا مدگی ار تو حدای و رما مدگی

نظامی

رں ار پہلوے چپ گوید خاست بیاید ہرگز ار چپ استی راست

جامی

رں ار پہلوے چپ ست آفریدہ کس ار چپ راستی ہرگز نہ دیدہ

یہ ہماری کوتاہ نظری اور فردوسی کے حق میں لے الصافی ہو اگر ہم

۱۵ احسن القواعد صفحہ ۸۵-۱۸۶ مطبع مصائی مکتبہ، محرم القواعد صفحہ ۱۷ مطبع

سگیں۔ بہت آساں صفحہ ۴۶-۴۷ اشاعت ایٹامک سوسائٹی بنگال۔

فردوسی

نظامی

ہاں درجاں خلق سیار دید	ہاں درجاں خلق سیار دید
رمید از ہمہ ما کسے مارمید	رمید از ہمہ ما کسے مارمید
کہ شاہ جاں ارگماں بر راست	کہ شاہ جاں ارگماں بر راست
جاں کاں گوہر شد او گوہر است	جاں کاں گوہر شد او گوہر است
یکے گرگ را کو لود ہماک	یکے گرگ را کو لود ہماک
ر سیا ریے گو سعاداں جہ ماک	ر سیا ریے گو سعاداں جہ ماک
کام تو ما داسیہر ملد	کام تو ما داسیہر ملد
رحیم مدامت مساد اگر مد	رحیم مدامت مساد اگر مد
کہ دالست کیں کو دک ہو دسال	کہ دالست کیں کو دک ہو دسال
شود ما بر رگاں جنیں بدنگال	شود ما بر رگاں جنیں بدنگال
یہا ہلدی دلپسی قوی	یہا ہلدی دلپسی قوی
ہمہ میستند آں جہ ہستی قوی	ہمہ میستند آں جہ ہستی قوی
رمانہ دگر گوہ آئیں ہباد	رمانہ دگر گوہ آئیں ہباد
شد آں مرغ کو میضہ ریں ہباد	شد آں مرغ کو میضہ ریں ہباد
جو رخت اور سر کوہ مرد آفتاب	جو رخت اور سر کوہ مرد آفتاب
سر شاہ شاہاں در آمد کواہ	سر شاہ شاہاں در آمد کواہ
دریں پردہ بر آسماں جنگ بیست	دریں پردہ بر آسماں جنگ بیست
کہ اس پردہ ماکن ہم آہنگ بیست	کہ اس پردہ ماکن ہم آہنگ بیست
یہے مار گاہے کہ یوں آفتاب	یہے مار گاہے کہ یوں آفتاب
ر مشرق بہ معرب رساد طاب	ر مشرق بہ معرب رساد طاب

فردوسی

نہ آوار گنبد ماسدہ ایم
 ہرماں و رایت سراگندہ ایم
 کھو ہرچہ داری فردی مدہ
 تو رنجیدہ ہر دستن مسہ
 سیاہ پراگندہ را گرد کرد
 رہیں آہنیں ستد ہوا لاورد
 رہیں گر کشادہ کند را رنجیتن
 شاید سراجام و آغار حلیش
 کہ گردد را در ہدیت یتیت
 تن کوہ را حاک ماند متیت
 ساشی نس ایس سازوے حلیت
 حور دگاؤ ماداں رہیلوے حلیت
 محمد دریں تا نگرند ہوا
 ہوا را سخا تم کف مادشا
 درستی رکن ستود برم گوے
 سخن تا توانی کارم گوے
 سیہ مار چداں دمدور جنگ
 کہ از کام دریا برآید ہنگ
 رہہر درم تند و مدحو مساق
 تو باید کہ ماسقی درم گو مساق

نظامی

ہما دد سرا کہ ما زندہ ایم
 مدین جہد و میاں سرا گندہ ایم
 کھو رچیرے ار مال و چیرے مدہ
 رہہر کساں میر چیرے مسہ
 پراگندہ چہ را گرد کرد
 کہ از آب دریا برآورد گرد
 رہیں گر بصاعت سروں آورد
 ہمہ خاک در ریر حوں آورد
 دو دل یک ستود لشکد کوہ را
 پراگندگی آورد انوہ را
 مکن تیکہ مرزور ماروے حلیش
 نگہ دار وں تراروے حلیش
 رستیراں لود روہ ہلرا لود
 محمد و رہیں تا نگرید ہوا
 سخن تا توانی کارم گوے
 کہ تا مستع گردد آرم حوے
 سیہ ستیر چداں لود کیہ سار
 کہ از دور دداں شاید گراہ
 رہہر درم تند و مدحو مساق
 تو باید کہ ماسقی درم گو مساق

تنقید شعرا بحسب

حصہ دوم

قوله ”اس کے مدحگیر حاکم کا پوتا ہلاکوں تو لی میں جیگر حاکم تحت بیتیں
ہوا۔ ہلاکوں نے محقق طوسی کو وزارت کا منصب دیا، رفتہ رفتہ مسلمانوں
لے دربار پر قبضہ کر لیا، یہاں تک کہ اس کا بیٹا کو دار و دار و احس
شمس الدین در پر سلطنت کی مرعیت سے مسلمان ہو گیا اور ایسا مام
احمد رکھا۔ ترک اس پر گزر گئے اور ارعوں حاکم (ہلاکوں حاکم) دوسرا
وتا کی امیری میں احمد حاکم کو گرفتار کر کے مسلمانہ میں قتل کر دیا
(شعر النعم حصہ دوم، صفحہ ۲، معارف یریں اعظم گڑھ)

محقق طوسی کی وزارت کا قصہ کسی اصلیت پر مبنی نہیں، تاریکین متفق ہیں
کہ ہلاکوں کا پہلا وزیر امیر سیف الدین بیکچی بہادر بن عبداللہ عوارمی ہی بحیثیت
وزیر ستھلہ میں ہلاکوں کے ساتھ ہی ایران میں آمازی اور فتح بغداد کے بعد
محض استرق کی حفاظت کے لیے ہلاکوں سے سومعولی سیاہی مانگتا ہو۔ ستھلہ
میں حسب ہلاکوں کے حاکم یا دشاہ فیاق کی حکم کے لیے جاتا ہو، وزیر موصوف
نعموں کی مددگوئی کی سار پر حاکم کے حکم سے ہلاک کر دیا جاتا ہو۔ اس واقعے کے

فردوسی

نظامی

سا کر دم ار نظم کا ہے بلند	ہ حوسے کہ عالم زیادش مرد
کہ ار مادو ماراں نیا مدگر ند	ہ ماراں لشوید ہ مادق مرد
چو دانا ترا دشمن جاں بود	دشمن دانا کہ عسم جاں بود
ہ ار دوست مرد سے کہ داداں د	ہتراراں دوست کہ داداں بود



حام حم من الوسید کی اس طرح مدح سرائی کی ہے -

دو جہاں را صلائے عید دود سکھ مرمام لوسعد دود

در حین گفتمہ طبل دفری مدح این نگلں اولوالامری

(سمرالعم ص ۲)

مصنف حام حم کے ”مشہور صوفی“ ہوئے کا اندازہ اس ایک امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود علامہ مثلی اس سے ماواقف ہیں۔ شیخ اوحدی کرمالی (اوحد الدین حامد کرمالی) ۷۹۰ھ ہجری میں لہجہ فاراں حان وفات پاتے ہیں متسوی حام حم ۸۳۰ھ ہجری میں تصنیف ہوئی ہے، چنانچہ ستر - چوں سارح رگر فتم حال ہفتصد رمتہ لودی دسہ سال

(حام حم قلمی)

در حقیقت اس متسوی کے مصنف رک الدین اوحدی مراعی تم الاصہابی ہیں جو شیخ اوحد الدین کرمالی کے فرید ہیں اور ۸۳۵ھ ہجری میں انتقال کرتے ہیں۔ اوحدی، تخلص انھوں نے ایسے فرستد اوحد الدین حامد کرمالی کے لقب کی یادگار میں رکھا ہے۔

قولہ ”مامار کے مل عام میں حوے سار حایں صالح ہوئیں اُس نے

مسلمانوں کے تحفا عامہ خدمات کو ماکر دیا، اس کا شاعری یہ اثر

ہوا کہ درمیہ لطیفں ہمیشہ کے لئے معدوم ہو گئیں، شاعری کے ذریعہ

یورے کر لے کے لئے متعدد درمیہ متنوایاں لکھی گئیں مثلاً -

ہمے ہایوں حوا حوے کرمالی ، آئمہ اسکدی امیر حوے

سکدرامہ حامی ، بیورامہ مامی ، ساہنامہ قائم گوامامی

اکرامہ بیسی - لیکن صاحب نظر آماہر کہ کہے واسے مسہ میڑھاتے

بعد صاحب دیوان شمس الدین محمد عیسیٰ منسوب درارت یر سردار ہوتے ہیں اور
مسئلہ ۲۲ سال مراہیے باقی ایام ہلاکو کو کامل عہد امانقاخان و سلطان احمد
اس عہدہ حلیلہ پر ممتاز رہے ہیں۔ جو محقق طوسی نے کتاب اوصاف الاشراف
صاحب دیوان کے نام پر اور کتاب ترجمہ تکرہ لطیفوس ان کے فرد مدحواہ
ہزار الدین محمد حاکم اصمہاں کے نام پر لکھی ہو سلطان احمد کا اصلی نام تگدار،
توگدار یا تگودار ہو۔ نہ نکو دار دار۔ وہ سلسلہ میں قتل نہیں کیا جاتا کیونکہ
سلسلہ میں تحت نشیں ہوتا ہو اور دو سال اور دو ماہ حکومت کرنے کے
بعد ہلاک کیا جاتا ہو۔ ترکوں کی محالفت سلطان احمد کے ساتھ مذہبی ما پر
ہیں تھی، ملکہ ریادہ تر سیاسی تھی۔ اگر مذہب کا سوال درمیاں میں ہوتا تو
شاید احمد کو تحت ہی نصیب نہ ہوتا کیونکہ وہ تحت نشینی سے پیشتر ہی
حلقہ نکوت اسلام تھا اور دربار کے تمام تہرادے اور طاقتور امیر
کا فریقے۔ دوسرے دعویداروں کے ما دعوہ سب کے اتفاق سے سلطان
احمد یا دشاہ سایا جاتا ہو۔ ارعوں، ہلاکوحاں کا سب سے بڑا پوتا اور
امانقاخان کا فرزند اگر ہو وہ ماہب کے تحت کا دعوے دار رہا۔ احمد نے کئی
لڑائیوں کے بعد لصد حراہی نصرہ اس کو گرفتار کیا اور قتل کر کے کھائے
قید کر دیا۔ ارعوں کے طرف داروں نے جس کی ایک طاقت و جماعت
دربار میں بھی موجود تھی، قید کی پہلی ہی رات سارتی کر کے اُس کو آزاد
کر دیا اور احمد کے طرف داروں کو قتل کر کے ارعوں کو یا دشاہ ما دیا۔
قولہ "سلطان الوسعید کے بدل و انصاف اور لطم و لسن کے قواعد اور
آئیں، مساعدا اور مدرسس پر کدہ ہو کر مدقوں قائم ہو، یہاں
نمک کہ احدی کر مانی نے عہدہ ورمونی گر رہے ہیں۔ ایسی متوی

کی ہرست ابھی ناتمام ہو اور نیں دہل کے مام اصادم کرتا ہوں -
 مفتاح الفتوح امیر حسرو، حس میں حلال الدین پرورد شاہ حلیمی کی حگ
 کا ذکر ہو۔ حاور مائے اس حسام (سنہ ۸۳۰ ہجری) 'تعلق مائے مدر جیاجی'،
 حس میں بیس ہر ار کے قریب اشعار تھے، فتوح السلاطین عصامی اور
 ہیں مائے آدری -

فتوحات حمالی ستسری (سنہ ۹۹۹ ہجری) 'شاہ روح مائے فتاسمی
 گونا مادی، طر مائے محمد اللہ مستوی سنہ ۱۰۳۵ ہجری - تہ شاہ نامہ احمد تری
 سنہ ۱۰۳۵ ہجری، طر مائے کے اشعار کی تعداد بھتر ہر ار ہو، یسے شاہ مائے
 دروسی سے بھی یدرہ ہر ار اشعار راند ہیں۔ تاہم مولا ماشلی فراتے ہیں
 کہ "رزمیہ لطیں ہیستہ کے لیے معدوم ہو گئیں اور انھوں نے محض شاعری
 کے درائن ادا کیے ہیں" حسرو، محمد اللہ مستوی، حامی اور باقی کے لیے
 یہ کہنا کہ محض مسہ چڑایا ہو، کسی حالت میں صحیح ہیں ماما حاسکتا۔ مولا مائے
 ر دیک رزمیہ شاعری کے ضروری اوصاف یہ ہیں - (۱) واقعہ ہتم ماشلی
 ہو - (۲) لڑائی کے ہنگامے کا سیاں یروع ہو (۳) حگ کے ساروساں،
 ررم آزموں کی لڑائی کے تمام داؤں تیج تائے حائیں - عیرہ - میں کہنا
 ہوں کہ گرتہ الاشعار میں سے ہر ایک لے قریب قریب اس درائن کو ادا
 کیا ہو، لکن پھر بھی مولا ماشلی فراتے ہیں -

اگرچہ تیج لے داڑھی بڑھائی س کی سی

مگر وہ مات کہاں مولوی مد کی سی

"ہاے ہایوں" ایک عشقیہ نظم ہو جس میں تہرادہ ہاے والی
 حاور اور تہرادی ہایوں دتر معورجیں کے عشق و محبت کا ورسی قصہ ہو،

ہیں، دل میں کچھ ہیں۔“ (شعرالہم صفحہ ۳)

اس سے بیتر سامانی، عزیزی اور سلجوقی دوروں کا مذکور ہو چکا ہے۔
 ان دوروں میں مسلمانوں کے ساتھ حادہ حدایت کا شاعری پر کوئی اثر نہیں دکھایا
 گیا، جس کا اس تناواری قبل عام سے ماہو حایاں کیا حاتا ہو۔ مولا ماسے
 اب تک صرف تیں ررمیہ کتابوں یسے شاہنامہ، گرشاسپ نامہ اور سکندنامہ
 کا زیادہ تر ادبی حقیقت سے ذکر کیا ہو اور نہیں یقین ہیں کر سکتا کہ ان کتابوں
 لے مسلمانوں کے جنگی و قومی حدایت کو براہگیتہ کرے، یا ان کے میدار رکھے
 میں کوئی مدد کی ہو، کیونکہ ان کی تمام داستاںیں حیردادہ اس کے جنگاں راہوں
 سے تعلق رکھتی ہیں۔ رستم سیدانی تھا، کیخسرو کیانی، سکندر یونانی اور
 نو شیرداں ساسانی۔

فارسی میں ررمیہ شاعری محض اتفاقیہ رائج ہوئی ہو، ایرایوں کو پسے
 قومی اسالے اور تاریخ سے شعف تھا، فردوسی نے اُس کو نظم کر دیا۔ اسدی
 سنے ایک اور داستاں جس کے واسطے وہ کہتا ہو کہ فردوسی کو نہیں ملی،
 گرشاسپ نامے کے نام سے نظم کر دی۔ مکی و مذہبی اثراں میں ہمارے
 ہاں تقلید پسندی کا رور ہو، حسانجہ اسلامی ادبیات کے تمام دوروں
 میں یہی ایک اصول یسے تقلید صراحت کے ساتھ مایاں ہو۔ تناو یسے تفہیں
 طبع کے لیے کسی نہ کسی کا ضرور تنوع کرتے رہے ہیں۔ لطامی کے دور تک،
 فردوسی کی تقلید کرنے رہے، چنانچہ ہم نامہ، تہریار نامہ وغیرہ شاہنامے
 کی تقلید میں لکھے گئے۔ جب لطامی نے اپنی طر کا اعلیٰ میار پیش کیا تو تمام
 صنعت پرست ان کی طرف ٹھک گئے۔

چنگیزیوں کے بعد تو مقابلاً زیادہ ررمیہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مولا

ہی۔ اسلام میں اس کی تلقین کی آیات کلام پاک میں موجود ہیں۔ تصوف سے اپنے اصولوں کو اسی مضمون کی اساس پر قائم کیا ہے۔ ایرانی شعرا میں سب سے بیشتر محمد بن وصیف سجری اس موضوع کو ایسی شاعری میں رویتا س کرتا ہے۔ رودکی، ناصرخسرو، سائی، انوری اور حافظی میر کسی استثنا کے یہی بولیاں بول رہے ہیں، لیکن یہ فردوسی، خیام اور عطار ہیں جس کے ہاں قدم قدم پر یہی درس عبرت دیا گیا ہے۔ سعدی، اس میں اور حواصہ حافظ اس مارے میں کسی خاص امتیاز کے مستحق نہیں۔ درحقیقت اگر کوئی شاعر اس انقلاب سے کسی قدر اثر پذیر ہوا ہے تو وہ کمال اسماعیل ہے۔

شیخ فرید الدین عطار

پس روح تشکیک کی عرص سے انداز ہی میں گر استس کیے دیتا ہوں
کہ علامہ شلی، شیخ عطار کو مار مار حواصہ عطار لکھ لے رہے ہیں۔ ہم حواصہ کا لفظ آج کل بھی ہر شخص کے ساتھ استعمال نہیں کر سکتے، یہ جائیکہ اُن ایام میں تھا
میں حواصہ کے واسطے کسی قسم کی تنیم نہیں مانی گئی، وہ حواصہ حواصہ طے کے
لوگوں کے نام کے ساتھ ملتا ہے، مثلاً۔۔۔ اربابِ ماصب و دیراںِ سلطانی
کے ناموں کے ساتھ۔ علاوہ میں حواصہ عطار کے لقب سے ایک اور
مرگ جو نویں صدی ہجری میں وفات پاتے ہیں متاثر ہیں، ان کا پورا نام
حواصہ عطار الدین عطار ہے۔

فقیر کے واقعہ کے ذکر کے بعد جس کی ماگہانی وفات سے متاثر ہو کر
شیخ فرید الدین عطار اپنی دکان لٹا دیتے ہیں، مولا ماشلی فرماتے ہیں -

اس کا درمہ لطموں سے کوئی تعلق نہیں۔

قوله ”نگلی حدات کے ماہوں نے طبیعتوں میں اعلیٰ اثر زیادہ پیدا کیا، جو تصوف کے سوا ایک اور رنگ میں ظاہر ہوا“ ایسے مولیٰ گوئی۔ مسلم ہو کہ مولیٰ جس چیز کا نام ہو اس کی استدلالِ سعدیؒ اور ان کے معاصرین سے ہوئی۔“

(شعرالعم صفحہ ۳۴)

نگلی حدات کی معدومیت اگر ایساں میں مولیٰ کے وجود کی دھماکا ہو تو آخر اس عہد کے ہندوستان کو کیا ہوا تھا؟ یہ ملک جیگرے سیلاب سے بالکل ماموں رہا ہو، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں بھی حسرت اور حسن دہلوی جیسے مولیٰ گو موجود ہیں۔ تصوف مولیٰ کی آمد سے بیشتر اکثر ممالکِ اسلام میں موجود تھا، اللہ ان کی آمد نے اس کی ترقی کی رفتار کو تیز کر دیا اور یہ تصوف ہو، جس نے مولیٰ کو حقیقی ترقی دی۔

قوله ”کم از کم بیجاں ساٹھ لاکھ آدمی ایک دم سے ماہ ہو گئے، ان امور نے دیبا کی لے تانی اور انقلابات کا ایسا نقشہ کھینچ دیا جو مدت تک آنکھوں کے سامنے پھرتا رہا“ اس سائیر دیبا کی لے تانی کے مصائب زیادہ تر اشعار میں آئے گئے۔ شیخ سعدیؒ ان میں ”حواصِ حافظ کے ہاں ان مصائب کی بہتات اسی سائیر ہو، ان لوگوں نے یہ سائنس جو آنکھوں سے دیکھا تھا، وہی رہاں پر آیا۔“

(شعرالعم صفحہ ۳۴)

دیبا کی لے تانی، مشرق کے اکثر ممالک کا ایک دقیق موضوع رہا ہو جس کو ان ممالک کی غیر مستقل طور پر حکومت نے اور بھی ممتاز حیثیت دے دی

میں اس قصے کے لیے کوئی مناسب موقع نظر نہیں آتا، کیونکہ اڈل تو وہ خود ہی ایام طہلی سے اصحاب دوق دعواں کی صحت کے مال تھے دوسرے جہاں تک معلوم ہو چیا کہ مولا ما بھی معترف ہیں، بیج عطار فقر و نقوف کے ساتھ ساتھ مطب اور دار و خانہ کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ”دل یار دوست نکار“ پر عامل رہے۔

حولہ ”خواص صاحب کی تحریروں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس عالم میں بھوں نے مدت تک سیاسی بھی کی ہو۔ لساں العیب میں کہے ہیں -

”چار تسلیم جہاں گردیدہ ام
سر بر آوردہ نہ محسوس عشق
سیر کردہ مکہ و مصر و دمشق
کود و روی تا حراماں گستاخ
سحق و حیویش را سریدہ ام
ملک ہمدستان و برکتاں دین
رفتہ یوں اہل خطا و سخطے ہیں
عاقبت کروم نہ بیتا یور حاسے
اد قنادار من عالم این صدائے
درشتا یورم نہ کنگ حلوئے
ما حدائے حوین کروم دحدتے“

(شتر العجم ص ۱)

میرا عقیدہ ہے کہ مولا ماسلی نے لساں العیب بحیم خود نہیں دیکھی ہے بلکہ آیات مالا مررا محمد بن عبدالوہاب کے دیباچہ تذکرۃ الاولیاء عطار، مرتبہ پر وینٹریکس سے نقل کر لے ہیں اور اسے استعارہ کو رک کر دیا جس سے بیج عطار کی شیعیت کا گماں ہو سکے۔ مثلاً -

”ہتر شایورم تو لد گاہ لود در حرم گاہ رضا ام راہ لود
مرقد اتعاشتر رستم بچشم می رم بردنما لسن سگستیم“
اس دیباچے میں اسی لساں العیب سے میرا محمد نے عطار کی شیعیت کے

”لیکن افسوس ہو کہ ہمارے تذکرہ نویسوں نے خود خواہہ صاحب کی
تصدیقات نہیں پڑھیں، ان کی کتابوں سے تاسست ہوتا ہو کہ تصوف
اور مقرر کے کوچے میں آلے کے مددہ اپنے قدیم بیٹے میں متحول
رہے اور اُسی حالت میں اسرارہ عرفا کی حقائق پر کتا میں لکھے
رہے۔“ (سفر النعم ص ۸ مطبع معارف اعظم گڑھ)

میں اس قدر اصادم کرنا چاہتا ہوں کہ شیخ عطار کی عمر میں تصوف عرفا
سے دو ق آشا ہوئے کا انقلاب کسی سیر دلی تحریک یا واقعے کی ما پر نہیں
ہوا۔ یہ تبدیلی ان کی عمر کے کسی خاص وقت میں ہوئی، بلکہ وہ ابتدا ہی سے
سارے تقاضائے طبیعت حضرت صومیہ کے معتقد اور مارل سلوک عرفا کے لگا
تھے، چنانچہ تذکرۃ الاولیا کے دیباچے میں ارشاد کرتے ہیں -
”دیگر باعث آن لود کے لئے سسے ار کود کی مار دوستی این طائفہ درحام
موج می رود ہمہ وقتے معرج دل میں اس میں ایساں لود، برائے آنکہ المرء
مع من احب“

(تذکرۃ الاولیا صفحہ ۵ غرر پر و میر کلس م)
بہا فقیر کا قصہ، وہ صرف اس کی اپنی نوعیت کی مایہ تسلیم باز ذکیا جانکنا
ہو، لیکن یہ خیال کرنا کہ تمام اہل تذکرہ اس پر متفق ہیں، صیح نہیں کیونکہ محمد حنفی
اور حمد اللہ مستوفی اس کا ذکر نہیں کر لے عطار کے ہمد سے قریباً ڈھائی سوال
بعد سلطان حسین مرزا کے ہمد کے مصحفیں، جس میں مولانا حامی اور دولت شاہ
قابل ذکر ہیں، اس کا تذکرہ کرتے ہیں اور بعد کے تذکرہ نگاراں کے مقلد
ہیں لیکن حمد مولانا حامی اور دولت شاہ اس قصے کے صمی واقعات اور
سوال و جواب پر متفق نہیں ہیں بہر کیف میرے نزدیک شیخ عطار کے سولاج

عوام الناس ایک لاکھ کی تعداد میں جمع ہو گئے، اُس کا گھر ٹوٹ گیا، اس کے فرزند کو قید کر دیا اور قریب تھا کہ اس کی جان ضائع ہو جائے، اتنے میں خدا نے تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک رہاں دکھائی، عیب سے اس کے کالوں میں آواز آئی کہ، اے عطار حوفا نہ کھا، اِس طالبوں کے ہاتھوں سے تو فوراً رہا ہو جائے گا۔ اِس الہام کے بعد اس کے پیروار پیدا ہو گئے اور مصنف تہذیب و تہذیب کی طرح اڑتا ہوا لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہو گیا۔

ماہنامہ دُر داد پرداں کہ اے عطار تو خود را مہترساں
حلاصی ایں ماں از دست ایشان ازیں مسیٰ کس خاطر یاریساں
پریدم ارمیاں شاں جہنم کُن مار ماہنامہ الہی ہمدست ہمار
(مہتر انعام علی)

اِس واقعے کے بعد مصنف وطن سے آوارہ ہو کر مکہ چلا جاتا ہے اور وہاں کتاب لسان الغیب تصنیف کرتا ہے۔

اِس لسان از بین احمد گفتم در مقام مکہ اِس بوشتہ ام
(ارمقندہ مراد محمد قمری)

لسان الغیب گویا اِس ماحول میں پیدا ہوتی ہے، اب اس کو شیخ فرید الدین عطار کی طرف منسوب کرنا خود مہذب سنت و جماعت کے بیروہیں جیسا کہ اُس کی تصنیفات سے ظاہر ہے، میں کہتا ہوں سحت ظلم ہے۔ علیٰ ہذا اِس کتاب کی سا پر شیخ کی سیاحی کا دعویٰ بھی میرے ردیک، ناقابل قبول ہے کیونکہ وہ اِس حقہ ادبیات معمول سے تعلق رکھتی ہے شیخ عطار کے نام پر موضوع ہوا ہے۔ لیکن اِس کے متعلق آئندہ سحت ہوگی۔

توت میں یہ اشعار بھی حوالہ قلم کئے ہیں -

شبیۃ یا کست عطار اے پسر حس این شبیہ حباں خود بجز
مارساروق التھار کدہ ایم پے روریں ستما بریدہ ایم
لوحیم رار دست لگرا تو خود برو اندریئے کدہ تو
(تذکرہ اولیا طبع بریل سنہ ۱۲۲۶ ہجری صفحہ ۱۵)

لسان العیب اگرچہ میری نظر سے نہیں گزری، تاہم اس قدر عرصہ
کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں اس کتاب کو عطار کی طرف منسوب کرے میں
بہت کچھ تامل اور تردد سے کام لیا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب اس قدر نامعلوم ہو کہ
جب تک ڈاکٹر ایتھے نے اڈیا آفس کے کتب خانے کی ہر سب ترتیب سے
کرسالٹ رکھی، اس وقت تک کوئی اس سے واقف نہ تھا۔ سب سے پہلے
میرا محمد قزوینی نے اس کا ذکر کیا اور علامہ تسلی دوسرے شخص ہیں جو اس
کا نام لیتے ہیں۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لسان العیب کے مصنف نے ایسی شہیت کے
افہار میں ایک کتاب مظہر العجائب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام پر لکھی
تھی، جس میں ان کی مدح میں مبالغے کے علاوہ، 'واصب'، 'رواص' و
حوار پر، جس سے اس کی مراد اہل سنت و جماعت ہیں، حادیہ حاسلے
کئے تھے۔ کسی فقیہ نے جو سمر قدی ہو، مصنف پر رخص کا ارام لگا کر
مظہر العجائب کو جلوا دیا اور خود اس پر قتل کا موتی لگا کر سزا دی کا حکم دیدیا۔

۱۵ اس تقید کے چند سال بعد لسان العیب کے دوسرے میرے ہاتھ آئے۔

اس کے مطالعے کے بعد میں دستور اپنی رائے پر قائم ہوں کہ لسان العیب اسی شبیہ
مصنف کی تالیف ہے، حرا۔ یہ مظہر العجائب لکھی ہے اور عطار کی طوف اس کا اشتباہ

ایسا شخص جو متاسخ کی صحت کا پتہ ہی سے شیعہ تھا۔ شیخ محمد الدین جو سلسلہ بھری میں قتل کیے جاتے ہیں، اپنی وفات کے وقت غالباً حواں ہی تھے۔ اب شیخ عطار تصوف میں اس قدر بہترت اور تصدیقات کے ماہر تھے اتنی سال کی عمر میں ایک حواں شخص کے جو بہترت اور قابلیت میں کچھ بھی درجہ نہیں رکھتا، مرید مائے جاتے ہیں۔ شیخ محمد الدین کی بہترت ان کے حواں ماحول کی وجہ سے ہوئی ہو۔ حمد اللہ مستوفی کہتا ہو۔

”شیخ محمد الدین لعدادی در سہ تلت و عشر دست مائتہ بعد ناصر علیہ نہ تہمت آئمہ ما مادر حوارم شاہ معاشرت در زیدہ، حکم حوارم شاہ تہمید شد۔ بعد ارقطش حوارم شاہ یتیم شد، خدمت شیخ حکم الدین کرئی فت و گفت ”جیہیں خطائے از من صادر شد، دیت حواں ادبہ ما شد، شیخ گفت ”حواں من دو و اکثر اہل ہاں بھت حواں او شاید۔ حواں نا کر دنی کر دہ شد، تدارک متواں کر دہ“

حقیقت میں عطار کے مرشد ہولے کے مستحق حواہ انو اصل محمد الدین شافعی المذہب ہیں جو درارت حواساں سے دست بردار ہو کر طبقہ صوفیہ میں شامل ہوتے ہیں اور بیس سال سے زیادہ عرصے تک گوشت و خرب میں مقیم رہے ہیں۔ شیخ عطار بہایت یروض اور معتقدانہ الفاظ میں ”حسرت مائے“ میں مقصد کے لعداں کا ذکر کرتے ہیں۔ میں حیدر اسیات یہاں نقل کرتا ہوں۔

سلسلہ ہشتاقلیم میں، اس سلسلے میں شیخ دکن الدین کاف کا نام بھی دیا ہو اور متنبویات میں کئی موقعوں پر عطار نے ان کی حکایات درج کی ہیں لیکن شیخ محمد الدین کا نام کہیں نہیں آتا۔

قولہ ”سوا صاحب لے اگرچہ سب رنگوں سے میں اٹھایا تھا، لیکن جیسا کہ دولت شاہ لے لکھا ہے، فرقہ مقرر محمد الدین لعدادی سے حاصل کیا تھا محمد الدین لعدادی قطب الدین حواریم شاہ کے طبیب خاص تھے۔“

(شوالحم صفحہ ۱)

شیخ محمد الدین لعدادی سے فرقہ مصر حاصل کر لے کی روایت یہ اگر دررا عور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ ایک کمزور اساس پر قائم ہے، تذکرہ عطار میں ایک فقرہ آتا ہے کہ -

”میں ایک زور و یشق امام محمد الدین حواریم در آدم اور اودیم کہ می گریست۔ گفتم ”جیرست“ گفتم ”رہے سیاہ سالاراں کہ در پست لودہ اند ممتازہ انبیا علیہم السلام کہ علماء امتی کا دنیا رہی اسرائیل“۔ لیکن گفتم ”اراں می گریم کہ دوش گفتم لودم کہ خداوند اکار تو لعلت بیست، مرا اویں قوم یار لطار گیاں این قوم گرداں کہ قسمے دیگر راطاقت ندام، می گریم کہ لود کہ مستجاب ستدہ ماتد۔“

(تذکرۃ الاولیا صفحہ ۶ طبع لیڈن)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ امام محمد الدین حواریم جو عالم ہیں اور شیخ محمد الدین لعدادی جو حکم الدین کرئی کے مرید ہیں ایک ہی شخص ہیں۔ دوسرے شیخ عطار جو کہا جاتا ہے، سلسلہ ہجری میں ولادت پاتے ہیں شیخ محمد الدین سے عمر میں بہت اقدم ہیں شیخ محمد الدین کو جو بہت حاصل ہوئی وہ علاء الدین محمد حواریم شاہ (سلسلہ ہجری و سلسلہ ہجری) کے عہد میں ہوئی ہے۔ اب کیا عطار اسی تراسی سال تک لے پیرے رہے، بالخصوص

قریبی نے، جو ستر بروں کے شاگرد ہیں، ایک عقائد دیباچہ

لکھا ہے۔ (سترالعم ص ۱۱ و ۱۲)

عطار کا یہ تذکرہ جس کا مولانا ذکر فرماتے ہیں، حقیقت میں یرودیسر
نکس لے مرتب کر کے ۹۶۱ھ میں شائع کیا ہے۔ علامہ محمد بن عبد الوہاب
قریبی، پروفیسر بروں کے شاگرد ہیں، بلکہ ترکیبِ محنت فاضل۔
جس سے بروں استفادہ کرتے رہے ہیں۔

قولہ ”صومیاء شاعری کے چار اذکار ہیں سائی، اوحدی، مولانا

روم اور حمادہ فرید الدین عطار۔“ (سترالعم ص ۱۲)

اس فہرست میں اوحدی کے نام کا داخلہ غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔
اوحدا الدین کرمانی شاعر ہیں نہ اوحدی اُن کا تخلص ہے۔ اگر مولانا شیلی
کی مراد اوحدی مراعی سے ہے تو اُن کے پالے کے، بلکہ ان سے بہتر درجوں
صوفی شرا کا نام لیا جاسکتا ہے۔

شیخ عطار کے حالات

تذکرہ نگاروں نے بہت کم حالات دیے ہیں اور جو کچھ دیے ہیں،
شہ سے حالی ہیں کیونکہ اُن کے نام پر اور لوگوں نے کتابیں تصنیف کر کے
ان کے حالات کے مرقع کو اور بھی دھندلا سا دیا ہے۔ ان کا نام محمد بن فرید الدین
لقب فرید اور عطار تخلص ہے۔

میں محمد نام و اینستیوہ یر حتم کردم چوں محمد لے عزیز
(مصنوع نامہ تلمی)

خدا را آنکہ محبوب و محبوب است او افضل جہاں پیرِ لیب است
 دل دیں خواہ سعد الدین کہ امروز دل دوست آفتاب عالم اور
 حراساں را درایت داشت بالمش دے اداحت اوتا برداشت
 حواہیم ادہم ملک بگزاشت کہ چون بستی خلافت یک توانگاشت
 سر یک موی او عالم نداند کہ داد قدرت او ادہم داد
 حق امروز قطب اولیا دوست حریم خاص را خاص خدا دوست
 گر اوتاوند اگر ابدال امروز از و دادند کشف حال امروز
 چون دود در شریعت شامی دوست طریقت را علی الحق شامی دوست
 شدہ سی سال تادے بر سہما سکوت روئے آورده است ہنہا
 ہدایا شادی و می توانی با روح ہمت حلیت سالی
 راجد حرم او خوشہ ہیں دار رنور او دلم را راہ میں دار
 کہ تا ایں مدہ ہم یے بریئے شاں سیامانہ بر درگاہ سلطان
 (حسرومانہ عطار صم۴۵ طبع حرمہ لکھنؤ)
 آخری دشمنوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عطار خواہ سعد الدین
 کے مرید ہیں۔

شیخ محمد الدین اور قطب الدین حوار زم شاہ معاصر ہیں ہیں قطب الدین
 حوار زم شاہ (سلسلہ دسواں ہجری) حوار زم شاہیوں کا دوسرا سلطان ہے
 اور جس پادشاہ کے حکم سے شیخ محمد الدین ہلاک ہوئے، وہ علاء الدین محمد
 حوار زم شاہ (سلسلہ ۵۹۶ ہجری دسواں ہجری) ہے۔
 قول ”معاذ کا ایک تذکرہ لکھا ہے“ و تذکرۃ الاولیاء کے نام سے مشہور
 ہے اور حال میں مہر بردار نے اس کو شائع کیا ہے۔ عبدالوہاب

مستوجبِ حد گرد و حصارِ جہاں سرحدِ دلش ترکِ راجیں آرد
(اردو ایں تلمی)

دیگر

کافرِ رہِ خطا ساری ماند درِ راہِ حقیقی نہ محاری ماند
یا آنکہ مرا لیتِ ہتھیدانہ سود یا خودِ خطا کا فر عاری ماند
اُن کا حادہاں ہماییت مدہی تھا اور مدہی ماحول میں اُن کی تربیت
اور نشو و نما ہوئی۔ تیج کے والد کا بڑی عمر میں انتقال ہوتا ہے۔ اسرارِ نامہ
میں اُن کی وفات کا ذکر آتا ہے۔

بیرسیدم در آدم اور یدرس کہ چوئی نگفت جو کم لے لیرس
رحیرت یاے اور سری مدام دلم کم گشت دیگر می مد انم
مگر دد ایں کمان کار دیدہ ساروے یوس بیرے کشیدہ
جہیں عالم کہ دریا میرد حوق ز حوم قطرہ بر نادر د حوق
مدو گفتم کہ جیرے گوے آخر کہ سرگرداں مندوم چوں گوے آخر
حوام داد کالے داسدہ دریدا لفصل حق ہر رامے ہر مسد
رعطت خود سائیدم ہمہ عمر جیہ گویم تراژ حائیدم ہمہ عمر
بآحر دم جہیں گفتم اُن کو کار کہ یارب مر محمد را نگہ دار
پدر ایں گفتم دما در گفتم آیں دراں یس روحہ احد حان تیریں
حدایا گفتم ایں ہر دو گرامی لفصلت ہر سر نہ برسمای
اگر جیہ گردوم ریر گشت ہست دعاے ایں دو بیرم حرر نہ است
نہ میں یارب دو بیر ماتواں را بدیتناں سخن حان ایں حواں ما
والدہ سے لے حد محنت کرے تھے، حور ہر واقفائیں لاتانی تھیں۔

وطن بیتا پور ہے کیونکہ اس کا معاصر محمد عونی اس کو بیتا پوری میاں کرتا ہے۔ خود عطار نے اپنے وطن کا ذکر نہیں کیا جس میں بیتا پور کا ذکر کیا ہے اس سے اس کی وطنی خصوصیت واضح نہیں ہوتی۔

لود مخولے نہ بیتا پور در روندیدم در جہاں ربح و رت
تاریخ ولادت ۳۵۳ھ ہجری تائی حاتی ہو لیکن یہ قریب قیاس
ہیں، کیونکہ اُس کے ہاں ایسے برگ حواں کے قریب الہد ہیں، ایسے
ہیں جو سحر متونی ۳۵۳ھ کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سب
کا ذکر شیخ عطار نصیحة ماضی میاں کرتے ہیں مثلاً سلطان سحر، ہستی مدیمہ
سحر، عباسہ ایک ماحد احاتوں جن کا سلطان سحر معتقد ہے۔ حواہ کس الدین
اکاف اولہ عوالی۔ سب سے حیرت جیرا مر یہ ہے کہ عطار اپنی اہلی تصنیفات
میں اپنے کسی معاصر کا ذکر نہیں کرتے۔ اللہ مظهر العجاہ میں شیخ محمد الدین
اور شیخ محمد الدین کرمی کا ذکر آتا ہے، لیکن میں اس تصنیف کو شیخ عطار کی
تسلیم نہیں کرتا۔ اللہ اس کی شاعری کا زمانہ معلوم کرنے کے لیے ہمارے
یاس دو ذرائع ہیں، پہلا یہ ہے کہ منطق الطیر کے بعض نسخوں میں اس کی تاریخ
تصنیف ۵۸۳ھ ملتی ہے، چنانچہ -

دور سہ سہ وقت استوا میتم دورے مد ار ماہ حد
یا نصد و ہفتاد و سہ مگر شہ سال ہم ر تاریخ رسول دو الکلال
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عطار اس میں تصنیف و تالیف میں متول
ہیں۔ دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ حروج معول کے متعلق اُس کے ہاں ایک دو
حوالے ملتے ہیں مثلاً -

ہر کہ خلاف یست ردیں آرد در وقت رکوة رجیں جیں آرد

ہر دکان کسے بزد پریدیم ہر کم کاں کسے یوید دویدیم
 گئے بارہ در محانہ بودیم گئے لڑخ سر در محانہ بودیم
 گئے رنار ترسایاں ہستیم گئے در دیر ترسایاں ہستیم
 گئے ماکاواں در جنگ بودیم گئے ما آتش اندر سنگ بودیم
 گئے ستادہ سر دوش آویدیم گئے در بحر دل حوش آویدیم
 گئے سر سر سر رالو ہادیم گئے در ہاؤ ہو اندر ہادیم
 ان کی طبیعت میں انتہائی مسکٹ اور کسر لسی جاگریں مٹی۔ ایک
 دن ایک دوست نے اُس سے بیان کیا کہ طائے شخص بطریق حلال روری
 کما تا ہو، یعنی یہودیوں سے حریر وصول کر کے ایما بیٹ یا لٹا ہو۔ اس سے
 ابھی کمائی اور کیا ہو سکتی ہو بیچ نے فرمایا کہ میں اس کے متعلق کچھ نہیں
 جانتا، صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں سنگ دو جہاں ہوں، اگر تو یہودی بھی
 مجھ سے مزید لیں تو کم ہو۔

رفیقہ گفت مامن کاں فلاے حلاے می حور دقوت جہاے
 کہ حریر ار یہوداں می ستاد درآں حامی خوردہ رہیں کہ داند؟
 مدوگہتم کہ من آں می مدانم من آں دامنم کہ ار سنگ جہانم
 کہ باید صد جہودس پریشاں کہ تا جو اہد از من حریر ایشاں
 (حکایات عطار۔ الہی نامہ صفحہ ۸۷۸۔ اول کتب)

ان کا بیٹہ طب تھا اور ساتھ ہی دارو حانہ کھول رکھا تھا اور مطب
 بڑی رونق پر تھا۔ ایک حکایت میں کہتے ہیں :- ”ہمارے ہر میں ایک
 مال دار بیل بیمار تھا، جس کے پاس پچاس ہزار دینار نقد موجود تھے۔ مجھے
 اُس کے علاج کے لیے ایک آدمی لیے آیا، میں نے باکرہ کیا، اُس نے جس

انہوں نے بھی دراز عمر پائی اور اٹھائیس برس تک بے چادر اور بے موزہ
ٹہیں اور ترک دنیا کر کے، گوشہ عزلت میں بیٹھ کر، دن رات عبادت الہی
میں مصروف رہیں۔ حسرو نامہ میں ان کے مرتبے میں فرماتے ہیں :-

مراگر بود اُسے در زمانہ	بمادر بود اور رفت از میانہ
اگرچہ رابعہ حسدیں نمرود	دلک این تاسیہ آں سیر بود
مود اورن کہ مرد معنوی بود	سحر گاہاں دعا سے لاقوی بود
رسال بست و بہشت کنوں یادست	کہ نے چادر نہ مورہ لود عادت
ردیا فارغ و دولت گزیدہ	گرمہ گوستہ و عزلت گزیدہ
چاں پتہم قوی داشت آں ضعیفہ	کہ ملک شرع را دوسے ضعیفہ
اگرچہ عسکوتے ناواں بود	دیکھن سرسرس پہلواں بود
نہ جیدان ست بر جانم عم او	کہ نتواں کرد ہر گرہ ماتم او
جو محرم بیست این عم ماکہ گویم	مرا او لود محرم تاحسب گویم
اگر رسم ماو یا اد بگویم	حمے کہ مرگ او آمد برویم

(حسرو نامہ مطبع عمر بہند صفحہ ۶۰۲)

حسرو نامہ انہوں نے ساٹھ سال کی عمر کے کئی سال بعد لکھا ہے اس
عمر میں بھی وہ والدہ کو اس طرح یاد کرتے ہیں جیسے کوئی بچہ کہ رہا ہو، لیکن
یہ سب اسی مذہبی تعلیم کا نتیجہ ہے جس کی نصایں عطار نے یہ ورسس
پائی تھی۔

عطار اس قدر گم نام رہنا چاہتے ہیں کہ باوجود قصیدات کثیرہ ایسے
والی حالات بہت کم دیے ہیں۔ اسرار نامہ میں اپنی زندگی کے بعض پہلوؤں
کا ذکر کر لے ہوئے غزایں شریک ہونے کا اتفاق یہ ذکر کر دیا ہے۔

(۴) جوں ہفتاد سیتادی وایں یست عجب
عجب ایست کہ ایں لہس تو ہر دم تراست (دلوں قلمی)

(مرگ در آورد دین وادی صد سالہ راہ عمر تو اگلد شست در سر ہفتاد داد
(دلوں قلمی)

(۶) گر وصل ست مایدے پیر بود سالہ ہم حرقہ سوزانی ہم قلمہ مگردانی
(دیوان قلمی)

ممام عمر گوستہ قناعت میں سرکردی اور آستانہ لہوک سے کوئی
سرکار ہیں رکھا۔

چہ خواہم کہ طول و عرص دنیا کو دئی سما دارم دیا
مرا لکے کہ مں دارم لہد است دگر در مایم چیزے لہد است
چو در ملک قناعت یا دست ہم تو ام کرد دائم ہر حیم خواہم
(کلیات الہی نامہ صفحہ ۹۳۳)

دوسرے موقعے پر فرماتے ہیں۔

فکر اید را کہ اداری ہم لہہ ہر ماسراواری ہم
مں رکس بر دل حیرا مدے ہم نام ہر دو نے خدا مدے ہم
لے طعائے بیچ ظالم خوردہ ام لے کما لے راتخلص کردہ ام
(مطلق الطیر کلیات صفحہ ۱۱۶۲ - بول کور)

ایک اور مقام پر فرمایا ہے۔

لے رہمت میل ممدوے مرا لے رطمت حلوب روے مرا
لے ہوائے لقمہ سلطاں مرا لے قہائے سیلی درماں مرا
(مطلق الطیر - کلیات - صفحہ ۱۱۹۳)

کا پیر در قوت ہی حویجہ مرص ماکل گھل چکا ہی اور موت کے گھ
 اس کے پہلو میں ایک سر مہر عرق گلاب کا شیتہ رکھا ہوا تھا
 سے کہا کہ شیتہ کھول کر تھوڑا سا گلاب مرصیں پیر پھر تک دو۔
 بیم عتی کی حالت میں تھا، فوراً آنکھ کھول دی اور کہنے لگا
 نہ بھڑکنا میں اس کے صرف کیے جانے کے مقابلے میں ایام
 ہوں۔ لوڑھا کھیل یہ العاطفہ کرے بھی نہ یا یا تھا کہ اُس کا دم کل
 حکایت کا اندائی ستر ہی۔

لہتر ماحیلے گشت بسیار کہ لفظش لود بیجہ بد

(اسرار نامہ صفحہ ۱۷۷ طبع پراں)

تقصیعات میں ساٹھ برس کی عمر سے لے کر نوے سال تک

اشارے ملتے ہیں۔

(۱) سی سال بعد ہر ازنگ مدہ بدیم تا از رہ فو در گہت
 سی سال دگر گردت گم دیدیم جو تک رہ نام دوس
 (کلیات - مختار نامہ)

(۲) اگر من یش را سارم کماے جو سالم تصد شد سود
 مرا در تست اہادہ است ہمتاد یحیی صیدے کرا درد
 رستہاں کماں میرے شود رستہاں رستہاں کماں کور
 اراں تست کماں قوت شود دین اراں تست کماں دل می

(اسرار نامہ)

(۳) تو فاطمی وہ ہمتاد یش تا تو چو کماں (۳)
 تو خوش محمہ و عمرت جو تیر رستہ رستہ (دیوار)

سال تو چار است وقت شمار چار تو چل ماد دچلت باد چار
 نام تو شد یوسف مصر و دا ماد لقب دولت دین راصیا
 من کسم ار حاتم حکمت نگار ہر لوا این مایہ حکمت نگار
 گرچہ ترا نیست کون ہم تند چوں بعد ہم رسی کار سندا
 در ماتے ہیں، حب تک تنہا رہے مہ پر خط نہ نکل آئے گھر سے ماہر
 قدم مت دھرمات۔

تا لتود رقع یسے تو مومے پامہ ار حاتم سار اردو کوے
 سلسلہ سد قدم حویش ماتن جس نشیں حرم حویش ماتن
 ایچ گہ ار صحبت ہم جانگاہاں رجت کمات سرور سنگا گاہاں
 تعلیم اور کتب نشینی کے سلسلے میں حوصیتیں کی ہیں، ان کے صم
 میں کہا ہے کہ اُستاد کی مار کھانا اگر یہ سعادت ہے، لیکن تم کو مستحق کر دے کہ اس
 سعادت سے محروم رہو۔

سیلی او گرچہ مصیلت دہ است گر تو سیلی رسائی نہ است
 قراں پاک سچیں ہی میں خط کر لیا کیونکہ بچپنے میں جو حیر یاد ہو جاتی
 ہر اسان بڑا ہو کر ہمیں بھولتا۔

حرف نونہ دل طہل خورد کر لک سیاں تو امد سترد
 خط یا کیرہ لکھے کی دوستی کر مایہ شو گوی اگر یہ ایک قسم کا کمال ہے
 لیکن اس میں عیب بھی ہیں۔ گناہ ہے ماسے لکھو تو کوئی مصائقہ نہیں، لیکن
 مری طرح اس کو اپنا بیٹہ نہ مالا

دریہ فتد گہ گئے ادیتہ آتش
 کو ش کہ چوں من کمی بیتہ آتش

دربار داری کے سلسلے میں اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ کسی بادشاہ کی موت میں عید کی مارک ماد کا ایک قصیدہ لکھ کر لے گئے ہیں۔ اس کا نام کہیں ظاہر نہیں کرتے، لیکن وہ بادشاہ بھی انھیں کے ڈھب کا معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے تین ماہ برابر روئے رکھے ہیں اور شیخ مارک باد میں قصیدہ لکھتے ہیں اور ردیف بھی روزہ لاتے ہیں۔ طرح نگاری چونکہ اُن کو راس نہیں ہے اس لیے اس قصیدے میں ایسے ہتر خام پیدا کیے ہیں کہ قصیدے کا ہر سانس اُن کو دیکھ کر دنگ رہ جائے گا۔ گریز کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

حدائق فلک قدر آنکہ ہر رمضان	زحوان اوکتا داست قوسع روزہ
سہ ماہ روزہ چو داست نور روزہ	مدام در دو جہاں گشت نامور روزہ
رہرہ روزہ نشہ سیہر حبتہ ساحت	کہ لو کہ ستہ مکتاید بدیں قدر روزہ

دعا کے وقت کہا ہے :-

حدایگانا شتر لطیف را عطار	ردیف کرد مسدوح تو سرسروزہ
سم کہ حتم سخن رمنش زہرہ کراست	کہ صد سخن مکتاید مدیہہ روزہ
ہمیشہ تا شب و روز است عید وری با	ہر اعریدت و عیدیت باد ہر روزہ

(دراں قلمی)

ملل نامہ عطار کی تصنیف مانا جاتا ہے، جو سحر ہرج، مسدس، مخدوف میں ہے۔ اس کے عاصتے پر سحر مسرج میں متنوی کے کچھ اشعار ملتے ہیں۔ جس میں ساعر ایسے فرزند صیار الدین یوسف کو مید دسا نظر آتا ہے۔

لے شب امید مرا ماہ نو دیدہ محتم سمالت گرو
اریں سی روزہ را آید ہلال روئے سودی بولن شمس سال

لے نقصہ گرد و لے تفتیشو شرک سور و عرش توحید ستو
چوں صحابہ یک سیک آرادہ اند در ہدایت چوں محوم افتادہ اند
گر کسے در یکش آں قوم پاک کرد طعنے مرستارہ رسیحت حاک
(مصیبت نامہ، قلمی)

اور حضرت ابو بکرؓ کے حق میں لکھتے ہیں -

از صحابہ سی ہر اہ و سہ ہر اہ ار میاں حالتش گردند احتیاء
ادکھا در سد آب و چاہ بود کاب و چاہ او ہمہ اللہ بود
آں کہ از عیش و فلک فارغ بود شک با ستد کر فلک فارغ بود
(مصیبت نامہ، قلمی)

مطلق الطیر میں پھر یہی استدلال پیش کیا گیا ہے -

لے گرفتار نقصہ آمدہ داغما پُر لعل و پُر حس آمدہ
گر تو لاف از عقل و دل سیزی یں بیاد ام از نقصہ می رلی
در علامت میل نیست لے بجز میل کی آید ر لوکر و عسر
میل اگر لوفے در آں دو مقتدا ہر دو کرد دے یسر را میتوا
بہترین چوں بر تو ماستد تر کی تو ان گھس ترا صاحب طر
کی رواداری کہ اصحاب رسول مرد باق را کند ار حاں قول
یا لتا مدتش سحائے مصطفیٰؐ ار صحابہ نیست این طسل روا
احتیاء حملہ شاں گریخت راست احتیاء جمع سراں پس خطاست
نکہ ہر جہ اصحاب پیغمبر کسد حق کند و لائق و درخور کسد
گر کسی معروں یکش راز کار می کسی تکد یسی و سہ ہر اہ
حلیفہ نامی حضرت عمرؓ کے بارے میں کہتے ہیں -

مختلف نسل ناموں کے خاستے میں اشعارِ لامرئی لہر سے گرے ہیں
تاہم محمد کو یقین نہیں آتا کہ یہ عطار کے قلم سے نکلے ہوں۔

مدہائست جماعت ہیں اور ظنِ عالم ہو کہ جی ہیں قریب قریب
ایسی ہر تصنیف میں اصحابِ اربعہ کی مدح میں فلم اٹھایا ہو۔ محاسنی و مرثیہ
شوستری اور میرزا محمد بن عبدالوہاب قزوینی ان کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں
لیکن میں یاد رکھنا چاہیے کہ ان سرگنوں کا یہ عقیدہ محض ایسی تالیفات و
مسی ہو جو بعد میں شیخ عطار کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ ورنہ عطار نے
ایک سے زیادہ موقع پر اصحابِ ثلاثہ کے محامدوں کو تہلیل کی ہے۔ ان کے
سردیک چاروں صحابہ کا رتبہ برابر ہو۔

دوئی مانند کھا در چار لے خام یکے می در آواز و در انجام
گر ایں ہر چار را با ہم مداری تو یک عالم و دو عالم مداری
(حسرو نامہ صفحہ ۳۱ و ۳۲، طبع قمریہ)

مصیبت مامے میں نصیب کر لے والوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔
لے نصیب مد مذمت کردہ مد چہ گوئی جہد ار ہفتاد و اند
در سلامت ہفت صد ملت ر تو لک ہفتاد و دو ر علت ز تو
ہست کیش و راہ ملک بے شمار تا تو شہاری سیانی و در گار
گر تو ہستی یس رو صدیق را یا علی آں عالم تحقیق را
۵۔ طر مانی کرتے وقت معلوم ہوا کہ نسلِ مامہ کے اشعارِ مذکورہ بالا مولانا جامی کے

قلم سے نکلے ہیں اور ان کی متنوی تحفہ الاحرار (مقالہ ستم در مدواں فرید احمد) میں
موجود ہیں۔ صیار الدین یوسف جامی کے فرید کا نام ہے ابھی کے نام پر نصیب صیائی
مولانا جامی نے تصنیف کیا ہے۔

چہ رجیری محضی چسراے کہ روش دوست جوں دردوس باے
 عجم راول جہود و گرو دود اور گوئے سلمانی رلودد
 کسے کا حدادق ایماں ار عمریات دہر او چرا امروز سہ تہامت
 (عمر و امہ تلمی)

کلام پر تبصرہ

سادگی اور سلاست شیخ عطار کے کلام کا سب سے نمایاں وصف ہے
 ان کا اصلی مقصد شاعری نہیں ہے، بلکہ شعر کو اپنے حالات و خدمات و
 واردات کے اظہار کا ذریعہ پایا ہے۔ محاسن شاعری کا کہیں نام کو بھی شریع
 نہیں۔ سیدھی سادی راں میں جو کچھ کہا ہوتا ہے کہ گزرتے ہیں قصب اور آورد
 کا سایہ تک نظر نہیں آتا۔ العاط کی تلاق یاں کے اتحاب کی ضرورت نہیں
 کبھی محسوس نہیں ہوتی اور مصائب میں کہ بادل کی طرح اُڈے چلے آتے
 ہیں۔ لکھے سے نہ اُن کا قلم ٹکٹا اور نہ دماغ جنگلی محسوس کرتا ہے عطار ریگزی
 کے لیے مہرور ہیں اور خود انھیں اس کا اعتراف ہے، بلکہ شکایت ہے کہ تیں
 یک مصوں کی خواہش کرتا ہوں اور ایک کے بجائے دس آجاتے ہیں
 جیائے قوت طبع است در فکر کہ یک معنی سواں صد دہر کہ
 در اندیشہ جیاں مست و حرام کہ دیگر می یاباں سیج حواں
 یام حواں شب بسیار وادک اریں پہلو ہی گردم ہاں یک
 ہی راغم معانی را ر حاطر کہ یک دم حواں یام لو کہ آحر
 یکے راگر برام دہ را آید متر راگر برام نہ سرا آید

در عمر اگر میل لودے درہ
گر حلاوت مرحطامی داشت او
چوں سحامہ دست دادش لے کلیم
آکھ ریساں شاہیہ چیلے کد
آکھ نکاہے حشمت و گاہے گل کشد
گر حلاوت بر ہوا می راندے
تہر ہاے مشکراں ہنگام او
گر نقص می کسی ار مہر آں
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق گویا ہیں -

جید گوئی مرتضیٰ مظلوم بود
چوں علی شیر حق است دناح سر
مرتضیٰ مائے مکیں ارجو دیاس
گر چہ تو یزید کیسہ لودے مرتضیٰ
اوز تو مردانہ تر آمد لے
گر ناحق بود صدیق لے عجب
بین حیدر حیل ام المؤمنین
لاحرم چوں دید حیدراں جنگ شور
اں کہ ماد حتر تو اند جنگ کرد
لے یسر تو لے شالی ار علی
حضرت عمرؓ کے حق میں کہتے ہیں -

اگر بہ دل رفار وقت عماریت
ترا در راہ دیں آشفہ کاریت

مقبول نامے والے فرید الدین عطار ہیں۔ عول میں عشق کی چاشنی کارنگ
 عطار سے یتیم مودود تھا۔ مگر سوس و سستی، محو و استغراق عطار سے
 قل نامعلوم کیفیت تھی سائی نقوہ کے کو بیچے میں آئے کے مادود
 سے راہدشتک رہے، ان کے ہاں متریس پہلے ہو اور طریقت بعد میں
 مثلاً فرماتے ہیں -

راہ دیں تو اں آمد بصر اے یا آئے یہ معنی کی رسد مردم گر را کردہ برا سما

دیگر

یو حال اردیں قوی کردی تو ار خدمت مرین کؤ
 کہ اسب عاری آں ہتر کہ مار گستاں ہی

دیگر

دولت دیں لی و رحاں عشق حکمت دو حش
 لوح و کشتی لی و در دل عشق طوفاں و عشق
 لیکن عطار رہدیت سے گر رک، عشق و محویت اور ماک کی مار لی ہیں

مقیم ہیں۔ چاہے

گر سر عشق و اہی ار کور و دیں گزر کؤ
 کا نھا کہ عشق آمد چہ حائے کور و دیں است

دیگر

لب دریا ہمہ کفر است و دریا حملہ دیں دای
 و لیکن گو ہر دریا در اسے ایں و آں ماسد

دیگر -

رکور و دیں و ریک و زمر علم و عمل
 مردوں گر رکہ روں زیر سے مقامات است

زلس معنی کہ دارم در صمیرم خدا داند کہ در گشت اسرم

(اسرار نامہ - صفحہ ۴ - ۱۹۵ طبع طہران)

یُرگودی کے ماحود اعلیٰ درجے کی یجنگی موجود ہے۔ گھلاوٹ اور تا تیر غالب ہے۔ تمام کلام صاف اور مہوار ہے اور حشو و رواند سے پاک خیالات میں اور سنجیدہ ہیں جس میں خلوص اور پاک اعتقادی کی لہر متروغ سے آج تک دوڑ رہی ہے۔ انھیں اوصاف نے انھیں ایران کے مشاہیر اور اعلیٰ اساتذہ کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ اُن کے اپنے زمانے میں ایک بڑی جماعت ان کی شیدائی اور معتقد تھی اپنے ایک دوست کا ذکر کرتے ہیں جس کی فراموشی پر انھوں نے حسرت و نامہ تصنیف کیا ہے کہ اس کو ان کا یو را مختار نامہ، سو قصیدے، ایک ہزار عریں اور قطعات یاد تھے۔ اس ایک میان سے ان ایام میں عطار کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قدما کے مقابلے میں انھوں نے عرل کو لے حد ترقی دی ہے۔ جو عرل صاف بھل آتی ہے وہ سعدی کی عرل کے ہم پلہ ہے۔ عرل میں انھوں نے رندی اور مستی کے مصائب و دشاس کر دیے ہیں۔ حریات میں قیام کا سارنگ ہے، لیکن اُس کے ہاں ستراب محض ہے اور ان کے ان ستراب معرفت ہے۔ اس میدان میں وہ صوفیاء کے سی عمر مرسل شمار دے چاہیں۔ حقیقت کو محار کی زبان میں میاں کر لے کی دنیا و حکیم سائی ڈالتے ہیں لیکن یہ عطار ہیں جو اس بنیاد پر عالی شان عمارت اڑ کر لے ہیں۔ جو دھام، پیماہ و موحانہ، رند و حرامات، رمار و مت، ترما مست و فارسی عرل گوئیوں کے مستمایہ نار ہیں۔ اصل میں ان کے

وارداتِ عشق

ترسا سچہ ام انگد ار رہد بر سوئی
 فے راہدیں لودم دریلے یقین لودم
 امرور اگر ہستم دُردی کتن ہستم
 نہ محرم ایما کم، نہ کفسر ہی دالم
 دوست ار عم کفر و دین ہی کہ نہ آن ہیں
 دوش ار عم کفر و دین ہی کہ نہ آن ہیں
 ماکہ ر دروں حال درداد ہد احال
 دورے دو اگر ارا مادی تو چیں تہنا
 ہر چہ کہ بے دردی، کو محرم ناگردی
 عطار جہ دانی تو، دین قصہ جہ حوالی تو

دیگر

فے امداد کاں صم آفتاب روے
 گفتم ”مگر عیبت ہمار کردہ“
 جوں ساعتے برآمدہ من یزدر شدم
 دیدم مازکیہ روہ رکسار حوص
 می کرد آب بات و امدام ادھل
 گیسوے مشکوے سیر در سگدہ بود
 جوں دید کاں دیدہ من گرم می رود

دست ار دلم شستم و آن گاہ گفتمش
 کاسے حال مار میں ادل عطار را بھوے

اسی قول کے باقی اشعار بھی ملاحظہ ہوں، خصوصاً مطلع جو بالکل حادثہ کے رنگ میں ہے۔

میا کہ قلمہ ماگوشتہ حرامات است

میار مادہ کہ عاشق نہ مرد طامانت
مگور حرقہ و تسبیح زاکمہ این دل مست

میاں بہستہ ہر نار در حسرا منت
چہ داند آئندہ داند کہ چہیت لذت عشق

اذاں کہ لذت عاشق در لے لذات
مقام عاشق و معشوق از دو کون پیروست

کہ حلقہ در عشاق تا سہوا منت
سومش درد و ماستو اگر بقا حواہی

کہ زاد راہ فنا دودی حرامات
کوے ہی فرد ستو چنا کہ برائی

کہ گردہ دائرہ ہی ہیں اتانت
رہر دو کون فنا شو دریں رہ لے عطار

کہ فانی رہ عشاق صالی الدانت

العصر عشق و سرسی اور صائمیت کا حد نہ غالب ہے۔ یہ اشعار بھی

بہت نظر رہیں

گم شدم در خودی داکم کما بیداشدم شمعے لودم ردیا عوقہ در دیاشدم
سایہ لودم راقل بریں افتادہ حوار راست کاں خورشید بیدار گشت بیداشدم

دیاس آکر ماسد عقلت اور محو حواس گیا ہو حالانکہ اس کا مار گراں ہو، اس کی منزل دراز ہو اور موت اُس کی گھات میں ہو۔ کہتے ہیں اس کا دیسا چہ و ممات حیات حوں و خاک ہیں۔ وہ حوں حور عم مادر میں مراد بکرتا ہو اور وہ خاک حوں بعد حیات اس کو حگہ دیتی ہو۔ اس اکر دیدہ حور سے بس مرگاہ ڈالے تو مشرق سے معرب تک اس کو لطر آئے گا کہ جیتہ جیتہ مقام پر اس کے ایلے جس محو حواس عدم ہیں۔

کر مشرق تاہ معرب سراپے حصہ اند حور و ہرگ ویر و حوں نہ و گدا دیگیں۔ یہ خاک ار حد مشرق تاہ معرب حصہ اند سدہ و آراد و تہری و عربیہ تیج و شاب

رمانہ ماہ لو کی داس (دراسی) ساتا ہو اور اس داس سے اس بے بس گھاس لیے اس کو کاٹتا اور چھانٹتا رہتا ہو۔

چو داس ماہ لو ار ہر آں ہی آید کہ تا جو حوستم بر حلق می ردر تھا گیا ہی دمد ار خاک گور و عم ایست کہ نیست یا بیج عے داس را ر مرغ گیا فردوسی ہی خیال ان العاط میں ادا کرتا ہو۔

بیا ماں و آں مرد ماتیر داس گناہ تر و خشک ار در ہر اس

تر و خشک را او ہی مد رود و گر لاء ساری ہی لتود

در و گر رمانستف مایوں گیا ہمالش میرہ ہمالشس بیا

ایام حیات میں حو لوگ گلاب کی طرح تنگتہ تھے اب ان کی خاک پر اگر گلاب رسا ہوا ہو، سسل کی طرح حوں کی رلہیں تاہ در بھیں خاک باریک لے نہ وہ عارض چھوڑے اور نہ وہ رلہیں۔ اس خاک پر اتراتے نہ جیلو کیوں کہ بختدار راستہ حیموں کی آنکھوں پر سے گر رہتا ہو لالہ میں حو بیہ سرجی

وحدت وجود۔ اس سے پہلے فارسی نظم میں اس کا بہت کم سا چپلٹا ہوا۔

(مستزاد)۔

خود گنج عیاں شد	لقد عدم از مخزن اسرار برآمد
بر خود نگراں شد	خود بود کہ خود بر سر بازار برآمد
تا خلق یو شد	در کسوت ابریم و یستم آمد و یمنہ
لس ہنگام شد	خود بر صفت حق و دستار برآمد
در کسوت طہرہ	در موسم پیاں رسا شد سوسے وریا
در گوشش تاں شد	در بحر شکل در بہوار آمد
خود را برستید	در عین تاں خواست کہ خود را برستد
خود میں تاں شد	خود گشت بہت و خود برستار برآمد
خود مرہم خود حست	خود بر سر خود تیغ حمار و سر قہر
خود فاتحہ خواں شد	خود بر صفت حق بہار برآمد
خود پیر حسرات	خود بر دم شد و خودی خود و ساقی
خود کو رہ کشاں شد	خود محو شد و خود از دم حمار برآمد
را ریت بہمتہ	اشعار میداد اگر جستم سرست بہت
این بود کہ آں شد	آچہ زماں از دل عطار برآمد

قصائد اکثر بر ما دیئے گئے، اب حوصلے ہیں تیس چالیس سے زیادہ ہیں
 ان میں دیباچی کے تالی اور اسالی زندگی کی مایا پیداری کی تمام دلائل لاکر
 ہم کو روحانیت کی طرف مائل کر کے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ فرماتے
 ہیں کہ ہم سب فانی ہیں اور دوراں حیات میں حاضر و ناظر ہواں۔ اہلک و ایام
 کی آغوش میں سے دلا اسان کو تقدیر کی ریحروں میں سخت حکمراں ہوا ہو

دقت ہی رنگ اختیار کیا ہو مثلاً
 یک ستر مت آب حوت متواں حور و درجہاں
 کیوں کو رہا ر خاک تیں دوستان باست

(بیاض مدہ علی حاکم)

قصہ مختصر، اس قسم کا استدلال جو عطار ہم کو دیا ہے دل گیر اور
 اُداس سارے کے لیے یقین کرتے ہیں۔ یہ خیالات اگر یہ حدید نہیں کیوں کہ
 اُس کو قریب قریب ہر ایرانی شاعر کے ہاں دیکھا جاتا ہو لیکن اس کے
 ہاں یہ خیالات محض اتفاقیہ ہیں اور کوئی مقصد و غایت نہیں رکھتے مگر
 عطار کے ہاں وہ اس کے فلسفہ تصوف کی مبادیات میں داخل ہیں سالک
 کو دنیا کی طرف سے برداشتہ خاطر کر لے کے بعد وہ حقیقت کی دعوت دیتے
 ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے دل کی صغائی اور پھارت حاصل کر لے
 کی کوشش کر لی جاہیے، یہ مات اشک گرم اور آہ سرد سے حاصل ہوگی
 یعنی متب زندہ داری اور مالہ درازی سے۔

ادہاں خشک و چہم تر قناعت کن اراک

ہر کہ قانع شد خشک تر متہ بحر و راست

دیگر -

راشک گرم و دم سرد و دکن حے خشک

کہ معتدل تر ایں بیست پہنچ آب و ہوا

عطار نے انسانی زندگی کی بے اعتباری اور بے حقیقتی پر مادر

مصا میں نکالے ہیں، فرماتے ہیں -

قطرہ بین نہ چہد ر عودا بدلتی قطرہ بیعت اگر گم شد اگر دریا شد

معید تعز العجم

دیکھتے ہو یہ تمھارے عریروں ہی کا حوں ہو حاک پر ہایا گیا۔ اس موقع
پر عطار بالکل حیام کی بولی بولے لگتے ہیں -
واں کہ رویتں ہچو گل مسکنتہ لودے، اس راں

اے میری برادر برادر برادر برادر
واں کہ زلفت ہیچو سسل تاب در سرتے

خاک تار کین نہ سرگراشت لے رلف نہ تاب
دیگر

حملہ ریر میں گر حقیقت نگری
چشم دل مار کس ارمودی یک ماں
فکس طرہ مشکین دل یوں شکر است
مردم حتم تاملت کہ ترا ہگز راست

دیگر

از عمار حاک رہ مفتاں سرود دست لے عریر

زناں کہ آں فرق عریراں مد کہ اس جاشد عیار
سوں دلہائے عریراں ست در گل ریختہ

آں ہمہ سرچی کہ می بی بروئے لالہ رار
حملہ ریر میں در حاک رہم ریختہ

دلہائے تادار و دلہائے آمدار

دیگر

صبح در سحر آمد نہ بیت میں آں حم
ہزار مارحم دگودہ کردہ اند مرا
کہ لودہ ام تن مردے مرداں کہا
ہو بد تلخ مراجعہ مرگ تیریں کاہ
(دیواں قلی)

حیام کا یہ انداز عطار کو لے حدیث ہو۔ عریات میں بھی بعض

تا کہ مسمتہ مارع را صوبیے فوطہ پتہ کرد اریئے رہرنی او طرہ یاسمن نگر
 چیز و یا لودیت گل مادہ مدہ کہ عمر مشد چند عم جہاں عوری شادی آہن نگر
 ماکل یا دشاہ وقت تحت ہا در حین لشکر یاب مارع را جیمہ لستر نگر
 ماوشال اور لشکر یاب مارع سے یکا یک مہ موڈ کر پھر وہی قدیمی
 سرود و صا بھیڑ دیا ہی -

لے دل حمتہ عمر تند سحر نہ گیرا جہاں رد گئی بدست کن مردن مردوں نگر
 از سر خاک دستان موج در بلع می زند مرگر رور حاکشاں حسرت تن میں نگر
 فکر کن و بحیمہ دل حال گرتنگاں میں ریختہ زہر جا کہا طرہ پست کن نگر
 از سر خاک دستان سبزہ دید و گئی ماتم غولیتن گیر مردن حوشتن نگر
 غریبات و قصائد کے مقابلے میں اس کی راعیات کا درجہ بلند ہے، تمام
 مختار مہ سترامہ راعی ہر حص میں یا بچ ہر راعیاں ہیں۔ اصل میں چھو
 ہزار تھیں لیکن ایک ہر راعی مصف لے کر دیکھ کر کمال دیں۔ اس کے
 علاوہ چار سو کے قریب اور راعیاں دیواں میں شامل ہیں۔ مختار نامہ
 کلیات کے ساتھ نول کتور کے ہاں چھپ گیا ہے۔
 کامل سے کی تلیق -

گر خاص نہ تو عام می مایود در پختہ نہ تو عام می مایود
 در کفر نہ تمام و در ایمان ہم در ہرجہ در می تمام می مایود
 یہی خیال متوی میں یوں ادا ہوا ہے کہ ایک ترسا۔ ادہ مسلمان ہو گیا
 دوسرے دن سترابی کر مست ہو گیا۔ اس کی ماں لے ملامت کی اور کہا
 کہ اے فرزند تیرے فعل سے حضرت عیسیٰؑ ماحوش ہوئے اور حضرت محمدؐ
 حوش نہیں ہوئے۔

نود و ابود تو یک قطرہ آبست ہی کہ دریا کمار آمد و در دریا شد
(یا صمد علی حال)

خسرو نامہ میں کہتے ہیں۔

درآمد پتہ از لاف سرمست دے روق کوہ قات مست
جو برجست و از اعصاب عدم شد چہ افرو د اندراں کوہ دچہ کم شد
فردوسی کے ہاں یہ خیال بہتر پیرایہ میں ادا ہوا ہے۔

یکے مرغ مرکوہ نشست غاست بر آں کہ چہ افرو دوازاں کہ چہ کاست
تو آں مری دایں جہاں کوہ تست چورنی جہاں را چہ اندوہ تست
(یا صمد علی حال)

مختار نامہ میں یہی مطلب یوں ادا ہوا ہے۔

حلقے کہ درں جہاں یدیار شد در حاک لعامت گرفتار شدند
جدیدیں ہم خود محور کہ ہیچوں من و تو سیار در آمد و سیار شدند
(کلیات عطار ص ۹۹۵ طبع بول کتور)

قصائد اگرچہ اکثر مدح و حکمت و پند و موعظت کے مصداق ہیں
لیکن دلیں کے اشعار میں کسی قدر رنگ بولا ہو اور لطافت گل وریا میں
مصروف ہیں۔

ادنیٰ مال می وزد حلوہ یاسمن نگر دین سحر عشق گل بلبل لعلہ دن نگر
سرہ تازہ دے را لوط حوٹار میں سسل شاح شاح را مورخہ میں نگر
سوسنیہ لطیفہ اہیچو دین بکر میں ماد متابطہ فعل را حلوہ گرہ سن نگر
چیرے سر فگدہ را در عم عمر رمتہ میں سوس شیر حوار را آمدہ در حق نگر
لست شایخ ادعواں طبل نہاں کتادہ میں ماوک چرخ لوتان عجمہ میں نگر

دیگر

قے کہ خواب مرگ سر مار ہمد ماحشر قال دین خود مار رہند
تا کے گوی کہ کس حر مار نہ داد یوں لے حر مار چہ جہرا ز دہند

دیگر

بس عمر عین لے دل سکیں گے گشت بس کا دگر کمر و موس دیں گے گشت
لے مرد و حساب کن تاجہد جیدیں کہ درآمدند و جیدیں گے گشت

دیگر

برستر خاک حشنگاں می سینم در ریر میں ہینگاں می سینم
جیداں کہ نصحر اسے عدم می محرم ما آمدگاں و ردگاں می سینم
حس چیرے اس کی تہرت کو بال پروار دیے ، وہ اُس کی متویاں
ہیں۔ ان میں اخلاق اور قصوف کو لاکر لکھا ہے۔ اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے
کہ حکایات کے بڑے تائق ہیں۔ تمام متویوں میں قدم قدم پر حکایات موجود
ہیں۔ چونکہ غیر معمولی حافظے کے مالک ہیں اس لیے اجبار و قصص ایسا دواپا
و سلاطین و مشاہیر کثرت کے ساتھ مستحضر ہیں اور حکومت یا مسئلہ بیان کرنا چاہتے
ہیں اس کے مناسب حال اس ذخیرے سے حکاس لے آتے ہیں اور لطف
نہ ہے کہ ایک حکایت پر بس نہیں کرتے بلکہ اس موقع کے مناسب متعدد
قصے اور ٹپکے بیاں کر جاتے ہیں۔ قصہ گوئی کا لپکا اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ حمد
و مناجات جیسی مقدس رمیوں میں بھی قصہ نقل کرے سے باز نہیں آتے۔
یہ سب کچھ ہے تاہم ہر شعر صدق و اخلاص اور تاثیر کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔
حمد و مسنت و مساحات ایسی دھوم دھام سے لکھتے ہیں کہ فارسی گویوں میں
کوئی بھی اس کی ٹکڑ کا نہیں۔ اور رسول کے قواعد راہ ہیں۔ روضہ رسول

یکے ترسا مسلمان گشت یرو ر
جو مادرست دید اورا ر ددی
کہ شد آردہ علیؑ رودار تو
عنت وار رہ رقت نکو نیست
مردی رو دریں دیا کہ ہسی
ترعیب عل - رباعی

لے رہ رقت رمور می اندیتی
مرداں جہاں ہرار عالم رقتد
بریت کہ درمور می اندیتی
تو ہر دو قدم ہور می اندیتی
دنگ

توسکاری دنجیں خواہی بود
حکیم حیا م کی تقلید - رباعی

لالہ ررح چو ماہ می سیم مں
داں کاسہ سرکہ بودید ناد غود
سرہ رخط سیاہ می سیم مں
بیانہ خاک راہ می سیم مں

ہر کردہ کہ بخود نہ دہاں مار ہم
مں بھو تو بودہ ام دریں رہ صد مار
گوید نشو تا حرے مار دہم
لے یست ہی گرد مں دے مار ہم

دیگر

ہر درہ کہ در وادی ددر کہسار یست
ار یسر مرگ رشتہ آمار یست

دآں ہر صورت کہ مردے در دیوار یست
ار دے حرور صورت ولدار یست
(کلمات صفحہ ۹۹۵)

دلی آردیاں کرتا کہ میں اُسے رلاؤں۔ چانچہ پہلے عرص کی کہ
 یروں کے بادشاہ کی لڑکی سے مری شادی ہو جائے۔ دوسرے نے
 کہا میں جادوگری سیکھا چاہتا ہوں، کیونکہ اس میں کاہنے والا بڑا طاقتور
 ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ جادو کے ذریعے کبھی پرمدہس حاؤں اور کبھی
 ہاتھی تیسرے درجنے یہ استدعا کی کہ مجھ کو حام جہاں شامل جائے جس
 کے درجے سے دُیا کے تمام راز معلوم کر سکوں۔ چوتھے کی یہ خواہش تھی کہ
 مجھ کو آب حیات مل جائے۔ پانچواں حضرت سلیمان کی انگشتی کا تسبی
 تھا اور چھٹا کیسیا کا طالب تھا۔ غلیہ اس کی ہر خواہش کو ہوا دہوس پر
 مبنی کہ کمرستہ کرتا ہو اور مختلف حکایات سے اُس کے نقائص پر استدلال
 کرتا ہو۔ مثنوی مائیں مقالوں میں ہو اور کلیات عطار کے ساتھ لول کتور
 کے مطبع میں چھپی ہو۔

اسرارنامہ میں مختلف مقالوں میں اس کی تعداد مائیں ہیں ہوتی
 سالک کے لیے عام اخلاقی مبد و نصائح ہیں جو مختلف حکایات پر مشتمل ہیں۔
 حمد و ثناء و منقبات اصحاب اربعہ کے اشعار جو اس مثنوی کے دیباچے میں
 پائے جاتے ہیں، درحقیقت حسر و نامہ کی پہلی اساعت سے تعلق رکھتے ہیں۔
 جب اسرارنامہ تصنیف ہوا یہی اشعار اس کے ساتھ بھی لگا دیے گئے
 بعد میں ایک دوست کی فرمائش پر جس حسر و نامہ کا اختصار کیا تو حمد و
 ثناء وغیرہ کے حدید اشعار کہہ کر اس میں اضافہ کر دیے۔ اسرارنامہ
 پھر اس میں ۱۲۹۸ میں چھپ چکا ہے۔ مطبع والوں نے یہ تم طریقی کی کہ مقببت
 اصحاب ثلاثہ کے تمام اشعار خارج کر دیے۔

مصیبت نامہ آج تک نہیں چھپا۔ میں جس نسخے سے کام لے رہا ہوں

کی یاد میں لکھتے ہیں -

منم در حرقت آں روضہ پاک کہ بر سر می کم از آرزو خاک
اگر روئے در آں میدان در آیم چگوئی ریں خم چو گناں بر آیم
بآہے بگسلم سد جہاں را حوٹے سارم از خاک تو جان

(اسرار مہ صفحہ ۲۷)

مختصر یہ کہ پاکی، پاک اعتقادی اور پاک گوئی اس کا اصلی سہو ہر ہی
اور یہی وصف اُن کے کلام میں نمودار ہے۔

مشہدوں کی زماں بہت صاف اور سلجھی ہوئی ہے۔ عطار حسن تیری سے
نظم لکھتے ہیں اکثر لوگ اس تیری کے ساتھ ترہیں لکھ سکتے۔ اگر فکر و
تلاش سے قلم کو روک کر لکھتے تو بڑوں بڑوں سے ماری لے جاتے۔

صرف حسرت و ناہمہ میں راقلم کو روکا ہے اور لطامی سے ڈانڈا میڈا ملا دیا ہے۔
منطق الطیر میں سارلی سلوک ایسے طلب، عشق، معرفت، استعنا

توحید، حیرت، مفرونا، میاں کی ہیں۔ اس کے لیے پرندوں کا ایک روضی
قصہ لکھا ہے کہ ایک دور پرندے جمع ہو کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ دنیا میں ہر
قوم کا کوئی نہ کوئی پادشاہ ہوتا ہے اس لیے ہمیں بھی کسی کو ایسا یا دستاہ مالیا
چاہیے۔ اس مقصد کے لیے قرعہ انتخاب عشقا کے نام پر پڑتا ہے۔ اب
سارے طیور ہد ہد کی رہنمائی میں عشقا کی تلاش میں نکلتے ہیں اور اس
سفر میں مذکورہ بالا سارلی سلوک ان کو پیش آتی ہیں۔ عطار کی مشہدوں
میں منطق الطیر سب سے زیادہ مقبول ہے اور متعدد ماریچھپ چکی ہے۔

الہی نامہ کے دوراں میں یہ قصہ بیان ہوا ہے کہ کسی حلیفہ کے چچو
فرزند بچے۔ ایک روز خلیفہ لے ملا کر اُن سے کہا کہ تم ہر ایک اپنی اپنی

کیونکہ اس شعر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اشتر نامہ مصیبت نامہ سے بیشتر نظم ہو چکا
ہے۔ حسرو نامہ سر لطیفانی کے وقت عطار نے دیا ہے میں اپنی مشویوں کا
دکر کیا ہے، چنانچہ -

مصیبت نامہ زاد رہرو است الہی نامہ رنج حسرو است
جہاں معرفت اسرار نامہ است بہت اہل دل مغان نامہ است
مقامات طہور اما چنانست کہ مرج عشق را معراج جاست
جو حسرو نامہ را طرے عجیب است رطر او کہ وہ را نصیب است

(حسرو نامہ صفحہ ۵۲ ۵۳ ترجمہ لکھنؤ ۱۹۵۵ء)

اس ہرست میں سب سے اول مصیبت نامے کا نام ملتا ہے، لیکن اشتر
نامہ جو شعر مالاکئی رو سے مصیبت نامے سے اقدم ہے، شامل نہیں۔ جہاں مصنف
نے ایسی اس قدر مشویاں گنائی ہیں، اشتر نامے کو کیسے واموش کر جاتے
اگر وہ اس وقت تک لکھا جا چکا تھا۔

حسرو نامہ عطار کی شاعری کی بہترین مثال ہے وہ ایسے وقت کی یادگار
ہے جو حسب اُن کی شاعری جوان تھی۔ اس کتاب کی دو اشاعتیں ہیں پہلی اشاعت
چونکہ طویل تھی اس لیے ایک دوست کے کہنے پر اس کو مختصر کر دیا۔ اختصار
کے علاوہ اکثر موقعوں پر مناسب اصلاح و ترمیم بھی کی اور حمد و ثناء اور
منقبت کے جدید اشعار لکھ کر شامل کر دیے چنانچہ -

چو او در حق این قصہ مگو گفت حاکم کردم ہی القصہ کو گفت
بروں کردم از آں جا اتھالے بر آور دم ز یک مک فصل ماے
حدایتے و توحیدے گفتم لے از در حکمت سیم ستم
و گھر چیرے طراست را ریاں داشت مگر دایم از طرزے کہ آں داشت
(حسرو نامہ صفحہ ۵۱ ۵۲، طبع نثر مند لکھنؤ)

وہ میرے عزیز دوست پر و فیسر سراج الدین ایم اے ایم۔ او۔ ایل کے ملوکہ کلیات عطار میں شامل ہے۔ عطار کے جس قدر کلیات معلوم ہیں ان میں یہ نسخہ سب سے زیادہ قدیم ہے۔ اس کی تاریخ کتابت سیکھتہ ہے۔ مصیبت نامے میں چالیس مقامات ہیں جن میں سالک فطرت، تمیلاً حاروں و تنگناں عظام عرش، کرسی، لوح محفوظ، قلم بہشت و دورخ آسمان، آفتاب و ماہتاب، اربع عناصر، کوہ و دریا، جہاد و نجات، حیوان و وحوش و طیور، شیطان جن، انسان، ساتوں اشیاء کرام، جس و خیال، عقل، دل اور روح کے یاس جا کر ہر ایک سے فرداً فرداً تلاش حقیقت اور رہبری کا سوال کرتا ہے سب کے سب ججز کے قائل ہوتے ہیں اور روح آخر کار اس کا میٹر یا رکرتی ہے۔ ضمن میں میسوں حکایات نقل کر دی ہیں خاتمے میں اشتر نامہ کی طرف شرفِ ذیل میں اشارہ ملتا ہے۔

سختی، اطلاق، تواجد کشیدہ لطم اشتر نامہ تو لے فرید
یہ شعر ملکہ اس کے ساتھ جو قطعہ ہے اگر اچھا ہو تو کوئی نسخہ نہیں

۱۔ وہ قطعہ حسب ذیل ہے:-

شادمان لے شاہ دیواں سخن	درد دریا سے سخن کہاں سخن
داد داری در سلوک دیر راہ	لاحرم در ملک بھقی ماد شاہ
نامہ اسرار معنی چوں توئی	آسمان ستر را شمس معنی توئی
شوقاں گفت سحر است این حلال	ماوراء مہمکت میں اکمال
لور جاں با در سواد جامہ است	سوز دلہا در مصیبت نامہ است
عنی اطلاق تواجد کشیدہ	لطم اشتر نامہ تو لے فرید
حسد ملک سخن عطار مشد	راکھہ حوشوچوں گل و گلزار شد
روح یا کئی عرق رحمت ماد دور	ہم نہیں وہم دشمنیوں دور

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عطار کے کسی مدارجے یہ قطعہ لکھا ہے اور کتاب لے لکھتے وقت اس کو شامل نہیں کر لیا

عشقِ متنویاں فارسی راں میں لکھی گئی ہیں اس میں حسر و نامہ کو دوسرے
 نمبر پر جگہ ملی چاہیے۔ حسر و نامہ مطبعِ ترمہ لکھنؤ میں (۱۹۲۷ء) چھپا ہے۔
 مطبعِ دالوں نے ایسے اشعار کمال دیے ہیں جو مقمت اصحابِ تلامذہ، امام
 بو حنیفہ و امام تاسعہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کی تعداد اتنی کے قریب ہے۔
 متنویات عطار کے تاریخی مواد سے متعلق بھی یہاں چند الفاظ کہے ضروری
 معلوم ہوتے ہیں۔ عطار مالموم اپنی حکایات ایسے مآخذ سے لیتے ہیں جو تاریخی
 اشخاص اور ان کی سرگزشت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اس لیے اس متنویات
 میں تاریخی دل چسپی کا جدید ذخیرہ موجود ہے۔ مثلاً سلطان محمود غزنوی سے
 متعلق شیخ عطار نے متعدد دفعے ایسے دیے ہیں جس کی رؤسے سلطان کی
 سیرت و اخلاق کے ایسے پہلو پر روشنی ڈالی جاسکتی ہو جس کو اس کے مدحین
 نے ماکل فراموش کر دیا ہے۔ مورخین اُس کی جگہ آرمائی، مقیانی، دی ہوش
 و عزاکے حظ و حال کو بڑے جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں، لیکن اس کے
 ذاتی حالات، حدیثات و حیالات، عادات اور خوں پڑ کوئی روشنی نہیں ڈالتے۔
 نتیجہ اس معاملے میں ایک حد تک ہماری امداد کرتے ہیں۔ اُس کے بیانات
 میں محمود خداترس، درویش دوست، دل سوز، حاکشی کا عادی، میاں
 اور رمدہ دلی کا شائق اسان ہو جو حلال و طہطہ سلطنت کو فراموش کر کے
 نئی زندگی میں عام اسانوں سے سطح مساوات پر ملتا ہے۔ اُس کی تکلیف اور
 مصیبت کا اُس کے دل میں درد ہو اور امداد کرے میں درلج نہیں کرتا۔
 میاں اس قدر ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ لطیفوں اور ٹھیکوں پر دیاروں کی تشلییاں
 لے راقم نے اس سلسلے میں ایک طویلہ مضمون لکھا ہے دیکھو ادبِ کالج میگزین ماست ماہ
 فروری ۱۹۲۵ء۔

اس مثنوی میں قصہ روم کے فرزند ہزارہ حسرو اور حور شاں کی بہرہ ریزی
 گل رُوح کے عشق کا قصہ ہے حسرو عین ولادت کے وقت اُس کی سوتیلی والدہ
 کے خوف سے اُن کے آغوش سے جدا کیا جا کر ایک وفادار کیر کے ساتھ
 رحمت کر دیا جاتا ہے۔ یہ دایہ حور شاں پہنچ کر فوت ہو جاتی ہے تو ایک اصحاب اس کی
 پرورش لینے دیتے لیتا ہے، خسرو بہت حلد دانی حور شاں کے فرزند ہرام کا چلیں
 اور ہم مکتب ہو جاتا ہے۔ ہرام کی بہن گل رُوح حسرو پر عاشق ہو جاتی ہے۔ جس گل رُوح کی
 کی شادی والی اصہبان کے ساتھ ہو جاتی ہے حسرو اصہبان پہنچ کر گل رُوح کو لے کر دربار ہو جاتا
 ہے۔ دانی اصہبان حسرو کو گل رُوح کے داپس لانے کے لیے نقیب کرتا ہے جس
 موقع پاکر گل رُوح کو چیرا کر ایک صندوق میں قید کر دیتی ہے اور صندوق لے کر
 اصہبان کے ارادے سے روانہ ہوتی ہے۔ راستے میں دریا میں طرہاں آتا ہے
 و رکتی ڈوب جاتی ہے، صندوق ایک چپس کا ماہی گیر دریا سے کال لیتا ہے
 ل رُوح اس طرح بچ کر اور کئی مصیبتیں جھیلنے کے بعد سہا چپس کے محل میں
 پہنچ جاتی ہے اور کافور کی معرفت حسرو کو اپنی موجودگی کی اطلاع دیتی ہے۔ حسرو
 اُن کو لینے کے لیے آ جاتا ہے اور اُن کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ اس قصے کے ضمن
 میں مصنف نے مزم و رزم، دریا، پہاڑ اور جریروں کے مطر حوس بیان کیے
 ہیں۔ شمع عطار جو اور تصانیف کے دوران میں محض ایک صوفی ماصفا اور زاہد
 یک کے لباس میں نظر آتے ہیں، اس مثنوی میں ایسی طبعیت کی رنگینی
 شہل کی ملدی کا ایک اعلیٰ نمونہ دیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ انھوں نے
 اپنی شاعری کا معیار اس نظم میں اس قدر ملد کر دیا ہے کہ ہم اس تصنیف
 غیر کسی پس زمین کے لطافت کی شیریں و حسرو کے پہلو میں جگہ دے سکتے
 ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ ساتویں صدی بھری تک جس قدر

محبوب بادیا تھا ملکہ اس کے یہی حسد اذہ اعمال تھے جنہوں نے وفات کے بعد بھی اس کی یاد کو تازہ اور اس کے نام کو محترم بنا دیا تھا۔
محمود اور ایار کے قصے جو سلجوقی عہد کے بعد فارسی ادبیات میں عالمگیر شہرت حاصل کر رہے ہیں ان میں سے اکثر کے راوی شیخ عطاسار ہیں۔ خود مولانا سے روم نے ایک سے رائد حکایت عطار سے لی ہو ملکہ ایک موقع پر تو حوالہ بھی دے دیا ہو۔

شعرا کے متعلق بھی عطاسار بعض حدید اطلاق ہم پہنچاتے ہیں۔ فردوسی کے سلسلے میں اُن کے ہاں دوہیاں ہیں۔ پہلا یہ کہ سلطان نے شاہنامے کے صلے میں بیل باران نام محتا لیکن شاعر نے بلند حوصلگی کی نایر تول نہیں کیا۔

اگر محمود اجار عجم را مداد آں بیل و لشکر داں درم را
اگر تو شعر آری فیل دارے نہ یابی یک درم در دروگرارے
چہ آں گر میل دانش کم نہ ازید بر خاوعقا سے ہم نہ ازید
نہے بہت کہ شاعر داشت آنگاہ کموں سگر کہ چوں برگشت از راہ

(الہی نامہ۔ کلیات صفحہ ۹۳۳، بول کشور)

دوسرا یہ ہے کہ شیخ الکا بر شیخ الواقام طوسی نے فردوسی کے حاتمے کی نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ رات کو شیخ نے خواب میں دیکھا کہ فردوسی بہشت میں موجود ہے۔ شیخ کو بڑی حیرت ہوئی یو چھا کہ تمھاری بخشش کیوں کر ہوئی۔ فردوسی نے خواب دیا کہ ایک شعر توحید کی نایر بخش دیا گیا۔

اسی واقعے کی طرف ایما کرتے ہوئے حاتمہ مصدق نامہ میں لکھا ہے۔

می ساید مستد سجد اند مذور ہجو فردوسی رہیتے در تنور
ہجو فردوسی فتح حواہم کساد چوں سنائی لے طبع حواہم کساد

رسماتا ہے۔ اُس کے کاں نصیحت سے کے لیے ہر وقت آمادہ ہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ
 اسل اس بڑے آدمی کو کڑوی کڑوی مائیں ساسکتا ہے۔ بہرام گور کی طرح
 شکار کالے حد سائق ہے۔ صحراؤں میں شکار کے چھے گھوڑا ڈال دیتا ہے اور شکر سے
 جلا ہو کر کہیں کا کہیں بھل جاتا ہے۔ دیہاتیوں اور صحرائیوں کا ماحولہ وہاں مٹا ہے
 کبھی کسی بوڑھے حاکم کی امداد کے لیے حوسساں بیاں میں گدھے پر کٹے
 لادے کے واسطے کسی ہمدرد اسل کی مدد کا منتظر ہے، رٹھتا ہے، کاسٹوں
 میں ہاتھ ڈالتا ہے اور گدھے پر رکھوا دیتا ہے۔ کبھی کسی صلیف عورت کی ورنی
 گناہ جو سر میریے جا رہی ہے اور تھک گئی ہے، لے کر اپنے گھوڑے پر رکھ
 لیتا ہے، پھر ٹھہرا کے چھیڑنے کے لیے گھوڑا تیسر کر دیتا ہے۔ بڑھیا پیچھے
 رہ جاتی ہے، غل میاتی ہے اور سلطان کو روز قیامت اور یل صراط کی یاد دلاتی
 ہے۔ محمود یہ ڈالے والے الفاظ شکر سہم جاتا ہے۔ کبھی کسی ماہی گیر لڑکے
 کے ساتھ نصف کا شریک س کر مچھلی کا شکار کھیلتا ہے اور دوسرے دن
 لڑکے کو بٹوا کر اپنے برابر تخت پر بٹھا لیتا ہے۔ کبھی کسی بوڑھے بہرم ورت
 سے جا کر حدود ہیزم خریدتا ہے، بوڑھا لکڑیوں کی قیمت ”دو جو سیم“ مٹاتا ہے۔
 محمود سونے کے سکوں کی پھیلی سے ایک ایک سکہ نکال کال کر بوڑھے کے
 اٹھ پر رکھتا جاتا ہے اور پوچھتا جاتا ہے کہ اس میں سے کون سا سکہ ”دو جو سیم“
 مے برابر ہے۔ بوڑھا سر ہلاتا جاتا ہے اور ہر سکہ کو بٹا سٹاتا ہے۔ آخر سلطان پھیلی
 مینک کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اچھا یہ پھیلی لے جاؤ اور لیے ”دو جو سیم“
 لے کر مافی کل واپس کر دیا۔ شیخ ابو الحسن خرقانی سے ملے جاتا ہے اور اس
 لے ساتھ بھی شو جوں سے باز نہیں آتا۔ ان حکایات پر لڑنے والے سے
 کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ محمود کی شتیر ہیں حتیٰ جس کے کارناموں نے اسے

رہ کر علم دارم صد گنت مس دروہ بادہ ام اسرار لب میں
لیکن دولت شاہ اور صاحب ہفت اقلیم نے صرف چالیس کتابیں اور رسالے
اس کی طرف منسوب کیے ہیں۔

دولت شاہ نے شیخ کی مصنفات کے نام دیے ہیں۔

- | | | |
|--------------------|------------------|----------------|
| (۱) تذکرہ الاولیاء | (۲) اسرار نامہ | (۳) الہی نامہ |
| (۴) مصیبت نامہ | (۵) استر نامہ | (۶) مختار نامہ |
| (۷) جوہر الدات | (۸) وصیت نامہ | (۹) مطلق الطیر |
| (۱۰) بلبل نامہ | (۱۱) گل و ہرمر | (۱۲) سیاہ نامہ |
| (۱۳) ہیلار نامہ | (۱۴) احوال الصفا | (۱۵) حیدر نامہ |

صاحب ہفت اقلیم نے دیل کی ہرست دی ہے۔

- | | | |
|------------------|-----------------|-----------------------|
| (۱) الہی نامہ | (۲) اسرار نامہ | (۳) مصیبت نامہ |
| (۴) وصلت نامہ | (۵) بلبل نامہ | (۶) پند نامہ |
| (۷) خواہر نامہ | (۸) لے سر نامہ | (۹) خسرو نامہ |
| (۱۰) ولد نامہ | (۱۱) حیدر نامہ | (۱۲) استر نامہ |
| (۱۳) جوہر الدات | (۱۴) مہر العائت | (۱۵) مطلق الطیر |
| (۱۶) گل و ہرمر | (۱۷) سترج القلب | (۱۸) تذکرہ الاولیاء |
| (۱۹) احوال الصفا | (۲۰) دیواں | (۲۱) لسان الیب (اگرچہ |

ہرست میں نام شامل ہیں، لیکن استحباب کلام دیا ہے)

قاصی نور اللہ شومتری کے ہاں یہ نام آتے ہیں۔

- | | | |
|----------------|---------------|---------------|
| (۱) مطلق الطیر | (۲) الہی نامہ | (۳) بلبل نامہ |
| (۴) مہر العائت | ————— | |

را لعمہ ست کعب القصداری کے دردناک حالات سے متعلق حورو وکی کی معاصر شاعرہ ہر عطار ہم کو ماکمل حدید اور تفصیلی اطلاع دیتے ہیں۔

(دیکھو الہی مامہ صفحہ ۱۸ ۱۹۲۷)

علی ہذا فر الدین اسعد گرگانی اور سب تالیف دیں و راہیں کے سلسلے میں الہی مامہ صفحہ ۲۱-۲۰ میں ایک دل چسپ حکایت آتی ہے جو ہمارے لیے حدید معلومات کا حکم رکھتی ہے۔

شعرا میں اردنی، الوری، ہنبانی، عصری اور حاقانی کا نام مصیبت مامہ میں آتا ہے۔ ان کے علاوہ سلطان سحر، اس کی بہن صفیہ، نظام الملک، سواجہ رکن الدین اکاف سے متعلق ان کے ہاں جدید اطلاع موجود ہے اور تاریخ کے حالات و مقولات کے لیے یہ متنویاں بے حد ضروری ہیں۔

تصنیفات شیخ فرید الدین عطار

شیخ عطار کی تصنیفات کی نامت عجب و عریب بیامات دیے گئے ہیں۔ بعض نے ایک سو کتناہوں کا ان کو مالک مانا ہے۔ سب سے قدیم یہاں وہ ہے 'سومقار العروج' تالیف سنہ ۶۸۸ھ میں لکھا ہے، وہ ہندو۔
حداد بدین دوشہ صد مخلص ہمہ علی کہ او مادر مخلص
تین صمیر بخت کی طرف راجح ہے۔ 'مہلر العوائف' میں بھی یہی تعداد
تائی گئی ہے، چاہے -

لے تفصیل کے لیے دیکھو اورٹیل کارل میگرین نامت ماہ مئی ۱۹۳۵ء جہاں راقم
لے راپہ میر ایک علیحدہ مضمون لکھا ہے۔

- (۱۰) ہفت دادی (۱۱) اشتر نامہ (۱۲) پید نامہ (۱۳) دیوان -
 کلیات کے علاوہ اس کتب خانے میں یہ کتابیں اور ہیں :-
 (۱۴) اسرار نامہ (۱۵) طلس نامہ (۱۶) بے سر نامہ (۱۷) وصلت نامہ -
 اسی کتب خانے کے فہرست نگار مولوی عبدالمقتدر صاحب نے دیل کی
 فہرست علیحدہ دی ہے -

(۱) اسرار نامہ	(۲) الہی نامہ	(۳) مصیبت نامہ
(۴) حوہ الدات	(۵) اشتر نامہ	(۶) مختار نامہ
(۷) حیدر نامہ	(۸) بے سر نامہ	(۹) سیاہ نامہ
(۱۰) مطلق الطیر	(۱۱) گل و ہرمن (یا) خسرو نامہ (۱۲) پید نامہ	
(۱۳) وصلت نامہ	(۱۴) وصیت نامہ	(۱۵) طلس نامہ
(۱۶) اسرار الشہود	(۱۷) گل و خسرو	(۱۸) مہر الحقائق
(۱۹) حیا نامہ	(۲۰) کسر الحقائق	(۲۱) ہفت دادی -
(۲۲) لسان الیقین	(۲۳) مفتاح الفتوح	(۲۴) مصور نامہ
(۲۵) کسر البحر		

اڈیا آفس لائبریری کے ایک کلیات سری ۳۱ میں متوازیات دیل

شامل ہیں :-

(۱) اشتر نامہ	(۲) خسرو و گل	(۳) طلس نامہ
(۴) پید نامہ	(۵) مطلق الطیر	(۶) ہفت دادی
(۷) بے سر نامہ	(۸) کسر الاسرار	(۹) دیوان
(۱۰) وصلت نامہ	(۱۱) مفتاح الفتوح	(۱۲) اسرار نامہ
(۱۳) کسر الحقائق	(۱۴) الہی نامہ	(۱۵) مصیبت نامہ

حاجی حلیہ کے ہاں دیں کی کتابیں ہیں -

- | | | |
|------------------|--------------------|-------------------|
| (۱) اسرار نامہ | (۲) الہی نامہ | (۳) لمبیل نامہ |
| (۴) پند نامہ | (۵) تذکرۃ الاولیاء | (۶) حوہ الدات |
| (۷) حیدر نامہ | (۸) حسرو نامہ | (۹) شتر نامہ |
| (۱۰) مطلق الطیر | (۱۱) مصیبت نامہ | (۱۲) مظہر العجائب |
| (۱۳) وصلت نامہ - | | |

ڈاکٹر اسپرنگر کی ہرست کتب خانہ (دو حصے) میں یہ کتابیں مذکور ہیں :-

- | | |
|---|--|
| (۱) دیوان | (۲) حقائق المخواہر، اس کا یہاں شعر ہے :- |
| لے حدائے ستر ہر اسان توئی کاشف راز حقائق حان توئی | |
| (۳) لے سر نامہ | (۴) مصیبت نامہ |
| (۵) اسرار التہود | (۶) حوہ الدات |
| (۷) حسرو نامہ کبیر | (۸) شتر نامہ |
| (۹) حسرو نامہ صغیر | (۱۰) مظہر العجائب |
| (۱۱) مطلق الطیر | (۱۲) طلل نامہ |
| (۱۳) وصلت نامہ | (۱۴) کسر الحقائق |
| (۱۵) حیاط نامہ | (۱۶) ہفت وادی |
| (۱۷) الہی نامہ | (۱۸) اسرار نامہ |

گیارہویں فرس ہجری کا ایک کلیات کتب خانہ مالکی پور پٹنہ میں ہے، جس

میں حسب ذیل کتابیں ملتی ہیں :-

- | | | |
|---|------------------|----------------------------------|
| (۱) حوہ الدات | (۲) مظہر العجائب | (۳) مطلق الطیر |
| (۴) علاج نامہ (نام منظور نامہ - (۵) مصیبت نامہ (۶) لسان العجب | (۷) حیاط نامہ | (۸) مفتاح الفتوح (۹) کسر الحقائق |

سہ ۱۲۸۹ ہجری میں دول کشور نے حوکیات چھاپا ہے، اس میں کتب ذیل

شامل ہیں۔

- (۱) جوہر الدات (جلد اول صفحہ ۲-۲۹۸، ایضاً جلد دوم، صفحہ ۳-۵۸۲)
- (۲) ہیلان نامہ، صفحہ ۵۸۲-۷۷ (۳) الہی نامہ، صفحہ ۶۷۷-۹۳۳-۹
- (۴) مختار نامہ صفحہ ۹۳۶-۹۴۷-۱ (۵) منطق الطیر، ۵۰-۱۱۶۵
- (۶) ملل نامہ، صفحہ ۱۱۶۸-۱۱۸۳ (۷) تربیت الاحباب، صفحہ ۱۱۸۶-۱۱۹۵
- (۸) مفتاح العقوب، صفحہ ۱۱۹۸-۱۲۲۱ (۹) لے سرنامہ، صفحہ ۱۲۲۳-۱۲۲۹
- (۱۰) پند نامہ، صفحہ ۱۲۳۲-۱۲۵۷

کتب حاشہ آصفیہ، حیدرآد کی ہرست میں عطار کی ایک اور تصنیف ملتی ہے، اس کا نام آغاز عشق ہے۔ مطبع میحائی نے ایک اور مثنوی موسوم بہ اسرار نامہ طبع کی ہے۔

اس طرح عطار کی تصنیفات کی ہرست حسب ذیل ہوئی۔

- (۱) آغاز عشق (۲) اسرار نامہ (۳) اسرار نامہ (مطبع میحائی پریس)
- (۴) اشتر نامہ (۵) اسرار الشہود (۶) احوال الصفا (۷) الہی نامہ
- (۸) لے سرنامہ (۹) ملل نامہ (۱۰) پند نامہ (۱۱) تذکرۃ الاولیاء
- (۱۲) جوہر الدات (دیا) جوہر نامہ (۱۳) علاج نامہ (دیا) مصور نامہ۔
- (۱۴) حقائق الجواہر (۱۵) حیدر نامہ (۱۶) خسرو نامہ (دیا) نکل و ہرم۔
- (۱۷) حیاط نامہ (۱۸) دیوان (۱۹) سیاہ نامہ (۲۰) شرح القلب۔
- (۲۱) کسر الاسرار (۲۲) کسر اللہ (۲۳) کسر الحقائق (۲۴) لسان العیب
- (۲۵) منطق الطیر (۲۶) مصیبت نامہ (۲۷) مختار نامہ (۲۸) مظهر الحقائق
- (۲۹) مفتاح العقوب (۳۰) تربیت الاحباب (۳۱) وصیت نامہ

(۱۶) لسان الیب (۱۷) حوہ الدات (۱۸) مہر العائب -
اسی کتب خانے میں ایک شہ عطارؒ ہے، اس کی تاریخ کتابت ۸۵۶ھ
۷۸۹ھ ہجری کے درمیان ہے۔ اور مثنویات دیل پر شامل ہے:-

(۱) استر نامہ (۲) اسرار نامہ (۳) حطہ الہی نامہ
(۴) بلبل نامہ (۵) مصیبت نامہ (۶) وصلت نامہ

پر دھیر سراج الدین (آذر) کے کلیات میں یہ کتابیں ہیں -

(۱) حوہ الدات برتن (۲) دیوان بر حاشیہ (۳) مختار نامہ، حاشیہ
(۴) دیباچہ گل دہر مز، اشاعت اول (حاشیہ) (۵) مطلق الطیر، حاشیہ
(۶) ہیلان نامہ، متن (۷) اسرار نامہ، حاشیہ (۸) استر نامہ، متن
(۹) الہی نامہ، حاشیہ (۱) مصیبت نامہ، متن (۱۱) وصلت نامہ، حاشیہ
حاشیہ کے اشار نقل ہوئے سے رہ گئے ہیں (۱۲) گل دہر مز، متن
(۱۳) بلبل نامہ، حاشیہ (۱۴) نزہت الاحسا، حاشیہ (۱۵) محتاج العتوق
حاشیہ صرف دیا چہ مقول ہے۔

عطار کے معلومہ کلیات میں یہ نسخہ سب سے قدیم ہے اور صحت کے اعتبار
سے متوسط درجے کا ہے۔ اس کی تاریخ کتابت ۸۵۶ھ ہجری ہے۔

۸۵۶ھ عطار، (میمہ ہرست کتب فارسیہ برٹش میوزیم لائبریری)
سہ ۸۸۹ھ ہجری کا نوشتہ ہے، اس میں یہ کتابیں داخل ہیں -

(۱) مختار نامہ (۲) الہی نامہ (۳) مطلق الطیر (۴) مصیبت نامہ
(۵) اسرار نامہ (۶) وصلت نامہ -

۸۵۶ھ ہرست ادبیات میں نمبر ۱۲، صفحہ ۶۱۸ -

۸۵۶ھ نمبر ۲۳۶، صفحہ ۱۵۹

معاذ کہ اس کا نام 'آمار عشق' کیوں رکھا گیا۔

(۲) اسرار الشہود

ڈاکٹر اسپرنگر ہرست نگار کتب خانہ اودھ اور مولوی عبدالمقصد صاحب ہرست نگار کتب خانہ ماکی پور اور مطبع حادیم التعلیم لاہور (حصوں کے ۱۸۹ء میں اس کو طبع بھی کر دیا ہے) عطار کی تصنیف یاں کرتے ہیں اور بعض قلبی لہجوں میں بھی عطار کی طرف منسوب ہے، لیکن صیح یہ ہے کہ شیخ شمس الدین محمد لاہجی اسیری نور بخشی شارب گلشن راز کی تصنیف ہے جو سید محمد نور بخش کے مرید ہیں۔ یہ کتاب سہ ۸۴۲ھ کے گرد و پیش میں لکھی گئی ہے۔ مطبوعہ کتاب کے صفحہ ۹ پر علیحدہ عنوان کے تحت میں مصنف اپنے پیر کی مدح متروک کرتا ہے جس میں اشارہ دیا آتے ہیں۔

آں محمد مام عیسیٰ مرتبت ملک معنی را سیلماں مرلت
آمدہ ارعیب مامش نور بخش لودجوں جو رستید مامش نور بخش
صفحہ ۱ پر ایک تقریر میں اس کا تخلص اسیری موجود ہے۔
ہر یکے در دور خود گشتہ حید یوں (اسیری) دیدہ آرا دی رقیب

صفحہ ۹۲ پر ایک حکایت میں مصنف ایسے بعض حالات دیتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حب حدیث عشق الہی اس پر غالب آجاتا ہے، ایک انداز

۵۲ ہرست صفحہ ۴۴

۳۸ ہرست صفحہ ۳۸

۳۵ فرد نور بخشی رید و میر محمد شمع ایم اے نے ایک ہمایہ ماحصلانہ مسموں دہلی کالج میگزین (مارت سہ ۱۹۲۵ء) کے پہلے اور دوسرے سرمیں لکھا ہے تین لے سہ اسی مسموں سے حاصل کیا ہے۔

(۳۲) وصلت نامہ (۳۳) دلد نامہ (۳۴) ہیلانج نامہ (۳۵) ہمت وادی۔
 مذکورہ بالا مختلف ہرستوں سے یہ امر منکشف ہوتا ہے کہ تیج عطار کا کلام
 خود اُس کے اپنے زمانے میں مدون نہیں ہوا تھا۔ اس کی وراثت ایسے زمانے
 میں ہوئی جب کہ چنگیزی طواغیران کو زیر و بر کر رہا تھا، اس لیے اس
 ہند میں بھی اس کے جمع کیے جانے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ آٹھویں صدی
 کی کوئی چیز کسی کتب خانے میں موجود نہیں، دسویں صدی کی متعدد چیزیں ملتی
 ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ہند میں عطار کی تصنیفات اہل دوق جمع
 کر لے گئے ہیں۔ اور جو مکہ کوئی قدیم کلیات موجود ہیں، اس لیے ایسے ایسے
 مجموعوں میں مختلف مثنویاں جمع کر رہے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس مجموعوں
 میں مختلف چیزیں شامل ہو گئی ہیں۔ کلیات ایک طرف، شتے اور بیچے ایک
 دوسرے سے نہیں ملتے نہ اُن میں کسی ترتیب کا لحاظ ہو جیسا اور شعرا کے کلیات
 میں دیکھا جاتا ہے۔ اس انتشار اور استری کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ عطار کے کلیات
 میں دیگر شعرا کی تصنیفات ہوا شامل ہو گئیں۔ دوسرا یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے
 حاص حاصل مقاصد کو مد نظر رکھ کر اپنی تصنیفات تیج کے کلام میں شامل
 کر دیں۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ایک سرسری نظر ایسی کتابوں پر ڈالی جائے
 میرا تبصرہ ان کتابوں پر محدود ہوگا جو میری نظر سے گزر چکی ہیں۔

(۱) آغاز عشق

کتب جامعہ آصفیہ، حیدرآباد دکن کی ہرست میں یہ کتاب درج ہے
 جس کا نمبر ۱۵۵ ہے ہرست نگار نے اس کا نام ”آغاز عشق“ رکھا ہے، حقیقت
 یہ کوئی نئی مثنوی نہیں ہے بلکہ عطار کے حسرو نامہ کا ابتدائی حصہ ہے۔ ایک

سام آں کہ حیاں را لور دیں داد حرد را در خدا دانی یقیں داد
ملکہ یہ اور اسرار مامہ ہی جو کھر دل سدس میں ہی، اس کے پہلے دو شعر ہیں
اعتناح ماہما از مام تو ہر دو عالم حردہ لوستن ارحام تو
آں خداوندے کہ در عوض خود ہر ماں خود را نہ بستے واسطہ
اور حاکمے کامیت ہی -

دیدہ حق میں اگر بودے مرا اور ح اور ہر درہ سمودے مرا
یہ کُل آٹھ صھوں کا رسالہ ہی اور ۱۲۶۱ھ میں مطبع مسیحائی میں مجید
چکا ہی، اُستادانہ کلام ہی۔ مسائل تصوف کو مختصر اچھیڑا گیا ہی کہ دیبا میں خدا
کے سوا کچھ نہیں۔ درات عالم اُس کے مرآت میں اور اسی کے متن میں بت
ہیں۔ عمر و اکسار را در راہ عشق ہی، طالب کو ہشت ہشت اور کو میں سے
کوئی سر دکا رہیں۔ اردوئے معنی الساں حیاں عالم ہی اور اُس کا دل لوح
معصوم ہی اور ظلمات کا روح الساں ہی اور الساں ہی مقصود عالم ہی۔ اس
اگر ایسی حقیقت تساحت کرے تو کائنات کی حقیقت معلوم کر سکا ہی۔ دل
حام حم اور عرق رحمانی ہی، عشق کیا ہی، یہی قطرے کا دریاس حاما
عشق چودہ نظریہ دریا ساحت از دو عالم ما خدا پر داحت
شیخ عطار کے قائلے میں اس کی رماں زیادہ صاف اور بھی ہوئی ہی۔
محض اہل مطبع کی ہتھادت یہ اس کو عطار کا کلام نہیں ماما حاسکتا، کیونکہ
نہ وہ کسی کلیات میں شامل ہی اور نہ کوئی تذکرہ نگار اس کا ذکر کر رہا ہی علاوہ
ہیں حاجی حلیفہ عالم اسی مقوی کو مولا مالال الدین رحمائی کی طسرف
منسوب کرتا ہی۔

(کتف الطوبی ص ۹۵ جلد اول طبع مہر سلاطین پوری)

سے ایسے، آئیدہ بیر سید محمد نور بخش کا ماہ جس کو انصہاں سے روانہ ہوا ہے۔
 صبح دم یہاں رخصتیں، افراتفرات کا کھنکھاتہ صداق و صفا
 آدم بیروں، رہسرا انصہاں ایک سب تہا یہ یاد ہر آں
 تاما ادوستاں لے مرد مالو آئید دکارم بدستود
 مصنف یہ سفر سورہ ماہ رحب ۸۴۲ء کو سنیا کر تہا ہے۔
 سال تاریں بود لے کیف و کم ہشت صد و چیل و دود لے مین و کم

(صفحہ ۹۴)

سید محمد نور بخش مانی رقتہ نور سید (سنہ ۹۵۰ ہجری و ۸۶۹ شمسی)
 تائیں میں ولادت پاتے ہیں اور عوامہ آٹھ ستانی کے فرید ہیں، سوسیدہ ملی ہمدانی
 کے فرید تھے۔ عوامہ نے آپ کو "نور بخش" کا خطاب عطا کیا، حلاں میں ایک
 ہنگامے کے موقع پر حلیفۃ المومنین ساد نے جالے یر شاہرج یاد شاہ لے آپ
 کو ہرات میں قید کر دیا، ۸۶۲ھ میں آپ نے بھاگ کر اس قید سے رہائی پائی
 اور ایک عرصے تک لعدا لصرہ اور کردستان میں سیاحت کے بعد آپ نے
 لیلان میں سکونت اختیار کی اور شاہرج کی وفات یر ری تشریف لے
 آئے جہاں تاجیں دفات قیام پذیر رہے۔

(۳) اسرار نامہ

یہ وہ اسرار نامہ ہیں جو عطار نے سحر ہرج سندس میں لکھا ہے
 و عام ہرستوں میں اس کا افتتاح یہ ہے۔

۵ یر و میر اور کے کلیات میں پہلے دو شعر ہیں۔
 سام آن کہ ار خاک آدمی کرد
 جہاں داری کہ حاں را اور دیں دل
 رکنے درد دے آدمی کرد
 مرد را در عدا دلی، یسر، داد

’مام وے‘ ہی۔

اس مثنوی میں حمد و نعت کے بعد حضرت علیؑ کی مقصدت علیحدہ عنوان سے چلتی ہے۔ ”سب نظم کتاب“ میں شاعر کہتا ہے کہ ”سرے چند دوستوں نے اسرار طاعت کے متعلق مجھ سے سوالات کیے“ میں نے ان کی ہم کے مطابق حوامات کو نظم کر دیا اور اس کا نام کمر الحقائق رکھ دیا۔ میرا مقصد نظم کہنے سے اظہار لیاقت نہیں۔ چھوڑا کہ عرصے میں جب کہ سہ ۹۷ بھری تھا، یہ کتاب ختم ہوئی

مرامقصد و ادب حر معرفت بیست جدا فائد کہ اظہار صفت بیست
رہجرت ہر مقصد دہ شد، بہادرم اسکتش رائے شش مہ نظم وادوم

اس مثنوی کے بعض زیر بحث عنوان یہ ہیں۔

تحقیقِ ایمان و اسلام۔ شہادت۔ طہارت۔ صلوٰۃ۔ رکوٰۃ۔ روزہ
مح۔ جہاد۔ نفس۔ شیطان۔ عشق۔ دُیا۔ بہشت و دوزخ۔ حال۔ طبعی و
دخال۔ تساحت و تحقیق۔ عہد ہمدی آب حیواں صراط و غیرہ۔
لسمہ ہداہر دالہ کلمات میں سہ ۱۲۸ بھری میں نسل ہو اٹھا، جیسا کہ
ورق ازل کے صفحہ الف کے ایک فقرے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے
مصنف کا نام اسی صفحے میں عبارت دہل میں یوں لکھا ہے۔

”کمر الحقائق پہلوں محمودس یوریا سے دلی“

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا نام پہلوں محمود ہے۔ عبارت
مقولہ مالاکا رانم حواہ محب اللہ ہو جس کی ہر اس ہی لگی ہوئی ہے یا کوئی
ادرتخص، مگر اس میں شک نہیں کہ وہ مصنف کی شخصیت سے بخوبی واقف
تھا، کیوں کہ اس مثنوی کے ساتھ ہی مثنوی ”گلشن راز“ اسی کلمات کے

(۴) کنز الحقائق

اکثر تذکرہ نگار اس تصنیف کے متعلق خاموش ہیں۔ نویں صدی کے کلیات میں شامل ہیں، لیکن دسویں اور گیارہویں قرن ہجری کے کلیات میں موجود ہی جیسا کہ لیجیے اڈیا آفس کی ہرست میں اور ریو برٹن میوزیم کے صمیمہ ہرست کتب فارسی میں اور مولوی عبدالمقدر حاکم کی یورپی ہرست میں اس کو عطار کی تصنیف مانتے ہیں اور شریل افتتاحیہ یا کرتے ہیں۔

سام آں کہ حال را لور دیں داد حمد را در خدا دانی یقین داد
لیکن یہ شعر اسرار ماثم عطار کا افتتاحیہ ہی ڈاکٹر اسپرنگر نے کتب خانہ ادبہ کی ہرست میں اور آیونوف نے ایشیاٹک سوسائٹی منگال کی ہرست میں بیت دہل افتتاحی لکھا ہے۔

سام آں کہ ماضی کرد و طاہر کسر الحقائق کا سرے یاس بھی ایک نسخہ ہے، جس کا پہلا شعر اسپرنگر در آیونوف کے نقل کردہ شعر کے مطابق ہے۔ ہرست نگاروں نے اسی کتاب کا ایک اور شعر نقل کیا ہے یعنی۔

یوگتم اندر و جیدیں دقائے ہبادم نام او کسر الحقائق
شعر خفیف سے اختلاف کے ساتھ میرے نسخے میں موجود ہے پہلے مصرع
ں 'اندرو' کی بجائے 'اندیں' اور دوسرے میں 'نام او' کی جگہ

۵ صفحہ ۶۱۵، سر ۱۳۱ ۵۴ سر ۲۳۵، صفحہ ۱۵۹

۵ صفحہ ۶۸ ۵۴ صفحہ ۳۵۶ ۵۵ صفحہ ۲۱۲، سر ۴۴

گر در صف مامور یہ گیر دھائے آں موریہ شیر گرد دار دولہا
(حد سوم صفحہ ۹۱)
مذکورہ بالا دوحہ کی مایہ اس کتاب کو عطارؒ کی تصنیف ہیں ماما حاکما۔

(۵) مفتاح الفتوح

اکثر کلیات میں موحہ دہی اور تمام ہرست بھکار عطار کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن مرزا محمد اس عہد الوداع فریدی دیا ہے مذکورۃ الاولیاء عطار، طبع پورب میں، اڈیا آفس کے ایک نسخے سے جس کا نمبر سہو ۵۵۹ دیتے ہیں، اشعار دہل لعل کر کے بیاں کرتے ہیں کہ وہ کسی ریکانی کی تصنیف ہی۔

سال شش صد ہشتاد و دو چار ہنور سال را بد آفسر کار
رد و الحجہ گزشتہ مذکورہ و سج کہ مدوں کردم اور دفتر میں گنج
(صفحہ ۱۰)

”مفتاح الفتوح“ در اصل عولیا س کے ایک مجموعے کا اسم ہے جس کو ریکانی مذکور سے ایک مخطوط دیا ہے اور اس تعلق کے ساتھ کہ وہ تیج عطار کے روحانی میصاں اور انھیں کے طرہ میں لکھ رہا ہے، مانع کیا ہے۔ اس کا
سلہ والہ استانی رصاص السوا میں پہلاں صود کے متعلق مان کر اس کو ان کا مخلص قتالی ہے، یہ مضمون کی تعلیم میں کسی کیری لڑا سالیہ سالیا ماصد ستانی کے ساتھ ریا صمد رومانی میں حی سب کے سر کردہ اور فی کامل سے اصل میں اور گئے سے تعلق رکھتے ہیں مسودہ کی نمبر ۳۰۰ میں تصنیف کی ہے ۲۱، ۲۲، ۲۳ میں استعمال کیا اور یوں عارم میں ۱۰ ہیں
۲۵ روہرہ سہ اور اس کے سورہ کی کیا میں ۱۰، ۱۱، ۱۲ میں۔

تلم کی لکھی ہوئی تختی ہے۔ اس پر محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ دراز من محمود چستری دسمبر ۱۷۷۱ء ہجری میں در لطم ستمہ "مادہ دیکھ دو" میں بتویوں میں مصصین کا نام 'محمود' عام ہے۔ اور دولوں اسی زمانے سے تعلق رکھتی ہیں لیکن وہ معاملہ نہیں کرتا پہلے کو پہلوں محمود کہا ہے اور دوسرے کو محمود چستری۔

کراہتوں کے متن کی ہدایت بھی محمد اللہ کے بیان کی سید ہے۔ مصنف نے ایک سے زیادہ موقع پر ایسا نام محمود دیا ہے۔ مثلاً احمد کے حامی کا یہ شعر -

حداد باحق یک مرداں کہ مارا عاقبت محمود گرداں
تحقیق صلوة کے بل میں یہ بیت آتی ہے -
روحان پیر نشور محمود کہ بیش حقیقت بیست مقصود
در رکوة کے ذکر میں -

یامور اردالی اس طریقت محمود (ار) رکوة ادین حقیق
رہبت و دورح کے بیان میں -

ہبت دورحت کہ مقصود کہ شماسی می گفت محمود
یا در ہے کہ حاجی حلیہ کے ہاں بھی یہ کتاب پہلوں محمود حواری کی
یہ تائی گئی ہے (کتف الطول حلد اول صفحہ ۳۳۳ طبع مصر)
درہنگ آمدراج میں انہیں آدھے ماضی کے حوالے سے لفظ
ت کی تشریح میں اسی شاعر کی ایک رماعی درح ہے، یہاں اس کو پہلوں
دہشورہ پوریاے دلی حواری لکھا ہے۔ رماعی۔

آہم کہ بل برنشا دلت ما سرچرخ رسدوست توکت ما

پر لکھے ہیں، نہ اُنھوں نے کسی سے یہا اور نہ کسی سے تعلیم پائی، جو کچھ لکھا
اہامِ خداوندی سے لکھا۔

نکر دم لے احارت کار ہر گر گویم این سخن رہسار ہر گر
خداوند بن نوشتہ صد محلہ ہمہ علیہ کہ ادا ماند محملہ
نہ بر کس خواندہ لے ار کس تنیدہ ماہام ار خدا بروے رسیدہ
(کلیات ص ۱۲، نول کتور)

میں اس فکر میں رہا کہ دیکھنے حیب سے کیا اطلاع دی حالی ہو
آخر ایک روز مجھ پر حالت طاری ہو گئی، اس نے خودی کے عالم میں دیکھتا
ہوں کہ آنحضرت ارتداد فرماتے ہیں۔ ”اے مسکس تو آرائین لفظ و عبارت
کے درجے نہ ہو اور معنی کو صردری سمجھ کر اُنھیں کی تقریر پر اکتفا کر۔“

دریں اندیشہ لودم گاہ و لے گاہ کہ تا خودیوں کند ار عیسم آگاہ
نمودم فرو دستہ کے رود دم درسیہ تاب و حگر سور
در آں دم حالتے دیدم بہائی کہ شد بر خاطر مکتف معانی
در آں حیرانی دحیرت کہ لودم لسمع دل اراں حضرت تنووم
کہ لے مسکس نہ داراں اشاعت مدہ آرائین لفظ و عبارت
تو تقریر معالی کس دریں بہار نہ ہاں و دل معالی دوستنا بہار

(ایضا صفحہ ۱۲۱)

اب میں ہاں و دل سے اس کے ارتداد کا پامند ہو گیا اور تو کچھ لکھتا ہوں
اُس ہی کے دیصاں میں لکھتا ہوں اور میں تو حص بہا ہوں، شعر گوئی اُس
کے طرز کے بغیر نہ صرف لے اطف ملکہ لے کار ہو۔ اس کو مکہ آنحضرت نے
احارت دے دی ہو، میں بڑی تیری کے ساتھ شعر لکھ سکتا ہوں اور میری

دعویٰ ہو کہ ”شیخ نے حوا میں آکر مجھ کو اس نصیف کا حکم دیا“ لیکن رہسم
اس قدر حقیقہ واقع ہوا ہے کہ اس ادعائی میصا میں سرے کا پہلو دیکھتا ہے۔
نات یہ ہے کہ اس رحانی نے ایک مظلوم دیباچہ لکھ کر شیخ عطار کی چوسٹ
عریات پر قصہ کر لیا ہے، کیونکہ مفتاح العنوش کی جس قدر عریات ہیں دیوان
عطار سے اڈائی گئی ہیں اور دلادری یہ کی ہے کہ عطار کا تخلص تک حال
رہے دیا ہے، ساتھ ہی پردہ درمی کے حوت سے یہ ہدایت کر دی ہے کہ کتاب
کو اعیار کی نگاہ سے دؤر رکھا۔

وصیت کردم اسے یار نگاہ کہ ار ماسار یوتی اس تراء
وہ اپنے دیباچے میں لکھتا ہے کہ ”میں نے ایک تنب ایک مرگ کو
حوا میں دیکھا، انھوں نے فرمایا کہ تم اپنے دوستوں کے لئے ایک رسالہ
لکم کردو اور اس کا نام مفتاح العنوش رکھ دو۔

مرا گفتا و رجیری تو احوال کتائے جمع کن اور ہر احباب
میں گواہ رو روش بہر ہاں تو مفتاح العنوش نام گرداں

(کلیات ۱۲ (اول کتور)

حس میں میدار ہوا تو کا عد قلم دوات لے کر لکھے بیٹھا، لیکن کچھ
نہ لکھ سکا۔ اس کو شش میں دو پہنچے گر رگئے اور تیں نے اپنے آپ کو
اس کام کے ماکل ماقال یا یا۔ بھلا کہاں تیں اور کہاں یہ قیل و قال، اور
نہ میری یہ محال کہ بغیر احارت کے کوئی کام کر دوں، اس لیے مناسب ہے کہ
اس کو شش سے دست بردار ہو جاؤں۔ آں حضرت نے سو مخلصات ہر علم
سے آں حضرت سے مراد شیخ عطار ہیں گویا انھیں کے ارشاد اور میصا سے کتاب
مفتاح العنوش تالیف ہوئی ہے۔

اور مصور سے مقدم مانگیا، ہی۔ گویا ایک طرف وہ مایر یا اور امام جعفر صادق متونی سلسلہ پھری کے اور دوسری طرف شیخ الوسعید الوالجیر متونی سلسلہ کے ہم عصر مانے گئے ہیں اور ان کی عمر ۳۷ سال تھی کئی ہے۔

شیخ نقاش آں راں مایرید لود ماتی تا بدور لوسعید
عمر اصدود و معادوسہ سال داتا در قرب لود و درصال
(متونی پہلو صمد ۲، لاکتو)

اس کتاب کے خاص مصائب ہیں۔ حمد و لعب، تخلیق آدم، حکایت لال، حکایت اردے روبر، حکایت سلطان عود (سلطان ایک ویرا میں) حاتمہ ہی وہاں ایک دیوانہ رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ شیخ نقاش سرحسی ہیں جو حسین سے ملے آئے تھے، اس نے الحقی آشکارا کہا تھا۔ رب نقاش میجے وہ مریکا تھا اور مرتے اس کو غسل دے رہے تھے اور ہمار حاذہ کے لہ ایک سر صدوق میں رکھ کر آسمان کی طرف لے گئے، وغیرہ وغیرہ، حکایت ۲، پہلو در بعداد، حکایت آوروں مایرید یوستیں امام جعفر صادق (امام جعفر شیخ مایرید کے ہاتھ اپنا یوستیں نقاش سرحسی کے لیے بھیجے ہیں) حکایت مصور (مصور نامہ والی حکایت ہے، آئیدہ ادراش میں نہ کور ہے) حکایت شیخ سومات (حب محمود نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ سومات یر حملہ لسا، مشترک قلعہ بند ہو کر لڑے اور سنگ ماری سے سلطانی فوجوں کا لے حد نقصان کیا، محاصرہ چھ ماہ تک قائم رہا لیکن عجمہ مقصود نہ کھلا۔ ایک دن سلطان نے حساب الہی میں ڈھانکی۔ اسی حالت میں اس یر لے خودی طاری ہو گئی، عالم رویا میں دیکھتا ہے کہ ایک لورانی سورب برگ تشریف لائے، ایک حنتا اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ حنتا اچھوں لے قلعے کی دیوار پر کھینچ

لمیعت سے اعلیٰ تفرڈ طلعے لگے ہیں -

سحاں گفتم سدم مقدار ایش سرم ماداد لے خاک یا ایش
 سحس ر آسحا ست اسے مردیگاہ بہانہ داں مرا اندر میاہ
 سحس لے طرہ او لے سار آید اگر گوئی سکارے مار ماید
 احارت جو مکہ شذر احصرت پاک ہی گویم سحس گنتار دچا لاک
 چور احصرت احارت شدیہ ماکم مکہ آید سحس ار طلع یا کم
 (کلیات صمہ ۱۲۱، طلع لول کتور)

اس دیاسیجے کے بعد عزلیات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس کی تمام
 عزلیں دیواں عطار سے لی گئی ہیں۔ تحفہ ہے کہ یہ مقدس سرقہ اب تک طشت
 ار مام نہیں ہوا۔

(۶) وصلات نامہ

اس کے کئی نسخے لوہیں درں کے لکھے ہوئے آج بھی موجود ہیں۔ معلوم
 نہ میں رس سے قدیم وہ ہے، جو انڈیا آفس کے کتب خانے میں ہے
 اس کی تاریخ کتابت سلسلہ ہجری ہے۔ ہرست نگار عطار کا تسلیم کر لے ہیں
 ڈاکٹر اسیر نگر لے ایک مقام پر شیخ عطار کا بیان کیا ہے، دوسرے نسخے پر شیخ
 بہلول کا لکھا ہے۔ لول کتور لے منوی بیج بہلول کے نام سے اس کو عیاب
 بھی دیا ہے اور سہ ۱۲۹۷ ہجری میں مار دوم طلع کیا ہے۔ امتدائی شترانہ -
 ابتدا اول سام کردگار حلق ہفت و شش و زح دہراد
 بیج نقاں سرخی اس کتاب کی مکرری تصحیث ہیں، جس کو مایزید، حید

لے ہرست صمہ ۶۱۸، نمبر ۱۳۳ ۵۷ ہرست کتاب خانہ ادوہ صمہ ۳۵۵

لے ہرست کتاب خانہ ادوہ صمہ ۳۷

بھر کر لوے اوسیدائیں لے تھے سی دیا ہو۔ اب نقماں اُٹھے اور اوسعید کا ہاتھ پکڑ کر لے چلے، راستے میں میرا ہواصل حاصل ہوئے، کہہ گئے اے اوسعید تمہارا راستہ ادھر نہیں ہو۔ اس پر نقماں اوسعید کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے کر چلتے ہو، (مذکرۃ الاولیاء عطار صفحہ ۳۲۲، جلد دوم)

امام حمزہ صادق کا مایہ ناز کے ہاتھ شیخ نقماں کے لیے پوسین بھیجا تاریکی لحاظ سے نامکمل ہو۔ حمزہ صادق اور شیخ نقماں کے زمانوں میں حرق ہو، ظاہر ہو۔ لہذا نقماں کی درباری عمر کے متعلق کوئی روایت موجود ہو رہا سومناں کا واقعہ، اس کے متعلق شیخ عطار اپنے تذکرے میں صاف صاف لکھتے ہیں کہ فتح سومناں شیخ ابوالحسن حرقانی کے حرقے کی حرکت سے حاصل ہوئی تھی حرقے سے روقت ملاقات سلطان کو دیا تھا۔ اُس کے الفاظ ہیں -

’یس سلطان رب لہرا‘ درآں وقت سومناں شد، یم آں افتاد کہ شکستہ خواہد شد۔ ناگاہ از اسپ، درو آمد دگوشہ شد دروے رحاک ہاد و پیراں شیخ را بردست گرفت و گفت الہی حق آروے حدادہاں حرقہ کہ ماراں کھار طردہی کہ ہرچہ از عیبت نگیرم مدد و نیشاں دہم۔ ناگاہ از حاکم کھار عمارے و ظلمتے پدید آمد، تاہمہ تیغ در یک دیگر ہباد دی کشتند و متروقی شدند تا کہ لشکر اسلام طریامت۔ دآں شب محمود سحاب دید کہ تیغ می گفت آروے حرقہ مار دی در گاہ حق، اگر درآں ساعت دیو اسی حملہ کھار را اسلام رو ری کر دے۔“

(مذکرۃ الاولیاء - صفحہ ۲۹ - ۲۱ جلد دوم مرتبہ مجلس)

اس میں کیا کی تاہم تاریخ فرشتہ و تاریخ ساکتی وغیرہ سے ہوتی ہو۔ اب شیخ عطار و صلت مامہ میں (اگر وہ اس کے مصنف ہیں) اسی واقعے

ماری حس سے دیوار ٹوٹ گئی۔ اتنے میں شاہی لشکر میں ایک شورج گیا سلطان کی آنکھ اس شور سے کھل گئی، ایار حاص لے آکر دیوار ٹوٹنے کی مبارک باد دی اور کہنے لگا کہ عیب سے ایک حشت آکر ایسی لگی کہ دیوار ٹوٹ گئی۔ سلطان نے فرمایا وہ حشت میرے پاس لاؤ جب لائی گئی تو دیکھا کہ اس پر حشرت نقمان سرحسی کا نام کندہ تھا۔ سلطان شکر یہ میں شیخ سے ملے حاتمہ، نقمان محمود سے بیٹیں گئی کرتے ہیں کہ مجھ سے ڈھائی سو برس بعد شیخ محمد پیدا ہوں گے) حکایت شیخ محمد مکرور و مرید اوکر، حکایت رمانے صیف، حکایت لودر و صحابی، مرل حوف و رحا نکاسی علیہ السلام و علیہ السلام مولہاں و ہیت، حکایت مایرید و سائل، مرل اس و حلیس، حکایت درویش سامر و الوسعید، مرل حال با جلال، حکایت نقمان و بیر سمارا، درمحات و تم کتاب و صلت نامے کے ان بعض سیامات سے جس کو اذیر درج کر آیا ہوں، واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب شیخ عطار کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس میں حواری کی ایسی مصاوید کر دی گئی ہیں جو عطار کی طبیعت کے ماکھل ناموافق ہیں۔ اس کے اکثر سیامات امثالوی حقیقت رکھتے ہیں اور تذکرۃ الاولیاء عطار کے سیامات کے خلاف ہیں۔ مثلاً شیخ نقمان سرحسی کو جو حاجت یہاں دی گئی ہے، وہ تمام آیات کے خلاف ہے۔ شیخ عطار نے شیخ الوسعید ابو الجیر کے حالات میں ان کے متعلق اس قدر لکھا ہے کہ ”وہ عقلائے محامی میں سے تھے ایک روز یونین کے پوند لگا رہے تھے کہ شیخ الوسعید (جو ابھی طالب علم تھے) آئے، نقمان نے کچھ محاسن ان پر بھیک دی، انھوں نے حوشتی سے اس کو برداشت کر لیا۔ اس پر نقمان نے کہا لڑکے! میں تجھے اس پوتی کے ساتھ بھی دوں ۹۔ الوسعید نے جواب دیا آپ کی حوشتی۔ پھر کچھ ٹانگے

مب ہلول اور قدم تا سرگاہ رست کردہ است پیش رہا (کد)
 جو گرہاں اسے خدا ہلول را داراں اور حویس این کول را
 (ایضا صفحہ ۳)

ملکہ شیخ ہلول نے ایک نام پر شیخ عطار کی منطق الطیر سے ایک
 شعر بھی نقل کر دیا ہے اور حوالہ بھی دے دیا ہے۔ کہے ہیں
 آں چیا ملکہ گفت عطار این در کتاب منطق الطیر اریقین
 ماہ در حور شید گم گردد مدام خود ہمہ حور شید گردد والسلام
 (ایضا صفحہ ۲۹)

یہ حوالہ پر ویسر آدر کے کلیات (نوشہ ۸۵۴ھ) میں موجود ہے۔
 اس تذمر ق ہے کہ شعر عطار میں 'گرد' کی بجائے 'میی' ہے کلیات عطار
 طبع اول کتور (صفحہ ۲۲ منطق الطیر) میں بھی ملتا ہے۔ لہذا میں اس تہا
 پر ادا کلام ویاں کی مامر (جو عطار سے بالکل مختلف ہے) وصلت مامہ
 کو شیخ ہلول کی تصنیف مانتا ہوں یہ بھی واضح رہے کہ وصلت مامہ کے
 بعض حدید نسخوں میں ایک دوسرا ایسے بھی ملے ہیں جس میں عطار کا کلمہ
 ہے 'ملا پر ویسر آدر کے وصال مامہ' متبادل کلیات (نوشہ ۸۵۴ھ) اور متبوی
 شیخ ہلول (اول کتور) میں ایک ہتر ہے۔

درد آمد بہسہ راہ عیاں عاشق لے درد کے ماتمہ وال

(نوشہ ۲۶)

گیا۔ ہویں عدی کے ایک مضمی سجے میں اس کو یوں لایا ہے -
 درد آمد برد راہ عیاں ماسقہ عطار دینک در جہاں
 لیکن یہ ایک لے ماکہ نہ لکھا ہے اور ہمیں عطار کے تناس کی موجودگی

کو غیر دمہ دارانہ طریقے پر نقماں سرخی کی طرف متوجہ نہیں کر سکتے۔

بیرسکار کی حکایت بھی اسی قسم کے "اراق" سے لبریز ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ شیخ نقماں سرخی مار نہیں پڑھا کرے، ان کی ہدایت کے لئے سکارا سے روانہ ہوتے ہیں مگر اس تباہی کے ساتھ کہ یہ ایسے مریدوں کے پیروں پر سوار ہیں اور کوڑوں کے محاسن ہاتھوں میں سامیہ ہیں نقماں نے حسبِ ارادہ کشف معلوم کیا کہ بیرسکار اس سہل کے ساتھ اُن کی ہدایت کے لیے آتے ہیں تو یہ بھی ایک دیوار پر بیٹھ کر اُن کے انتشار کو روانہ ہوتے ہیں کہتا ہوں کیا یہ حرافات عطار کی طرف مسموم کی جاسکتی ہیں

یہ اس لئے ایسے عہد کی یادگار ہیں جب دنیا میں انقلاب معمول کے بعد اہم یہی اور عین عقیدگی کی ہر دوڑ لگتی ہے، پاک مار اور مرتبہ صفات صوفیوں کی جگہ اداس اور عیار لے لیے ہیں اور مرگوں کی کرامات و حقائق کی تہتیر سے ایسی دکاں فردشی کرتے ہیں۔ نقماں سرخی کی شدہ مازیوں کی تالیف سے جو ہم "وصلت مائے" میں پڑھتے ہیں، عطار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکا تھا۔ یہ بے صرف نقماں کی قبر کے محاذ کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

وصلت مائے کے مختلف اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے مصنف

ہلول ہیں، چنانچہ -

مادم اور دم وصلت مائے میں	راکہ وصلت دیدہ ام اور حلیت
ہر کہ می خواہد کہ او وصل شود	درد ہلولتس ہمہ حاصل شود

(مشوی حصہ شیخ ہلول صفحہ ۴ طبع اول کتبۃ ۱۲۹۵ھ)

گفتہ ہلول ار حساں لود	ہر جہ گوید آیت و سراں لود
گفتہ ہلول را توصید داں	دانخت در ترک و در سحریدواں

(ایضاً صفحہ ۲۹)

وصلت نامہ اس کی طرف منسوب کرتے ہوئے ہرست برٹن میوہیم میں
لکھا ہے کہ اُس کا انتقال سنہ ۹۷۰ ہجری سے پیشتر ہوا ہے۔ (ریو) کے وہیں میں
حالاً شیخ بہلول دریائی ہیں، حوشاہ جیسے ہتھور بہ لال حیس کے پیرتھے۔ شیخ

(صفحہ ۶ کا نقیہ حاشیہ)

گفت وصلت نامہ را عطار پیر جہم گرداں با الہی دستگیر
کو مائل اڑا دیا ہے اور (۵) اس کے معانی شعر کے مصرع -
درد پہلویش ہمہ حاصل نمود
کو تعلیم کر کے مصرع -

درد پہلویش مگر حاصل شود

میں مدیل کر دیا گیا ہے (۶) مختصر یہ ہے کہ شیخ بہلول ہما ت جالاک ساری ہے، لیکن اُس
کی دلاوری اس اشار میں اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے -

آں چہ نام گفت عطار این در کتاب مطی ار اور یقیں
سایہ در حورستید گم گردیدم خود ہمہ حورستید گردہ دالہ
قطرہ اندر بحر دریا اومتد در در حورستید دالا اومتد
[یہ مصرع اصل میں یوں ہے -

”درہ در حورستید دالا اومتد“]

(محمود شیرانی)

گفتہ عطار خود ار معرود لیک اندر صد لباس معرود
گفتہ بہلول ار حاماں لود ہرچہ گوید آب مرہاں لود
گفتہ بہلول را توحید داں داتما در مرک و در بحرید داں

(۷) مدوی ہدایا مخصوص علاج کے امسالے سے نقلی رکھتی ہے۔ (نقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸)

سے مرعوب نہیں ہوا یا جیسے۔ عطار کے مام پر وصلت مامہ کے اعتبار کی غلطی دسویں صدی ہجری سے پیشتر واقع ہوئی ہو اُس وقت سے اس تک یہ متبوی شیخ ہی کی مالی حالی ہو اور یہ مات کاتوں کے دہن میں ہمیشہ موعود رہی ہو، اس لیے تمحب ہیں اگر کسی دل چیلے کات لے اس پر عطار کے مام کی ہرنگانی چاہی ہو۔ حوت قسمتی سے پر دھیر آدر کا وصلت مامہ ایسی نفلیب سے پاک ہو اگرچہ ”گفتہ بہلول ار حاماں بود الخ“ اور اس کے ہم ردیف شعریں غلطی سے بہلول کی سحائے عطار لکھا گیا ہو، لیکن صاف معلوم ہوتا ہو کہ وہ سہو ہو۔

رہے شیخ بہلولؒ کو اسویں ہو کہ میں سر دست اُن کا سرانغ ہوں لگا سکتا وہ کوئی غیر معروف شخص معلوم ہوتے ہیں۔ (درویش) اسے ایک دیواں اور سلطہ میں یہ مصموں (تہات عطار) حم کر چکا تھا کہ یر دھیر آدر لے ایسا لکھ ساقی نکال کی ہرست ”محمودہ کردوں“ مرثیہ ڈلیو آئیو مات جو اسی سال بھی ہو، ہاں یہ ہرمانی کر کے میرے یا، بھیج دی۔ ہرست مذکور میں (صفحہ ۱۶۴) ایک وصلت مامہ نمبر ۲۶ وثنہ سسہ ۱۶۶ ہجری کا مذکور آتا ہو، اُس کے حاتمے پر مصنف کا مام شیخ التیود شیخ بہلول مرقوم ہو۔

ہرست نگار کا سیاں ہو کر (۱) حاتمے کے علاوہ متن میں کئی موقعوں پر بہلول تخلص ملتا ہو (۲) ایسے اشعار کی جگہ جس میں عطار کا تخلص آتا ہو، حالی چھوڑ دی گئی ہو (۳) صلب مامہ کے اڑنا لیسویں شعر۔

عاشقا این دم در آور ستر حاں مایابی ستر عشق لایکاں
کو افتاحیہ سادیا گیا ہو۔ (۴) دماچے کے آخری شعر۔

(ماتی رصعہ آئیدہ)

(۷) منصور نامہ (یا) حلاج نامہ

اٹلیا آس، بوڈلیں اور ماکی پور کے کتب خانوں میں موجود ہے اور
ہرست نگار بیچ کی تسلیم کرتے ہیں، ساتھ ساتھ ہے۔
دورہ تحقیق اور اصد کمال
اکثر نے 'منصور' کو الف کے اسقاط کے ساتھ لکھا ہے۔ یہ متوی
علیحدہ چھپ بھی گئی ہے اور قلمی بھی ملتی ہے۔ اس میں منصور کے خلاف فتویٰ
لگے اور داریر چڑھائے جانے کے حالات درج ہیں جو ہیلان نامے سے
ملنے ملتے ہیں۔

لکھا ہے کہ وہ بیچاس سال تک اسرار پوش رہا، پھر اُس نے "اما الحق"
کا لہرہ لگا کر ایسا راز فاش کر دیا۔ اہل تقلید نے متوی مانگا، تیس سو ستر
عالموں نے کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ بعد ازیں ایک سنی پھیل گئی۔ جب حلیفہ کو
اس امر کی اطلاع ہوئی، اگرچہ منصور کا دوست تھا کیونکہ اس کی کئی تصدیقات
پڑھ چکا تھا لیکن عوام اور جہلا کے خوف سے اُس نے منصور کے قید کیے
جانے کا حکم دے دیا۔ جب منصور دید جانے میں لایا گیا۔ جیل میں اس وقت
چار سو قیدی تھے۔ منصور نے آئے ہی اُس سے کہا کہ تم اپنے اپنے گھر
چلے جاؤ۔ قیدی لوٹے۔ ہم لوگ بھاری بھاری زنجیروں میں جکڑے ہوئے
ہیں۔ کیسے جاسکتے ہیں؟ منصور نے اُس کے قریب آکر اپنا ہاتھ ہلایا، قیدیوں
کی میڑیاں کٹ کر گر گئیں۔ اُس وقت قیدیوں نے عرص کی قید خانے
کے دروازے بند ہیں ہم باہر نہیں نکل سکتے۔ منصور نے ایک اشارہ کیا
اور دیوار میں چار سو رخنے نمودار ہو گئے۔ قیدی اس معدوں سے باہر

عمود المعروف محمد بیرے اپنی مثنوی "حقیقت الفقا" میں حوشاہ جیس کے حالات و کرامات میں ہی لکھا ہے کہ شیخ ہلول شاعر بھی تھے اور مثنوی "آداسہ" اُن کی یادگار ہے۔

لظم آداب مسترودست میاں ہچم آیات مصحف ار عتال
لیکن اں کا انتقال سنہ ۹۸۳ ہجری میں ہوتا ہے۔

یوں شداد و اصل حدائے احد لود ہستاد و سہ دگر نہ صد
اسی صدی میں ایک اور ہلول ملتے ہیں جس کا پورا نام فرید الدین
احمد جہاں گیر ہے اور بقول "گلزار ارار" مشکوٰۃ میں وفات پاتے ہیں
لیکن یہ تلامذہ لے سو ہے، کیونکہ ہمیں جس ہلول کی ضرورت ہے، وہ کم از کم
آٹھویں صدی ہجری کے سرگ ہیں۔

رسمہ، اکا نغیہ حاسنیہ

میں اں بیات کے پڑھے کے بعد بھی (جن کے ذکر کرے میں تقدم و تاخیر کا
گہگاہ ہوں) ایسے قدیمی نظریے پر قائم ہوں اعداب بھی مصر ہوں کہ مثنوی ہدا عطار
کے ثنایاں تان ہیں، نہ وہ اُن کے انداز میں مرقوم ہوئی ہے۔ اس کی اکثر حکایات و مبالغہ
و عیب کی ہیں، جس کا عطار کے قلم سے بھلا دستور ہے۔ سمر (۴) میں حوشاہ درج ہے الحانی
ہے، نہ کلیات آدم میں موجود ہے، نہ دل کتور کی مثنوی میں۔ اُس کی راں کی حامی میرے
میاں کے نصیر ظاہر ہے۔ سمر (۵) میں مصرع کو "در دیلویش ہمہ حاصل شود" پڑھا
شتر کو ہل سادیا ہے (۶) شیخ ہلول کے خلاف سرفہ کا الزام لے حقیقت ہے، بلکہ میں
یہ کہوں گا کہ ایسی حام اور بقیم لظم کا عطار کی طرف معسوب ہو ماحوت لظم ہے (۷) کتاب میں
مصور کی صرف ایک حکایت ہے، زیادہ حکایات شیخ نقاش سے ملتی ہیں۔ پوری ہرست
مصا میں گہشتہ سطور میں آچکی ہے۔

دار کہنا ہے، اس کے بعد میں دار کے لیے تیار ہوں۔ دوسرے دن شیخ کیر آگئے اور سیدھے مصور کے پاس گئے۔ ملامت کے پہلے میں کہنے لگے "اے توحید پرست! تو نے ستر حق کو کیوں قاتل کیا، تو یہ سالی سال صاحب اسرار رہا! اب کیا ہو گیا کہ اس قدر سہلے خود ہو گیا۔" مصور نے کہا "تم کو معلوم ہے کہ سحر معی لے ہایت ہے اور بالحق تو اس کی ایک ادنیٰ سی مصلحت ہو تم سے لوگ اگر متویٰ مانگیں تو دے دیا۔" شیخ کیر نے جواب دیا "میں متویٰ نہیں دے سکتا۔"

شیخ گفتا آں جیہ گفتی لے رداست میں بھی دائم کہ دات تو خداست
چوں دہم متویٰ رچل وارگماں میں عیاں دیدم خدا میں راں
مصور نے کہا حیر میرے کہنے سے دے دیا۔ شیخ کیر اس کے بعد چلے آئے۔ عوام نے متویٰ طلب کیا، شیخ نے کہا مصور نے کہلا بھیجا ہے کہ میں واجب القتل ہوں، مگر میری رلے ہو کہ وہ اہل ظاہر کے نزدیک واجب القتل ہے مگر باطن کے حال سے میں واقف نہیں۔ اس کے بعد سب لوگ جمع ہو گئے۔ مصور آیا اور سولی پر چڑھ گیا۔ اما الحق کے لڑے لگالے لگا۔ حالت یہ ہوئی کہ سنگ و دھت، دار اور رسن تک سے اما الحق کی آوازیں آئے لگیں۔ ایک ظالم نے آکر اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ مصور نے ایسا ہوا بھرا ہاتھ چہرے پر مل لیا۔ شلی نے دریافت کیا کہ تم نے الحق منہ پر کیوں ملا؟ اس نے جواب دیا میں مار عشق ادا کرنا چاہتا ہوں اور یہ اس کا دھوکہ ہے۔ شلی نے پھر سوال کیا کہ، تصوف کا کوئی رمریاں کر دو۔ اس نے کہا ایسے آپ کو سب سے کمتر دیکھنا۔ پھر یو جیہا کہ طریق عشق کا پتا دو۔ مصور کا جواب تھا :-

سلی صید کے یاس گئے اور مصور کے قید ہونے کی اطلاع دی
 حید اپنے شاگردوں کو لے کر قید خانے پہنچے۔ وہاں حاکم دیکھا کہ محسوق
 کثرت سے جمع ہو رہی ہے۔ احاطہ لے کر اندر گئے اور مصور کو ملامت کیے
 لگے کہ تم نے یہ کیا دیوانگی اختیار کی ہے، حوالت تم کہتے ہو وہ ہمارے
 بیٹے اور رسول اللہ نے بھی نہیں کہی، اتنا الحق کہا کفر محض ہے۔ مصور نے جواب
 دیا تم اس اسرار سے لے کر ہو، رسول اللہ نے اس راوی فرمایا۔ "لی مع اللہ"
 کہا، خود حد لے یا کہ لے "نخن اقرّب" فرمایا۔ تم متلائے تقلید ہو،
 واسطین کے مرتے کیا حال۔ اس پر ملاقات حتم ہوئی اور حید ماہر آگئے۔ لیکن
 لے اُس سے فتویٰ طلب کیا، انھوں نے کہا میں ظاہر یہ حکم دیتا ہوں مطلق
 سے واقف نہیں۔ بعد ازاں تسلی مصور کے یاس گئے، کہنے لگے اے شیخ
 لو نے اپنا راز کیوں فاش کر دیا، اگر سر کی حیر چاہتے ہو تو سر کا ترک کرو۔
 جواب میں مصور نے کہا میں مصور نہیں ہوں، بلکہ ۔

میں حدایم میں حدایم میں خدا فارغم ار کر دیکیں وار ہو
اول و آخر ظاہر و باطن میں ہوں۔ میں ستر توحید کو آشکار کر کے
آیا ہوں تاکہ تقاے حق میں مافی ہوں، مصطفیٰ میرے بیٹے ہیں اور راہ
یقین کے رہا ہیں لیکن تم اس عو عانیوں سے میرے لیے ایک روز کی
مہلت مانگ لو، کیونکہ میرا ایک محض دوست جس کا نام شیخ کبیر (عبداللہ
نصیف) ہے، کل تک یہاں پہنچنے والا ہے اور مجھ کو اس سے ایک سردی

کی حاتی ہو، جس میں مصور قیدیوں کو رہا کر کے اور دار و عمر قید حالے کو روانہ کر کے قید حالے میں تہا مساحات میں مصروف ہو جاتا ہو۔ مساحات کے اعتنا کے بعد اتنی حکایت کو حتم کیے بغیر مصور نامہ شروع ہو جاتا ہو اور مصور نامہ کے حتم پر استمرار نامہ بھی حتم ہو جاتا ہو۔ بہر حال مصور نامہ کو علیحدہ تصنیف نامے میں ہم حق محاسب ہیں، اگرچہ وصلت نامے کا ایک حصہ ہولے کی حیثیت سے شیخ بہلول کی تصنیف ہو۔

(۸) بے سر نامہ

امیں احمد رازی کی مہرست میں شامل ہو۔ تمام مہرست نگار عطار کا مانتے ہیں اور چھپ بھی چکا ہو، اس کا پہلا شعر ہو۔
 من لغیر تو نہ سینم در جہاں فتادرا بدور دگار حادوں
 یہ ایک ترجیع سد ہو اور ہر سد کے ترجیعی ابیات یہ ہیں۔۔
 من حدایم من حدایم من حدایم فارعم ار کسروسیہ در ہوا
 سترے سر نامہ را پیدا کم عاشقاں را در جہاں ستیدا کم
 بے سر نامہ میرے خیال میں کسی علیحدہ وجود رکھے کا معنی نہیں، اُس کی تمیز کا اکثر مواد مصور نامہ سے لیا گیا ہو فرق یہ ہو کہ مصور نامہ کا موضوع مصور ہو، لیکن بے سر نامہ میں یہ مصب شیخ عطار کو دیا جاتا ہو کبھی صبیحہ تنظم اور کبھی صبیحہ غائب میں اکھائے گئے ہیں بے سر نامہ میں ہل تقصہ کی ترتیب، واقعات کی کوئی پروا نہیں کی گئی ہو اور نہ نص قصہ سے سروکار رکھا گیا مقصد صرف اتنا ہو کہ مصور کا درجہ عطار کو دیا جائے اور حدیث دار و رس کی تحدید کی جائے۔ اس کتاب کو شیخ عطار کی طرف منسوب کرا داسی

گفت عشق این حال و دگر دل دل بعد از اینش آتش اندر و جنت
 اس العاظ کے حتم ہوئے یہ اس کا سر کاٹ دیا گیا۔ حب سرکٹ کر
 نگر، اُس سے انا الحق کی آواز رارسہ آرہی تھی۔ تب مصور کے جسم کو حلا دیا
 اور ہوا اُس کی خاک اڑا کر یانی میں لے گئی۔

مصور نامہ میں یہ قصہ ہے، جو مختصراً یہاں بیاں ہوا اس متوی کے
 ہیلاخ نامہ سے جہاں یہی قصہ ایک درار طریقے پر بیاں ہوا ہے، صدیقی
 تعلقات معلوم ہوتے ہیں۔

ہیں یاد رکھا جائیے کہ مصور نامہ درحقیقت کوئی علیحدہ متوی نہیں،
 بلکہ وصل نامے کی ایک حکایت ہے، جو مطلقہ وصلت نامے میں صفحہ ۴۴
 سے شروع ہو کر صفحہ ۲ پر ختم ہو جاتی ہے۔ نول کتورے ۱۲۹ھ میں وصلت
 نامے کو بار دوم چھپایا ہے، لیکن اس کا نام متوی حضرت شیخ سہول رکھا ہے
 یہ ویسرا در کے وصلت نامے مستمولہ کلیات میں بھی یہ حکایت موجود ہے۔

مصور نامہ کے متعلق ایک حیرت جبرام یہ ہے کہ وہ اشتراک شامل
 کلیات یہ ویسرا در میں بھی موجود ہے، جہاں جاتے یہ ”در ریح سدن ہستی
 مصور و بیدارند حق و حتم کتاب“ کی سرخی کے تحت میں یوری حکایت
 درج ہے۔ آخر سے تقریباً ایک سہم جو اصل قصے سے علاقہ نہیں رکھتا یا تو
 کاتب اتفاقیہ ترک کر گیا ہے، یا محقر کر کے کی عرص سے کال دیا گیا ہے یہاں
 یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا منصور نامہ اصل میں وصلت نامہ کا ایک حصہ ہے، یا
 اشتراک نامہ کا۔ اس کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ وہ فی الواقع وصلت نامہ کا ایک
 حصہ ہے اور اشتراک نامہ میں اُس کا ایراد غیر مورد واقع ہوا ہے کیونکہ میں مصور
 نامہ کے قبل قریب فریب مصور کی یہی حکایت ایک وسیع بیابان پر تر فرغ

منصور نامہ

(۱۴) بودیچہ سال او اسرار پوش
 ناگہاں اروسے سرآمد حوروش
 (مسویٰ طبع صبح پہلوں صعبہ ۱۳
 طبع ول کتور سہ ۱۳۹۷ھ)

(۱۳) شلیں گفت این رہاں جیہ دیدہ
 دست در ساعد حیرا مالیدہ
 (۱۵) گفت ایندم می گزارم من ہمار
 پس وصو سارم بخوں لے پاک مار
 (۱۶) کیں ہمار عشق را این حا وصو
 راست ماید حور بخوں لے حورو
 (۱۷) لعدا راں شلی گفت لے مردکار
 ارتصوف این رہاں رمرے بیار
 (۱۸) گفت کتریں کہ می بیی نہ میں
 تا ترا در راہ حق ماستد بعیں
 (۱۹) مار دیگر گفت کا سے صاحب لطر
 ار طریق عشق دہ مار احسر
 (۲۰) گفت عشق این ما بود گردن دہ
 لعدا راں آتش ادر سوختن

بے سرنامہ

(۸) بعد چہ سال او اسرار یافت
 ار فرید الدین لقب عطار یافت
 (مدستہ لے سرنامہ ملی)

(۷) مردماں گفتند این چہ کردہ
 رومے خود در حوں چہرا آلودہ
 (۸) گعم این دم می گزارم من ہمار
 پس بخوں سارم وضوئے پاکار
 (۹) این منساہ عشق را آنحا وصو
 راست ماید حور بخوں حورو
 (۱۰) لعدا راں گفتند مرا لے مردکار
 ارتصوف این رہاں رمرے بیار
 (۱۱) گفت کتریں کہ می بیی نہ میں
 تا ترا در راہ حق ماستد بعیں
 (۱۲) مار دیگر گفت لے صاحب لطر
 ار طریق عشق دہ مار احسر
 (۱۳) گفت این جالس بود گردن دہ
 لعدا راں رسوختہ آتش دہ

سلسلہ میرے پاس منصور نامہ علیحدہ ہی ہے، مگر قلمی ہے، اس لیے اس کے اشتہار مسویٰ شیع
 پہلوں مطوعہ سے نقل کر رہا ہوں۔

ہم دستور پر پیدا توڑا ہو اس کے اثبات کے لیے ہم کو کسی کد کا دس اور تحقیق و تلاش کی ضرورت ہے۔ اس قدر حانہ کا کافی ہے کہ لے سرمایہ مصوہ ماہ کی ایک سح شدہ مل ہو۔ فاری ادبیات میں اسے دلیرانہ سرفے کی مثال شکل سے ملے گی۔ میں محو طوالت لے سرمایے کے سارے گورکھ دھندے کو سلجھا ماہیں چاہتا، صرف بعض امثال پر قناعت کرتا ہوں۔

منصور نامہ (ار ابد لے حکایات)

بے سر نامہ

- | | |
|-----------------------------------|-----------------------------------|
| (۱) لود مصوے عجب ستوریدہ حال | (۱) لود عطارے عجب ستوریدہ حال |
| درہ تحقیق اور اصد کمال | درہ تحقیق اور اصد کمال |
| (۲) حال او حال عجب لود لے لیسر | (۲) حال او حال عجب لود لے لیسر |
| نے چو حال این حسیاں لے حیر | لے چو حال این کساں لے حیر |
| (۳) اور مور سرق پے مردہ لود | (۳) در مور سرق پے مردہ لود |
| لے کہ چوں مارا را گم کردہ لود | نے کہ ہیچوں ماد تو در یردہ لود |
| (۵) اویقین خویش حاصل کردہ لود | (۴) اویقین خویش حاصل کردہ لود |
| در یقین خویش واصل گزشتہ لود | در یقین خویش واصل گزشتہ بود |
| (۸) در علوم دیں وقوے دانت او | (۵) در علوم دیں وقوے دانت او |
| ایچ ملے را فر و بکراست او | یہج ملے را فر و بکراست او |
| (۹) عالماں از علم او در مادمہ اند | (۶) عالماں از علم او در مادمہ اند |
| عارفاں از عرف او و اماندہ اند | عارفاں از عرف او و اماندہ اند |
| (۱) عاشقاں از عشق او حیراں شدہ | (۱۰) عاشقاں از عشق او حیراں شدہ |
| ہر دم از لورع دگر بریاں شدہ | ہر دم از لورع دگر بریاں شدہ |

منصور نامہ

بے سر نامہ

لاحرم در صد ہرا راں یردہ	لاحرم در صد ہرا راں یردہ
(۱۷) دامگا ہے کردہ ایں فرقہ را	(۱۱) دامگا ہے کردہ ایں فرقہ را
می دہی ہر راں ایں فرقہ را	می دہی ہر راں ایں فرقہ را
(۱۸) در خودی خود مد گرفتار آمدی	(۱۲) در خودی خود گرفتار آمدی
لاحرم در عین یردہ آمدی	لاحرم در عین یردہ آمدی
(۱۹) راہ تخرید و ما راہ تو نیست	(۱۳) راہ تخرید و ما راہ تو نیست
تو سں کم گوسے کاں اہ تو نیست	تو سں کم گوسے کاں اہ تو نیست
(۲۰) رو کہ در اعلیٰ مادی مسئلہ	(۱۴) رو کہ در تخرید مادی مسئلہ
متر توحید ار کما و تو کما	متر توحید ار کما و تو کما
(۲۱) رو کہ راہ لے شاں اہ تو نیست	(۱۵) رو کہ راہ لے شاں اہ تو نیست
عقل تو ار راہ معی در شکست	عقل تو ار راہ معی در شکست
(مندی شیخ بہلول ص ۱۶ - بیت ۵ - ۲۱)	(سد ہستم - بے سر نامہ قلمی)
لے سر نامہ کے کل دل مد ہیں۔ لول کشور کے لے سر نامہ (مشمولہ	
کلیات) کے مدوں میں لے ترتیبی ہو اور متش بھی لے حد غلط ہو اس لے میں	
لے لے سر نامہ قلمی ملو کہ یردہ سیر آدر سے کام لیا ہو۔	

(۹) خیاط نامہ

اس کی ابتدا ہے -

سام آں کہ بہتی رو شاں یادست لہوس ماطقہ - لور جاں یادست
اور کتاب کا نام اس بیت میں واقع ہوتا ہے -

بے سرنامہ

(۱۳) این کہ گفتم این چیں شد حال مس

منتشر شد در جہاں احوال مس

(سددہم)

(۲) بیتوائے ماست بچوں مصطفیٰ است

لا حرم تو آجیہ گوئی کے رداست

(۳) لعدا راں عطار گفتم اے کورد کو

و ز رموز سرعشق لے لے حر

(۴) تو بہ بیدے صورتے در مادہ

کے تو حرف حق احمد حوائدہ

(۵) "لی مع اللہ" گفتم احمد دریاں

تو کھا دانی کہ ہستی لے نشان

(۶) راز میں گفتم احمد ار صفاد کدا

تو کھا دانی کہ ہستی لے وفا

(۷) تو بصورت ہیجو کاسر مادہ

واصل حق را تو کافر حوائدہ

(۸) حرقہ ماموس را یوستیدہ

واسگہ سالوس را کوشیدہ

(۹) مُت پرستی می کسی در یردلق

می مائی حویش را صوفی مخلق

(۱) تو سسلوک راہ را گم کردہ

منصور نامہ

(۲۲) این گفتم و این چیں شد حال او

منتشر شد در جہاں احوال او

(صفحہ ۱۸ - بیت ۱۳ - ۲۲)

(۵) بیتوائے ماہمہ جون مصطفیٰ است

لا حرم آجیہ تو گفتمی بیت راست

(۸) لعدا راں منصور گفتم تو بدر

ار رموز سستہ معنی لے حر

(۹) تو رہسہ صورت و اما مدہ

کے تو ہرگز حرف احمد حوائدہ

(۱۰) "مں راہی" گفتم احمد دریاں

تو کھا دانی کہ ہستی لے نشان

(۱۱) "لی مع اللہ" گفتم احمد ار صفا

تو کھا دانی کہ ہستی لے وفا

(۱۳) تو بصورت ہیجو کاسر مادہ

واصل حق را تو کافر حوائدہ

(۱۴) حرقہ ماموس را یوستیدہ

واسگہ سالوس را کوشیدہ

(۱۵) مُت پرستی می کسی در یردلق

می مائی حویش را صوفی مخلق

(۱۶) تو سسلوک راہ خود واکردہ

کے سحائے ۹۹۹ ہجری دی گئی ہو، چاسچہ حالتے کے چار بیت ہاں نقل کر دیے حالے ہیں۔

گماہ میں دروں ارکت درناست دروں تہہم را وراق تخرناست
گماہ ترستی ار حدروں است کہ میں اریہ سی گویم فروست
یامرد مقد آں سده حق دہد این لسمہ را باسلق رولی
ساد لفع ہم رخاص و عام این کہ در مقصد لودہ شد تمام این
ہلول کی حکایت کے آخر میں بھی شاعر ایسا کھنکھایا ہو۔
نصیحت ہائے مسکین ترستی را بگوئی خود گیسرد مرد داما
ناداں ہر جہمی گوی دریلج است اراں کہ آفتاش ررمیج است
اس سہجے کی ابتدا میں نثر کا ایک دیباچہ بھی ہے، جو اس طرح متراع ہوتا ہو۔

’الحمد لله ردت العالمین‘ قال العاقبہ للامتنین ولاعدواں
إلا علی المطالمین۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ
علی امتی اربعین حدیثاً مائتاً یجتاہون الیہ کنت اللہ فقیہاً عالماً۔
وہر اسید این وعدہ ہر کہ یاد و ہدایت میں د کہ (۱) چہل حدیث را کہ اراں
چیر کہ محتاحد آدمیاں ناں چیرا، لویسد حدائے تعالیٰ ویرا فقیہہ عالم
پہلے صفحے میں اسی طرح سے کئی حدیثیں نقل ہیں اور ان کا فاری ترجمہ
بھی ساتھ ساتھ دے دیا ہو۔ لیکن تہمتی سے ساتھ والا ورق موحود ہیں ہو
حص میں دیا ہے کا نصیہ حصہ ہو یا چاہیے تاہم اس قدر صاف سمجھ میں آتا ہو
کہ مصنف نے اس منظوم میں چہل حدیث یاں کی ہیں اور احادیث کے مناسب
حال حکایات بھی درج کر دی ہیں۔ بہر حال ’کسر الاسرار‘ شیخ عطار رحمہ کوئی

جو سر کا عد ہبادم نوک خامہ لوشتم نام این حیاط نامہ
اکثر ہرست نگار تملاً اسپرنگر، ایچھے، عبدالمقدر حاکم اور آیوفا
شیخ عطار کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن حاجی حلیفہ (کشف الطوں حلد
اڈل صفحہ ۶، ۴، طبع مصر سہ ۱۳۱۱ ہجری) اس کو حیاط کاشانی کی تصنیف بیان
کرتا ہے۔ ہرست نگار حیاط کو نہ تصنیف تشدید یا، پڑھتے ہیں، لیکن سیب
مذکورہ بالا میں یا پر تشدید موجود ہے۔ مجھ کو اس منوی کے مطالعے کا موقع
ہیں ملا۔

(۱۰) کنز الاسرار

اسٹورٹ نے اس کا نام "کت کر اخفی" لکھا ہے۔ ڈاکٹر ایچھے نے
'کرا اللہ' ایک اور نام بتایا ہے۔ اس کے حاتمے میں یہ شعر آتا ہے -
رسا بدفع را بر عاص و عام این کہ در شش صدودہ تدنم این
اگرچہ نسخوں میں "ستش صدودہ" ملتا ہے، لیکن ڈاکٹر ایچھے نے اس کو
ہو کات یہ محمول کر کے اس کا نسخہ 'بیج صدودہ' یا 'ستش صدودہ' دہ
تحریر کیا ہے جو قابل قبول نہیں میرزا محمد کہتے ہیں "دایتہ در ہرست کتب
فارسیہ دیوان ہند میت کرا الاسرار را حمل بر علط لودن نسخہ کردہ است
دیں سہواست داین کتاب از عطار بیست و کر الاسرار
معلوم بیست و کرست آیوفا اس معاملے میں میرزا محمد سے بالکل متفق
ہے کرا الاسرار کا میرے پاس بھی ایک نسخہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
کے مصنف کا تعلق ترمذی ہے، اس نسخے میں تاریخ تصنیف سہ ۶۹۹ ہجری

لے ہرست کتب فارسیہ انڈیا آفس مسرار ۱۳۱ (۸)

۶۵۰ مقدمہ امعادی مذکورہ بالا دلیاے عطار صفحہ ۷۰ -

سے پڑا لے رشتہ میوہ پریم اور ماہی پور کے کتب خانوں میں ہیں، ان پر کوئی تاریخ نہیں، لیکن ہرست نگاروں کی رائے میں گیارہویں صدی کے ہوتے ہیں، اس سے گمان کرتا ہوں کہ ”مطہر المعانی“ گزشتہ تصنیفات کے مقابلے میں سب سے کم عمر ہے۔ تمام ہرست نگار حسب معمول عطار کی تصنیف مانتے ہیں۔ جب میں اس کتاب کے تھمرے کے لیے آدہ ہوا تو لاہور میں اس کا ایک نسخہ تک موجود تھا، محوراً میں نے پرویسر سراج الدین آدر کی خدمت میں دستگیری کی، انہوں نے کوشش کر کے کچھ ہی عرصے میں تین نسخے جیا کر دے، میں ان کی اس ہرمانی کا نہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک نسخہ یار علی نے کلکتہ میں ۱۵ جمادی الاول ۱۳۳۲ عیسوی مطابق ۱۱۲ھ میں نقل کیا تھا۔ اس نسخے کے ۶۶۲ صفحات اور فی صفحہ میرہ، چودہ، پندرہ یا سولہ سطریں ہیں، اس لیے اعتبار کی تعداد تخمیباً نو یا دس

۱۵ ایڈمر ۶۶۲، صفحہ ۵۷۹، جلد دوم ہرست کتب فارسیہ۔

۵۷ سر ۴۶ صفحہ ۶۵ (۲) ہرست کتب فارسیہ۔

۵۸ س ۶۱۷ مطابق سہ ۱۱۱۲ھ کے قریب السط انڈیا کمپنی نے دہات سوامتی کالی کٹا اور گوسد پور تہرادہ عظیم الشان صوفیہ دارشکال سے حرمد کر کلکتہ کی ’میا د ڈالی‘۔ تعجب ہو کہ ایسے اندازے میں مسلمان کاتب کلکتے پہنچ چکے ہیں مگر تاریخ حلوں عالمگیری اور تاریخ ہجری آلس میں مطابق نہیں ہیں۔ سہ ۳۳ حلوں عالمگیری سہ ۶۶۹ مطابق ۱۱۲۰ھ کے مطابق ہو، جب کلکتہ کا دیا میں وجود ہی نہیں تھا سہ ۱۱۲۳ ہجری میں اورنگ زیب ربدہ میں تھا وہ سہ ۱۱۱۸ ہجری میں وفات پا چکا ہو اگر کاعہ، خط اور سیاہی کی تہادت کا لحاظ کیا جائے تو نسخہ ہدائی تاریخ تیرہویں صدی ہجری کی ابتدا میں ماسی پڑے گی۔

علاقہ نہیں رکھتی۔

۱۱۔ وصیت نامہ

دولت شاہ نے شیخ کی تصنیفات کی ہرست میں اس کو شامل کیا ہو۔
اسٹیورٹ لے اپی ہرست میں اس کا نام 'ادسط نامہ' بتایا ہو۔ پروفیسر
میترا لے 'متنوی مصاح' لکھا ہو اور ہرست نگار عطار کی تصنیف مانتے ہیں۔
اس متنوی کا پہلا شعر ہو۔

اے سامت کار ہارا افتتاح بیست لے نام تو در امرے طالع
لیکن اس متنوی کے ایک شعر سے جو پروفیسر میترا لے ہرست کتب فارسیہ
ریاست کپڑ ٹھلا ۱۹۲۵ء میں نقل کیا ہو معلوم ہوتا ہو کہ سہ ۸۲۵ ہجری
کی تصنیف ہو وہ یہ ہو۔

چوں گزشتہ از ہجرت حیرالامام بہشت صد و پچاہ و دو ایں شد تمام
اس لیے ہیں اسلچا پیہ کہ اس کتاب سے عطار کو کوئی تعلق نہیں۔

(۱۲) منظر العجائب

دولت شاہ اس تصنیف سے واقف ہیں۔ امین احمد داری قاسمی
نور اللہ شومتری اور حاجی حلیم اس کا ذکر کرتے ہیں۔ معلومہ نسخوں میں سب
۱۵۰۰ء تک دولت شاہ ص ۱۹ مرتبہ پروفیسر مرد۔

۱۵۰۰ء منقول از ہرست کتب فارسیہ ادبیات آس۔

۱۵۰۰ء دیال سگہ کالج لاہور میں عربی اور فارسی کے پروفیسر اور پچاہ پورسٹی
میں لیکچرر ہیں۔

۱۵۰۰ء ص ۱۴ دسر ۱۸۰۰ء۔

ماز نکلے ہم ز ستمی گویمت سرے ار اسرار عیسیٰ گویمت
(ص ۵۸۵)

سے دوبارہ رمل کی طرف مراحت کی حالی ہو اور حالتے تک یہی وزن دہتا ہو۔
چند کلمے جو ہر الذات اور مظهر العیاض کے تعلقات کی سمت کہے مناسب
معلوم ہوتے ہیں، اگرچہ دونوں کتابوں میں رماں اور مصموں کے لحاظ سے
کوئی اتحاد نہیں، تاہم صاحب ”مظهر العیاض“ مصر ہو کہ جو ہر الذات میری
تصنیف ہو، قدم قدم پر اس کا اعلان کرتا ہو اور سیکڑوں موقعوں پر دونوں
کتابوں کا نام ساتھ ساتھ لاتا ہو اور دعویٰ کرتا ہو کہ اگرچہ میں نے سو کتابیں
لکھی ہیں، لیکن ”جوہر“ اور ”مظہر“ اس میں ہدایت قیمتی اور جوئی کی کتابیں ہیں۔

جوہر داتم جہاں را حاں لود رانگہ او ار معیہ قرآن لود
مظہر من راساں النیب داں دوست اسرار دو عالم رارماں (ص ۱۲)
رمظہر گردی تو اسان کال رجوہر دات من گردی تو دال (ص ۵۳۲)
مظہر منی حوان و جوہر گشتار تابایانی در معیٰ لے شمار (ص ۱۲۲)

اس سیاحت سے خیال پیدا ہوتا ہو کہ دونوں کتابیں ایک ہی مصنف سے
علاقہ رکھتی ہیں، لیکن اس کی رماں، انداز کلام اور تاریخی معلومات پر سرسری
نظر ڈالے سے معلوم ہوتا ہو کہ دونوں کتابوں کے مصنف دو مختلف شخص ہیں،
مثلاً، العاط ”حقیقت“ اور ”حاکم“ دعویرہ جو صاحب جوہر کے لیے حصائے
یری کا حکم رکھتے ہیں، مظہر میں مطلق غیر حاضر ہیں، حص ایں اس میں متکرر
ہیں، مثلاً ”مظہر میں“ انا“ کا استعمال حال حال موقعوں پر نظر آتا ہو، مگر
اسے ایک مقام پر جید مصعب کے لیے میر بحر مدل دی گئی ہو۔ اس قسم کی ادواتیں
میں ہوں تو کوئی تعجب نہیں

ہرار کے درمیان ہوگی۔ استدکا ستر ہو۔

آفریں، حان آفریں حان حان راں کہ ہست او آشکارا ہم یہاں
چو کہ کتاب چھپی ہیں ہی، اس لیے اس کے نص عموماً یہاں نقل کے
حائے ہیں:-

دریاں کتاب جویت۔ روایت حکم الدین کبریٰ، در آمدن سید کائنات
سحرہ علی علیہ السلام۔ گفتن نے حکم الدین کبریٰ را حال خود۔ سیروں پر شیخ
را بعلوم، دیدن شیخ پیر سالک و رسیدن سید ناصر، آدرون جہیل پیسے سرود
سید کائنات، در آتش رفتن لودر عمارتی یا امیر المؤمنین، در واقعہ پیر سالک
کہ میت شیخ آمد۔ قصہ جنگ حدق، شکست ایا گوہر را لہر یا سلطان محمود،
قصہ سید با تیر و علام، دریاں اہل ماصب۔ قصہ شقیق بلخی و امام موسی کاظم
و ہارون الرشید، قصہ پادشاہ احمد۔ قصہ خواجہ امار و امام الوکر۔ قصہ
علیم و پیر عواتی۔ پیددادن شیخ حسین فرید را، قصہ پادشاہ عادل و امیراں
طالم۔ قصہ عیاراں حواساں و تعداد۔ سوال کردن پیر سالک ار عطار سوال
ار شیخ شلی در واقعہ خواجہ یشایوری در متن شیخ۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ دو سحر ہیں ہی، یعنی صفحہ ۳۴۷

تک سحر رمل مسدس میں اشعار ملتے ہیں اور شعر:-

گہگارم ز معسل بد گہگار جدا و جدا توئی دامائے ہزار

کے بعد سے بحر ہرج میں طبع آرائی کی حالتی ہے، اور بیت:-

سلسلہ علامہ محدث عبدالوہاب قرطبی نے مقدمہ مذکورہ "عطار" میں اور پروفیسر برٹن
نے جلد دوم "تاریخ ادبیات ایران" میں شیخ عطار کے اکثر حالات اسی کتاب کے حوالے
سے نقل کر کے اس کو ایک ماحول اختیار دے دیا ہے۔

رو تو ایں محبت انا مہلہ مد تاشوی در ملک محسی سر بلند
 را کہ حیدر در دروں یار گفت ہم ابا مصور ہم مادر گفت
 بہشت، معنی سکونت ۔
 اے برادر علم معنی دانت است راں مراد رکوع معنی مانت است
 ہر کرا ماتند سعادت رہنوں جائے مانت مانت شایہ روتوں
 را یہ، محائے رائیدہ ۔
 خود نظامی بود ارمن را یہ دادہ ام اورا معنی فائدہ
 قولہ = مصارع ۔
 اگر س راستی گویم ملولہ طریق راستی را کے مولد
 راض محائے راضی ۔
 اے سائق تو مرار راض محال را کہ ہستم مں محبت حانداں
 ہر کہ راض حوادم ملعون شود ہمچو سگ دائم سرتن درجوں شود
 راض، محائے راضی ۔
 ز نادانی ردا راض خواہم تو ردین مصطفیٰ میرا نیم تو
 خارج، محائے حاجی ۔
 اریں مردم بسے دیدیم حاج اران کردیم شان اذ دوست حاج
 تدکیرہ، محائے تذکرہ ۔
 کتائے را کہ آں تدکیرہ ماست مراد را شرت کو تر ماست

دیگر

محال علی حوالہ ہی مدالی تذکر ادلیسا تدکیرہ حوالی
 نص اسالیب ایسے موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نتیجہ ہی مولانا

جو ہر کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اداسے مصموں میں دلوں کتاوں میں
پے ترقی اور طوالت کا ڈھنگ موجود ہے۔ داعی قاطبیت اور تاسعی کے
لحاظ سے دلوں مسادمی ہیں، صرف ایس میں کارق ہے ایک ہی لفظ یا
فقرے کی تکرار سے اشعار کی ابتدا ہونا جو ”عبرالدات“ کا حوداک پہلو
ہے، ”مطہر“ میں اس سے بھی وسیع پیمانے پر نظر آتا ہے۔ ناصر حسرو کو دلوں
کتاوں میں ایک قابل حرمیت حقیقت حاصل ہے۔ ”عبر“ میں حضرت علی کا ذکر
ہایت احترام اور توقیر کے ساتھ ملتا ہے، لیکن وہ عقیدہ اور حلوص غیر حار
ہے جو مطہر میں نمودار ہے یہاں حضرت علی کو وہی رتبہ حاصل ہے جو ”عبر“
میں مصور کو دیا گیا ہے۔ تاہم صاحب مطہر العائب کہتا ہے۔

از سراے روح احمد عہرم و ذراے روح حیدر مطہرم
اس سے میں خیال کرتا ہوں کہ مصف مطہر العائب نے عالم
”عبرالدات“ کو دیکھا تک نہیں، کیونکہ یہ کتاب جس کا ”ہیلارح نامہ“ ایک
سلسلہ ہے، درحقیقت مصور کے لیے لکھی گئی تھی ”عبرالدات“ میں دادانی
کی روح موجود ہے اور تمام فرقوں حتیٰ کہ گروترسا دیہود کو بھی مسادمی ماں
لیا گیا ہے۔ ”مطہر“ میں مدہی خوش عالم ہے اور مصف سوائے اپنے عقیدے کے
لوگوں کے سب پر تراہیمینا ہے۔ ”عبر“ میں مصور کی طرح داریہ پڑھائے
حافنے کی آروے حد بردست ہے، لیکن صاحب مطہر کو عام السلوں
کی طرح اپنی حان عریز ہے۔

یہاں مطہر کی بعض خصوصیات لسانی بیان کی جاتی ہیں -
اما، مسمیٰ ما -

آں المے کو حق اسرار گفت ہم ابا مصور ہم ما دار گفت صد

کتاب ہدا کے دوراں میں مختلف مقامات پر کھڑے ہوئے ہیں۔
لپے نام کے لیے کہا ہو۔

ہست نام میں محمدؐ باسرید گشتہ عطارے معانی بر مزید
میں رباب علم عطار آدم لاجرم گویاے اسرار آدم
اور حبیبی ہوئے کا دعویٰ ہو۔

حبیبی ام اراں نام کی حبیبی یریدی، کستنی، دروں لیبی
حائے دلادت بیتا پور اور قوی الاصل ہیں۔
خود مرا مولد بیتا پور بود لیک اصل میں زکوة طوڑ بود

دیگر

اصل میں ارتوں و بیتا پور حائے باسدم در متہد سلطان سرے
دیگر

اصل میں ارتوں و شایو ردہری خاک طوس است جوہر میں ارطی

ایام طفلی میں جب قیام تھا، برابر آٹھ ماہ تک شدید بیماری
میں مبتلا رہے، مرض روز بروز ترقی کرتا گیا، حتیٰ کہ والدین اُس کی زندگی
سے مایوس ہو گئے، کھس آگیا اور قریب ہو گئی۔ یہ بوجہ اشتداد مرض ہو رہی
تھی۔ اس عالم میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ آئے اور محبت کے لہجے
میں ان سے کہا۔ میاں لڑکے ڈرو مت! ہم تمہیں اچھا کرے گئے ہیں
تم زندہ رہو گے اور تمہارا کلام بہت مقبول ہوگا۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر
اس کے جسم پر ہاتھ بھیرا اور فرمائے لگے۔ صاحبزادے! تم ہمارا نام بھی
حائے ہو؟ سوا میں علی ہوں، تم محمد کو توں، طوس، کاشاں، حلہ، بیشاپور
سردار، روم، بھ، آمل اور ساری میں تلاشتیں کرنا۔ مریضی لے ایسا سر

روم مصنف کے زیر مطالعہ رہی ہے۔

(مطہر العجائب) (متنوی معنوی۔ طبع بول کتورسہ ۱۹۶۱ء)
استوں کاسے ستوں -

یار یار نہ لیک در مدہب یکند گرچہ تقلید ست استوں جہاں
چار استوں ستریت میشکد ہست رسوا ہر مقلد را امتحاں (۱۵۸)
حانہ در ترع احمد ساحتند بر پیٹے میر است سراہ ہر من
چار استوں اندوہ پردا خند حانہ سمع و بصر استوں تن (۱۵۹)
اشکب کاسے شکست -

گفت این در راجرا اشکست تو اے در از اشکست خود بر سر مر
بعد ازیں خواہد شدن اشکست تو کہ شکست رستی خواہد شدن (۱۶۰)
اشکاف کاسے شکاف -

مرا خود طاقت اشکاف خود پس کینک آمد از اشکاف در
جیں رجسے ہوا لطاف خود دید خاتون را مردود زیر حر (۱۶۱)
اس کے علاوہ سلطان محمود کے حکم سے ابار کے گوہر توڑنے کی حکایت
دوہوں متنویوں میں عام ہے۔ مولانا روم کی غزل کا ایک مشہور شعر ہے -
مں رقرآن سرگزیدم مغز را یوست را پیت سگاں اداہم
مطہر العجائب میں یوں آتا ہے -

روز قرآن سرگزید یوست ماں یوست را انداز میش کرگساں
بیج عطار کی عادت کے برخلاف مصنف مطہر العجائب اپنے متعلق
بہت کچھ کہے شے کا عادی ہے، چنانچہ سب سے زیادہ حکایتیں اس نے
ایسے ہی متعلق لکھی ہیں۔ یہاں وہ حسہ حسہ حالات دیے جا رہے ہیں، جو

تم کو چاہیے کہ عرفایات میں اُس کو درس دو، نہ رہدایات میں۔ ہم لے
اُس کو علم سلطانی، انصاف حکیمی، حیرت جلدی، تخت اولیا، تاج ادبیا، منتر و کشف
اور نورس عرف، عطا کیا ہو۔ مصنف کہتا ہے کہ حسبِ میں لے اُس سے یہ
حواہسا، میر سے ختم میں ایک کھلی سی دوڑ گئی، میں ولایت کے لیے لے تاب
ہو گیا اور مختصر یہ کہ جب مرث لے مدرسہ عایت، مجھ کو وارفتہ دیکھا، ارشاد کیا
کہ علومِ صوری کو دل سے مٹلا دو، میں حکم سچا لایا اور یورے ایک چلتے
شیخ کی خدمت میں رہا اور اپنے مقصد پر فائز ہو گیا۔ بعد میں احارت
لے کر رحلت ہوا اور علوت لیتیں ہو گیا۔ اس حکایت کی ابتدا ہو۔

چوں بدو این سندہ را تعلیم کرد او شادم ہم مرا تعظیم کرد
ایک موقع پر کہتے ہیں کہ میں لے سات سو دس کتابیں پڑھی ہیں
تب کہیں حاکمِ علم الہی حاصل ہوا۔

ہمصدودہ من کتب را خواندم تا معانی حدادستہ ام (ص ۱۳۳)
دوسرے موقع پر یہ تعداد ایک ہزار بتائی ہو۔

دو یا صد حد کتاب اولیا را دوبارہ خواندہ ام حد اولیا را
ایام طفلی میں سترہ سال تک مشہد میں رہے اور مرار امامِ رصا پر
راتوں کو اوراد و وظائف پڑھتے رہے۔ آخر روحِ امام لے اُن
کا مقام پیشا پور تحویز کیا۔

بوقتِ کودکی میں ہفتہ سال مشہد بودہ ام حوش وقت و حوال
حالِ کودکی پر استالاش بہشت با خواندہ ام و روزالت
مرا از روح او آمد مدد با دیگر گفت کہ تاپور است تراحا
حسِ رمالے میں ”مطہر“ لکھی جا رہی تھی، اُس وقت ایک سلطان

حصور کے قدموں پر رکھ دیا آنحضرت کے جانے کے بعد پسینہ آیا اور حد لے
ایک لے صحت عطا کر دی۔ اس حکایت کا پہلا شعر ہے۔

میں دم در توں وقت کو دکی گشتہ بیمار و گریستہ ارجودی (ص ۶۱)
ایک حکایت میں سیاں کرتے ہیں کہ جب والد لے مجھ کو تعلیم کے لیے
بٹھایا تو میرا استاد بھی میرا ادب کرتا تھا، وہ ایک فاضل شخص تھا، حکمت و تقوا
و تصوف میں کامل۔ حیرت و حافی طریقے سے امام حصر سے سیکھی تھی حکم الدین کرمی
کئی مرتبہ اُس سے ملنے آئے، لیکن وہ محراب الدین (رازی) سے ماحوش تھا۔ میں
سو ماسٹھ عارف اس کی خدمت گزاری میں مصروف رہتے تھے۔ ایک روز
یہ استاد جس کا نام رماں پرانا گستاخی سمجھتا ہوں کہنے لگا کہ میں نے ایک
رات خواب میں دیکھا کہ دروازے سے کوئی شخص اندر داخل ہوا، جب قریب
ایا تو میں نے پہچان لیا کہ رسول اللہ ہیں میں دوڑ کر آپ کے قدموں میں گر گیا،
ب میں نے خود دیکھا تو آپ کے ہمراہ حضرت علیؑ بھی تھے۔ رسول اللہ نے
فرمایا: جانتے ہو میرے ساتھ کون ہیں؟ میں نے عرض کی: اے ختم الانبیاء
پچھتا ہوں، یہ وہی ہیں جو میرے ایاں ہیں اور آپ کے بعد امام کل تمام
فائق الہی کی ذات کے پرتو سے روش ہو۔ تمام نبیوں کے امام اور مہدی ہیں
ن، آدمؑ ہیں اور عیسیٰؑ اس مریمؑ اور منصورؑ بھی یہی ہیں رسول اللہؐ نے
بایا، تم تو اولیاء کی سی باتیں کرتے ہو۔ اُس کے بعد ارشاد فرمایا کہ صبح
لے وقت تمہارے پاس ایک امیر مع ایک مددے کے آئے گا، اس کو تم
را حاکم اسرارِ بلادینا، کیونکہ وہ عطار ہوگا اور عالم پر ہمارے اسرار
دے گا۔

اولو عطار و عطر اشتاں شود بونے معیش ہمہ در جاں لود

اُس نے یہاں کیا کہ ایک مرتبہ بعد ازیں میرا گز رہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص سرسبز ہو اور چاروں طرف حلاق کا ہجوم ہو، وہ شخص مساجد میں متعول تھا۔ جب مساجد ختم ہوئی، اس نے حلاق سے کہا بڑھو اور اپنا کام کرو۔ حلاق اس کو ایک لنگھان پر لے گیا اور وہاں سے گرا دیا، وہ شخص گر کر مر گیا اور اس کی لاش آگ میں حلا دی گئی۔ میں نے مقتول پر دھبیاست دریافت کی، محمد سے کہا گیا کہ دھبیاست کے کنارے کچھ لوگ جمع تھے، اس میں سے ہر ایک اپنے اپنے عقیدے اور مسلک کے مطابق گفتگو کر رہا تھا۔ کسی نے کہا سب کی اہل حضرت آدم ہیں۔ دوسرے نے کہا رسول اللہ ہیں۔ ایک نے کہا سب کو فضیلت ہے۔ دوسرے نے کہا سب پر ولایت کو شرف حاصل ہے۔ اس پر سوال اٹھا کہ ولایت کس کا حق ہے۔ متوفی نے کہا حضرت شاہ ولایت کا، جو اصل ہیں، اور جو اس پر یقین نہیں رکھتا، اس کا ہر حصہ کی دھبی حرامت دین کے اشارے سے واضح ہوتی ہے۔

خود خدا قہلے ترا رجاں زده راہ دیت بیشکے شیطان زده
راں می دانی امام عولیس را بیشکے اقتادی ار مادر حطا
ستر مادر ترا خود یاک نیست گر ترا مردود گویم باک نیست

(صفحہ ۸۰)

جب لوگوں نے اُس سے ایسی باتیں سُنیں، زرد و کوب کی، ہاتھ مارنے دیے اور شیعہ (خاصی) کے پاس لے گئے، بیچ تمام گفتگوں کر سکتا طیت میں آیا، لولا کہ یہ شخص راضی ہو، کیونکہ ماحار اہل سنت، ولایت میجر کا حق ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حلیم تھے ولی ہیں تھے۔

ایں ولایت حق میجر بود یقین اہل سنت ایں یاد بود

الوانقاسم حکمران تھا۔ احرارے اُس کو ظلم کے راستے پر چلایا اس کے میرے اُمر کو سمجھایا۔ لیکن انھوں نے یاد تباہ کو ظلم سے نہیں روکا۔ شیخ مارا ص ہو کر چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد سلطان نے کسی ملک پر چڑھائی کی، اس ملک کے ایک حقیقہ سردار نے اس کو اور اس کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ اسی سلسلے میں ترکوں کے متعلق ایک بیٹیں گوئی کی ہو کہ میرے بعد ترک دیا کو دیراں کر دیں گے اور بہت جلد بعد اُن کی سلطنت بھی تباہ ہو جائے گی۔

بعد میں ترکان کسہ عالم جواب اس دل سکیں کہ سازندہ کما
بردار و سلطنت شاں درجاں عاقبت دیراں تودستاں حاماں

(صفحہ ۳۳۹)

متعدد موقعوں پر ناصر خسرو کا ذکر کیا ہو، ملکہ اُس کی حمایت بھی کی ہو۔

ناصر خسرو کہ امد ہے گروت رفت او خود گوشہ کو ہے گروت
ناصر خسرو ر سسر آگاہ بود لے جو تو خود مرتد و گمراہ بود
ناصر خسرو حق پڑ بردہ بود ارمیان خلق بیرون رمتہ بود
یار او یک عار بود و تار بود او ہور و مار حق درکار بود
اس حکیم کی ایک حکایت تھی ہو کہ ایک روز ایک پیر سالک مجھ سے ملے آیا۔ اتناے گفتگو میں میں نے اس سے کہا کہ کوئی عجیب قصہ آتا ہو تو ساؤ پیر سالک نے کہا کہ آج میں وہ قصہ سنا ہوں جو میں نے ایسے سالک سے سنا ہو حکیم ہوے کے علاوہ مصور حسینی کی طرح شاہ تھا (یعنی شاہ ناصر خسرو)۔

انکال حکمت او آگاہ بود او جو مصور حسینی ستاہ بود
(صفحہ ۷۶)

شاعر کی موقوفوں پر اپنی نصیحات کا ذکر کرتا ہی اور دعویٰ کرتا ہی کہ
میں نے سوکتا میں لکھی ہیں :-

دھر علم دارم صد کتب میں درو بہادہ ام اسرار لبس
(صفحہ ۲۶)

کہتا ہی پہلے تین کتابیں لکھیں، پھر ایک، پھر تین -
ماول سہ کتب تقسیر کر دم آخر ایک کتب تقسیر کر دم
خواہر نامہ ما مختار نامہ شرح القبا میں رہ بردحامہ
ترا معراج نامہ پیش حق خواند خواہر نامہ ات خود این سلق خواند
ترا مختار نامہ چوں بہشت است بشرح القبا دیا چوں کشف است
دعد این کتب خواں سہ کتب را کہ تا گرد و وجودت خود مصفا
وصلت نامہ داں وصل معانی دلیل نامہ ماوا منافی
ہیلاحم جہاں در لرز آمد فلک از قدر قس در گردش آمد

(صفحہ ۳۵۷)

ایک مقام پر سولہ کتابوں کے نام گنائے ہیں ایسے :- (۱) مظهر
(۲) وصلت نامہ (۳) ہیلاحم نامہ (۴) اسرار نامہ (۵) مطلق الطیر -
(۶) حسرت و گل (۷) الہی نامہ (۸) پند نامہ (۹) مصیبت نامہ (۱۰) المل
نامہ (۱۲) مذکرۃ الاولیا (۱۳) معراج نامہ (۱۴) مختار نامہ (۱۵) خواہر نامہ
(۱۶) شرح القبا -

مداں خود را کہ در مظهر توینی روصلت نامہ نام اظہر توینی
مداں خود را کہ ہیلاحم چیں گفت کہ از اسرار نامہ در توانی گفت
مداں خود را کہ مرغ لا مکانی کتاب طیر مارا آستمانی

اد حلیہ لود، کے لود اولیٰ ویں ولایت راسی دارد سی
لیکن دیکھو میں بھی اُس کو کیسی سرادیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اور چھڑ پر ملیٹ کر
• مارگاہ خلافت کی طرف روانہ ہوا۔ حاجب نے شیخ کی آمد کی اطلاع حلیہ
کو دی۔ حلیہ مام سستے ہی ایسی جگہ سے اُٹھا اور انتقال کر کے لایا۔ شیخ
نے تمام ماحرا بیاں کیا۔ حلیہ نے کہا یہ تو ایک حسیف معاملہ ہے۔ میں نے
ایسے ہزاروں اسان قتل کیے ہیں، فرمدان علی تک کو نہیں چھوڑا۔
اُسی وقت ایک ترک امیر کو، جس کا نام ”اصیل مردگیر سمرقندی“ تھا، حکم دیا
کہ حاؤ پہلے اس محرم کو قتل کرو اور پھر اس کی لاش کو جلا دو۔ شیخ نے
اس موقع پر یہ اضافہ کیا کہ تمہیں اس کا ریک میں بڑا ثواب ملے گا۔
جب ماحر حرو نے یہ ماحرا سنا، اس کو بے حد رنج ہوا، تب اُس
نے بد دعا کی۔

چوں مدید آں ماحر حرو دیاں گفست میامی و دامالے گماں
گفست یارب تو بحق حدّس دُور گرداں شاں رصدق حدّس
ماحر حرو کا بیاں ہو کہ میں ایک ست اپنے گونے میں ملوں و غلیں مٹھا
تھا کہ اتنے میں غیب سے میرے کالوں میں آوار آئی کہ حد کا عذاب اس
تہریر مازل ہونے والا ہو، تو یہاں سے نکل جاؤ۔

یک تبے لود مکھے درد مد مادل محروح دحاں مسمد
یک مد آمد لگو ستم کاے حکیم حیررو رس تہر من بیرون سلیم
کر حد آمد ملاے حساب اولس رنج آید و آخر عذاب
میں علی الصبح اس تہر سے نکل کھڑا ہوا۔ آخر تہر میں ایسی وایو بیو
• • شاہ بچا، نہ اُس کا لشکر اور نہ وہ شیخ۔

جو ہر داقم محائب بودہ است بھجو اشترا مامہ مستی کردہ است
گر تو از مرع حقائق لیے بری مطلق الطیرم سحواں تانتوی
رو تو اسرار ولایت گوشت کن و آں گہے حام موت لوت کن
رو مصیبت مامہ را از سر سحواں تانتو د حاصل ترا مقصود حاں
گر تو از حسرو کیے گل داشتی ملل مسکیں خود نگر استی
گر الہی مامہ را گیری نگوست حام وحدت را گیری لوت کن
گر تو پدم را بیانی در جہاں رد عزیرت دار پچوں جان حاں
رو مذکر اولیا متعول شو و آں گہے چوں تذکرہ مقول شو

(صفحہ ۱۳ ۱۴)

کہا، کہ میں نے بہت کما میں لکھی ہیں لیکن مطہر العوائف کو سب پر

وہیت ہو

کنت دمن، بسبار دام و جہاں ایک مطہر را عفاف مک داں (۱۴۴)
کنت سیار دارم گر سحواں از و دنیا و حقنی را مدانی
مداں کیں مطہرم حاں کتہا است در و اسرار دین حق ہویدا است (۱۴۵)
ان کو عمامیوں نے بہت ملایا اور رمرہ علما میں رکھا چاہا، لیکن یہ
گئے نہیں۔ وجہ ظاہر ہے، یہ حق گو تھے اور وہ حق بات نہیں کہتے تھے۔
مرا عمامیاں بسیار حوامد مرا بر عالماں خود جہامد
(کد ۱۔ ساسد ۹)

اگر میں راستی گویم ملولند طریق راستی را کے ملولند

(صفحہ ۵۸۳)

ایک حکایت میں جو صفحہ ۶۷۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۵۸۹ پر ختم ہوئی

کتابوں کی تعداد سولہ ہوتی ہو، لیکن سترہ تائی ہو۔

(२०५३३३)

شماریت ایہا را گویم
دولیت و دوسرا رتقت میت است

مں ارکتست معانی تخم رویم
زیادہ یا کمی میداں کہ قید است

یہ تعداد مسائل سے حالی ہیں، کیونکہ مترجہ اقلب اور تذکرۃ الاولیاء
سفر کی کمائیں ہیں اور معراج نامہ ایک ایسی کتاب ہے جس سے نہ تذکرہ
مخارج واقف ہیں اور نہ مہرست مخارج۔ کوئی تعجب نہیں اگر لے سرنامہ مراد
ہو۔ رہیں باقی بیرو کتابیں، ان کے آیات کی تعداد کسی حالت میں اٹھاسی
سہار سے زیادہ ہیں ہو سکتی۔

”مطہر کے دیباچے میں اس کتابوں کے نام یہ ہیں۔

یتیم داں تمام سد گام کتید و ساد یکتائے نام
 تاجر مرخصی دریا مت مارا مکرو او دوح از مایں ملا را
 حق نو و سخی درخواست کرد او ہمہ طفل و ساعتم راست کرد او
 مراکتاد او ار سد این قوم رمار کئے مرا او داد این قوم
 مرا او داد حال نو دریں دہر مرد رجاں دتس بوسن حوں زہر
 (صفحہ ۴۶)

یہی شکایت دوسرے موقعے پر یوں دہرائی ہو -
 لے مافق آں جہ ماسن کردہ کلمہ ماشل سنگھن کردہ
 ماں و نام راستاراج سگاں دادہ تا حاطرت گیرد اماں
 قصد کشتن نیر کردی لیک شاہ داد اندر کو لے خود مارا یاہ
 روسیہ گشتی بدستت، بیچ ماند راں ترا شیطان ملعون جوتس جوٹ
 کردہ عطار را تو قصد حوں کردہ خود را تو ارحت حوں
 ہر خب مرخصی مارا کستی در دو عالم حوین را رسوا کستی
 (صفحہ ۴۶)

دستوں لے ایک ماراں کے قتل کے لیے وسیع پیمانے پر
 تیاریاں کیں اور ان کو مع فرزد کے گرفتار کیا۔ ایک لاکھ کی تعداد
 میں جمع ہو گئے جن میں حاصل تیوج و قاصی و اکا رسے لے کر مارا
 کے دکان دار تک شامل تھے۔ ہر ایک اُن کے حوں کا یہاں ساتھ تھا۔
 مالآح دریا میں بھینک دیا اس لے بسی کے عالم میں انھوں نے خدا
 کی طرف رجوع کی۔ الہام ہوا کہ لے عطار مطلق حودہ کر تو دستوں
 کے یہی سے رہا ہو جائے گا۔ قدرت الہی ملاحظہ ہو کہ اُس ہجوم میں سے

ہو، کہا ہو کہ ایک پیر سالک لے آکر مجھ سے تیس سال کیے اور اُن کے جواب طلب کیے۔ میں یہ سوالات سن کر حیران رہ گیا دل میں کہنے لگا کہ الہی! اس سوالوں کا جواب کیونکر دے سکوں گا۔ مجھ میں یہ تو یقین نہیں اور یہ ظالم تمام اسرار غیب مجھ سے دریافت کر رہا ہے اس سوالوں کا جواب ہاتھ غیبی ہی دے سکتا ہے۔ میں اسی سست و بچ میں تھا کہ ہاتھ سرفیل لایا اور اس نے مجھ کو اس کے خدمات تعلیم کر دیے۔ جب پیر سالک لے مجھ سے جوابات سننے، بولا کہ اگر یہ حال ہو تو مجھ کو دُیا سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہیے، میرا اصل مقام حقیقی ہے۔ یہ کہہ کر اٹھا اور جاں دے دی۔

مرا ارعہ ہیں معنی تمام است مرا حقیقی بایں معنی مقام است

قدم در راہ نہاد او و جاں داد مستحق حقیقی او و جاں داد

یہ نقشہ عطار کے تو نہ کر لے اور اُن کے کوچہ تصوف میں آئے کے قلعے سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے اور ممکن ہے کہ تذکرہ نگاروں نے اُلٹا سیدھا تراش کر اسی کو اور عرص سے استعمال کر لیا ہو، یا یہ نقشہ اُس قلعے کی سیاد پر تراشا گیا ہو۔

متعدد موقعوں پر دہمنوں کے خورد و تشدد اُن کے مذہبی عباد و غیرہ کا ذکر آتا ہے جب مرتضیٰ کی مایہ نالہوں نے ایک مرتبہ کامل سال بحر قید رکھا اور مکاں لوٹ لیا۔ آخر حضرت مرتضیٰ نے رحم کیا، قید سے رہائی مل گئی اور حایاد کمال ہو گئی۔

تو مر عطار کر دی ظلم بسیار کہ داری در دل خود حسب کراہ

رہبر این مرا کسال در مد مکر دہ آں لعیماں در کمر سد اکدا

زہر این تمام ملک و عالم لغارت مرد او ماحور و سالم

ہما د و کرد آزاد ار تساہی	چو بوس حق ترا از لعل ماہی
رقاصی و اکا رہم رکامل	تمام ملک ار شیعہاں حاصل
ہمہ گستند بر قلم ردا دار	تمام خلق عام و خاص مارا
مرا مایور اندر جیل کردد	ہمہ در قتل و حرم میل کردد
در توبہ سرودیم بر کشادہم	دریں حالت سیاحت در قنات
ہمیں از حق تعالیٰ نص و برہاں	ز حق حتم خلاصی سیہ حلقاں
کہ لے عطار تو خود را مترساں	بالہام بدا در داد پرداں
اریں سعی مکی خاطر پریشاں	خلاصی این راں اروسثاں
بریدم ار میاں شاں چشم کنان	مالہام آہی ہچو ستہ ساز

(صفحہ ۴۱-۴۰۲)

مطہر العجا رب کے حلائے جانے کا اشارہ کئی موقعوں پر موجود ہے۔
 ۱۔ مطہر کے حلائے جانے کا ذکر لسان العیب میں بھی ملتا ہے۔ میں میرزا محمد کے معنی
 سے استعارہ دلی نقل کرتا ہوں۔

حافل ار سرحد اودید دوست	راں سودی مطہر کاں اسم دوست
چوں کی راتش دریں جاچش	اے سمرقندی حدراں سودش
چو کہ پرداں اردر خود راہدہ ان	لست حق ماد بر سودہ است
می کسی نص حسین این جاہد	تو یرید عصر مائی اے پلید
می دستی جو لیل را در مار تو	اے سمرقندی مکن این کار تو
جیتیم مطہر حواں ماید و حق	مطہرم گوئی ماید سو حق
بر تو خواہد کرد دست بگراں	در جہاں خواہد مطہر را کساں

(مقدمہ تذکرہ عطار، ص ۱۱۱)

ہتھار کی طرح اڑے ہوئے محل گئے۔

تو لے ناپاک کردی جو بسیار	نہی اندیشی تو از جور عطار
جیہ حاصل کردی از جور جیہیں تو	چہ کردی ہر حوں مانگیں تو
خزلے تو خدا در حشر مد ہاد	کہ خواہم کردار تو بیت حق داد
اریں طلے کہ ہر عطار کردی	علی را تو ز خود سیرا کردی
رہبر مرقعی کردی ہما حور	چہوداں محضر دار مد بر تو لے کور
کہ حیدر را چرا تو دوست داری	ز ہر ایں بریرم حوں سراہی
حلاصم کرد حیدر ار ملاہیت	کشم ار دوست صورت ایں دایت
قریب صد ہزار آدم دریں باب	گلکد دت ترا عطار در آب

سہ میرا عروس عبدالہاس قریبی لے لساں امیہ سے حوا سی شاعر کی تصنیف ہے۔

نص ایسے ابیات نقل کیے ہیں حوا سی دانقے پر مرید دوستی ڈالتے ہیں۔

بر سر مسد براق رکماں	در چہیں طلے کنادہ اوریاں
بر سر من کردہ ترکاں اتقاق	تا بریر دحوں کہ دادہ او اتقاق
لے مقہہ ایں حاس بیچدہ	موسے در حوں میں سوستہ
قصداں دال و عزم کردہ	پارہ حسام بر من سریدہ
در درار دست تو امتدادہم	در توکل دل سماں دادہم
گر د عالم گشتہ ام اردست تو	گفہ ام بیداویہ را کو کو
جمع گشتہ حلق بہر قتل ما	حرم عطار است حب تر قہنی
عاقبت مارا دست ایں نگاں	حق خلاصی داد ار وہم نگاں
نص حیدر سود سود لے مقہہ	اں ریاں حاس ما شلے میہ

(مقدمہ تذکرہ عطار ص ۱۸)

کرتا ہو اور ساتھ ہی گویا ہو کہ میں حضرت علیؑ کو وحی مانتا ہوں اور تنبیہ نہیں ہوتا۔

من مدین اہل سنت رفتہ ام	ر طریق اہل سنت لودہ ام
کہ عطار است سی نیست تنبیہ	مودہ او مدین با مطیعہ دکدا
منم سی و ہزارم عیانست	جہاں اندر جہاں اندر جہانست
ولیکن یرو میر ہا علیؑ است	ار آن کو دارت علم سئی است
دگر اورا وصی دامن حکمتش	نودہ در جہاں خود عدل و ظلمت

(صعہ ۳۳)

دیباچے میں اگر چیتھیں کے لیے اُس نے ایک شعر لکھا ہو۔

ار طہور مصطفیٰ آنگاہ شو ما لومکہ و عمر ہمراہ شو
لیکن جو مذہبی ماحول اس کتاب میں پیدا کیا گیا ہو، سی معتقدات کے عین
سامی ہو، لکہ یہ سنی ہیں جو اس کی سب دہتم کے آماج ہیں شاعر نے اپنی
لعدت اور دستام کے تمام تیر پوری طاقت کے ساتھ اُس پر رسائے ہیں،
دہ سیوں کو اپنی تمام بدقسمتی کا دمہ دار سمجھتا ہو۔ اُنھوں نے اُسے قید کیا،
گھر لٹ لیا اور قتل کرنا چاہا۔ وہ تقلید اور چاروں مصلوں سے سخت سیرا ہو،
چاروں اماموں کی تعظیم کرتا ہو۔ اُس کے سہ ویک چاروں مصلوں کو
مانسے والے مردود ہیں، ع -

چار ویدیں کار مردوداں بود

اہل سنت کو اُس کے دہش ناصبی کہتے ہیں جو دراصل خوارج کا
نام تھا، مصنف بھی اں کو اسی نام سے پکارتا ہو، لیکن حائے حیرت یہ
امر ہو کہ وہ اں کو خارجی بھی کہتا ہو اور رافضی بھی، مرید براں منافق
مقلد، سیرواں معاویہ، عباسی، تقلیدی اور راولوں کے پیرو بھی کہتا ہو۔

ہو کہ ابھی مہر حتم بھی نہیں ہوئی ہو کہ دشمن اُس کے جلانے کے منصوبے
 کر رہے ہیں، حالانکہ شاعر اُس کے چھپانے میں بہت کچھ اہتمام کرتا ہوگا۔
 سوری مہر عطار را تو دگر لوری نگیری مار را تو
 کلام و ہم حدیث د اتم حق را سوری و نداری بیج پروا
 تو سوری اتم ایساں جسم سورد قاسے ظلم و جور و منکر دوردہ ۴۳۰
 مادانی سوری مہر م را درو بیی چو نام حیدرم راجع
 علی ہر مختلف مقامات پر ایسے ماطریں کو ہدایت کرتا ہو کہ مہر کو
 نا اہلوں اور خارجیوں سے محفوظ رکھنا۔

مں مایم حملہ اسرار ت تمام لیک ایں مہر نہاں ماسد عام
 کس را اہلاں کتاب را ہاں زانکہ دیدم من درو حق را حیاں
 جوہر و مہر بکھے باز نہ خود و اسرار پیش از اسرار نہ
 تا نیفتد از دست خارجی منکر مہر ماسد خارجی
 بعد مں گر حوالی ایں مہر تمام رہیہارستس تو نگہ دار احوام
 در مہر کے حق نصیب کات سے وعدہ کیا ہو کہ میں تجھے ساتھ لیے لیر
 بھی جنت میں قدم رکھوں گا۔

با بعد استم بمنے عہد تو نے تو باشد خود ہشتم نامکو
 لے تو لے کات نہ باشم در بہت رانکہ ایں مہر شد ستم سر نوشت ۴۱۹
 در ساتھ ہی اس کتاب میں اعتقاد رکھے والوں پر دوری ہوئے کا
 قوی لگا دیا ہو۔

ہر کہ شک آرد بمہر دور حیت زانکہ ایں مہر ثاں خنیت ۴۲
 مصنف مدبلاً اپنے آپ کو اہل سنت و الجماعت کا ایک رکن یاں

وحیفہ گفت کہیں دیں ہل است بیٹن میں دیں ہی خود حمل است
 میں دہم احیائے دیں مصطفیٰ رانکہ علم میں مدارو خود صا
 تاشی گفتا کہ قول میں حق است پین میں گفت ہی خود مطلق است
 ہر جہ گویم ار روایت راست است این معالی اردل میں حاست است
 احمد حسن گھستا قول میں ہتر است ار قول دیگر در سخن
 گفت میں چون گفت پاکان دین است آں رماں سودہ کہ بیرون رفت است
 گفت مالک آں امام راست گوے بودہ ام در علم تر عش راست ہوے
 میں بہ مترع مصطفیٰ در تاحتم ہم چو عیسیٰ در رہت حریا ہم

(صفحہ ۳۲۸)

مطہر جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، حضرت علی کو م الشہ وجہہ کے
 احوار میں لکھی گئی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام کتاب اُن کے عشق و وحدان

صفحہ ۴۵۲ کا نقیہ حاشیہ -

چراچوں جرح مقلوبی تو داری دگر مطلب چو مطلوبے تو داری
 چو داری تاشی و وحیفہ تو ہی ہم مالک دیں ہم طبع
 دگر این داری اما آں داری دے داری ولیکن حاس داری
 چو ایتا ند ہر دو حتم دیں را نہ سرا میں دو حتم راہ میں را

(حسرو نامہ قلمی)

مطلوبہ حسرو نامہ سے یہ اور مقبت اصحاب ثلاثہ کے استعا، اہل مطیع لے جانج
 کر دیے ہیں، میں نے پردیس سرآرد کے کلیات سے ان کو نقل کیا ہے۔ یہ بھی یاد رہے
 کہ شیخ عطار اپنی مقنویات میں انہی اربعہ کا ہایت احترام سے ذکر کرتے ہیں اور
 ان کی حکایات بھی نقل کرتے ہیں۔

حوالہ دیں علیؑ کے پیرو ہیں اور چار مذہب کے مائے واسطے ہیں، شاعر
کے نزدیک وہی راضی ہیں سے

ہر کہ در دین علیؑ سود درست راضی عوام من اور از محبت

دیگر

بدستی کہ راضی کیست اے نگ گویم تا سود سود مشک این رگ
رواضی آن کہ دین شہہ دارد بکوے مرتضیٰ این رہ دارد
رواضی آن کہ دین غیر دارد کوے غیر حیدر سیر دارد
رواضی آن کہ از توحید دوزخ است یہ علم چار مذہب سود صورت
تا صبی بادین کے بے دین شدہ اور سرتا پائے خود سگیں شدہ
ایں جماعت دشمنان حیدر بد پیش مالائق بہ تیغ و خنجر بد

(صفحہ ۳۲۰)

چار مذہب

حائے دین بئی کرد مدح را ب عوں مومن ریکتس دیدہ صواب

چار مذہب ہر ایشان ساختند دین ایشان را بروں ادا افتند

سے اس نقلی عطار کے نقلے میں اصلی عطار کے اشار بھی ملاحظہ ہوں -

جہاں را ہم امام و ہم حلیفہ کرامی دانی الا و حلیفہ

جہاں علم و دریاے معانی امام اول و ثانی

چرخ امت آمد آں سرا عراز یواسے کو عددو را می ہدکار

قصا کرد و دروے عرصہ ناگاہ نہ میدیرت آسماں و دل آگاہ

سجی بہاد گئے حملہ رحمت حصہ و حلیفہ کرد قسمت

گرچہ از ہر کوئی حاصل نیست چو کوفت حر حواء سر لے میت

شاہ حرائیل و میکائیل ہم شاہ اسرائیل و عورائیل ہم
 را کہ حیدر در دروں یار گفت ہم اما مصور و ہم ما دار گفت
 ہم اردو یعقوب و ہم موسیٰ تنید ہم اردو عطار و ہم کسریٰ تنید
 ہم اردو حمریل و ہم آدم تنید ہم اردو عیسیٰ س مریم تنید
 ہم اردو سید معراج تنید ہم اردو این جملہ عالم تنید
 شاعر کے نزدیک دلائے علی کے بغیر کائنات ناممکن ہے۔

گر ترا عمر سے دودھ دلا دیاں دین عمرت عوالی علم قال
 دورہ گرداری تو خود عمر دراز دلش داکم گرداری تو نماز
 بے دلائے ادیبانی، بیچ نور دوسرے باشد ترا عود در حضور
 اگرچہ بارہ اماموں کا قائل ہے اور ان کی طرح بھی دیا ہے میں موجود
 ہے۔ تاہم امام جعفر صادق کا زیادہ گرویدہ معلوم ہوتا ہے اور متعدد مقامات
 پر اسے آپ کو حضرت علیؑ کہتا ہے۔

سلف شیعوں میں ایک فرقہ حضرت علیؑ ہی ہے، جو امام حسن عسکری کے بعد ان کے بھائی حضرت
 امام کا دائل ہے۔ لیکن اسماعیلی اس امام کو کذاب کہتے ہیں (ار رات المذہب)
 اس نے لکھا ہے کہ حسن عسکری لا ولد عت ہوئے اور ان کا کوئی ورنہ نواسی پیدا ہوا
 اس لیے حضرت امام ہدی کی ولادت کے منکر ہیں (مذہب الاسلام ص ۴۴) ہمارا مصنف
 ہر حال امام حسن عسکری کے بعد حسن کو عطلی سے (ابو الحسن عسکری) شعر۔

لو الحسن داں عسکری را در جہاں لو الحسن داں ہر او در جہاں جاں
 لکھتا ہے) عیت امام ہدی کا قائل ہے، چنانچہ۔

ما الہی ہدیے از عیب آں ما جہاے عدل گرد آسکار
 اس لیے اس کا شمار اسماعیلیوں میں ہوا چاہیے، خواہے مذہب کو حضرت امام حسن عسکری
 طرف منسوب کر کے آپ کو حضرت علیؑ ہی کہتے ہیں۔

سے معمور ہو۔ شاعر نے ان کی تعہید اور تعہید میں ایسی سالفہ آمیز زبان ہتھمال کی ہے جس سے خود رسول اللہ کے امتیاز کی تائید کو صدمہ پہنچے کا خطرہ عظیم ہو۔ حضرت علیؑ کا مرتبہ تمام مقدس ہستیوں، فرشتوں اور انبیاءوں سے بالا مائے الہیت کے اگرچہ تمام خطاات ان کو ہمیں دیئے گئے، تاہم "لحدار حدار" برگ توئی" میں تو کوئی گمراہی احتمال نہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہمی اسرار عریں مرتضایست	ہمی درجاں مصور اور حدایست
حداد اور اولی اللہ حوالہ	برصفت مصطفیٰ اش شاہ حوالہ
ہر قرے روں آید بلوئے	ارو آماذ میدان این دو کوئے

(صفحہ ۳۵۲)

گفت یہ میر کہ شاہی راں تست	مطہر ستر الہی حاں تست
در ہمہ روسے رہیں او مقتداست	این ہمہ در شان شاہ اولیاست
شاہ عتیق و شاہ مژئی، شاہ طور	شاہ سرور، شاہ اکبر، شاہ نور
شاہ یوسف، شاہ یقولست و حضر	شاہ الیاس است در دیارے حر
شاہ اسماعیل و ابراہیم داں	یا جو اسحق و چو ہاروش کواں
شاہ لودہ با جمیع اسبیا	ہم ہمو لودہ سمعی، رہما
شاہ بودہ ما محمد در عیاں	ہم ہمو دیدہ ہمہ ستر مہاں
شاہ اعینی است باروح اللہ است	روئے او بر حشر علییں در است

لے اس شعر سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف حلول کا معتقد ہے اور خود اس کو اعتراف ہے کہ اس پر اس قسم کے الزام لگائے گئے ہیں :-

"تا گویدت دعویٰ یا حلول	تا گویدت چو رخص و العیول
بعض گوید اتحادی لودہ است	یا یکیش لمداں ہم رصہ است

طواہر خیر ماکل مفقود ہو جائے اور معمولی ترکیب اور سادگی کی تعریف
 عملوں کی لے ریلی اور العاط کے لے عمل استعمال کا ترک ہو، اور وقوفانی کے معمولی
 قواعد کو مالے طاق رکھ دے نظم میں اس قدر احتلال اور تعریف اللہ احتلال دلع کی
 طرف مسوب کی جاسکتی ہے، نہ استعمال طبیعت کی طرف عطار کی یہ تصنیف بہت کچھ چھوٹا
 مولانا آزاد کے دورِ جوں کی یادگار "خافورتاں" اور "سپاک و ننگ" سے مانس ہو لیکن
 میں اس طریقے کا بھی معتقد نہیں کیونکہ شاعر اپنی تصنیف کی خامیوں سے احتراز اور رفع
 اعتراض کی لے سجدہ کو مستثنیٰ کرتا ہے اس کی طرف عطار کے متعلق ایک لے لکھا انداز میں کہتا ہے۔
 جو ہر دم مہر مابل دل دہم صرف و محنت را مابل گل دہم
 دوسرے موقع پر کہا ہے۔

جو ہر دم بیت شرح کو صرف را کہ او در نقطہ گشتت عارف

گویا وہ اسی ذات کو ان صوالت کی یا سدی سے مالاہمتا ہے۔
 یہی ہیں ایک دوسرے مقام پر کہتا ہے کہ:- میں لے یہ کباب عام زماں
 میں اس لیے لکھی ہو کہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ میں اس کو
 نہیں عارت میں لکھ سکتا تھا لیکن عامۃ الناس اس کے سمجھنے سے قاصر
 رہ جاتے۔

میں میں مہر مابل عام گفتم گہے بخت و گاسے عام گفتم
 کہ ہم خلق دردے خوش برآید رچل و کبر خودیروں برآید
 وگرہ خود مالمط شریفیت ہی گفتم کہ می آمد شریفیت
 دلے درویش اور محروم می ماند بہ بیت خادم محدود می ماند

اس لیے میں کہتا ہوں کہ یہ شخص کوئی مہر و بیا ہو جس لے خاص
 مقاصد کو مد نظر رکھ کر شیخ عطار کا سوا لک بھریا ہو۔ چونکہ اس کے پاس

من طریق حفری دارم چو اب خورده ام از ساقی کوثر تراست
 مرد آست کہ بدین صحر است یا چو سلمان او بدین حیدر است
 لمے ترا شاحتہ حر حفری این معانی را رہم ماری
 راہ حق یوں راہ صحر است خارجی از من چہ محتسب است
 این کتب دارد لباس حفری معرفت گمہ باہل معسوی
 ترا مظهر ز صحر داد بیعہام ترا مظهر ر لطف دوست العام
 مہتمم کو عطار کی طرف مہسوب کرے میں کئی امور دامگیر تامل ہیں
 جس کو مختصراً دلیل میں لکھا جاتا ہو۔

(۱) اُس کی راں جس کا میرا محمد قدوسی بھی ملے دنی دیاں سے اقرار
 کرتے ہیں، عطار کے حقیقی کلام سے کوئی مست نہیں رکھتی۔ اس کا خیال ہو کہ
 طبیعت میں یہ احتمال بڑھا پے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو، لیکن میری سمجھ
 سے ماہر ہو کہ ایک مشاق شاعر وحدت العمر ہو گئی کے لیے مودف ہو
 انحطاط و پیری کے دور میں اس قدر سٹھیا جائے کہ معمولی حملوں میں صرف
 دسحو کی غلطیوں کا ارتکاب کرے۔ اس کی سیراب طبیعت کی تمام روانی اور
 سہ میرا سے موصوف کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

”یکے از تالیف آخری عطار مظهر الحائس است و در مقدمہ این کتاب صاحب کتب
 مصنفہ اس را کہ از سملہ تذکرۃ الادبیات نام می رود استعارہ این کتابت بالسنۃ مسائر
 اشار عطار تعادلت واضح دارد در پستی و سستی و قدرے رکاکت۔ و ہر کس ملحق الطیر
 و الہی نامہ و حسرت و غل و دیوان عطار را مطالعہ کردہ باشد، براسے او قدرے مشکل است
 و عدا د کند کہ صاحب مظهر الحائس ما آہا یکے بودہ است و ظاہر علت این انحطاط و معوجہ
 طبع است دس کہولت“ (مقدمہ تذکرۃ عطار، ص ۷۰۔ ہی مرتبہ پروفیسر بکس)۔

عطار حسین بن منصور کے حالات ایک معقول پیرائے میں ایسے تذکرے میں لکھ چکے ہیں، جس میں انھوں نے حسین کے متعلق صوفیوں کی تمام روایات کو جمع کر دیا ہے، لیکن عطار کا یہ منقہ جو مذکرۃ الاولیاء کی تصنیف کا مدعی بھی ہو، تذکرے کے بیانات کے ماکل برعکس ایک طویل حکایت منصور بن عیسیٰ کے لکھتا ہے جس میں شقیق لمی حاکر حلیفہ ہارون الرشید کو سمجھاتے ہیں کہ تم نے چونکہ منصور کو قتل کر دیا ہے اور وہ حضرت موسیٰ کاظم کا آدمی تھا اس لیے تمہیں چاہیے کہ اب حاکر حضرت امام سے اس قتل کی معافی مانگو۔ ہارون الرشید پر شیخ کی نصیحت کا اس قدر اثر ہوتا ہے کہ سید صاحب حضرت موسیٰ کاظم کی خدمت میں پہنچتا ہے، معذرت خواہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اب تک آپ کی طرف سے غافل رہنے کی معافی مانگتا ہوں، آئندہ آپ کو حکم دیں گے، سر جو عظیم کمالوں گا۔ آپ حقیقت میں ہمارے پیشوا ہیں کیونکہ آپ ہی نقذیر المرسلین ہیں اور میرا ملک درحقیقت آپ کی ملک ہے جس طرح منصور کے اعطاء آپ کے اعطاء تھے۔

میں ترا دادم کہ ملک حق تست گفتہ منصور ہم ارحق تست
دہن آپ کی تاک میں تھے اور منصور کو بھی اسی لیے لپیٹا گیا کہ
وہ آپ کے محنت کیتوں میں بٹھا اور آپ کی درگاہ پر سجدے کیا کرتا تھا
وہ ہر راج سال تک میرے کاں بھرنے رہے کہ جب منصور امام کے
آستانے پر پہنچتا ہے، سید کہ دوں سجدے کرتا ہے۔

دیگر آں کہ چوں بروں آید ریتیں سر ہد رآستان صد بار پیش

لے صوفیوں نے جب وہ صاحب الزماں کے پاس آئے، کہتے ہیں، سجدے کی
برم کو رواج دیا، کوئی تمہیں اگر اس قسم کے قصوں سے اس رسم کی حرمت سوائی گئی ہو

ہے عطار کا دماغ ہونہ ان کی طبیعت اور علمیت، اس لیے یہ تمام اصحلال
ہی اور اسی لیے خیالات میں اس قدر امتدال اور عمارت میں حامیاں ہیں
حس کے پڑنے سے طبیعت متفرج ہو جاتی ہے۔ ایک شخص عطار کا تخلص اختیار
کرنے اور اس تخلص کی زٹ لگانے سے (جیسا کہ مصنف اس تصنیف کے
دوران میں دیکھا جاتا ہے) عطار نہیں بن سکتا۔

(۲) تاریخی لحاظ سے نظر ڈالتے ہوئے متعدد حامیاں اور پائی حاتی
ہیں۔ مشاہیر کے زمانوں اور اُن کے سین و سال سے بے حس معلوم ہوتا ہے۔
شیخ لوری کو عطار کا ہم عصر خیال کر کے ایک حکایت تراشتا ہے، جس میں شیخ
لوری اُس کے گھر آتے ہیں اور حرب صغیر و ہر و اں کی تاریخ سنا رہے ہیں۔

خواجہ لوری ہما ہم حانہ شد	ار وجود ناقصاں میگاہ شد
علم معنی ارد وجود حق ہیچو لور	شعلہ می رد طریق کوہ طور
یک شے در پتق من آں بھرباز	ار حکایات نہاں می گفت باز
از معانی و متنازع در علوم	ار احادیث ہی و از محوم
گفت و گوئے لود مارا خود ہم	ار مقالات صحابہ سیتس و کم
گفتن ار حرب صغیر گو سخن	در مصافحہ ہرواں ہم یاد کن

حالانکہ شیخ لوری حید کے ہم عصر ہیں اور سنہ ۲۹۴ ہجری یا سنہ ۲۹۵ ہجری
میں دنات پاتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ شاعر اں کو ایک حکایت میں شیخ
شلی کے عطا میں بھی حاضر مانتا ہے۔

حیں مصور کا اُس لے یا مام رکھا ہے بیسے مصور حسیبی -
حام اسرار معانی لوتق کُن ہیچو مصور حسیبی حوتق کُن
از کمال حکمت او آگاہ لود ہیچو مصور حسیبی ستاہ لود

الائے در نقص عامت رفته گناہ خلق ما دیوانہ رفته
 رادانی و سے پُر ذوق و یز مکرم گرمسار علی گشتی و بومکر
 گئے اس یک بود برد تو مقبول گئے آں یک بود از کا و معرول
 گراں یک نہ گراں دیگر ترا جہ کہ تو چوں حلقہ بر در ترا چہ
 ہمہ عمرت و بریں محبت شستی مدالم تا خدارا کے پرستی
 ترا چہ از ہوا راہ جدا گیر ہدایت گراں بر سر مدار گیر
 یقین دائم کہ منہ دایت حلقہ یکے گرد بد ہفتاد و دہ فرقہ
 یگویم حملہ از زشت ار کو پید جو نیکو سگری حویلیے ادیسہ
 جدا یا نقش سرکش ماروں کن فصولی از داغ ماروں کن
 دل مارا سجد و متعول گرداں نقص دار را معرول گرداں

(۴) ایک ہدایت عجیب بات یہ ہو کہ عطار اپنی اصلی تصنیفات میں کبھی کوئی لہو و دعوئے نہیں کرتے، نہ انھیں الہام ہوتا ہو، نہ کرامت کے مدعی ہیں حتیٰ کہ اپنے مرشد کی طرف بھی کوئی کرامت منسوب نہیں کرتے۔ اگرچہ دیگر مصنفین کے نوشته ایسے قصبے اپنے تذکرے اور دیگر تصنیفات میں ذکر کر جاتے ہیں۔ اس سے ہم اُن کی طبیعت کی مناسبت اور واقعیت پسندی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اگر کوئی وصف اُنھوں نے ایسی طرف منسوب کیا ہو تو یہ ہو کہ ”دیبا میں دلیل ترین ہستی میں ہوں“ ستیعہ میں کراں کی طبیعت مطلق بدل جاتی ہو اور اخلاق میں اس قدر استدال پیدا ہو جاتا ہو کہ ہر قسم کی حیرت منہ دارانہ تقلیاں ائمہ فرہی کے لیے شروع کر دیتے ہیں۔ اُن کا استاد اُن کی تطہیم اس لیے کرتا ہو کہ رسول اللہؐ اس کو حواس میں آکر ہدایت کر گئے ہیں، ایک لاکھ اسان اُن کے قتل کے لیے جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ ایسی

سے اپنی تصنیف میں اس مذہب کی تمام روایات و معتقدات کا ماحول پیدا کرنا۔
 نہ سخت و نہ ہلکا تھا۔ یہ بات وہی شخص کر سکتا ہو، جو استاد ہی سے اس مذہب کا
 پیرو ہو۔ اس کی تردید میں شاید یہ کہا جائے، جیسا میرزا محمد اس عہد الواس
 قزوینی نے کہا، کہ عطار نے قصہ کر لیا تھا اول ہلکا تھا اور بعد میں بڑھ کر دوسرے
 میں رنگی سر کرتے رہے، مگر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے میرزا محمد معترف
 ہیں کہ یہ کتاب حکم الدین کمری کی وفات کے بعد لکھی گئی ہو، جو سولہ ہجری میں
 تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہوتے ہیں۔ تاتاریوں کو اگرچہ ہم اپنے نقطہ نظر
 سے وحشی کہنے کے عادی ہیں، لیکن اسطعامی قابلیت کا وصف اس میں بڑی
 حد تک موجود تھا۔ انھوں نے آتے ہی اپنی سیاسیات کو مد نظر رکھ کر سنیوں
 کی کثیر تعداد کے برخلاف شیعہ جماعت کی، جو قلیل تعداد میں تھی، مراعات
 اور تقویت شروع کر دی تھی، اس لیے میں نہیں سمجھ سکتا کہ جیگر یوں کے
 عہد میں عطار کے لیے اصول تقیہ کی یا سدی کی کیا ضرورت تھی۔ عطار جیسا
 کہ اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے، دیتا پور میں مقیم تھے اور دیتا پور تاتاریوں
 کے قبضے میں تھا۔ میں نہیں جانتا کہ تقیہ کا انتساب ایک ایسے صوفی
 کی طرف جو ہمیں بے تعصبی اور رواداری کی تلقین کرتا ہو اور اپنی وسیع
 مشنری سے ہفتاد و دو فرقے کی سمات میں یقین رکھتا ہو کس قدر صحیح مانا جا سکا
 ہو۔ ہم اسرارِ امامہ کے یہ اشعار یاد رکھے جائیں، جو تلقین اس میں ہو
 اُس کی آج بھی ضرورت ہے۔

سہ تذکرہ صبیحہ پر۔

۱۵ مرتبہ صحاح میں جس ایسے اشعار نقل کرے یا ہوں جس میں عطار نے متضامین
 سے خطبات کیا ہو اُس پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔

اس کے وجود سے ماواقف ہو۔ وہ ایک رخصی تصنیف ”مواہج ماہی“ کا ذکر کرتا ہے، جس کے وجود سے کوئی شخص واقف نہیں۔ جو ہر الدات اور ہیلانج مامہ کے تعلق سے مطلق لے کر ہے۔

(۷) اس کا دعویٰ ہو کہ جو ہر الدات میری تصنیف ہے اور اس دعویٰ کی تصدیق کی عرص سے دونوں کتابوں کا ذکر ساتھ ساتھ کرتا ہے لیکن جو ہر الدات ہرگز ہرگز اس کی تصنیف نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہاں وادار کلام اور موضوع کے اختلاف کے علاوہ مصنف جوہر ہیلانج مامہ میں کہتا ہے کہ یہ میری آخری کتاب ہے۔

کتاب آخر است این تابدانی اگر تو رہرہ داری این سخانی
جوہر کا مصنف مانی المصور ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ ہیلانج کے ختم ہونے کے بعد اس کی شہادت کے سوا کوئی مرحلہ مانتی نہیں رہتا۔
گو ہیلانج دآں گہاں برافتاں دل وحاں ررح حاماں برافتاں (ص ۷۱)
اور خود مصور کا یکہ مثالی اس کو اسی قسم کی ہدایت دیتا ہے، جو ہم جو ہر الدات کے سہرے میں آئندہ دیکھیں گے لیکن بعد میں یقیناً عطار مصور کا حاشیہ دار اور شہادت کا ظنگار ایک یا سوا لگ بھگ رہتا ہے، مہر النماں یہ قلم اٹھاتا ہے، لساں العیب نظم کرتا ہے، حب علی اور بعض ماضی کا وعظ کہتا ہے۔ عطار بہ ہوئے جہاں متی کاتامتا ہو گیا مصنف جوہر، جس شہادت میں ،
صدیا کہ گرسہ صحاب میں دیکھا جا چکا ہے ، لے تا ہے ، لیکن مصنف مہر حب ایک لاکھ آدمی اس کے مل کر لے یہ مستعد ہوتے ہیں، ایک سحرے کے دریے سے اپنی حاشیہ پاتا ہے، اس لیے ضروری ہو کہ دونوں کتابوں کے مصنفین کو دو مختلف اشخاص تسلیم کیا جائے ۔

کرامت سے مار طہیرہ واذ کی طرح اڑتے ہوئے کل جاتے ہیں اور جالے
حیرت یہ امر ہے کہ اسے بڑے محو کے باوجود اُن کے دُشمن اُن کے دُشمن
رہتے ہیں اور دستور درپے آ رہے ہیں۔ ایک پیر سالک اگر تیس سوال دریاں
کرتا ہو، یہ اپنے آپ کو اُن کے حوالات کا نااہل پا کر بہت حریف ہوتے ہیں۔
لیکن ہفت جہی میں دقت پر آ کر حوالات تسلیم کر دیتا ہو۔ میں یوحینا ہوں کیا
یہ دعوت عطار کی طرف مسوب کی جاسکتی ہو؟

(۵) مصف کی طبیعت پر سائے صوفیہ ترک و تخرید و فنا، مدھی
ملکہ فریخی حدیثات زیادہ غالب ہیں جس طرح عشق علی کرم اللہ وجہہ اس
کے قلب میں موجوں پر، نص نواصب بھی اسی طرح حوش و حودنی کے ساتھ
لہریں مار رہا ہو۔ اس کی زبان اس قدر عامیہ اور مازاری ہو کہ عطار جیسے
درستہ صفت اسان کی طرف مسوب کرنا قلیل محالات ہو۔ کیونکہ یہ نقطہ نظر
صوفیہ معتقدات و احساسات کے بالکل مافی ہو۔

(۶) وہ مدعی ہو کہ میں نے سوکتا میں لکھی ہیں، لیکن اپنی تصنیفات
کی زائد سے زائد جو تعداد دی ہو، سولہ ہو، اور یہ وہی کتابیں ہیں جو اور
درائع سے بھی ہم کو معلوم ہیں۔ ہر پیر کر کئی موقوفوں پر انہی ناموں کو دہراتا
ہو۔ اب اگر یہ اصلی عطار ہوتا تو زیادہ نہیں، کم از کم ماتی کتابوں کے نام ہی
تلا دیتا۔ عطار کی تصنیفات سے اس کی بے خبری کا یہ عالم ہو کہ دیوان عطار
سے ملاحظہ محض ہو۔ وصلت نامہ شیخ بہلول کو عطار کی تصنیف ماننا ہو۔
تذکرۃ الاولیاء اور شرح القلب کے متعلق اس کو یہ علم نہیں کہ وہ نثریں ہیں
یا نظم ہیں، اس لیے ان کے اشعار کی تعداد اپنے معروضہ شمار دو لاکھ دہرہ
اور ساٹھ میں شامل کر لیتا ہو، لیکن دیوان کے اشعار کو داخل نہیں کرتا کیونکہ

مرصی دیدی کہ سر باچوں کرت صد من حان مداں افروں کرت
(۹) سچ عطار اپنی اصلی تصنیفات میں، اگرچہ انوری وحاتانی کا ذکر
کرے ہیں لیکن سچ نظامی کے نام سے راجع ہیں۔ ۱۳۰۱ھ مصنف مطہر العاشق
(جو آسم ماسمی مطہر العاشق ہو) ان کا ذکر کرتا ہو، جیسا بھیجہ -
گہ نظامی را یاری در سخن گہ نظامی گوئی من لدن
گہ ہی گوئی نظام دیں من گہ فرار عوش علییں من
ملکہ ایک موقع پر ایک لے مسمی دعویٰ کیا ہو کہ نظامی لے محمد سے روحانی
استفادہ کیا ہو -

عود نظامی لودارس را یدہ دادہ ام ادرا بے فامد
کیا یہ بے حقیقت لاف نظامی کے شعر
مرا حصر تعلیم گر لود دوست برارے کہ آمدیدیر لے گوئن
کی تشریح ہو،

(۱) ہمارا نصف بیٹیں گویاں کر لے کا ہایت مشاق ہو۔ برکوں کے
کے متعلق اس کی ایک بیٹیں گوئی گرسہ صفحات میں مرقوم ہو چکی ہو جسے
نفس ترکاں کند عالم حراں دل مسکین کہ سار مدین کناں
ظاہر ہو کہ شاعر اس بیت میں جیگری طوفاں کی طرف اشارہ کر رہا ہو۔ چونکہ
اس ہمد سے پہلے معمول دساے اسلام پر چھایا چکے ہیں، اس لیے اس
بہرہ دینے سے بیٹیں گوئی حڑ دی -

ای طرح ماضی حسرت کی مدد سے ہر تعداد میں دما کے پھیلے، حلیمہ
اور اس کے اسکر کے تباہ ہوئے کا ذکر کرتا ہو -
لعد اراں آں شاہ مالشکر تمام حملہ مرد و مالدہ حاصل عام

(۸) مہر العیاض میں ایک دل حبیب لفظ ”توس“ یا ”تو ماں“ ملتا ہے۔
اس لفظ کی موجودگی دلالت کرتی ہے کہ یہ کتاب عطار کے ہمد سے بہت
بعد لکھی گئی ہے کیونکہ لفظ تو ماں چنگیزیوں کے ساتھ ساتھ ایران میں آتا ہے
اور سب سے پہلے بحیثیت فوجی اصطلاح رواج پاتا ہے۔ ”جہانگشا“ حویلی“
پہلی کتاب ہے، جس میں یہ لفظ ملتا ہے۔

”تمامت حلان راہ دہ کردہ دار ہر دہ یک لیس را امیر دیگر
کردہ دار میاں دہ امیر یک کس را امیر صد نام ہادہ و تمامت صد را
در ریر فراں او کردہ و مدین لست تا ہر ار شود و مدہ ہر ار کشد“ امیر صص
کردہ دارا امیر تو ماں حواسد۔“ (جہانگشا، صفحہ ۶۳، حسلہ اول)
”چنگیز خان تو ریائے تفتی را مادہ تو ماں لشکر معول نام رد کردہ تا ار
عقب ادار آب سدھ مگر شت۔“ (جہانگشا، حویلی صفحہ ۱۱۲)
بعد میں مالیات کی اصطلاح بھی من گیا مثلاً -

”و حقوق دیوانی آں ولایت با آئینہ داخل آں تو ماں است“ یا مردہ
تو ماں و یک ہر ار یا صد دیار است۔“ (مرہت القلوب حمد الدوسوی، صفحہ
۱۴۴، طبع ملک الکتاب)

عطار کا اس لفظ سے آتشا ہوا، اول تو لعدہ ہے اور پھر اس کا اس
طرح استعمال کرنا کہ گویا فارسی کا رد و مرہ ہے اور بھی مشکل ہے، امتثال دین
ملاحظہ ہوں -

صد تو ماں ناست این سو دقتش سو دقتش و سردی حسرتش (ص ۱۴۳)
مال عالم داشت گوید صد توس لیک یوتش شاں سو دہ در دل (ص ۱۴۴)
چہ آں عصر و دو مہ میرش بود سائے او و ساعت پیش رں بود

یہ بھی ایک قسم کی پیشین گوئی ہے۔ حافظ سے مراد خواجہ حافظ ستیاری متوفی ۷۹۲ ہجری ہیں۔ اور قاسم سے مراد شاہ قاسم الدار ہیں، جو ۸۲۵ھ یا ۸۳۰ھ ہجری میں انتقال کرتے ہیں۔

جو شخص ماضی کے مشاہیر کے رملوں اور اُن کے سین و سال میں فاحش اور یاس انگیر اعلاط کا مرتکب ہو، وہ مستقل کی تاریک لوح کے اسرار کیا پڑھ سکے گا۔ اس لیے ہمیں مصنف مہر العارف کے دعوائے عیب گوئی کو یک قلم ترک کر کے اصل حقیقت کو لے لیا کر دیا چاہیے کہ یہ کتاب ایک انزائے عظیم ہے جو درشتہ صفت عطار کے نام پر مادی گئی ہے۔

مولانا روم، خواجہ حافظ اور شاہ قاسم الدار کے ذکر سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب نویں صدی ہجری کے منتصف اول کے حاتمے کے نوکشی قلم لکھی گئی ہے، لکنہ نویں صدیوں کے راج اول میں اس کا زمانہ ماضی کے لیے آمادہ ہوں اور میرے دعوہ یہ ہیں۔

(۱) اس کے قلمی نسخے گیارہویں صدی سے پرائے ہیں ملتے۔

(۲) مصنف اپنے آپ کو میر حسین مصور کو حسیی کہتا ہے اس لفظ کا رواج نویں صدی میں کم، لیکن دسویں صدی میں بہت زیادہ ہو جاتا ہے جو دھوئی اس کے استعمال کو فروغ دیتے ہیں۔

(۳) سعدی کی رسم حسن کا مصور کے قلم میں ذکر آتا ہے، صدوی عہد میں غالباً رواج پاتی ہے۔

(۴) سیوں کے خلاف اس کتاب میں حوشد کا لہجہ اختیار کیا گیا ہے، ایسے زمانے میں ممکن ہے جب کہ ملک میں شیعہ حکومت برسر اقتدار ہو۔

الرحض شاہ اسماعیل صدوی ۷۹۷ ہجری۔ ۸۳۰ ہجری کا عہد اس

آں ملا رحان اہل سعی بود راں کہ از حوش ندا سرا سخی بود و صند
یہ دیا ہیں ہر 'ملکہ ہلاکو کے حملہ بعد اد کی طرف تلخ ہو۔

(۱۱) ایک اور پیشین گوئی کی ہو کہ میرے بعد ایک درویش روم میں
ہوگا جو میرے عقائد کی شراب سے سرشار ہوگا اور میرا حرقہ پیہے گا، تم کو
چاہیے کہ اس کے ہاتھ سے جام وحدت نوش کرو۔

ستمہ ار آں رعد من روم	عارے گوید راصل ہر علوم
گر تو اہل وحدتی روگون کئی	جام وحدت را ر دستش نوش کنی
ار ہاں حانے کہ من نوشیدہ ام	در ہاں حرقہ کہ من پوستیدہ ام
او میوشد ادیوشد شمس دیں	ایں معانی را بود سر پوشش دیں

(ص ۶۲-۶۳)

مولانا محال الدین رومی کی طرف اس سے زیادہ صاف اور صریح تلخ
ہو بھی نہیں سکتی تیس دیں سے مراد شمس تریہ ہیں۔

(۱۲) اگر اب بھی اس جلی عطار کے متعلق شہ ہو تو دلیل کے ابیات پر
غور کر لیا جائے۔

گر تو لے شاعر بی مطہم	در کحوالی یگز مائے جوہرم
آں رماں معلوم گرد دستر تو	خط و حائے خود بیانی ادرود
شعر حافظ حوالہ و ماقامتیں	زانکہ ایتامد نا ملا قرین
لعد من اسرار ایتاں گوین کئی	رودر حسرتش تاں می نوش کنی

لے تعجب ہو کہ ایسی صریح شہادت کو صرف نظر کر کے حواس نصیب کی عیوب کے حق
میں موجود ہو، علامہ محمد اسعد ابواب قریدی دیا کو عطار کے نتیج اور تہیہ اور جود طبع
کا اعجاز ہے۔

ابھیں حیدری سائے کی کوشش کی گئی ہو، لیکن اُس کی تصنیفات جو ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہیں، یہ ہیں -

(۱) اسرار نامہ (۲) الہی نامہ (۳) پیدامہ (۴) تذکرۃ الاولیاء
(۵) خسرو نامہ (۶) دیوان (۷) سترج القلب (۸) مطلق الطیر (۹) مصیبت
نامہ (۱۰) مختار نامہ -

رہیں ماتی پھیں کتابیں، اُس میں تیرہ غیر عطار تات ہو چکی ہیں - ماتی
کتابیں یہ ہیں -

(۱) احوال الصفا (۲) اشتہار نامہ (۳) ملل نامہ (۴) حقائق الجواهر
(۵) حیدر نامہ (۶) سیاہ نامہ (۷) لسان الغیب - (۸) کسر الحصر
(۹) مرہت الاحباب (۱۰) وصیت نامہ (۱۱) دلدار نامہ (۱۲) ہمت وادی -
اُس میں 'اشتر نامہ'، 'ملل نامہ'، 'مرہت الاحباب' اور 'ہمت وادی'
میری نظر سے گزر چکی ہیں، لیکن اُس کا قصہ حصہ دعوہ کی سایہ سردست
ملفوظی کرتا ہوں، 'لسان الغیب' اور 'سید نامہ' اگرچہ میری نظر سے نہیں گزریں،
لیکن یہ دونوں کتابیں علی الاعلان محمول ماتی حاسکتی ہیں - یہی کیفیت حقائق
الجواهر کی ہے - کسر الحصر اور کسر الاسرار اصل میں ایک ہی کتاب ہے -

(۱۲-۱۳) جوہر الذات و ہیلاج نامہ

اگرچہ مصنف اُس کا علیحدہ علیحدہ کتابیں مانتا ہو، لیکن میں اتحاد و مضمون
درماں کی سایہ دونوں کا قصہ ایک ہی ساتھ ماسرست سمجھتا ہوں - 'اشتر
نامہ'، 'جوہر الذات' اور 'ہیلاج' نامہ ایک ہی شخص کی تصنیف معلوم ہوتی ہیں -
دونوں مضمونوں سے اکثر تذکرہ نگار واقف ہیں اور ہر دست نگار مالاتفاق

تصنیف کے لیے بہت موروں معلوم ہوتا ہی، حب کہ مدہبی لحاظ سے ایران
سُئی کروٹ لے رہا تھا، حدید سیاسی انقلاب لے مدہب اشاعتی کو صدر میں
حکم دے دی تھی، سسی رور تشریفہ سائے جارہے تھے، اُن کے علما قتل
کیے جارہے تھے، جس لے اٹکار کیا تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ مدہ ایک
طرف، مژدوں کی قریں اکٹڑا کر پھسکا دی گئیں اور ان کی ہڈیوں کو حلا دیا
گیا، اصحاب ملتہ کے خلاف عمار کی آگ جار مشعل تھی، حضرت فاروق
اعظم حن کی مدولت ایران لے نعمت دیں اسلام حاصل کی تھی آج اُنھیں
کے نام پر نعمت و لغت کی آداب میں مسجد دوسرے ملد ہو رہی تھیں۔ شاید اسی
موقعے کے لیے شتر عطار لے ایسی الہامی رماں میں استعارہ دین لکھے تھے۔

محم راول ہود و گرو دود اوراں گوسے مسلمانی رودود
کے کا حدادش ایماں ار عمر باقت ر مہر او حیرا مرد و سرتامت

(حسرو مامہ عطار)

حب مدہ سینوں کو رور تشریفی مایا عار ہا تھا تو کوئی تعجب ہیں
اگر مدہ سسی مشاہیر کو رور قلم داتی یا مدہبی اعراض کی مایہ اسی مدہب کے
دائرے میں لائے کی کوشش کی گئی ہو جیانیہ مطہر العجائب اور لسان العجب
اسی قسم کی کوشش کا بیجہ ہیں۔

عطار اگر جیہ کسی سئے مدہب کے مایہ ہیں اور نہ کسی حدید فرقے کے
بیستوا ہیں، لیکن دیکھا جاتا ہو کہ اُن کی تہرت سے فائدہ اُٹھائے کی عرصے
مختلف فرقوں لے ان کو ایسی ایسی احوت کجا رکس سائے کی کوشش کی ہو۔
وہر الدات میں مایہ المصور کی حیثیت سے دکھائے گئے ہیں مطہر العجائب
میں ایک اشاعتی شیعہ کے لاس میں بدین کیے گئے ہیں۔ حیدر مامہ میں

آگاہی دل در اسرار دار تقلید دور شدن، صفت وصل در ارکل و غیرہ و غیرہ
جلد دوم - سوال از مصور در ستر آدم، صفات حان دل، صفات
عناصر، قصہ مصور و اعیان او، صفات فیض و حکمت حکما، عین ذات و صفات،
و قدرت و قوت اسرار الہی، در آگاہی دادن دل در عین مرل، جوہر حقیقت،
صفت دیا، کشف اسرار حقیقت در نمود مصور، در صفت حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ
و السلام، حان دل، صفات حضرت پیر دانا، صفت معراج عین العیان، صفت کمت
کمر اعمیاء، در عیان حام مصور، سوال از مصور در عیان عشق و حجاب او،
عیان در دنیا و راز مصور، اسرار حسین مصور، در تفسیر اللہ نور السموات و الارض،
در عیان دیدار صورت و معنی ستر مصور، سوال صاحب راز از مصور، در داخل
شدن سالک و اعیان مصور، سوال از الیس و حجاب دادن او، سوال از
حسین مصور در اسرار الیس، حکایات الیس و اسرار وے و غیرہ و غیرہ -
ہیلاج نامہ - در اسرار عشق بہر لوع، نموداری ہیلاج، حجاب
مصور شیخ حمید را، فنا و تقاے کل، حجاب مصور در خطاب حق و حل،
عیان حان، حقائق اسرار، سلوک سالک، نموداری عشق، تشریفات طریقت
و حقیقت حلقہ یکیت، کشف حجاب، نموداری یقین، موداقل اں تموتوا بہت
در رہ ترویج، اسرار دل و حان و تفسیر قرآن، حکایت حقیقت مصور، حجاب
مصور سلی را، سوال مایرید از مصور و حجاب وے، نموداری ستر توحید،
گریست مایرید بہر حالت وے خودی مصور، اسرار گفت مصور بہر دار، سخن
گفت شیخ حمید و شیخ کبیر در کار مصور، کبوتش کرد حلقہ مغرور مصور را و
حجاب آن، حجاب شیخ حمید و شیخ کبیر را، عین الاعیان توحید، سوال حمید از
مصور در حقیقت ترویج و حجاب آن، سخن گفت مصور مایرید کبیر اسرار گفت

عطار کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اُن کے قدیم نسخے وہ ہیں، جو لوہی قرطہ
بھری کے نوشتہ ہیں اور کئی کتب خانوں میں ملتے ہیں۔

جوہر الدات ایک صحیح منسوی ہے جو بول کتور کے مطبوعہ کلیات کی پوری
پہلی جلد پر محیط ہے، اس کی دو جلدیں اور ۵۸۲ صفحات ہیں ہیلان مامہ
ص ۵۸۳ سے شروع ہو کر ص ۷۰۰ پر ختم ہوتا ہے۔ فی صفحہ بیالیس آیات
ہیں، اس حساب سے دونوں متنوں کے اشعار کی تعداد متین ہزار کے قریب ہے
جوہر الدات کے بعض متنازعہ عواں یہ ہیں۔

جلد اول۔ مکرم سی آدم۔ امامت امیر المومنین علیؑ، حکایت میر
نوحید صرف و نقائے کل، خطاب پدر و لیسر و مقالات ایثاں، حکایت میر
روگردا سید شیطان، در مشقت کشید آدم از شیطان و مشرف اسان، اسرار
قرت شیطان، تخلیق آدم فی صورت الریح، و ہو معکم ایما کتم، پیدا آوڑں
حقا از پہلوئے آدم، اسرار اعیان کل، رفتن ابلیس در بہشت بہ تلبیس در دہان
مباحات شیطان، اسرار یافتن حضرت علی کرم اللہ وجہہ و در جاہ نقص، اسرار
لی، اسرار نفس مردم، سوال امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ و جواب داو
لی در اسرار ہا، مکر شیطان با آدم، وحدت صرف و یکتائی دات و صفات،
سوال ار مصور و جواب او، تقریر شیخ الوسعید ہبہ، نگاہ کردں در ولایت
در کو اکب و جواب ہاتھ، در لے نشانی حسین مصور، مباحات شیخ اکافی،
در التماس کردں ماسے کل ار شیخ حسین مصور، در سرنگاہ دانش، سوال
ار حسین مصور و جواب دادن او۔ حکایت مرد یا کمار، در اثبات ذات کل
سلسلہ سے چٹا نامہ وہ ہے جو پے دیسر آدر کے کلیات نوشتہ ۵۷۵ھ بھری میں شامل
ہے۔ دوسرا نسخہ رشتن میویم میں آ (۳۵۲) ہے جو ۵۷۵ھ بھری کا نوشتہ ہے۔

دگر کہ می بینم کہ چوں مصور عطار خواہد سر رسیدن رودناچار (ص ۳۳)
 دگر کہ مستم کشته چوں مصور اسرار مرا آد کشت اندر سردار (ص ۳۴)
 اس کا خیال ہو کہ حب و ہرالدات کو پورا کر کے ہیلان مامہ حتم کر چکیں گے
 تب مجھ کو پارہ یارہ کیا جائے گا -

خواہد مامہ ماتی حد ماند است رہر این دلم در مد ماند است
 رسائی این تمام آحرسیاں دگر ہیلان متردات حاماں
 گنجی بعد خواہد آشکارا کسدت آن رماں مر یارہ یارہ
 (ص ۳۵)

اس تہادت کی شارت حضرت علیؑ لے جواب میں آکر مصنف کو

دی ہو -

تھے دیدم جمال حال دہائستندم افتادہ اندر خاک یائش
 او پسندم اسوالم سرا سر مرا گرفت اندر جواب حیدر
 گفتم راز ہا در جواب آن تہ مرا ارکشتن او کرد است آگاہ
 مرا گفتا کہ اے عطار ماندہ در عشق سرور دار ماندہ
 بسے کہتی رہا میں حاحقیقت سری مرد ما راہ متر بیت
 حقیقت بر تو این در کتا دم ترا گنج یقین در دل بہا دیم
 کس رخ این راں چوں گنج داری ما در عشق ہاں کی یاسے اری
 او اہد کشتن آحرکار کہ کردی فائق این خاکد اسرار
 کسے کو راہ گوینہ حقیقت مگر اریم او را در طبیعت
 سقیقت گفت مصور آن خود دید دریں خاکہ صافے مک دد دید

مصورا شیخ کیر، دارگفتن حدید ماسیح کیرا، ہوا داری مصور، اسرارگفتن
عبد السلام در حضور منصور، اسرارگفتن عبد السلام ماسیح حدید، درموداری شیخ
کیر ماسصور، سحرگفتن شیخ کیر ماسصور، درموداری قصاص، فریدالدین عطار
درموداری خود و اسرار مصور۔

ان سرچوں کو پڑھ کر باطن یہ خیال کریں گے کہ بڑے حلیل القدر
اور اہم مباحث ان کے تحت میں مذکور ہوں گے، لیکن ایک عموماً کے
دہلی میں آدمی دس صفحے پڑھ جائے اور پھر بھی یہ نہ کہہ سکے کہ اس نے کیا
سیکھا اور نص اوقات تو سرچیاں ماکل رائے بیتا ہیں۔
مصنف اپنا نام فریدالدین محمد بیان کرتا ہے۔

حقیقت میں محمد نام دارم اور پیدا حقیقت کام دارم
فریدالدین محمد ہست نام محمد دادہ اس جا حملہ کام (ص ۲۷)
وہ ایسے تخلص "عطار" کے ذکر کرے کالے حدائق ہے، کتاب کا
کوئی صفحہ ایسا نہیں جس میں تخلص مذکور نہ ہو۔
خواہرالذات میں بیاں کیا ہے کہ میں اشتراک میں بعض اسرار بیاں
کر آیا ہوں۔

در اشتراک میر کا دیدی حقیقت دیدہ و در دیدی (ص ۳)
لیکن یہ کتاب اس سے اصل ہے۔

در اشتراک میں بہتر مودم در ہر دو عالم اس رتہ مودم (ص ۴)
اکثر مقامات پر وہ ایسے قتل اور مصور کی طرح دار پر چڑھائے جاتے
کی پیشین گوئی کرتا ہے۔

خواہر داشت سرگو آشکارا جو خواہد کرد یارت یارہ یارہ (ص ۵)

چو جوہر نامہ کردم فاش آہر
 بنکھے درستم زار مادہ
 دریں ادلیتہ کہ از مادہ جوہر
 نظر کردم یکے دیوانہ دیدم
 کہ آمدیق من این عاشق راہ
 راے بود این حاساکس و حق
 مرا گفت چرا در علم لستی
 بہ وقت آمد کہ دیگر راہ حوی
 تو این دم عاشقی درار دیدہ
 طلب کردی و دیدی بے مطلق
 چرا فارغ لستی زود بر حیر
 چو کردستی دریں حاسکلی ترک
 کون ماید کہ گوئی ستر اسرار
 نام من کتاے نعر آری
 سام من دہی بسیاد این حا
 حدایم این راں من واقف بود
 مدوگتم کہ اے حاں صیت نامت
 حوام داد من مصور حلاج
 کون سولیس مر اسرار مارا
 دروں حاں تو مائیم گویا
 نگفت این آں گہے مددیم آمد
 مودم صورت نقاش آہر
 صعیف و ناتواں و حوار مادہ
 جیہ اسرار آید این حاگاہ ظاہر
 ر علم صورتے بیگانہ دیدم
 لب از ہم برکتا دوگفت اسرار
 دگر آورد سریروں راقش
 در معے سروے خود نہ لستی
 دگر اسرار حاں مارا حوی
 حمال دوست در خود مار دیدہ
 رسیدی این راں در دات محب
 دگر در عشق و دوق فقر آوینہ
 سحر کشت مادست دگر برگ
 حقیقت فاش گردانی دگر مار
 دگر ہوتے دگر با معز آری
 دہی امروز این حاداد مارا
 دروں حاں تو من واصف بود
 کہ حق داد است این حاگاہ صفت
 مرا راست در آفاق ہیلان
 گمہ می دار مر گفتار مارا
 توئی از من شدہ در عشق گویا
 جہاے دروں تار حکم آمد

مختصر یہ ہے کہ مصنف نے شمار موقوفوں پر ایسے قتل و شہادت کی عیب گوئی کرتا ہے۔ اس کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ وہ مہلر مصور یا سمودار مصور ہے۔ ہیلان نامہ جسے دیا ہے میں کہتا ہے کہ حبش میں حواہر نامہ کو ختم کر چکا، اس فکر میں مبتلا ہوا کہ دیکھیے آئندہ کیا اسرار ظاہر ہوں۔ اسی فکر میں ایک روز گوشتہ تہائی میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں میری نگاہ ایک دیوالے پر پڑی جو چپ چاپ آکر میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور یو جیسے لگا کہ اس قدر خاموش اور ملول کیوں ہے؟ جس کا تو طاب تھا وہی مطلوب سامنے کھڑا ہے، تو لے سب سے قطع تعلق کر لیا ہے اور تیری شہادت کے سنا اب کوئی مرحلہ ماقی بھی نہیں رہا، لہذا تجھے لازم ہے کہ کسب اسرار کرے اور حقیقت کے پردے اٹھا دے، اس کتاب کو تو میرے نام پر لکھا، میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں مصور حلاج ہوں، اور عالم میں ہیلان کے نام سے معروف ہوں۔ تیری حیا میں میں ہی گویا ہوں اور میری ہی وجہ سے تجھ کو گویائی حاصل ہے، یہ کہ میرے قریب آیا، میرے ہاتھ اور سر پر نو سے دیے اور میرے سر پر اسرار کا تاج رکھ دیا۔ اس وقت میں نے آنکھ اٹھا کر ہیلان کو دیکھا چاہا لیکن وہ غائب ہو چکا تھا اور مجھ کو ایک لٹانی دے گیا تھا، یعنی میرے سر پر ایک کلاہ چھوڑ گیا تھا۔ جب مجھے ایسی ٹوپی مل گئی ہے تو جس قدر مھر کروں سکا ہے۔ اسرار حلاج کی یہ آخری کتاب ہے جو میں لکھ رہا ہوں، اس میں مجھے کے لئے شمار حوالے ہیں۔

لے اس فقہیہ عالم، وہ روایت حوالہات الالاس (ذکر عطار) میں ملی ہے کہ اور مصور ڈیڑھ سو سال بعد عطار پر نقلی کرتا ہے، تاہیں یا تو یا یہ فقہ اس روایت کی بنیاد پر تشوہا یا تا ہے۔

مصنف اس کو بچاس بیت میں ادا نہیں کر سکتا۔ اس کا ہر دوسرا مصرعہ لائے
بیت ہوتا ہے۔

قدم قدم پر کسب حقیقت و اسرار کا مدعی ہے، لیکس اگر اسرارِ بیاں
کرے گا یہی ڈھنگ ہے، جو اس نے اختیار کیا ہے تو ایسے بیاں کرے سے
ان کا بیاں نہ کر ماہتر ہی سے

کھلتا نہیں کچھ اس کے سوا میرے بیاں سے

اک مرع ہی حوت لہجہ کہ کچھ لول رہا ہے

لکس بیتِ اس کے کہ میں اور امور کی طرف توجہ کروں مجھ کو جید العاط

اس کی رماں اور طر کے متعلق کہنے ضروری ہیں۔

حاص حاصل رد و مرتے، محاورے، خیالات، العاط اور مدتیں مل کر
ہیئت مجموعی، کسی مصنف کی شخصیت یا اس کے اندازِ تحریر کو قائم کرے ہیں
اس نقطہ نظر سے ہمارا شعاع ایک طر حاصل کا مالک ہے، جو اس کو نہ صرف
عطار سے ملکہ دیگر شعرا سے بھی ممیز کرتی ہے۔ اس کے ہاں حقائق و اسرار
کے بیاں کرے کی حاص حاصل اصطلاحیں ہیں جو دیگر مصنفین نے کم استعمال
کی ہیں۔ مثلاً ۱۰۔

دید، دید دید، لود، لود لود، لود لود، واصل دیدار، سرار،
حان، حان حان، کل، لقا، عیاں، عکس عیاں، عیاں عیاں، عیاں در
عیاں، عیاں عتق، عین الیقین، مودار، حقیقت (دات مصطفوی) تربیت
(قول و فعل اور) یک رنگی، لے لسانی، نقض، نقاش، نقاش طہیت،
حاماں، شاہ، دار طہیت، عین طہیت، قرمت لا، دار، عیاں دراست،
عس مام، وصال کل، عیاں پار، در دود مروں، عین یگار، سر، یوست،

مدا دم لوستہ بردست و بر سر ہما دم بر سر اسرار اسرار
 نظر کردم پس آن گہ سوئے مالا کہ تا میم مارک روئے ہیللا
 مدیم بیج صورت در میاں مرا سختی دن آن گہ یک لسانہ
 کلا ہے مد لثا نے بر سر ما کہ آن ماستد عالم اسرما
 سجد گھتم کہ ہاں بر حیر و حوش مان کہ سمود است ایک لے لہان
 سرا فراری کس لے لے سرور آخر کہ ایں جانیست ہم سرور آخر
 کتاب آخر است ایں تادالی اگر تو رہ رہہ ۱۰ اری ایں بخالی

(ہلاج نامہ قلمی - کلیات یر و فیہر آدر)

یہ مقبول عطار کی دیگر تصنیفات مثلاً الہی نامہ، اسرار نامہ مطلق الطیر اور مصیبت نامہ کے ساتھ کوئی مدت نہیں رکھتیں عطار اگرچہ بڑے گو ہیں، ماہم اس کے ہاں رماں کا لطف اور متانت کافی مقدار میں موجود ہے، اُن کا قاعدہ ہے کہ جس مسئلے کو چھیڑتے ہیں، اسی کو یقین نظر رکھ کر اور غیر ضروری امور سے بچ کر ایک حق مدتی کے ساتھ اپنے ضروری دلائل اور آرا یاں کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ جو ہر الدات اس مارے میں عطار کے ماکمل برعکس ہے، وہ سب کچھ کہ جاتا ہے یکس لہس مضمون کو تشہہ چھوڑ جاتا ہے، پھر اُس کے یاں کر لے کا ڈھنگ عجیب و غریب ہے ہر مضمون کے متعلق ایک پُر اسرار قصا پیدا کر دیتا ہے ہر چیز اس کے نزدیک ایک راہ ہے خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ وہ اس کے گرد اسی طرح گھومتا ہے، جس طرح ایک بلی کسی چوہے کے گرد دلو جسے کے کائے چکر لگاتی رہے۔ جس اسرار کے اکتاف کا وہ دعویٰ کرتا ہے بجائے اس کے کہ اُن کا حل سوچے، یا اُن کے حل کی کوشش کرے، اس کا وطیعہ یا درد شروع کر دیتا ہے۔ حومات آسانی سے پانچ شعروں میں کہی جاسکتی ہے، ہمارا

جمال میں ندیدہ حاصلاتو دریں خاکگاہ لے لے حاصلاتو (۴۹۵)
 شدائیں خاکگاہ اندر آخر کار اگرچہ رکشید اور رخ دیتیار
 در آخر گشت ایں خاکگاہ واصل شدت مقصود ایں خاکگاہ حاصل (۱۹۵)
 مرا ایں خاکگاہ او معصل کرد دما دم بین حلقام محل کرد (۱۹۵)
 ترا ایں کشت ایں جاگہ خوش آمد اراں اصلت را دو آتش آمد (۱۹۵)
 رتیر عشق ایں جاگہ مدرد یس آگہ لودت ایں جاگہ مسورد (۱۹۵)
 ”نہ“ حوامی ماتمام اور حال کی علامت ہو، اصل محل سے دور
 لایا جاتا ہو۔

چراحوں میجوری در خاک فانی اراں می رہ سردی و مدانی (۲۳۵)
 دروست روتسائی دارد ایں حا دروست می حدائی دارد ایں حا (۲۳۵)
 سواہی یامت آخر می رہائی حیراے چارہ در قید ہوائی (۳۳۳)
 سحر حوریت می تا ماں ساست مدیدی ایں تراتا واں ساست (۳۳۳)
 می دانی کہ می آخر چہ لودت رہر حسیث ایں گفت و سلووت (۱۲۸)
 ”من“ ”تو“ ”او“ ”اور“ ”ما“ ”و غیرہ معنوی معنوں میں لائے گئے ہیں۔
 تو دارم در جہاں و کس نہ دارم کہ عمرے سوے دیدت می گرام (۲۱۶)
 چو من دیدی مست سلیم ایں ار محاب اندارم ایں دم آخرت ا (۳۳۹)
 تمامت مست حیرا سد حاما رور و شب تو می حوا مد حاما (۱۸۴)
 تو مارادات مارا میں دما حوے ہر آں را ریکہ می اری ساگرے (۱۹۱)
 یہے حس تو دادہ ماہ را نور کہ در آفاق او دیدیم مستہ (۲۱۶)
 ”را“ ”راۓ“ کی مثالیں۔

حردام ستارا ار ستارا کہ حواہد لودتاں آخر مسدا (۳۳۹)

میں طبیعت، رمر مطلق، دیدار دید، دیدار اہیاں، کل دید، نقطہ دید، نگار، کل لقا، ہیلح جاں، عیاں عقل وغیرہ۔

’ما‘، ’در‘، اور ’بے‘ جیسے حروف اپنی قدیمی شکل یعنی ’ا‘، ’ا‘، ’ا‘ اور ’اے‘ کی صورت میں ملتے ہیں اور ہم کو حیرت ہے کہ یہ شاہنامہ اور گرتاسپ نامہ کے دور کے یادگار خواہرالدات اور ہیلح نامہ میں کیسے نمودار ہو گئے، حالانکہ عطار کی اصلی متویات میں نظر نہیں آئے۔ مثال:-

مہم الشہ و رحمت و رحسیم	بے صورت یقین حد قدیم (ص ۴۹۹)
بے عم تدہر اکو برد فرماں	ترا درہ فتاد او سوے رداں (ص ۳۴۷)
رہ دور و عجب در پتی داری	اما عود پیریتس ادیش داری (ص ۳۴۲)
دے گوید مست دیدار دام	اما تو اندرین سرکار دارم (ص ۳۴۱)
محمد ماعلیٰ دار مدے شک	وجود لٹک طمی امریک (ص ۳۳۴)
لے گشتی امر گرد کمر تو	کہ ماراں جاری لے اگر تو (ص ۳۵۷)

لوط ”حقیقت“ ممسی در حقیقت مصف کا نگہ کلام س گیا ہی مثال:-

حقیقت پیرا عود رفت یروں	کہ بیروں بود او از ہفت گردوں
ہ پردہ بود لے شاہ جاں تاب	حقیقت گم شدہ او اندر دیاب
ہمہ در پردہ گم دید و یقین دوست	حقیقت معرگشت در عیاں پست (ص ۳۴۷)
یہ استعاریں لے صرف ایک صعبہ ہی سے نقل کر دیے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت علیؑ کی شہادت کے استعار بھی ملاحظہ ہوں۔	

دوسرا بھیجیہ کلام ’حاگہ‘، ’حاگیہ‘ اور ’حاگاہ‘ ہی، جو جوہر اور ہیلح کے طول و عرض میں ہر مقام پر موعود ہے۔ میں کہتا ہوں وہ صعبہ مہایت و نصیبت ہی جہاں یہ الفاظ نہ ہوں، مثال:-

مٹویوں کی مرکزی تخصیص تھیں جس میں مصور علاج ہے، جس کو مصف کے نام سے یاد کرتا ہے۔ یہ مٹویاں گویا اس کے اقوال و افعال، داستانیں ہیں۔ مخلوق حلق کے لیے اور عدم مصود کے لیے جس کھا سکتا ہے، وہ سب احترام مصور کے لیے دکھایا گیا ہے جو مصور ہی راہ استعمال کرتا ہے، جو شریعت کی حدود سے گزر کر الوہیت دم لیتی ہے، اور مدے اور حدا میں کوئی امتیاز مافیہ نہیں رہتا جو قصے یہاں ملتے ہیں، عام طور پر معلوم بھی نہیں۔ مصور کی مٹی ایت کلیات میں صغہ ۵۲ سے شروع ہو کر صغہ ۶۹ پر ختم ہوئی ہے۔ خلاصہ یہاں درج کرتا ہوں۔

سکامیاں ہو کہ میں لے ایسے پیر سے سنا ہے کہ میں ایک تاجر ہالے حد شائق تھا۔ اس لوٹے تاجر کے ایک لڑکا تھا جسے بد سے ماہتاب، جس قدر میں جمیل تھا اسی قدر متقی اور راستہ دکر کے سوا کوئی چیز اس کو پسند نہ تھی۔ ایک مرتبہ یہ لڑکا اپنے باپ کو گویا، 'راسے میں ایک دریا آیا جس کو عمر کے لیے بھیج کشتی میں اتنے میں تلاح نے کہا کہ طوفاں آگیا ہے۔ لڑکے نے اپنے باپ و احان ایہ حوماک معام ہو، آؤ کشتی چھوڑ دیں، اور کہیں جیل کر ہو کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ باپ نے کشتی میں بھڑے کے لیے ہزار اے مرزدا، مادانی نہ کر اور طعلی کی صد سے مار آ، اور تاکہ و کس طرح معلوم ہوئی۔ اُس نے جواب دیا کہ جب تمہارے پاس ہے تو بھیر کیوں دریا کے سر سے ایسی حاکم کوں میں ڈالتے ہو۔ س دیا لے مرزدا دیا ایک عرب مقام ہے اور اس میں ایک رُبی

گماں بردار اے سمودہ خود را نگلدہ تہمتے در بیک و بد را (۳۳۹)
 بھی دالی حواسے دادں ادرا کہ ماحند در حور حاماں کورا (۳۴۰)
 ولید حلق کوں و بکاں را ثنا بر حاتم بیجسراں را (۵۸۸)
 حاصل بالمصدّر گفت و گو و غیرہ کے ٹکڑے کر کے حروف حارہ و غیرہ
 درمیاں میں لائے جاتے ہیں -

درم نکتا وہ درگفت و درگوے گواکنوں دگر در حست و در جوے (۳۶۸)
 نگوید آں رماں خاکستر اد اما الحق پھیاں درگفت و درگوے (۵۵۸)
 در اول مصنف چون کردہ بد او ہر رہ دایم ایں خاکفت یا گو (۳۸۵)
 ر عقل سہل چہ گفت و چہ گویت سمودہ صورتش حست و حویت (۱۱)
 مں ار فتوحی جیاں کردم اما د کہ تا کوتہ ستود ایں گفت و دین گو (۵۶۱)
 الف رائدہ -

ترا ایں حاست اسراہیم درش ستود در عاقبت ایں جاست انکس (۵۷۵)
 عری العاط میں تصرفات :-

عام کی جمع عوام ہی، لیکن مصنف احوام" لایا ہی -
 کوں اے شیخ ایں احوام کیس بصورت مدریں ستورند و درکیں (۴۶۵)
 دیگر :-

طلنگار تو اند ایں حاحومات کجا د اسناد اسر علومات (۳۶۸)
 معائنہ بروں معاقلہ ہی، مصنف لے بروں معاقلہ استعمال کیا ہی :-
 معائنہ محال خود نمود است کہ ماعطار درگفت و تنو دست
 معائنہ مرا کرد است و اہل حقیقت لود او شد حاں ہم دل
 معائنہ دل بہ حاتم یکے کرد ردیدار خود ایں حایگہ کرد (۵۱۲)

سری رہا میں دانت ہو، تم لے تنک میرے یدر محترم ہو، لیکن سری حقیقت سے واقف نہیں تم کشتی دیکھتے ہو اور میں دریا کو دیکھتا ہوں، میں اس بحر میں گہرا لا دیکھتا ہوں۔ اب تاسو کو خیال ہوا کہ لڑکا دیوانہ ہو گیا ہے۔ کہنے لگا لڑکے! یہ سودا تجھ کو کس سے ہوا، تو کہ تو اپنے آپ کو دھلیں میں تھار کر لے لگا، اگر اب خاموش رہا تو میں تجھے دریا میں پھینک دوں گا، میری عقل میرا ہے کہ تو حد سے ماہر کھلا جا رہا ہے، تجھ کو لازم ہے کہ "عیان عقل" سے کام لے۔ لڑکے لے جواب دیا، ماوا حان! تمہیں یہ خیال ہے کہ میں کوئی حیثیت ہوں، حالانکہ عالم حاں میں سب عین حاماں ہیں۔ اس کشتی میں میں ایک سحر اعظم ہوں، اگر یہ تمہارے ساتھ کھڑی ہوتی ہے تو میں اس کی صحت کا دیکھا ہوں۔ میں یہ باتیں کیوں نہ کہوں، حب حاشا ہوں کہ راست ہیں۔ تم لے مجھ کو دریا میں پھینک دینے کی دھمکی دی، میں کہتا ہوں تم ضرور اسے یوری کرو۔ میں اسرار حقیقت کا مالک ہوں اور انوار طریقت میرے دیکھے بھالے ہیں۔ اگر تم سمات واریں حاصل کرنی چاہتے ہو تو مجھ کو اس کھڑکی میں تہا چھوڑ دو۔ تقلید میری دہنگر ہیں، ہی میں اس دریا سے کل حاؤں گا تمہارا خیال ہے کہ میں عرق ہو حاؤں گا لیکن میں کہتا ہوں کہ مجھ کو کون د مکاں سے، ہر اڑھا جا جاتا ہے۔ میں دانت ہوں، پھر کس لیے کشتی صفا میں رہوں، مجھ کو حد اکا حکم ہے کہ وقتاً گم ہو حاؤں۔ اس دریا میں میں مصور ہوں اور تمام عالم میں شہور ہوں کو میں میرے اسرار ہیں، لیکن میں ماحرموں کی آنکھوں سے محض ہوں۔ میں اسرار کا دریا سے لاہوتی ہوں، سو دریا میں پایا یدار ہو جائے گا۔ علم و حکمت حق کا درما ہوں، رار مطلق کو افتا کرؤں گا۔ دریا سے علم اور بحر تریل ہوں اور صورت کو

کے دس روپے کر لے کی عرصے سے تمام خطروں کا مقابلہ کرتا ہو۔ دیکھو اپنی اسی کشتی میں بڑے بڑے تاجر موجود ہیں اور سب اسی امید میں آئے ہیں کہ بے کسائی۔ لڑکے لے جواب دیا لے پدر محرم اس سے کیا فائدہ، دریا میں آئے اور ماہوے سے حاصل ہوتی ہیں ایک مامی کے استحصال کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ سب لوگ رُبیہ اور دولت ٹورے والے ہیں اسی لیے امید و سیم کی دو علی میں گرفتار ہیں، محض دیا کا ماہاتے ہیں اور عقلی کا کوئی کام نہیں کرتے، ان کے درمیاں محمد کو بٹھا کر تم لے خود مجھے اپنی بٹکا ہوں میں دلیل مادیہ۔ اسوس اس مقام سے میں اور کہیں جا بھی نہیں سکتا تاجر لے کہا لڑکے احموت رہ، یہ مات تھی تو تو آیا یہ ہوتا اور اب آگیا ہو تو جھگڑا کر۔ میرے لیے دُیا میں سب سے عریض تو ہو اور تیرے ہی لیے یہ تمام صعوبتیں رواست کرتا ہوں۔ تجھے ساتھ لانے سے میرا مقصد یہ ہے کہ تو بھی کچھ تجربہ کار ہو جائے۔ لڑکے لے کہا مادا حان میں دُیا داری کی باتیں سنا نہیں چاہتا، مجھ سے اگر کوئی ذکر کر، تو شریعت کا کرو۔ میں سیرج کھلا سکاں ہوں اور اور شرع مصطفیٰ ہوں جس طرح دریا کے عمامات لا تعداد ہیں، میرے اسرار بھی غیر متناہی ہیں تاجر لے کہا فرید یہ جھوٹا مسہ اور بڑی مات اسی حد سے قدم نہ بڑھاؤ لے عقلی کی باتیں نہ سنا، اس میں تیری سکی ہو، تو لے ایک مات یو بھی بھتی جس لے اس کا جواب دے دیا۔ بھلا حقیقت کہاں اور تو کہاں، تو تو ابھی ماداں لڑکا ہو۔ لڑکے لے کہا مادا حان مجھ کو لڑکا نہ سمجھو، مجھ میں سود عشق رہتا ہی۔ اگر تم اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہو تو حیر، مگر مجھ کو کراہ کر لے کی کوشش مت کرو، میں سب سے فارغ اور سب سے آزاد ہوں

رواست الی اما الحق گر نگویں بوقتے کر خودی خود نگویں
یوحی دیدم پدر در میں تحقیق حقیقت حق ندیم اور سر تو بین
(صفحہ ۵۷، ۵۸)

منصور اس کے بعد حقیقت اعیان و صفات کُل اور دُیا سے قطع تعلق
پر ایسے خیالات سنانا ہی، اس کے بعد ایک بوڑھا خود اہلیں میں سے تھا 'مصور'
سے سوالات کرتا ہی اور منصور اس کے جواب دیتا ہی، آخر بوڑھا اس کا
مستفاد ہوتا ہی۔ منصور رور دیتا ہی کہ جہاں جاں، طلب کرو اور ماتی سب
نیل و قال بھیڑو۔ ایسی خودی سے مراد اور رقع صورت کو اُتار کر بھیک
دو۔ دریا سے خواہرات معنی رولنا چاہیں کشتی کا کیا کر دگے وہ محض خود
خودی ہی۔ اسی کشتی لے ہتا دو دست کو عرق کر دیا۔ اللہ ایک اور کشتی
ہی اور وہ کشتی حقیقت ہی، اس میں محمد (صلعم) اور علی (کریم) مقیم ہیں، تم
اُس کا دم بھرو اور گوہر مراد حاصل کر لو۔

ر دریا جوے دریاے معانی ر کشتی حر خود خود بدانی

(صفحہ ۴۸۶ کا لہجہ حاسدہ)

درخت درماں ر چرا روا ساند کہ ار حیں اما الحق بر آید و حیں درماں نہ " پھر ہی
شواہدوں لے حسد و نامہ (طبع قمر ہند) میں یوں لکھا ہی۔

رواست الی اما اللہ دار درختے چرا خود روا ار یک عتے
یرو دیسہ رادر کے کلیات میں بھی موجود ہی لیکن تمنا سے دیکھا جا تا ہی کہ یہ شعر حسد و
غلش راہ محمود بیستری میں بھی موجود ہی۔ صاحب جوہر الدات مطار کے استعار کو اکثر
مسح کر دیا کرتا ہی، چنانچہ اس شعر کے میں میں بھی اصلاح کر دی ہی۔
سہ میزانی روایات منصور کو شنیہ بیان کرتی ہیں محاسن المومنین میں بھی یہیہ سلیم کیا گیا ہی

سدیل کردوں گا ۛ

دریں دریا سم ما ما الہی گواہی می دہدم ماہ دہاہی
دریں دریا سم اللہ مگر محمود دید "الا اللہ" مگر
سم ما با محمودار الا اللہ دریں دریا سم عین ہوا اللہ
سم مصور و سمایم تراوید کہ می گوئی اما میں عین تقلید

(سم ۵۶-۵۷)

حب یہ عشق بھرے العاطفتی دلوں لے سے سب دگ گئے
آخر وہ قطب سر درار جو ہر احترام کا مستحق تھا، اٹھا اور کہے گا اب تمہارے
ساتھ رہتے ہیں مجھ کو تکلیف ہوتی ہو، اس لیے رحمت ہوتا ہوں۔ اسے
پدر محترم ۱

وداعت کردم و جو ہم تنوں و دہر شرع از من ماتن خوشود (ص ۵۷)
میں حاتا ہوں اور میرا راکھ سال کے بعد بعد میں طاہر ہوگا۔ کیا تم لے
سورہ طہ ہیں پڑھی -

درختے دد موسیٰ آں سب ار دذر ر صد سالہ رہ آں جاگہ بڑا زلہ
بیک حذہ شد آں بیک بخت او ر مرت تا سوسے نور درخت او
ہمی ز د آں درخت آئی اما اللہ کہ گرد دارہ محمود شاہ آکاہ
درجنی یا عدست این قرنت دوست کہ می دا مد کہ بود لودن ار ادست
رواست "آئی انا اللہ" ار درختے ر وصل این جاگوید بیک بختے

۱۔ یہ استدلال اگرچہ یہاں لے محل واقع ہوا ہو، لیکن صومیاء لفظ نظر سے اس کی
ہمسایہ کوئی شک نہیں کیونکہ تیج عطار اپنے تذکرے میں (ص ۱۳۶ حد دوم)،
اس کو بیان کرتے ہیں 'مرا محب آمد ار کسے کہ روا دار کہ ار درختے' انا اللہ را بدہ
(یعنی حاشیہ ص ۸۷ پر ملاحظہ ہو)

حیرت و استعجاب سے اُس پر محویب طاری ہو گئی اور مست لقا رہ گیا۔ اہل قافلہ یہ نظارہ دیکھ کر حیراں رہ گئے، پوچھے گئے کہ اے مصور تو نے اس پر کیا کر دیا ہے؟ مصور نے کہا کہ میں نے اس کو بورد کھا دیا ہے، وہ تمام باتوں سے بے خبر ہے اور دیدار مولیٰ میں مستغرق ہے۔ اس وقت وہ جسم و جاں سے صاف ہو کر دیدار عین العیاں میں محو ہے، حب ہوش میں آئے گا، تب بولے گئے گا۔ یہ کہہ کر اس نے اشارہ کیا اور کہا کہ اب ہوس میں آ جا۔ وہ مرد ہوش میں آتے ہی اُس کے قدموں میں گر گیا اور رو بے لگا لولا کہ مجھ پر تیرا عین العیاں ظاہر ہو گیا، میں تیرا غلام ہوں اور تو سلطان آفاق ہے اور دُسیا میں تیرا ہی شود ہے۔ یہ کہتے کہتے اُس نے ایک سرہ مارا اور جاں دے دی۔ قافلے والوں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو ان میں حوصوت پرست تھے، اُٹھوں نے ایک شور مچا دیا، کہتے تھے کہ اس شخص نے جادو سے کام لیا ہے، اس لئے قتل کا مستوجب ہے۔ مصور نے اُس سے کہا اے گمراہو! میں دیدار الہی ہوں، مجھ میں یہ طاقت موجود ہے کہ تمہارے شور و عوجا کو فرو کر دوں، لکن اظہارِ راز کا یہ وقت نہیں، کیونکہ تمہارے دیباہ ایک بیروا صل موجود ہے، جو صاحبِ درد ہے، مجھ کو اُس کی خاطر منظور ہے، ہذا تم کو معاف کرتا ہوں۔ یہ العاطف کہے اور قافلے والوں کی آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ (معہ ۲۴۹-۲۵۱)۔

وہر الدات میں حکیم ناصر حسرود کا ذکر بھی احترام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ سلسلہ کلام یہ ہے کہ حوں کی اصل کیا ہے؟ کہتے ہیں کہ حوں کی اصل حواں اور سات سے ہیں، لکنہ سات کی اصل میص ہے اور میص کی اصل لوردات ہے۔
 سلسلہ اس حکایت کے متعلق بھی تذکرہ نگار حاموت ہیں۔

دریں کستی سے گشتِ سعادت دریں لودند ہفتاد و دو ورقہ
 یکے کستی دیگر بہت دریاب در اں کستی حقیقت و دستاب
 محمد ماعلیٰ آں جا مقیم است اراں درات کل ماترس و ہم بہت
 دم ایساں رن و ہر دو جہاں تو نمودار زمین و آساں تو
 حب مصور یہ باتیں کر چکا اٹھا اور لوگوں کی نظروں سے عائب ہو گیا
 تماشائی حیراں رہ گئے، بوڑھے بابا لے ایک لعرہ مارا اور لے ہوش ہو گیا۔
 حب ہوش میں آیا سمندر میں کود پڑا اور حاکم دے دی۔

مصور سے ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ تم جو 'رار مطلق' سے کا
 دعویٰ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ حق کو میں نے عین مطلق دیکھا ہے، مجھے یہ تو
 تناؤ کہ تم کو حقیق کے حالات کس طرح معلوم ہو گئے اور اپنے قتل کے
 متعلق تم نے کیسے اطلاع حاصل کر لی؟ مصور نے جواب دیا کہ میں نے
 ایسے قتل کی سمجھ کو دیکھ لیا ہے، بعد ازیں میرا سر بر باد ہو گا، یہ باتیں مجھ پر
 مکلف ہو گئی ہیں۔ حج کے راستے میں مصور سے یہ سوال کیا گیا تھا سائل
 نے دوبارہ کہا عیب کی بات خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اس لیے مجھ کو
 تمہاری بات پر یقین نہیں آتا، اللہ اگر کوئی رر دست بہتادت (مصور) دو
 اور کوئی راز دکھاؤ تو مالوں گا۔ مصور نے حب یہ بات سنی، اسی نگاہ
 اس پر جمادی اور کہا تو میری 'دید دید' میں ابھی طرح سے دیکھ اکیو کہ
 میں وہی ہوں جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔

نظر سیکو کس اندر دید دیدم کہ من بہتم کہ جملہ آفسریدم (۲۴۹)
 اب جو سائل نے عور سے دیکھا تو اُس کو آساں بہتم سے بھی ملد پایا۔
 لہ مصور کی طفل کی یہ حکایت کسی تذکرے میں نہیں ملتی۔

قناعت میں مسکن مالیت ہو، تیس مائیں اختیار کر لیتا ہو، کم آرازی، کم حوری اور عبادت۔ اصل مدادہ ہونی چاہیے، پھر تو آدمی ماحصر و کی طرح اپنے مطلوب تک پہنچ سکتا ہو۔

ہر آنکو اندر میں و تلاف قناعت گر مرد یقین گیرد، ہر سہ عادت
کم آرازی و کم خوردن حقیقت یس آنگہ طاعت اربعین تشریعت
سایہ اصل اول، پنج مردوں رسد چوں ماحصر و کماں (محقق)
جو ہر اہلالت میں مسور اگرچہ ہر وقت مصب کے یقین لٹری تاہم اس
مثنوی میں خارجی مصاب میں بھی دنی موعود میں، یس یہ ہیلان مامہ ہو حوتام و
کمال مسور کے ذکر اور اس کے کلمات و مقالات سے سریر ہو اس کماں
میں ٹسے ٹسے مثنوی مثلاً حید، یزید شلی اور شیخ کبیر عبد اللہ حبیب اور
عبد السلام، مسور کے معتقد اور مداح کی حیدیت سے دکھلائے گئے ہیں و
ماہی ری مسور سے اسرار و حقائق یہ موالا ت کرتے ہیں اور مسور اں
کے حواہ دیتا ہو بعض اں کے معلن متشکک بھی ہیں، تاہم اس کے سامنے
محال دم روں نہیں رکھتے۔

شیخ کبیر عبد اللہ حبیب تیراد میں رہتے ہیں اعداں کے اور مسور کے
درمیاں ایک راہ ہو مسور کے تعلقات اُن سے قدیم ہیں اور یہ بھی اس کے
سرگرم معتقد ہیں۔

مدام یہ ایک غیر معروف فرد ہیں، مگر مسور کے سچے معتقد، ایسے
پیر کے کہنے سے مسور کے حیدیت مددیں اور پیر کو مسور کی راہ حضرت حصر
کی ربانی معلوم ہوا ہو۔

حید کو مسور کے متعلق کچھ تکوک ہیں، خود راہ راست مسور کے

اور عاں دول کی اصل قطرہ عون ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ بہت پیچیدہ ہے۔ تم یوں سمجھ لو کہ میں نور سے سات طاہر ہوتی ہو اور حیوان کو رنگ دیتی ہو، اس میں سات اور وجود حیوانی سے جسم اسان پیدا ہوتا ہو۔ حکمائے اس نازے میں بہت کچھ محبتیں کی ہیں اور اس کی تشریح میں کتابیں بھر دی ہیں، لیکن ناصر (حسد) نے اس ستر کو معلوم کیا، یہ حکم ایک ستر یا ک تھا۔

دلیکس کرد ناصر ستر اہلدار ساید می سعتن آں ساچار (۳۱۹)

حکمت میں اُس کا کمال عین الیقین کی حد تک تھا، اس لیے وہ مخلوق سے پوشیدہ ہو گیا۔ اور اس طرح چھپ گیا، گویا صورت اور سے کے پردے ہی سے عائب ہو گیا۔ جس طرح حکمت میں سب پر غالب تھا اسی طرح اسرار میں پین پین تھا آخر میں اُس نے عزت اختیار کر لی اور عین ذات قربت تک پہنچ گیا۔ حد لے یا کہ اُس کی حکمت میں اس قدر ترقی دی کہ اُس کو حد لے یوں کا دیدار بھی میسر ہو گیا۔ جب اُسے حال رتانی حاصل ہو گیا، مخلوق سے منظر ہو گیا۔ اُس نے دیدار خداوندی کیا اور عین اس کی ذات س گیا، خدا میں یہاں ہو گیا اور اس پر تمام دار مکشف ہو گئے۔ اس کا اکثریاں عقل اور عاں کے متعلق تھا کیونکہ اس کی عقل اور عاں عین العیان تھی وہ کہ قضاعت کی طرف جلا گیا اور اس حرمت میں یا سد سلوک رہا اور چھپ گیا قاف قرمت میں پہنچ کر اپنے اذیر دیا کا دروازہ سد کر دیا۔ اور خدا کا دروازہ کھول لیا۔ اس قاف قضاعت میں اس قدر رہا کہ حدود رہاں کو اس کے حدود سے راحت ملی۔ دُیا کے اور حکیم اس کے مقالے میں پہنچ ہیں۔ خوش قاف

سلہ کیا عطار جیسے فاضل طیب سے عون کی اصیلت پر اسی قسم کی تحقیقات کی توقع کی جاسکتی ہے۔

عید ہی واقف ہیں، کچھ حاشا ہے کہ محمد (صلعم) ہمارے ہادی میں لیکن حقیقت
 محمدیہ سے کون واقف ہو؟ محمد (صلعم) محمد میں ہیں، درحقیقت وہی میرے
 رہا ہیں اور یہ محمد (صلعم) ہیں، جو انا الحق کہ رہے ہیں
 محمدی رہد در ما انا الحق ہی گوید سر اسر ستر مطلق
 وصال مصطفیٰ در حاکم مصور جو حور شیدا است کل نور علی اور (ص ۳۳۲)
 محمد (صلعم) لے حویہ راز آشکارا ہیں کیا تو اُس کی وصہ یہ تھی کہ اُس
 کو دعوت ستریت مطور تھی، اس لیے حقیقت کو آشکارا ہیں کیا اور تشریعت
 ہی بیاں کرتے رہے، حقیقت انھوں نے صرف علی کو بتائی۔ اگر عید میرا
 عین الیقین حاصل کر لیں تو میں انھیں دکھا دوں کہ مصطفیٰ مع تمام اسیا
 یہاں موجود ہیں۔

اگر اس حاحسید پاک ویم یاد یک راں عین الیقین
 مایم مصطفیٰ اورا دریں دم تمامت ادیا ما دید آدم (ص ۳۳۲)
 مایرید مصور کے اس قدر عقیدت مدہیں کہ اپنے آپ کو اس کا
 علام علاماں بیاں کرتے ہیں۔

تو دیدی آکھ ایں خاکس مدیدت علامے ار علاماں مایرید است (ص ۳۳۲)
 خود مصور ایسے لیے دیسے دعویٰ کرتا ہے، جو ولایت اور موت سے
 گر کر الوہیت کی حدود میں داخل ہیں۔

تعالیٰ اللہ سم مصور حلال ہمہ رجعتاں من گشتہ مختار
 تعالیٰ اللہ سم حور شیدا و احتر مرا گوید کل اللہ اکبر
 تعالیٰ اللہ سم ایں حادادہ د وجود عوین اس تملہ بیوید
 الست اندر اول گفتیم اندرا مایم چون مودم یک و مدرا

سامنے میاں کر لے کی حرات ہیں کرتے اور شیخ کبیر سے کہتے ہیں کہ دیکھیے ہمارے زمانے میں لے تمہارا اولیا ہیں اور اُن سے میتیتر بھی کر رہے ہیں وہ سب واصلیں میں سے تھے اور خدا کے نزدیک ان کے بڑے درجے تھے لیکن کسی نے امانحی نہیں کہا سب کے سب ہوا محض کہتے رہے، خود رسول پاکؐ نے ایسا دعویٰ نہیں کیا رسولؐ نے لوگوں کو شریعت کی دعوت دی اور ہر المعروف اور یہی مسالہ کی حدود میں قائم رہی۔ شریعت صرف اسی لیے ہو کہ ایک حد اور حق و باطل میں تمیز کر دے۔ اب ررا اس مضمون کی کیفیت ملاحظہ کیجیے کہ ہر دم امانحی کے لئے لگا رہا ہو رقتی اس سے دُور ہو گئی ہو، کیونکہ شریعت محمدیؐ سے بھٹک گیا ہو، عوام الناس جاہل ہیں، ان کو ہائے قرب کی کیا حرا، اس لیے ہر کس و ما کس کے سامنے اس رار کا امتا کر ما قرین مصلحت ہیں۔

مصور شیخ کبیر کو خطاب کر کے جواب دیتا ہو:- شیخ کبیر تم لے سوا حیدر لے شریعت کے متعلق کہا، مجھ کو مایرید لے ماں لیا، لیکن یہ ہیں ماستے۔ میں ان کو محدور سمجھتا ہوں، مایرید کے پیر ہوئے تو کیا ہوا د

اگرچہ شیخ و پیر مایرید است ولیکن یحیٰ ولس مار سداست (۴۲۳)
حالانکہ تم لے سرے وہ تمام حوارق حوین لے تری وحشی یر کیے ہیں، حب کہ ڈھائی سال تک تیں اور تم ساٹھ رہے، سیاں کر دیے ہیں اور یہ سب باتیں واقعیت سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن حید ہیں کہ شریعت میں کرتے ہیں اور مجھے دپوارہ قرار دتے ہیں۔ یہ ہیں حاستے کہ میں اپنی عین مرل پوچھ گیا ہوں اور تمام حجاب دُور ہو چکے ہیں۔ حب میں مودار خدا ہوں تو اسیا اور اولیا سب کچھ تیں ہوں۔ خدا مجھ سے ہم کلام ہو۔ کیا رسول اللہؐ سے صر

محمدؐ را تناس این حادثہ تو دگر نہ اومتی اندر ملا تو (ص ۱۷۱)
 علیؑ ما مصطفیٰؐ ہر دو حد اید کہ دم دم را در جان می یاید (ص ۱۹۳)
 علیؑ ما مصطفیٰؐ ہر دو حد اید مودد و دگر کل می ماید (ص ۲۵۰)
 تمام مورخین کے برخلاف مصنف حضرت اسماعیل کی قرآنی کافرائی سے
 کے ما وجود حضرت اسحق کی تہادیت میں بھی اعتقاد رکھتا ہے۔

اگر کتہ شوی ماسد اسحاق تو ماشی لے تنکے دیدار آفاق (ص ۲۶۱)
 اگر ہم بود اسحاق گزیدہ ر عشق روے تو سند سر مریدہ (ص ۲۶۹)
 گئے در کسوت اسحق گردی مریدہ سر بخود مستحق گردی (ص ۲۸۱)
 جہاں کس حوین را سلم متناق کہ سر سریدہ اندر عشق اسحاق (ص ۲۹۲)

جو ہر الدات اور ہیلان مامہ نس قدر متہور ہیں، معلوم ہوتا ہے اس قدر
 پڑھی ہیں گئیں، وہ اُن کی بہتر اس تک ماند ہو جاتی۔ کتابیں کیا ہیں،
 دریاے عظیم میں جس کی گود میں تیں ستیں ہزار اسرار ہیں مار رہے ہیں۔ جاسی
 ادبیات میں شاید اس قدر تھکا دیے والی، عیر دل چسپ، گند اور دل اُچاٹ
 کر دیے والی کوئی کتاب نہ ہوگی جیسی یہ کتابیں، جو عطار کی طرف حرا حلیے
 کس گناہ میں دیائے مسوب کی ہیں۔ علمی و دہی لحاظ سے اُن کا شمار ادبی
 درجے کی تصنیفات میں ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ما وجود کو ستریں بیع،
 میں اں متویوں کو پورا حتم نہ کر سکا، نہ مجھ میں، حالانکہ مجھ کو مسترار ہے
 کتابوں کے معاملے میں خاصہ تحمل ہے، اس قدر تاب عتی کہ اُن کو پورا پڑھ
 سکوں۔ جس پر کہ کوئی اور صاحب دوق جس میں مجھ سے زیادہ استقلال ہے،
 اں کے تیب و حرار اور معلومات سے ہم کو اطلاع دیں۔

اں متویوں میں حوا دق، اسرار اور کرامات کی فصایہ اکوئی گئی ہے۔

خدا مدی مرا رید کہ دام
 تمامت در یقین را رہا ہم
 ر صبح آرمیش جملہ پیدا است
 ر لور داتم این جاگہ ہویدا است
 یکے داتم سرہ در ہبہ من
 لگدہ در تمامت دمدنہا (ص ۱۴۷)
 سحر مصور این جاہیت اللہ
 کہ ار اسرار رحل سے آگاہ
 خدا مصور و مصور است حلق
 وصال ایست این حالے حلاق
 حلاق من خدا یم تاہ میسد
 محمود می سایم تاہ میسد
 حلاق من خدا یم در نمودار
 رعشق عویش امرورم بریدار
 حلاق من خدا یم جند گویم
 ہمہ خواہد تا بود سویم (ص ۱۴۸)
 خود مصف مصور کے عشق میں اس قدر سرشار ہوں کہ اس کا جذبہ محویت
 اور فانییت کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حب تک میں زندہ ہوں
 اُسی کے اسرار بیان کرتا رہوں گا بلکہ یہ مصور ہی ہوں میری حال میں دل
 رہا ہے۔

سحر تلخ حیرے می داتم
 کہ باوے گویم وارے ہوام
 رم ہر خطہ دم ار عشق مصور
 اگر جی می ناید در دلم شور
 مراتنا حاں لود رو مار گویم
 الود در قصہ مردم مار گویم
 مراتنا حاں لود در دیر فانی
 ہمہ گویم ارد سبہ معانی
 ہمہ مصور می بید در دم
 ہو خواہد مد آخر رہنوم
 حقیقت دوست این دم بر گرفتار
 کہ می گوید دروں حاں عطار (ص ۱۴۸)
 ایک ہایت عجیب امر یہ ہے کہ مصف نے جہاں مصور کو پہچانوں مقام
 پر خدا کہا ہے، وہاں متعدد موقعوں پر رسول اللہ اور حضرت علیؑ کو بھی خدا
 کے نام سے یاد کیا ہے۔

ٹھیک کر اور رک رک کر بیان کرتا ہو۔ اس طرح حسن و روانہ لے ایک ممتاز حیثیت اختیار کر لی ہو اور طوالت و متوہیوں کا عام جوہر نہ گئی ہو۔ ان کتابوں کا مدثریں پہلو ایک ہی خیال کی مار مار بکھرا ہو، جس سے قاری نہ صرف اکتا جائے گا، بلکہ دق ہو جائے گا۔ وہی ایک مانتا ایک دفعہ میں کہی گئی، بلکہ دس مرتبہ۔ اس پر بھی قناعت نہیں، دس مرتبہ اور تکرار کی۔ چند دق لپیٹے تو بیس مرتبہ سیر و ہی خیال دہرایا گیا ہو۔ اشعار کیا ہیں، پلٹیں ہیں، خواگاہ الگ الگ دردی پہنچے کھڑی ہیں۔ مثلاً -

رہاگر داناں خود آگاہ می بات	دلیک از دروں ماشاہ می بات
رہاگر داناں نظر کن را ریجوں	کہ ایشامد دور ہفت گردوں
رہاگر داناں نظر کن جویش منگر	ترا سہادہ سر در پست منگر
رہاگر داناں نظر کن تا مدانی	کہ از ایشان حقیقت ماں دانی
رہاگر داناں نظر کن را منگر	ہی اسحام و ہم آغا منگر
رہاگر داناں نظر کن ہفت گردوں	حقیقت بعد از ان مرزا ریجوں

(ص ۴۵۹)

میں اسی قدر معمولے پر اکتفا کرتا ہوں، ورنہ ”رہاگر داناں نظر کن“ کی پلٹ کے اسی سترہ حواں اور ماتی ہیں۔ میں ماظریں سے استدعا کرتا ہوں کہ ان اشعار کے معنوں پر غور نہ کی جائے اگر مالموس ایسا کیا جائے تو غالب مرحوم کا یہ مصرع بھی یاد رہے۔ ع

یہ ہو وہ لفظ ستر مدہ معنی نہ ہوتا

کچھ ان اشعار پر حصر نہیں، تمام کتاب اسی صفت میں لکھی گئی ہے۔
 را ”ترا این حاست“ کا رسالہ ملاحظہ ہو۔

جو بہت کچھ عطار کی واقعیت پسند طبیعت کے مافیٰ ہو۔ مصنف جواب دیکھے اور شائیں سننے کا عادی ہو۔ وہی مسائل جس کو شیخ اپنی عقل اور استدلال کے زور سے حل کر دیا کرتے ہیں، اِس مثنویات میں اسرار سن گئے ہیں معمولی سے معمولی مسئلہ ہمارے مصنف کے ہر دیک ایک بہتر ہے اور یہ بزرگ کسی انکشاف کی کوشش کے ایک طویل سمجھوتہ کے بعد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پھر کسی اور ستر کی ماری آتی ہو اور اُس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جاتا ہو ہر مضمون اس کی علمی اور دماغی استعداد کی بے مضامتی کا رازِ الم لشرح کر رہا ہو۔ عوی اس کو آتی ہیں، مجھ کو اس کی ماری دانی میں بھی شک ہو۔ ہمارا ناظم صرف الفاظ کو دس کا جامہ پہنانا جاتا ہے۔ قافیے کا بھی جیسا یا بد نہیں، مل گیا تو حیر، ملا تو دس ہی پر گزارا کر لیا۔ سلسلہ مباحث غیر منقول، طویل اور بے ترتیب ہو جیسے کسی مجدد کی سڑ یا کسی سیم مست کی ہدیاں سرائی۔ جو مطلب اس کو ادا کرنا ہوتا ہو اُس کے لیے الفاظ نہیں ملتے اور جو الفاظ ملتے ہیں وہ مطلب ادا نہیں کرتے۔ اِس کشمکش کا نتیجہ ہوتا ہو کہ شعر اکثر مبہم اور پھل س کر رہ جاتا ہو۔ شاعر کا دحیرہ الفاظ بے حد محدود ہو، حالانکہ تئیں ہر راز اشار لکھے ہیں، لیکن اِس کثیر دحیرے سے ہم حیدرے لغت بھی نہیں سیکھتے۔ یہی حالت اس کی معلومات کی ہو۔ عطار ایسی اصلی تصنیفات میں قدم قدم پر حیدر اطلاع دیتے ہیں اور اس کی مثنویاں تاریخی دل چسپی کا قابل قدر سامان ہم پہنچاتی ہیں، لیکن اس بے مایہ شاعر کی چھوٹی میں جو لفظ لفظ ہیں یا دلا ما ہو کہ میں عطار ہوں، سولے منصور کی حیدر حکایتوں کے جس کو کہ تاریخ حاشی ہو اور نہ روایت پہنچاتی ہو، حیدر معلومات کے سلسلے میں کچھ بھی نہیں۔ جو مطلب ایک شعر میں کہا جاسکتا ہو، شاعر اسی مطلب کو دس شعر میں ٹھٹھک

ہر امر موجب حیرت تھا کہ وہی شخص جس کی دماغ سودی بالعموم ایک مبتدل قسم کی تک سدی پیدا کر لے کی عادی ہو ایسے نہیں اور عمدہ اشعار لکھ سکے، مثلاً -

الاسے جاں و دل را در دودارو تو آں لوری کہ لم تمسمہ مار
تو در شکات تن مصاح لوری ر بر دیکی کہ ہستی دؤر دوری
ر روز ہائے شکات مشکیشتمں کردہ خاک مبارک
رحامہ لشک و ریت بروں پر سور کوکب دؤری در آور
ترا ما مشرق و مغرب یہ کاہست کہ لور آساں گردت حصارست
[رہیائی مداں این فرد و ہنگامہ کہ کھینکے یہ میدست ورسگ]

(صحفہ ۲۹)

یا یہ اشعار -

نگرمی کرد دروینتے نگاہے دین در یائے یُر دُتر الہی
کواک دیدیوں دُتر شاہروز کہ شب ار لورایشاں لودچوں

سلسلہ خطوط ہلالی میں لے ڈالے ہیں، گو کہ یہ شعرا شمار گزشتہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، لیکن جوہر الہات کے علمی لہجوں میں اسی مقام پر ملتا ہو اسرار اس میں شیخ عطار نے اس شعر کو مع اسی قسم کے دیگر اشعار کے حوامات پر انسانی نفوت کے استدلال میں لکھا ہو، چاہیے -

آوار عوش حود سرسفرار کہ در امریتسم ولے ہست آوار
حوش آوار یہ لعل ار توین ہست کہ مرست حود و آوار حوین است
رستوائی حود چنداں بھوش کہ مانگے نشود دہ میل حوگوشت
ر لویای حود روقتہ کم گوے کہ اریک میل موتے نشود لوے
تو گریتی اریں حسملہ اراہی کہ بس گوا ولس، یا کیسہ حالی

ترا ایں جاست ال یتان دیدی تو ار آساں سماں کل دیدی
 ترا ایں حاست وصل و روشائی حقیقت نور دیدار حیدائی
 ترا ایں ماست لود کل مسلم کہ دستی ر خود دیدار آدم
 ترا ایں حاست آدم آشکارہ تو در او، او تو ایں عالظارہ
 ترا ایں حاست آدم تاکہ دیدی کہ در دم دید آدم را دیدی

(صمہ ۵۲)

اس رسالے میں اڑتیس سوار ہیں۔ اس کے بعد ”دل آگاہ“ کا توصیف ہے،
 جس میں تین اذیر چالیس تو ہیں ہیں۔

دل آگاہ می ماید دریں راہ کہ دریا مد وصال ایں حا نگہ مار
 دل آگاہ می ماید درں جا کہ ایں در مار نکشاید دریں حا
 دل آگاہ می ماید دریں سر کہ اسرارش ہمہ آمد لظاہر

(صمہ ۵۴)

اس کے عین بعد ”ہمہ وصلست“ کے مائیں ادبچی کھڑے ہیں۔

ہمہ وصلست ہجراں رہا رہ پیتن ہمہ حاست مرحاں رفت ارہیں
 ہمہ وصلست و دیدار است ایں جا دلت حا ماں بہ دیدار است ایں جا
 ہمہ وصلست و دیدار است ہیچوں ولیکن تو شدہ ایں حا درگوں

(صمہ ۵۵)

العص کہاں تک لکھا جائے، یہی ایک ایسا ہیبت منظر ہے، جس کو اس
 دیوں کا سیاح بہت قواس رستم سے زیادہ دستوار گرا اور ادا قائل عورتاں شاہو۔
 ہر الدات کی پہلی حلد میں (حوسنتا میرے مطالعے میں زیادہ آئی ہے)
 قے موہے پر اعلیٰ درجے کی شاعری کے مولے ملتے ہیں اور میرے لے

اسی اسرارِ مامہ سے لیے گئے ہیں، خوف طوالت اس کی ہرست یقین کرے سے
گر یہ کرتا ہوں۔ مجھ کو یقین ہے کہ اس متنویوں میں جو بہتر اشعار ہیں، بیرونی ہیں اور
اسرارِ مامہ کا تو اس قدر ناس کیا گیا ہے کہ ناگفتہ بہ ہے۔

حسب ہم اس کتاوں کا، عطار کی دیگر تصنیفات سے مقابلہ کرتے ہیں تو
ان میں اس قدر نمایاں اور مردست فرق دیکھتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں پر تعجب
ہوتا ہے، جو انھیں عطار کی تصنیف مانتے ہیں۔ 'اما'، 'ار' اور 'لبے' عطار نے
اپنی تصنیفات میں استعمال نہیں کیے، 'حاگہ'، 'حقیقت' وغیرہ عطار کے تنگیہ
کلام نہیں اسرارِ مامہ عطار نے ساٹھ سال کی عمر میں لکھا ہے جو ہر الدات اور
ہیلاج مامہ اگر حقیقت ابھی کی یادگار ہیں تو اسرارِ مامہ کے بعد لکھے گئے
ہوں گے۔ اب ایک شخصت سالہ سچتہ کار شاعر جو صورت سے زیادہ ڈیگر
ہے اور جس کو مصائب اس افرات کے ساتھ سوجھتے ہیں کہ وہ اس کی کثرتِ آمد
سے مالاں ہے، اس دور کی تصنیف میں اس قدر بدل جائے گا کہ بالکل نئی
زبان اور نئی روش اختیار کر لے گا، اس کی شاعری اس قدر ٹھیک چسپی گھٹیل
اور کوت پیدا کر لے والی ہو جائے گی، جس سے انسانوں کی طبیعت مکرر
ہونے لگے وہی شاعر جس کا حسرو مامہ، لطامی کی "نیریں دھرد" کے ہم تلبہ
ماہا جاسکتا ہے، بعد میں ایسی متدل شاعری اختیار کر سکتا ہے، جس سے اس کے
لبے سیار نہیں۔

شیخ عطار، جس میں مصور علاج کے مسوط حالات اپنے تذکرے
میں لکھ چکے ہیں۔ وہ اگرچہ جس کو عبد اللہ حنیف، شلی اور الواقاسم کی
بہتادت سیر کالیں میں تار کرتے ہیں، تاہم کوئی غیر معمولی عقیدت اس کی
سبب نہیں جلاتے۔ تذکرے کے علاوہ متنویات میں بھی کئی موقوفوں پر

تو گھتی احتراں استادہ اندے رہاں خاکیاں مکتادہ اندے
 کہ ہاں لے غافلاں ہتیار ماسید میں درگہ شے میدار ماسید
 جہاں چدیں سر اندر جواب آید کہ تاروز قیامت جواب دارید
 مَرَح درویش میل راں نطاہ رچتمش درمٹاں شدیوں شاد
 حوشش آمدیہر کور رمتار رہاں نکساد چوں ملن گقتار
 کہ یارب نام رمدامت چیں است کہ گوئی چوں بنگارتاں چیں است
 مدام نام ایوانت چاسمت کہ رمدایں تو مارے دوستاں است

(صفحہ ۱۹)

اباں اشعار اور اُن مہمل اشعار میں جو ٹھیک اِن سے پہلے درج ہوئے ہیں، رات دن اور میں آسمان کا فرق ہے۔ میں شروع ہی سے ان کو کالائے در دیدہ مانے ہوئے تھا آخر اسرارِ مائتہ عطار میں اُن کا مُراعِ ل گیا یہ آیات اسرارِ مائتہ عطار طبع ایراں کے صفحہ ۳ اور صفحہ ۱۱۱-۱۱۲ پر ملتے ہیں اِن کے علاوہ متعدد مقامات اور ہیں جہاں میں تیں، چار چار، یا بیچ یا بیچ اشعار ملے دیں میں بس ایسی اور سائیں دیے ناظرین یہاں میں صرف ستارِ صحابہ و اشعار پر تہمت کی حالت ہے

جوہر الدات ص ۴۴، اشعار ۱-۲-۳-۴ اسرارِ مائتہ طبع ایراں ص ۴۵، آیات ۹۸-۹۹-۱۰۰
 " ص ۵، اشعار ۱۳-۱۴-۱۵ " ص ۴۸، اشعار ۱۳-۱۴-۱۵
 " ص ۵، اشعار ۳۸-۳۹-۴۰-۴۱ " ص ۸، آیات ۹-۱۰-۱۱-۱۲
 " ص ۴۱، اشعار ۲۲-۲۳-۲۴-۲۵ " ص ۸، آیات ۶-۷-۸-۹
 " ص ۴۹، اشعار ۲۹-۳۰-۳۱ " ص ۱۲۳، آیات ۱۵-۱۶-۱۷-۱۸
 " ص ۱۸، اشعار ۱۷-۱۸ " ص ۹۵، آیات ۲-۳-۴-۵
 اس پردہ کی کا دائرہ ابھی اور وسیع ہے۔ ملاحظہ سے متعدد مقامات اور کل آئیں گے

حکیم ناصر حسرو اسماعیلیوں کا داعی ہونے کی ساری، بیرونی سیاسی دعوہ سے اس ایام کے حراسیوں میں جو اکثر حسبی اور شافعی تھے، نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اس لیے بہت کم مصعوں نے اس کا ذکر کیا ہے محمد عونی نے شاعر کی حیثیت سے بھی "لناب الالساب" میں اس کا ذکر نہیں، نہ بیچ عطار نے ایسی مثنویات میں اس کا ذکر آئے دیا۔ لیکن جو ہرالات میں اس عظمت کے ساتھ اس کا ذکر آتا ہے کہ ایک طرف حکم کا سرتاج اور دوسری طرف دلی کامل دکھایا گیا ہے دشمنوں کے خوف سے حکیم موصوف بیگناہ میں آکر یاہ لیتا ہے اس واقعے کو مصنف نے حکیم کے دوق سلوک اور گریہ اور خلق کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

حدار مار دید اولے جی وچوں	در آس کلکش اسرود دیچوں
گریہاں تدر خلق اوکل یک مار	حدار مار دید او آس کار
کہ این مہی یقین دات او مد	حدار مار دید و دات او شد
سلوک کے کرد و خود را گریہاں	در آس قرمت کہ بودش حد و امکان
درار عالم رود و مروت	سوی قاف قرمت و مروت

(صفحہ ۲۱۹)

حکیم موصوف نے اس ایام میں حس قسم کا سلوک اختیار کیا تھا اس کی حقیقت اس قصائد سے ظاہر ہوتی ہے، جو اس نے عزت لیبی کے زمانے میں لکھے ہیں اور بعض لواحد و مدح مستصر اسماعیلی کے آوازوں سے گویا لہجے ہیں، یہ قصیدے آج بھی موجود ہیں اور چھپ چکے ہیں لیکن سب سے زیادہ حیرت میں ڈالنے والا یہ امر ہے کہ یہاں عطار نے حید کو مایہ یکا میر سا دیا اور ناصر حسرو کو دلی کامل ماں لیا۔ وہاں وہ حید میں موصوف کا نام

اس کی حکایات ملتی ہیں، اُن میں بھی حسیں کو کوئی خاص احترام نہیں دیتے، لیکن جو ہر الدات اور ہیلح مائے میں، حسیں ایک ایسے بیرائے میں پیش کیا گیا ہو، جس کے سامنے حید اور تلی جیسے درختاں آفتاب، شمع لے نور معلوم ہوتے ہیں وہ اس طاقت و مہمتی سے ادنیٰ ادنیٰ سوالات پوچھتے ہیں اور آخر میں اُس کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ موصو کو اپنے حوا و یہ مار ہو اور اُس کے دعاوی اس قدر بلند ہیں کہ استعراق، صحو، اور محویت کے خط حد سدی کو توڑ کر حلول اور اتحاد کی ارض مسموعہ میں داخل مائے جاسکتے ہیں حالانکہ عدد عطار ہیں اطلاع مجھے ملے ہیں کہ رناتقہ کا ایک ایسا گروہ بھی ہوا ہو، جو اتحادی اور حلولی ہیں اور جہوں لے اپنے آپ کو "حلاجی" متہور کیا ہو۔ وہ اگرچہ اس کے اقوال کو سمجھے نہیں، لیکن اس کے قتل اور حلائے حالے پر مہر کرتے ہیں جیسا کہ ملح میں دو شخصوں کا وہی حشر ہوا جو موصو کا ہوا۔ میرا خیال ہو کہ عطار کینیت تذکرہ نگار اہل اللہ کے حادثات اور رمانوں سے بخوبی واقف تھے، یہ اس کے اگر وہ جو ہر الدات اور ہیلح مائے لکھتے تو ظاہر تھا کہ ایسے صریح اطلاق مثلاً منصور اور بایرید کی گفتگو کے لئے سرو پا واقعات نہیں لکھے، حالانکہ بایرید کی وفات کا واقعہ ۲۶۰ھ ہجری یا ۸۷۳ھ ہجری میں پیش آتا ہو اور موصو ۲۶۰ھ میں داریہ چڑھایا جاتا ہو۔ پھر لطف یہ ہو کہ بایرید کو حید کا مرید بتایا جاتا ہو اس دونوں مرگوں میں بایرید اقدم ہیں اور شمع عطار ہم کو اطلاع دیتے ہیں کہ حید بایرید کے اس قدر معتقد تھے کہ کہا کرتے تھے "بایرید کا ہمارا عیشا میں وہی مرتبہ ہو جو حضرت حمزہؓ کا ملائکہ میں ہو" یہ اور دوسری صریح عطا بیایاں جو اس کتابوں کے اوراق میں نظر آتی ہیں، عطار کی طرف موصو ہیں کی جاسکتیں۔

دعیرہ تصدیف ہوتی ہیں اور یہ کوئی تہا اقدام نہیں ہو، بلکہ استرامہ بھی اسی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتا ہے۔ روایت مالا کی تصدیق دیا جیہ میلان مامہ سے ہوتی ہے، جہاں مصور کے یکسر متالی کی آمد کا معصل مذکور ملتا ہے۔ چونکہ اس متولیوں میں عطار کی شہادت کا علی التواتر ذکر آتا ہے، بلکہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ جواب میں آکر شہادت کی تشارت دیتے ہیں کہ ”مصور نے ہمارے اسرار کھولے سرا یا ئی،“ مصور نے کیا وہی تم نے کیا، اس لیے ہم تم کو حام شہادت یلائیں گے۔“ اس نایر صروری ہوا کہ شیخ کی شہادت کے اثبات میں کوئی چیر لکھی جائے، چنانچہ لے سرانہ مرقوم ہوا۔ یہ یاد رہے کہ جو ہر الذات میں مصور کی طرح اہل طاہر کے ہاتھوں تہید ہوئے کی بیشیں گوئی کی گئی ہو۔

سخا ہم کشتت ماسد علاج ہم ہر وقت این حام چو اذناح (ص ۹۹)
 رعشتت آگہم لے مرزا اور کہ حواہم رفت بردات جو مصو (ص ۱۲۶)
 اس لیے لے سرانہ اسی عقیدے کی مدائے مارگشت ہو، لیکن موجب حیرت یہ امر ہے کہ اہل طاہر نے یہ تہمت اپنے سر سے ہٹا کر تاغاری و خبیوں کے سرمڈہ دی، جس سے اہل طاہر و اہل باطن کی روایات کے اختلاف نے ہمارے سردیک مالعاط صاحب جوہر الدات ”ایک سر“ کی شکل اختیار کر لی ہے اور میں اکثر سوچتا رہا ہوں کہ اس مرضی عطار کی یہ آدرو۔

عمریت کہ اسانہ مصور کہیں شد اس حلوہ ہم بار دگر دار ویرا
 کھی قوہ سے فعل میں بھی آئی یا نہیں —

۱۵ لے سر سے مراد عطار ہیں، چنانچہ ہیلان ماہ میں بھی ایک موقعے پر اسی نام سے پکارا گیا ہے

سرا وادی کس لے لے سرور آحر کہ ایں حاشیت ہم سرور آحر

بھی بھول گئے اور اسی عام غلطی کے شکار میں گئے، جس میں سترائے ایران مولانا رومی کے زمانے سے متلا ہیں۔ جو ہرالدات اور ہیلاج نامہ میں علاج کا نام منصور بتایا گیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ اس کا نام جہیں ہے اور مصور اس کے باپ کا نام ہے۔ شیخ عطار اسے تذکرے میں ہمیشہ اس کو جہیں کے نام سے یاد کرتے ہیں، یا بعض وقت علاج کے خطاب سے پکارتے ہیں لیکن کبھی مصور کے لفظ سے یاد نہیں کرتے۔ ان کی متونوں میں بھی مصور کی کئی حکایتیں ملتی ہیں، مثلاً مطلق الطیر:-

جوں شد آں علاج بردار آں ماں حر انا الحق می رفقتی رہاں

(کلیات ص ۱۱۵) اور الہی نامہ

جو سریدد مانگہ بر سر دار سرود دست علاج آں چنار

(کلیات ص ۸۲۱) اور الہی نامہ

پسر را گفت علاج نکو کار بہ چیرے نس را مشول میدار

(کلیات ص ۹۱۱) اور اسرار نامہ

بش علاج را دیدد در خواب مریدہ سر، کلف در جام علاج

(ص ۲۵۰ طبع ایماں)

یہاں ہر موقع پر علاج کے نام سے یاد کیا ہے۔ قصہ مختصر، یہ بعض دعوہ ہیں جس کی سا پریش ان دونوں کتابوں کو عطار کی تصنیف ماننے کے لیے تیار نہیں۔

مولانا مے روم کے ”سحان“ کے حوالے سے ’حامی‘ نے ایک روایت لکھی ہے کہ نور مصور ڈیڑھ سو سال بعد شیخ عطار کی روح یرتقی کر کے ان کا مرنے میں لگا۔ جس حال کرتا ہوں کہ اس روایت کے زیر اثر متون جو ہرالدات

تھا اس لیے اسی طرف توجہ کی اور اسی میں کمال پیدا کیا

(سوالحم ص ۱۰۰ طبع معارف ریس)

اں کے بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اں کا تبار بھی علما میں تھا لکن
اسی حرجے میں ملازم بھی تھے۔ ایک قصیدے میں کہتے ہیں -

مست یوشیدہ کہ درجہ صدور ہی رحمت در مدرسہ آور در دکان یدرم
ارکرم در چہ خواہی کہ در ایدم توں ارمیاں علما رحمت مارا در سرم

(صفحہ ۱۰۱ ایضاً کلیات)

(دیکر) عالم دشناورد فہیم وادیب اور تو دار بد راتب و ادراہ
مں کہ ایں ہر چہ ارم اور توجہ ا خوف و ہتہند دارم و آرا (صفحہ ۱۰۲)
قولہ - بہار صساں مں نکھا ہو کہ حب سلطان سحر سلوٹی گر حساں کو فتح کرے
اصباں مں آلو کماں لے اس کی مدح مں قصیدہ لکھا جس کا ایک
سریہ ہے -

حاج ظلم نور مداسی، چہرہ عدل نقاب کو تو نکشادی اور رح ۱۷۱

(سوالحم ص ۱۰۰ طبع معارف ریس)

سلطان سحر سلوٹی کا زمانہ ۱۱۵۵ھ تا ۱۱۵۷ھ ہے جو کمال - بے رما ہے
سے صریحاً اقدم ہو، اس لیے کہ شاں کہی فتح کیا - تنویر اکمال کے اس
مستہو - قصیدے سے ماحود ہے، اس کا مطلع ہے -

لہیط روے ریں گشت مارا آواں نہ میں سایہ نیز ہدایگاں مہاں
اور حلال الدین مسکری کی مدح مں ہے - چیاچہ -

حدایگاں سلاطین مشرق و مغرب کہ آب ماسحہ سلطنت دہد نہ ساں
حلال دیا و دس مسکری آں تہاں کہ ابرہہ دس سر کرہ در مہاں سلطان

کمال اسماعیل

قولہ - اس کے والد جمال الدین عبدالرحمان بہادر شاعر تھے اس کے

دوست تھے سعد الکرم اور اسماعیل

(سفر النعمان جلد دوم، ص ۱۰۷، ص ۱۰۸)

لیکن جو کمال کے ایک قصیدے سے جو اس نے ایسے والد جمال الدین کی وفات کے وقت رکھ دیں صاعداں مسعود کی مدح میں لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ جمال نے چار بچے اپنے بعد چھوڑے۔ چنانچہ -

سیہر قد را اصفا کس از طریق کرم	حکایت من حسنت رواں رید در
چہ شرح شاید داد از حقوق آن مرحوم	کہ بہت نزد تو جوں آفتاب مل اظہر
در بلع الحق از ان گوہ داعی مخلص	کہ لے ہوئے تو حیاں را بخواتی در
آستان تو کردہ سید موعے سیاہ	مد آستان تو کردہ سید روح دمنتر
ہزار موریتیمسد مار ماندہ ارد	کہ جز رعقد مدح تو نیست شاں ولور
چو گرگ مرگ ساگہ شاں ایں رزم برد	نہ ہر ایں رزمہ لے شاں توئی عھور
نزرگ حق اگر گوشت مار جو اپنی است	سچشم لطف دریں چار طفل عورد نگر

(ص ۱۰۷، حکایت اسماعیل، طبع ممبئی)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ چار بچے کمال کے علاوہ ہیں جو لظاہر حلف اکر ہیں۔

قولہ اسماعیل نے بھی مدھی علوم حاصل کیے تھے لیکن ساعی کا مدان حامدانی

سہ اوراق آئیدہ میں جہاں کہیں صحافت کا حالہ دیا ہے اسی کتاب طبع ممبئی سے

دیا ہے۔

اگرچہ شاعر اپنی ارادت کا اظہار کر رہا ہو اور اس کی پیروی میں سمات کا طالب ہو تاہم حید اس حوض عقیدت محسوس نہیں کرتا جو ایک حالص الارادت مرید کو ایسے مرشد و ہادی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ کہتا ہے۔

ناروی چیں جو حسہ تو تل کس مگر رہائی ار آتش سقریانی
مدد رہمت ادحواء در ریاضت لیس جو حگ دیو کی یاری اور عمریانی
در ہمت سروے دل تو مار کند گر آستانہ عالیت مستقریانی
اگر تو بیج ارادت دروہری مدتش رشاح تریتین گوہ گون ثریانی
رداس طلعت سردار دست طلب کہ ہرچہ آرزوے نشت سرسریانی
رحاک یاقین تاجی سار و سر نہ کہ تار جیل ملک گرد و حشریانی
کمال نہ کبھی بیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے نہ ان کے ہاتھ پر سمیت کی
اور نہ بعد ادگئے۔ قصیدہ ہدا ارادۃ بھیج دیا ہو۔

کلاہ او نہ مادارہ سر جو تو نیست تو جہد کس کہ سحائے کلمہ کمریانی
چو این مساعدت از دولتت میر نیست کہ رطارت حدتش طہریانی
و نظم حوین دعائے دلاں حاسست رگفتہ کرمش مہرہ نگریانی
سعادت ادبی بر سر تشار کند اگر قبولی اراں صدر امور یانی
(کلیات کمال قلمی)

قولہ۔ ۶۳۵ھ میں جب اوکائی و آں اصہاں میں پہچانہ قتل عام کا حکم دیا

اس واسطے میں یہ رادینس ہو چکے تھے اور تہر کے ماہر ایک رادینے

میں رہتے تھے کھر میں ایک کواں بھاوہ ان اماں کا

حراہ میں گیا۔ ہر کی عادت گری میں ایک۔ کہ اس طرف نکل آتا

کٹوں میں اترا۔ دعوہر کا اسار دیکھ کر اکھیں کھل گئیں سچا کہ

قصیدہ ہدایت ۶۲۳ھ کے قریب لکھا گیا ہوگا حسب حلال الدین گرجستان
کی فتح کے بعد اصہماں آتا ہے۔ شاعر نے اسی قصیدے میں ایسے واقعات کا
ذکر کیا ہے جو حلال الدین کی تاریخ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اُس کا
ہندستان آنا، ہندستان سے ایران جانا، قلیس پہنچنا اور عیسائیوں سے
محاربات وغیرہ۔

راق عزم تو گامی کہ برگرفت از ہند	بہا د گام دگر گرفت صہی ایران
کہ لودحر تو رشاہاں رورگزار کہ داد	قصیم اسب رقلیس دالتق از عہاں
تو عمر لوح سیانی اراکہ در عالم	عمارت ار تو دید آمد ازین طہاں
تو داد مسر اسلام ستدی رصلیب	تو برگرفی ما قوس را رحاے اواں
اگر مودی سعی تو حلفتہ کھنہ	چو لعل ریرسم حر مہ مادہ لودہاں

(ص ۱۶ کلیات)

قولہ : "مالاخر السودہ ہو کر رک تعلقات کیا اور حضرت ہتہاب الدین پہنچا
کے ہاتھ پر بیعت کی" دیوان میں ایک قصیدہ بھی اس کی مدح میں
موجود ہے۔ (سرازم ص ۱۵۷ حلد دوم، معارف اعظم گڑھ)
اس قصیدے کا مطلع ہے۔

دلا کو شش کہ ماتی عمر دریائی کہ عمر ماتی اریں عمر برگریائی
میرے بیق نظر اس وقت کلیات کمال قلمی مملوکہ یرویسر سراج الدین
آذربہ جس اشعار میں شیخ ہتہاب الدین کا نام آتا ہے یہ ہیں۔

اریں برگراں امرو در زمانہ کی ست	کہ مثل او نہ ہا ما نہ سحر دریائی
ہتہاب ابن عمر بہرودی آن رہ رو	کہ ار مسالک او دیو بر حد دریائی
امام و قدوہ آفاق تالست العمرین	کہ حاک یا این بر حہبت قمریائی

میں جس سے علامہ شلی شعر بالا نقل فرماتے ہیں سوزی کمال کی سست کہتا ہے کہ
میسے کمال کی مود پر کمال کی بظہوں کی مولیت کو مٹا نقصاں
پہنچا جس شیراز میں مجھ جیسا سرمہ سار موجود ہے تو یقین ہے کہ عقل انسانی سرمہ
صفا ہانی کو آنکھوں میں جگہ نہ دے گی ۔

بعد حلوہ جس کلام میں ادب و حجت قبول شاہ نظام کمال نقصانی
کنوں کی یاد تیرا جو سرمہ سائے در شراب حود و دیدہ کست سرمہ صفا ہانی
اس ظاہر ہے کہ دو لوں شعروں سے کمال کی لے قدری مقصود ہے نہ
اس کی قدر دانی ۔ لیکن مولا کے نقل کردہ شعر سے عربی کا مقصد اس مطلب
سے جو مولا انا حد کر رہے ہیں بالکل مختلف ہے ۔ اس کے لیے ہمیں اطویں کی
توجہ کمال کی رہی کے ایک واقعے کی طرف جس کا عربی لے اشارہ دکر کیا
ہو ، مدد دل کرنی چاہیے ۔ ایک قصیدے میں جو عربی لے عبدالرحیم حاکماں
کی تعریف میں نہ ورائیں حکم ادا صبح لکھا ہے شعر زیر بحث سے نقل یہ شعر آتا ہے ۔
بدہ نہ راوی ما جس نامہ ام کہ مرا دریں قصیدہ سرور کمال مثالی
شاعر لیے مخاطب سے کہتا ہے کہ میرا قصیدہ کسی غلط حواں راوی کے حوالے
نہ کر دیا ورنہ کہیں میرا بھی وہی حشر ہو جو کمال کا ہوا تھا ۔ اس شعر کی شرح
میں عربی کے شارحین کہتے ہیں کہ کمال انجیل لے ایسا قصیدہ دربار میں پڑھے
کے واسطے کسی مالائق راوی کے حوالے کر دیا تھا ۔ پڑھتے وقت اس سے
ایسی ادائیں سرزد ہوئیں کہ مدوح لے حوا ہو کر ساعر کے قید کیے حائے
کا حکم دے دیا ۔

کمال کے حالات میں اس واقعے کا ذکر نہیں آتا مگر اسی سحر و قیامے میں
اس کے ہاں ایک قصیدہ موجود ہے جس میں شعر دیا آتا ہے ۔

اور بھی حوالے گزے۔ ہوں گے، کمال انجیل کو پکڑا، کہ یہاں تاہم انہوں
نے لاعلمی ظاہر کی، اس لیے عیسے میں آکر ان کا حاتمہ کر دیا۔

(ستر النعم ص ۱۸۵ حلد دوم - معارف یسوع)

ادکٹائی فآں ۶۲۲ھ و ۶۳۹ھ اصہماں میں کسی وقت نہیں آیا اگرچہ
اصہماں کا قتل عام اُس کے زمانے میں ہوا ہے۔ مولا ماشلی کمال کے حالات
کے درمیان اس کا سال وفات ۶۲۲ھ بتاتے ہیں۔ اس موقع پر ۶۳۵ھ
تخریر کرتے ہیں اور اس اختلاف کی کوئی وجہ بیان نہیں کرتے۔
قولہ: "متوسطیں اور مساحریں دونوں اُن کے معترف ہیں غوثی
کہتا ہے۔"

مراد نسب ہمدردی کمال عم ہست - گرہ شریعہ عم دارد ار علطخوانی
(سوالعم ص ۱۹ حلد دوم)

مسل سے یقین آسکتا ہے کہ عونی جیسا خود ستا اور خود درویش کمال
کے کمال کا اعتراف کرے گا۔ وہ جب کبھی متقدمین کا ذکر کرتا ہے، ایسے اہل کمال
اور اہلیت کے تعلق میں کرتا ہے، اپنے مقابلے میں ان کو گرتا ہے اور
الوالعرج رونی کے حق میں کہتا ہے۔

انصاف یہ والعرج والوری اورد ہر حسیہ عیبت نہ شمارند عدم را
اور سعدی شیرازی کے واسطے لکھتا ہے۔

مارش سعدی بہت جاک شیراز ہے بود گر دہ آگہ کہ گرد مولد و اولے سے
اور حاقانی کے تعلق میں گویا ہے۔

دم حسیہ متسا داشت حاقانی کہ رچید امداد صا ایک فرستاد بہ متروا است
اس اساتذہ کے مقابلے میں محلا کمال کو کیا خاطر میں لاتا بلکہ اسی قصیدہ

حلال الدین محمد مہدوم جہانیاں مشہدہ میں انتقال کرتے ہیں۔
 محقق طوسی شتر کے کویتے سے مالد معلوم ہوتے ہیں اگرچہ اس کے مداحوں
 نے یہ وصف اس کی طرف منسوب کیا ہو۔ خود محقق میعار الاشعار میں شتر سے
 اپنی بے دوقی کے اعتراف میں لکھتے ہیں -

”اعتقاد من آست کہ اگر کسی را در مدار فطرت دوق مانند، مکمل باشد
 کہ بملکہ عود من اورا اکتساب دوقی پیدا شود و این معنی در حلیت من متاہدہ
 کردہ ام“

(میرا الاشعار ص ۷۷)

قولہ - کمال اور محقق طوسی ہم عصر ہیں، کمال کی طبع پائیگی کی اس سے بڑھ کر
 کیا دلیل ہوگی کہ محقق طوسی بے غلطی کے لہجے میں کمال کا ذکر اپنی
 کتاب میعار الاشعار میں کیا؟ (ص ۲۰۰ جلد دوم، سرائف، ص ۷۷)
 اس سرگرمی کی معاصریت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہو کہ کمال ۱۱۶۷ھ
 کے گرد و پیش میں پیدا ہو کر محقق طوسی کی ولادت کے وقت ۱۱۹۷ھ میں
 ہوئی ہو، یہی عمر کے سینتیس سال قریباً حتم کر چکا تھا اور لعل مولانا سلی
 ۱۲۶۷ھ یا ۱۲۷۵ھ میں انتقال کرتا ہو محقق کمال کی وفات سے چھیالیس
 یا سینتیس سال بعد ۱۲۷۷ھ میں وفات پاتے ہیں۔

علیٰ ہوا محقق کی عظمت کے لہجے میں کمال کے ذکر کی اصلیت اس اتی
 ہو کہ میعار الاشعار میں ایک موقع پر قصیدے میں تغیر ردیف کی مدح کی
 مثال میں کمال کا ذکر بدیں الفاظ آیا ہو۔

”مثال تغیر ردیف بطریق مدح آست کہ کمال اصہبانی دریں روزگار
 در قصیدہ کہ بعضی را ردیف می آمد، کردہ است و بعضی را نمی آید، آوردہ است“

اگرچہ شعر ہاں است لیک ادی بد تہ کد سہ یک را ر ما دانی
 اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عونی کی تبلیغ کسی اصلی مبادیہ قائم ہے۔
 اس میں مطر کے جاننے کے بعد ہمارے نزدیک شعر ریر بخت کا مطلب
 یہ ہے کہ مجھ کو کمال میں کے ساتھ محبت ہوئے کی سائر غلط شریٹھے حالے کی
 صورت میں رخ ہوتا ہے درہ غلط خوانی سے شعر کا فی قصہ کوئی نقصان نہیں۔
 اگر یہ کہا جائے کہ کمال سے مراد کمال انمیل ہے جیسا علامہ تلی سمجھتے ہیں تو یہ
 ترجمانی ہر حال میں مورد اعتراض ہے۔ کمال انمیل کے ساتھ ہمدردی کی سائر
 صبیح شتر خوانی کی ضرورت کوئی معنی نہیں رکھتی۔
 قولہ ۔ ”کسی نے کمال کو راکھا تھا اس کے جواب میں کہتے ہیں ۔

تقصی مد ما خلق می گمت ما ار مداد می حراستیم
 مایکی اد سخلق گمستیم تا ہر دو دروغ گمہ ماتیم
 محقق طوسی کا یہ مسہور قطعہ

نظام فی نظام ار کا دم حواد چراغ کذب را سود فروغی
 مسلمان حوامش ریا کہ سود سر اوار دروغی حر دروغی
 اسی قطعہ سے ماحود ہے۔ (شترالعم ص ۱۹، اوار المطلاع)

مخدوم جہایاں کی طعونات جامع الکلام مرتبہ سلسلہ میں جس کو اؤں کے
 مژید محمد س محمد جیبی ترتیب دیتے ہیں۔ آخری قطعہ مخدوم جہایاں کی رمانی
 حضرت امیر خسرو کی طرف منسوب ہے۔ اس کتاب میں یہ قطعہ حسب دلیل ہے ۔
 مرا سید اعلیٰ گر حواد کا فر چراغ کذب را سود فروغی
 مسلمان حوامش ہر مکافات دروغی را جہ آید حر دروغی
 چونکہ یہ بیہاد ات اب سے چھ سو سال قبل کی ہے اس لیے زیادہ متفق اعتبار ہے۔

ہجو ستر کا ایک طائفہ تھا، اس لیے وہ اس سے بالکل دست بردار
 نہیں ہو سکتے تھے۔ (ستر لیم ص ۲۲، جلد دوم، معارف پریس)
 اس سے بیتردد و مختلف موضوعوں پر حضرت علامہ اوری کی ہجاءات کی
 دل کھول کر تمنا حوائی کر چکے ہیں۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ہجو میں وہ
 ہجاءات دل چسپ اور لطیف مضامین پیدا کرتا تھا۔ دوسرے موقع پر فرمایا کہ
 'اگر ہجو گوئی کوئی ستریت ہوتی تو اوری اس کا پیغمبر ہوتا۔ ہجو میں اس نے
 ہجاءات اچھوتے، مادر، ماریک اور لطیف مضامین پیدا کیے ہیں، لیکن دیکھا
 جاتا ہے کہ یہاں وہ اس عورت سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ
 اوری اور سوزنی و غیرہ کی وجہ سے پلوں کی رماں سن گئی تھی اور یہ کمال کا
 احسان ہجو جس نے اس کو لطیف اور بزمہ کر دیا۔ ع
 میں تبادلت رہا کہ اس کا سنا تھا۔

قروں ماضیہ کے ادباء و اطوار کو جو دسویں صدی کے اخلاقی معیار
 سے حاجیے اور ایک کو دوسرے پر ایک قیاسی مصیبت دیے میں ہم بحث
 غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مولانا کا یہ طمد معیار عالماں کے مغربی دوستوں
 کی صحبت کا اثر ہے یا در ہے کہ مغربی مصیبتیں اس قسم کے اعراض ہمارے
 ادبیات پر کرتے ہیں۔ ان کو خود ایسی قوم کے ادب ماضی کا سحر ہے ہیں
 قدیم میں ہجو کی دست برد سے کوئی قوم محض نہیں تھی۔ یونانی اور لاطینی
 ادبیات میں ہجو نگاری کو یوں شروع حاصل تھا۔ خود انگریزی ادب اس بارے
 میں استثنائیت نہیں کرتا۔ یوں ستر اکیڈمی اور ڈسار، متاسرین میں پوپ

۱۔ ستر لیم، جلد اول ص ۲۶۸، معارف پریس، کراچی۔

۲۔ ایضاً، جلد اول ص ۸۱-۸۲۔

و مطلع قصیدہ اہست سے

سیدہ دم کہ سیم بہار می آمد نگاہ کردم و دیدم کہ یاری آمد
و در موضع تیرہ این لوح گفتم است سے

دہر فال رما صی ستم بہ مستقل کہ این ابام جیں خوش گوا می آید
دہر رسیدہ محائے کہ میں خاطر تو ہمہ ہاں سپہر آشکار می آید
(ص ۲۸۵، در کامل عیار، رحمۃ معیار الاشعار و لکچر ۱۲۸۹ھ)

اس عبارت سے تو کمال کے واسطے محقق کے احترام کا کوئی بیا نہیں جلتا۔
یہاں بطور حملہ معترضہ میں اس قدر اور کہا جاتا ہوں کہ صفحہ ۲۱-۲۲ پر
شعر العجم میں اس قصیدے کے حومات مترنقل ہوئے ہیں۔ اس کی ردیف
میں محائے دم آید کے دم آید چاہیے ورنہ کمال کے تیرہ ردیف کا مصدق
بہل رہ جائے گا۔ یہ سادوں مترتیب سے تعلق رکھتے ہیں جو بصیغہ ماضی
'دمی آید' ردیف پر حتم ہوئے ہیں۔ گریز کے وقت اس نے ردیف بدل دی
بصیغہ حال 'دمی آید' لے آیا اور استعارہ دہل میں اس کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔

ردیف شعر دیگر کردم ار پئے سخن کہ آسم ار پئے حیرے نہ کار می آمد
دہر فال رما صی ستم بہ مستقل کہ این ابام جیں خوش گوا می آید
چنانچہ اس کے بعد تمام اشعار میں 'می آید' ردیف ہو۔

قولہ ۵۔ "شاعری پر سب سے بڑا احسان کمال کا یہ ہے کہ شاعری کی ایک صفت

یعنی جو اور طراوت جو الودی اور مولیٰ وغیرہ کی وجہ سے لوں کی

دماں میں کئی بھی کمال سے اس کو ہایت لطیف اور پُرمرہ کر دیا

اگرچہ بہتر تو یہی تھا کہ یہ لے ہودہ صفت سے اڑا دی جانی، لکن

۱۱۔ امیر سیم معمولی ہو

تو حرمی در تو حر تر آن باشد کہ ر تو مردی طبع دارد
(ایضاً کلیات قلمی)

مدد مت ریتس ہے

تو جہاں گشتہ ہاں میں ریتس کہ تو حرم حرم ہیچ حیتیم مدید
سحر از ریتس مرد یک تو کس سیر گاؤ را ریتسم ندید
(ایضاً کلیات قلمی)

ایک ماہل سے خطاب ہے

مست اتعات یوں باشد میں جیں دوں دند گہر کہ توئی
مرد ماں سو سے مردی یا رند مل دو ماں نہ سے دوں باشد
عقل را حائے درد ماں بود تیر را رہگار باشد
(ایضاً کلیات قلمی)

مخیل کی ہجو ہے

خواجہ در ماہتاب ناں می جوڑے در سرائے کہ ہیچ خلق سود
مایہ غولیتس را کسی میداشت کاسہ اریش حویشتن سرود
لے میں مدد ح کے نام سے
ہر جہ گتیم مں ار مدح و عزل نصی اور سے دوزخ مہ ناچار
ہجو تو اختیار اراں کردم کہ ہمہ راست ماں دم گفتار
کسی اصغر کی رداگی کے وقت ہے
بہ سعی روی برو کہ سندد اور وحدت ہمہ صعاہاں سر
احل و گرگ و چاہ در راہد رو میں رفے حویشتن یا راں میر
کس رہیلوے تو سحر دگر کھورد شیر در سیا مان سر سر قلم
اکلا - قلم

دعیر ہم کے ہاں یہ صنف لطم موجود ہو۔ جب اس حمام میں سب ہی ملے بہاتے ہیں اور قردوں ماصیہ کا مشرق و مغرب ایک ہی سطح اخلاقیات پر قائم ہو تو پھر اٹوری اور سورلی کی شہیر الصاف سے بعید ہو۔

علامہ شبلی اگر کمال کا کلیات رراعور سے ملاحظہ فرماتے تو کمال کے متعلق ان کا حسن طس زیادہ دیر یا تا مدت ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ دربار صاعدیہ سے چالیس سال رار تعلقات رہنے کی سایہ جہاں لوحہ مصب قصا مذہبی رنگ زیادہ غالب تھا اور اس لحاظ سے بھی کہ رمرہ علمائیں اس کا شمار ہوتا تھا، کمال نے اپنی ہجو گوئی کی استعداد کو واضح طور پر لے لعاب ہیں کیا تاہم کلیات میں کافی سے زیادہ ہنر و ہمت موجود ہو کہ ہجو کے میدان میں وہ ایسے کسی ہم ردیف سے سمجھے رہا نہیں چاہتا۔ کمال کے ہاں قاصی گیرنگ بھی آتا ہو۔ اس کا سو گند مامہ اگر کہ اس کی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ماما حاسکتا ہو۔ فحش بیانی سے داغ دار ہو۔ صیار الدین موش کی ہجو میں تو خوب ہی پھیلنے اڑائے ہیں ہنس حریف ہو کہ یہ جیاسوز نظمیں حضرت علامہ کی نگاہ سے کیوں کر اوجھل رہیں۔ دہل میں لخص اسی ہجوں جو موعودہ دلاق پر گراں نہ گر رہیں گی بھولے حد ماصعود ع ماکر درج کی حاتی ہیں۔

خواہ ار کس چوں یلنگ آمد	کہ بھی ما وعود استیرد
راقت و ماتفتش یکے موش ہست	کر یلیدیش سگ پر ہیزد
ہر کرا این نقصد رحمی رد	حالی آں دیگر من مرد میرد
ہر کجا موش گشت حسب یلنگ	الہ آنکس لود کہ نگر میرد

(کلیات کمال، قلمی ملوکہ پر و ہر آرد)

(دیگر) کسی راے مردی ہر گر و رکی طبع نو نہ نگر آرد

گرگ ہنس صیائے وصل آگے چو کشت
اعزاز گو سفسد سخن شاں کد
حطش و ریش گندہ تر و لعل طاق ارمیاں
پس قدح در ائمہ سیار دال کد
الفاظ لستہ اسق راں ستکستہ اش
اشد چوسدہ کوگر رار ماوداں کد
الحق حوش آیدم کہ ریم در دہاں او
حاصہ چو دعوتے لستے حانداں کد
لے لے حفاط ترم مدار کی کہ چون قوی
مراہل فصل مبتی در اصہماں کد
حردار کے دو جو برو دی لے ہیں
تا ایں ہجا کر لے دوسدہ عمر اں کد
آں حرد گر خور و تفسیر میں ترا
مروئے روزگار کے واساں کد
نیں لے اس قصیدے کے چند تر مومۃ نقل کیے ہیں اصل قصیدے
میں بھیتر تر ہیں عواسی رنگ میں چل رہے ہیں حیا کہ آخر میں شاعر نے اشارہ
کیا ہے سارا جھگڑا دو حردار ہو گا ہے۔

ایک قصیدے میں ایک مرد قاتی کی ڈاڑھی مریطع آرمائی کی گئی ہے۔

چند تر درج ہیں -

آں ریش فلاں مرد قاتی	رشیست عظیم یاسانی
سیار حو حادثات گیتی	ناحوتن یو ملائے ماگہانی
درہم جو دلش رنگ عیتی	محکم چو کشت ر سوریاں
اموہ و گراں ورشتہ اوتن	ماسندہ امر مہرگانی
رسمیہ او ردور کوہے	پر حصر مدلیت ترکمانی
ار حملہ ریتہاے گیتی	آں را شاید کہ ریش حوائی
س لائق تست ایکہ گویند	ریش تو ریم ریاستانی
کان ریش جیں می یسدید	صاحب طعناں ایں رمانی
مرا کہ ہسج کار ماید	الا رر اے دمہ دانی

ایک بھل کی مدت سے

لے ترا جمع گشتہ در رہ آر
ہمہ دماں رحوص ہجوں سیر
ہمت کوتہ و امید درار
دست تو جوں دہاں گریہنگاں
ہر جہ دروی ہی بیانی ماز
چوں گلگلی حردری ہمہ حیر
دز تو ماید سروں مگر آوار
ہو کھسے کی دھکی سے

لے صدر روزگارا تو دانی کہ تہیت
در باب پیش ادا نہ میں اسکار فکر را
تا انتظار طاعت حاصل تو می کم
کسی ممدوح کو تہید سے

س کس لے مروا حق الحق
بیش اریم طمع چوی لودے
چند و تاجید حیلہ و ص تو
می فتادم چو خاک و می دادم
لحائے زحمت را دکن تو
سریم طمع نہ یکسا رہ
نہ ریسم ازین بیس ہمہ حائے
چوں رہ میرہیں مگردوں تو
ہر جہ می حوائتم بخواہم گفت
فارغم در دن تو

قصیدہ در بھو صیار الدین سے

تیرے کہ رو در نگار نہ و امتحاں کد
تیرے کہ مع جرح رما گشت معاں کد
حروار ہاں حشو شکم درد ہاں کد
تیرے کہ گر حررت آوار شود
حرم آید حق کہ مار دگر عاں و عاں کد
تیرے جیں کہ گفتم و امثال آں ہر ار
در ریش آنکہ دہشی شاعران کد
اں حرس روے حرصت گاہاں کد
ایں احتیار کس بکند بیس اگر کد

ہیں، اب اگر مدوح لے صلہ عنایت کیا تو سکر یہ لکھے ہیں، درہ ہو،
 میں اس بیوں لظہوں سے دو لکھ چکا ہوں، بیسری کی نسبت کیا اس
 ہوتا ہے؟ (شعر النعم ص ۲۵) (۲۰)
 مرینا ابھی الفاظ میں یہ قطعہ اوری کی طرف بھی منسوب ہوتا ہے۔ جیاجیہ
 فرماتے ہیں -

قولہ - ”پہلے ایک شخص کی مدح لکھی، پھر صلے کا تقاضا کیا، اس کے بعد ہجو
 کی دھمکی دی، دیکھو کس لطیف طریقے سے ادا کیا ہے -
 سہ میت رسم لود شاعران طبع را کیے مدح و دیگر قطعہ تقاضائی
 اگر داد، سوم تنکر، درہ داؤہا ادیں سہ میب، دو گھم، دو گھر دوائی
 سی شاعروں کا قاعدہ ہو کہ تین لطیفیں لکھے ہیں، اول مدح پھر قطعہ
 تقاضائی جس میں صلہ کا تقاضا ہوتا ہے، اب مدوح لے صلہ دیا
 دو تنکر یہ درہ ہو، اس میں لظہوں سے اس دو لکھ چکا، فرمائیے اب
 کیا ارشاد ہوتا ہے؟ (ص ۱۷، شعر النعم، جلد اول، معارف ہیں)
 مگر اوری پر حضرت مولا مائے موسم لوٹا ہو نہ ہو کہ اوری کے ذکر میں اسی
 قطعہ کو اوری کی ”فحش سے حالی ہجو“ کی مثال میں لیا گیا ہے اور کمال کے
 ہاں کمال کی طراوت کی مثال میں۔ ملاحظہ دیگر دہی جبر اوری کے ہاں ہجو اور
 کمال کے ہاں طراوت -

ع مایار کر احوال و ملیت مکہ ماستد
 قولہ - عول کی نسبت یہ مسلم ہو کہ سب سے پہلا حاکم کمال ہی ہے عالم کیا ہے
 جس کو بیچ سہدی لے اس در برقی دی کہ موحس گئے“
 (ص ۲۶، شعر النعم جلد دوم، طبع معارف ہیں)

ایک متوہی رئیس لسان کی مدمت میں لکھی ہو۔ اس کے ابتدائی اشعار ہیں۔

تار نام نہ کام صباں است	در ہجائے رئیس لسان است
چہ رئیس آن خسیس پرتلیس	مایہ طلم و سایہ اعلیس
آگہ نامت رستم بیداریست	در مدی و دودیش ہمتا بیست
آں کہ ادیتولے درد است	سرد و سرجیل زن مرد است
مرد کے رشت روئے گدہ لعل	پاسے تاسرہم دروغ و دحل
ناحافا و گدائے وقحہ رشت	کیسہ یزداد و درد و لغت لست
طبع ادوم و شکل نامعلوم	صحتنق توم و سیرتق دموم

میں اس مثالوں سے دست کتن ہو کر عرص کرتا ہوں کہ کمال کے مردیک شاعر کے لیے ہجو گوئی ایک لازمی امر ہے جس سے اس کو کوئی چارہ نہیں۔ اس کی راحت میں وہ کہتا ہے۔

ہجا گفتن ارچہ لیسیدیدہ سود	مسا داکے کالب آں مدارد
ہر آں شاعرے کو نشاند ہجا گو	یو شیرے کہ جگال و دداں مدارد
حدا دما ساک راہست دردے	کہ آلا ہجا، سیچ درماں مدارد
چو نفون لود بولہب راز ایرد	مرا ہجو گفتن پستیماں مدارد
مرایں عور نان را کہ از کل موط	کس امید جیرے ازیشاں مدارد
اگر ہجو گوئی تو در گردن مس	کہ ہر گر ریائے بایماں مدارد

قولہ "ایک رئیس سے صلے کا تقاضا کیا ہے" اور کس قدر لطیف سراہ احیا کیا ہے۔

سہ شوریسم لود شاعران طاح را	کیے مدیح 'دوم قطعہ تقاضائی
اگر مداد، سوم شکر، در مداد ہجا	اویں سہ میت، دو گم، دگر ہجائی
پہی شتر پہلے مدح کہتے ہیں، مگر صلے کی یاد دہانی کے لیے ایک نظم لکھے	

کمال کے حالات

کمال کے متعلق مرید اطلاع خواہ اس کے کلیات اور دیگر درائع سے حاصل ہوئی، سطور آئندہ میں درج ہوتی ہے۔ اس کا ظہور ایک ایسے دور انقلاب میں ہوا، جس عراک کی سیاست کا مطلع عمار آلود تھا، اصہماں اندرونی اور بیرونی تورن دیہاں کا تسکار تھا، آئے دس دس نئے نئے وقور پریر ہوتے تھے، ناگی صوں میں جہی و تاصی مدہب کی ماہی جھیلش تھی۔ جس لے نص اوقات خطرناک نتائج پیدا کیے ہیں۔ اصہماں کی جامع مسجد استادا میں حسیوں کی ملک تھی جو حسب نظام الملک لے حوتاصی المدہب تھے اپنے وقت میں اس یرتا صیوں کا قصہ لکرا دیا۔ سلطان محمد لے ایسے ہمد میں حسیوں کو وایں قصہ دلا دیا لیکن ٹری حوں ریری کے بعد۔ قاصی رکں الدیں لے اس میں پہلا حطہ پڑھا۔ تہر میں شامی اور جہی مساوی لعدا میں آمادہ تھے۔ اس لے ال کی عداوت ہایت کمالی سے ایک حوں ریر جنگ کی صورت اصیار کر سکتی تھی جس میں ہر اردوں اتخاص موت کے گھاٹ اُتے۔

اصہماں آدل دل لحویموں کے ریرگیں تھا۔ اُن کے روال یراں کے علام اور اصر ہر طرف طافت در ہو گئے۔ علا الدیں نکس لے آحر کار سلطان طعل کو قتل کر کے عواق یر قصہ کر لیا۔ حوار رم تہا ہیوں کا۔ قصہ۔ ہ عواقیوں کو منظور تھا۔ مارگاہ حلامت کو۔ اصہماں نکس لے قلع اما سح کو دئے دیا۔ ۹۳ھ میں حلیہ لے ایسے دیر کو عرض نگ بھیجا۔ جب مردقاں میں حوار رم شاہ سے مقابلہ ہوا۔

۱۵ راجب الصدور مرتبہ ڈاکٹر محمد امال ص ۱۸ -

۱۶ جہا کساے حوی حلد دوم ص ۳۳ -

یہ حملہ عالم کمال کی سورت اراضی کے خیال سے لکھ دیا گیا ہو دورہ اس سے قبل اسی مسئلے کے متعلق حضرت مولایوں ارتداد فرما چکے ہیں۔
 عول گوئی کی ایجاد گو سیدی سے موسوم ہو، لیکن سچ نہ ہو کہ اس ہم کردہ کے آرر لطامی ہی ہیں۔

(حصہ اول، حوالہ اول، معارف پرپیس، اعظم گڑھ)
 اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عول ہی پھیل گئی ہو۔ لوگ سمجھے گئے ہیں کہ کمال عول کا موجد ہو۔ خود مولانا سید سلیمان بھی اسی عول میں مبتلا ہیں۔ اس کے متعلق آئندہ صمیمے میں کسی قدر تفصیل سے بحث آتی ہو۔ ماطریں اسے ملاحظہ فرمایا۔
 قولہ: راعی کو جس قدر کمال سے ترقی دی، قدماء اور متوسطوں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

(حصہ ۲ شترالحم، حوالہ دوم)
 شترالحم کی پہلی حلد میں رام کی راعیوں پر امتیاز صعبے لکھے کے بعد حضرت مولانا کے قلم سے یہ حملہ نکلتا ہو۔ اگر کمال داعی راعی میں اتنا کمال ہو تو موجب حیرت ہو کہ اس کی راعیوں کی اوصاف نگاری میں مولانا نے چند صفحے نہ ہی حد طریا تک لکھی گو اراہ کیں۔ دماغ متاخر کے بیانات کا حائرہ لیتے ہوئے ہمیں یہی کہا پڑے گا کہ اس کی بہت صرف قصیدہ نگاری کی بنا پر ہو نہ راعی گوئی کی وجہ سے۔ تذکرہ نگاروں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جو اس کی راعیات کا معترف ہو۔ یہ مولانا کی کمال نوازی ہو جو حیام عطار اور سحانی وغیرہ کے ہوتے ہوئے قدماء و متوسطوں میں اس کو بے نظیر مانتے ہیں۔

اگر جہا بٹ سلطان عالمت نگر مت ہمت عواطف اوریں مصیق رہا بد
 سخاوت تو خلاص تراصماں کردہ بہت کشادہ درست بھی پائے لستہ کے ماد
 اساس جاہ تو الحمد للہ آں سداست کہ لمحہ صور ہم از جاسن رسدما ند
 ن درست تو عدل شکست لشکر خواست سلامت تو ہمہ نقصا بیوستا مد
 تو شادزی و لطف عدلے ذاتی باقی کہ کارہا بمراد تو رود گردا ند
 (کلیات ص ۵۷، طبع منی)

۱۱۰۷ھ کے امین سلطان رکن الدین اصفہان آتا ہے۔ عواقب اس
 کی ولایت تھی۔ تمام فراری امرا اس کے گرد جمع ہو گئے۔ قاضی اصفہان کو
 اُس کا آما ناگوار ہوا۔ "قاضی اصفہان نا امین گشت حویش کتیدہ کرد و احتیاط
 و احترازی نمود" اس لے اعتمادی کی حالت میں رکن الدین لے تہر میں
 قیام مصلحت نہ سمجھ کر بیرون تہر جیسے نکلا دیے۔ اُس کے سیاہی ضرورت
 تہر میں آمد و رمب کر لے رہے قاضی کے اشارے سے تہریوں لے اس
 برسگ و تیر رسائے اور ایک ہزار کے قریب وحی مقتول و مروح ہوئے
 و جیوں لے تہریوں سے بدلا لیا۔ بالآخر رکن الدین اُٹھ کر رزمی چلا گیا۔
 ۱۱۰۸ھ میں حلال الدین مکرئی پہلی مرتبہ اصفہان پہنچا ہے۔ اس موقعے
 پر کمال اسماعیل مع جید احباب کے اس کے متی نور الدین سے ملاقات کرنے
 گیا۔ معلوم ہوا کہ ابھی تک سو رہا ہے۔ نور الدین متی شراس کا عادی تھا کمال
 لے یہ رنما بھی لکھ کر بھیجی۔

فصل تو و این مادہ یرستی ماہم مامد ملدیت و یرستی باہم
 حال تو یرستیم سو رو دیاں ماد کاسحا ست بہیتہ نوروستی ماہم
 ۱۱۰۸ھ جاکتا علدوم ص ۵۷ - ۱۱۰۹ھ جاکتا علدوم ص ۵۸ - ۱۱۱۰ھ جاکتا علدوم ص ۵۹

دیر باطل طبعی مرگیا۔ فتح کے بعد کتب اصہا میں آیا اور کچھ دنوں ٹھہرا اسی موقع پر حاقانی نے وہ مشہور قصیدہ لکھا۔ جس کا مطلع ہے۔

مژدہ کہ حواریں شاہ ملک سیاہاں گرفت ملک عواقب را ہیچہ حراماں گرفت
تکلیف ایسے فرورادہ اریورحاسن تعان تعدی کو ایالت دیکر اور
یعیوسیہ سالار سامانی کو اس کا اناک سا کر جھڑت ہوتا ہے۔ ۵۹۶ھ میں نکلتے اپنے
فروردا ح الدین علی شاہ کو عراق کا والی مقرر کرتا ہے اور اصہا میں اس کا مستقر
ہوتا ہے۔

۶۱۳ھ میں سعد بن ابیہک رگی حاقانی کی تسمیر کے خیال سے آیا علاء الدین
حواریں شاہ سے اس کا مقابلہ ہوا۔ اناک اگر یہ بہادری سے لڑا۔ مگر آخر میں
گر قمار ہوا کچھ مدت قید رکھنے کے بعد علاء الدین نے معاہدہ کر کے اسے رہا کر دیا
کمال کے اناک سے تعلقات اس جہد سے قدیم ہیں۔ اس اسیری کے زمانے
میں اس کی نسلی کے خیال سے شاعر ایک قصیدے میں اناک سے اس طرح
خطاب کرتا ہے۔

جہاں یا با معلوم رہے اور شہت	کہ خلق حر رہ تقدیر رمت مواند
نگر رکمت ایام تنگ دل ستوی	کہ جرح گہ بد جیر و گاہ ہشامد
حطام دیہی فانی مدار دایں مقدار	کہ یاد کردن آں خاطری ستوراند
بسا دطیعہ کہ در صم نامراد بہاست	عدائے مصلحت کار مدہ بہ داند
ترا عنایت سلطان چو یاسے مردود	فلک رجس حکم تو سر نہ بیچاند
اسیر خسرو عالم شدن رلونی بیست	کہ سیل چونکہ دریاسد فروداند

۵۹۶ھ جہانگشاہ عیسیٰ ح ۲ ص ۳۸ -

۵۹۷ھ ایضاً جہانگشاہ ح ۲ ص ۴۰ -

کمال کے والد جمال الدین عبدالرزاق حاتقانی اور محیر بلیقانی کے ہم عصر ہیں
 انھوں نے حاتقانی سے قصائد بھی مدخل کیے ہیں وہ انھیں کے قاصیوں
 کے حامدوں صاعدیہ کے دربار سے تعلق رکھتے تھے اور مدت العمر انھیں کی
 مداحی کرتے رہے۔ صاعدیہ کا مداح ہونے سے بیستیراں کا بیستہ دکان داری تھا۔
 کمال کہتے ہیں۔

بیستہ یونٹیدہ کہ در عہد صدور ماضی دست ری مدرسہ آدر و ز دکان یدیم
 جمال الدین ایک حاموش اور قانع زندگی بسر کرے کے بعد ۵۸۵ھ میں
 لوڑھے ہو کر وفات پا گئے۔ باپ کی وفات کے وقت کمال کی عمر بیس سال
 سے زیادہ نہیں تھی۔ لیکن قصیدہ گوئی اس عہد سے قیل منقول کر دی ہو اراہی
 قصیدوں میں دو جگہ اپنی ایس سال کی عمر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔
 مراست از دست صل ہمد چسل ہور میاں لورده و بیست می کم تکرا
 (مستکلیات اصل طبع سنائی)

سالم رمیت گر حیر فروں مستی ہو گزردن سراسر سی و دو چاکرم
 والد کے بعد انھوں نے اس آسانی مدتہ یعنی مداحی سمجھالا اور راسر
 چالیس سال صاعدیہ کی تا آگری کرے رہے سال وفات کے ملق ادما
 ہو۔ دولت تہا کے ہاں ۵۸۵ھ مرآۃ العالم میں ۵۸۵ھ اور خلاصۃ الافکار
 ۵۸۵ھ کمال کے ایام میں صاعدیہ حامدوں رائے ام سلطانہ لعل سلونی کا حکم تھا تناو
 فاضی ابو العلاما درم حدود متولی سلا ۵۸۵ھ کو خطا کر کے لہا ہو۔

سورہ ما ابرس ماں ماہ لور درتی آسودہ دولر تہ در فلر سناہ لعلر
 ۵۸۵ھ یہ سال وفات صرف بتی کہ جس نے ہاں ماہر کوئی تہا۔ اگر انھوں نے
 اس سن سے سہ سال قبل انتقال کیا ہو۔

۱۲۷۵ھ میں حلال الدین مسکری دوبارہ اصفہاں آتا ہے۔ کمال ایامشہو
تقصیدہ اس کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

سیطرہ رو سے زمین گشت ماز آماواں یہ مس سایہ جتر حدایگاں بہاں
سلطان بھر گزشتاں چلا جاتا ہے۔ حب مایاں اور تالیال افسران مولیٰ
کے عواقب پہنچنے کی حیرانی ہے۔ جلال الدین مسکری ایک مرتبہ اور اصفہاں آتا
ہے۔ اسی مقام پر سلطان اور مولوں میں جنگ ہوتی ہے۔ عین معرکہ جنگ میں
عیات الدین اس کا بھائی اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے حلال الدین
کے لشکر میں بد دلی بھیل جاتی ہے۔ تاہم بہادر سلطان نے ایسے جوہر شجاعت
دکھائے ہیں کوئی دقیقہ فرو گزشت نہ کیا۔ آخر اس کو شکست ہوئی۔ حلال الدین
میدان جنگ سے نکل گیا اور کسی کو اطلاع نہ تھی کہ کدھر گیا۔ مول اصفہان
تک آکر رتی کو لوٹ گئے۔ سلطان بعد میں اصفہاں پہنچ گیا اور شہنشاہ میں
دایں گزشتاں چلا گیا۔

یہ جید و صمد لے خط و حال ہیں ان بُر آفتاب واقعات کے جو اس
مخوس زمانے میں اصفہاں میں گزر رہے تھے۔ یہ خیال کہ کمال کی شاعری کا راز
شہہ ہجری کے قرب میں شروع ہوتا ہے ایک محکمہ اساس پر قائم ہے۔ شہہ ۱۲۷۵ھ کے
طوفاں ماد کی شدت اُس کے اُن بھی صریح تبلیغ موعود ہو اور اور سی دہلہر کی
طرح کمال بھی اُس کے وجود کا قائل ہیں۔ یہ تبلیغ ان اشعار میں آتی ہے۔

سرفراز اسماء بدردع	تہمتہ مرستار کائنات
اتر اندر حدود پیدا کرد	ایں سمجھا کہ مر قراں مستد
مرد آں را کہ بروقی بد ماد	گر دطوفاں بروگماں مستد

۱۲۷۵ھ کے عروج و زوال کے دو اہم المیع یورپ۔

دلی دوعیب برگشت این دعا گو را جہ مانند آن کہ صفا ہایست بیست گہلے
(صفا کیست کمال طبع منی)

کمال کے سر دیکھ صفا ہائی ہوا گویا عیب میں داخل ہو۔ اس میں سے ہم کو
ایک حدید اطلاع حاصل ہوتی ہے جو یہ ہے کہ اس عہد تک حراساں اور صرف
حراساں فاری رہاں اور شاعری کا گہوارہ مانا جاتا تھا، اسی سوئے کی راں نکالی
ادریستہ بھی حاتی تھی، مافی علاوں کی راں فصاحتی شمار ہوتی تھی۔

قطراں تریری کے شعلوں ماحر حرو کی رائے اس کے سہراے میں معیوط
ہو جہاں اُس نے کہا ہے کہ قطراں فاری میں عمدہ متر کہتا تھا لیکن اس کو فاری نہ آتی
تھی۔ کمال کے والد جمال الدین ایک قصیدے میں حاتانی کہ خطاب کرتے ہوئے
کہتے ہیں۔

ماؤ تزاری کیئم رتاعواں جہاں کہ خود کسی نام ار سمع اسان رد
وہ کہ حدہ رمد میں وٹو کو دکاں گر کسی شعر اسو۔ حراساں رد
گویا حاتانی کو اس کی تعلق پر جس میں حراساں کی ہم جیمی کا دعویٰ کیا تھا ملامت
کی ہے۔ حاتانی نے ایک موقع پر ایسی طاعی کی مایعواں کو حراساں کے نام سے
یاد کیا ہے۔

عواقم حلوہ کرد امسال در لشکر گہ سلطان کہ لودن آفتاب طرم لاف حراسانی
مراساں کی آرد میں ایک قصیدہ بھی لکھا ہے جس کا پہلا مصرع ہے۔

ع سحر اسان روم انشا اللہ

اسی طرح دوسرے موقعوں پر بھی حراساں کے متعلق اس کے ہاں اشارے
موجود ہیں

چو کہ کمال اسماعیل حراسانی ہیں ہو لکہ اصمہائی لپے صفا ہائی ہوئے کو

میں سترہ یاں ہوا ہے ہیں کوئی تعجب نہیں ہوگا اگر آخری سال صحیح ثابت ہو۔
کمال کے ہاں سترہ (۵) ہجری کی ایک تلخ قاصی رکن الدین کی مدح میں
ملتی ہے -

رتومیوں ماد و فرح کا وقتاد درس خمس و تہا میں عرہ ماہ صام
سترہ میں سلطان علاء الدین تکت اور سلطان طغرل سلجوقی کے درمیان جنگ
ہوتی ہے جس میں عراق حارم شاہی سلطنت سے الحاق پاتا ہے۔ تکت کی مدح
میں کمال قصیدہ لکھتے ہیں -

اے رایت ملک دین دربارش و دریر ورس

وے تہتاہ مسہ یروں فر اسکندر مشق

مورجیں لکھتے ہیں کہ طغرل تراب سے مددست بھاری گر لیے شاہنام
کے اشعار پڑھتا ہوا میدان جنگ میں آنا۔ محمودی اور لشہر جنگ میں بھڑسنے لگے
اس نے گر لیے ہی گھوڑے کے سر مار دیا۔ گھوڑا گر ا اور اس کے ساتھ ہی
سورل میں پر آ رہا۔ دسموں نے در آہج کر اس کی گردن کاٹ لی۔ کمال عالماً
اسی واقعے کو دہیں میں رکھ کر قصیدہ مالا میں کہتا ہے -

کر در دل خوش تپا دلہا سے جھم لیک گہ گہست سخت آید ار گر رگ رات سر رن

سترہ میں قاصی الواعلا رکن الدین صاعد مسعود کا واقعہ وفات میں

آتا ہے۔ شاعر اس کے فرزند رکن الدین مسعود صاعد کی مدح میں قصیدہ لکھتا ہے -

یو سال شش صد در طی القضا افتاد رسید دور بدیں سر فرار عالی راے

جہاں کمریت وجود رکس دیں مسعود حدا یگان متر بیت امام راہ مائے

اسی قصیدے میں کمال اپنے متعلق کہتے ہیں -

بیٹن ہر ذیت نیک دوستت کہ بیت یو تو مدح یو ش دیو مس مدح مرے

حقوق میں ہمہ نگہ اداریوں نے شاید کہ یار دوست نہ امسال آتشا سود
 دیر جوں میں و آبرو سے میں مر رہاں تو کہ مرا طاقت جفتا سود
 ذبیح سرکن آں را کہ غرض دولت نشت کہ ایں رو سے کرم لائق شہا سود
 مرا چو حرج مردوں گشت دخل کم کردی کہں کر اہل مردوت جیں سرا سود
 عل تو حرج کی بیم دیگران برمد رسوم قطع مند حاسے غصہ ہا سود
 مرد تقدیمہ ماری اشارتے مراے کہ عزل و تقدیمہ مایکد گر روا سود
 (کلیات ص ۱۱۱)

یہ شکایت متعدد قصائد میں دیکھی جاتی ہے۔

قاضی صاحب ایک مرتبہ اور کسی ماہگانی حادثے کی سایہ اٹھایا کہ
 خیر ناد کہتے ہیں۔ کمال اس مرتبہ ساتھ ہمیں جاتے تھے
 سرور امونک عالیت کہ مادامصور دامن آسودہ مدار رحمت داہی ایں ما
 اگر ار جمع ہا حرنسدا ایں مارہی یاے بیروں ہنہا دست و حدالصار
 قاضی صاحب کی غیر حاضری میں اٹھایا کہ ایک دفع قیامت گرا کمال
 اراں ہا کہ درعلیت خواجہ رحمت دریں ہنہا حصار اصحابا
 صل و عارت گری متردع ہوئی۔ امیروں کو لٹا، عورتوں کی عصمت دری ہوئی
 مساحد کی لے جرمی کی، مال داروں کو یکرا کر چارمچ کیا، ہنہا کی حدق میں رندوں
 کو پاٹ دیا، نہ لوڑھوں کو بھوڑا نہ بچوں پر رحم کیا، یہ سب مدہی تصدق کی
 سایہ ہوا۔ ایسی حرکات سے انکار یوں کو بھی مترم آئے گی۔ اس اعمال کے
 مودود و حویٰ ہو کہ ہم امت رسول اللہ ہیں۔

تقصیر جہاں کہ ایں رسم و راہ مدارد انہا ریاں ہم رد
 جیں رسم و آئیں و ایں لاف دن کہ ہستم ما امب مصطفیٰ
 (کلیات ص ۱۱۱ طبع ممی)

وہ عیب شمار کرتا ہے اور اپنی ماقدری کو مد نظر رکھ کر دوسری جگہ کہتا ہے
 بدیں حرالت العاط و دقت معی در بیع و درد اگر بودی حواسانی
 کمال کے قصائد اور قطعے زیادہ تر اسی قاصی رکن الدین مسعود بن صالح
 کی شاں میں ہیں۔ بعض سیاسی دعوہ کی سائیر جن سے ہم تاریکی میں ہیں قاضی
 اصہماں چھوڑے پر محو رہتا ہے۔ کمال رفاقت کرتے ہیں تین سال تک
 وطن آنا نصیب نہیں ہوتا۔ غالباً اکثر یا کچھ زمانہ خوارزم میں بسر ہوتا ہے۔ کمال
 نے یہاں کئی قصیدے عازمی امرا کی تشریف میں لکھے۔ معاملہ ایک وہ ہو
 جس کی ردیف صرف ہے۔ لیکن واپسی پر حسیا کہ توقع ہو سکتی تھی قاصی صاحب
 نے ہمارے شاعر کے حق میں کوئی مراعات نہ کی بلکہ اُلٹی حق تلفی کی طارمت
 سے مرطف کر دیا اور دیگر امداد بھی موقوف کر دی ہے۔

زاں پس کہ ہزار غصہ حوردم	در بد گیت سہ سال آراد
گنتم شودم حرایت افزوں	چوں ہر کس را ریادتی داد
ازوں شدایں دآں کہ خود بود	یکبارگی ار متسلم بیفتاد
از صورت حال خود بدیں شکل	دانی کہ حسیہ آیدم ہی یاد
خدمت کہ آورد سروسے	مادر د سرو دو گوشت بہاد

دوسرے موقع پر شکایت کرتے ہیں۔

عجب کہ روی دلت بیست سوسے حال ہی	جیں کہ روے جہاں ہست سوسے ویرانی
تو فارغی دمن دمن خودار تو موجودم	کہ درہ امس و تو آفتاب رخسالی
ردا مدار یرا گستدگی حاطر من	رہے لطم معیشت ز مرط جیرانی

(کلیات ص ۱۳۳)

اپنے مول، افلاس اور ماقدری کے متعلق لکھتے ہیں۔

مار مار دہ رحم کی درخواست کرتا ہے، معافیاں مانگتا ہے، دشمنوں کی مددگاری کی تردید کرتا ہے، یثبتی تعلقات کے واسطے دیتا ہے۔ قصیدے سُنانا ہے، خطبے پڑھ کرنا ہے، لکھن ظالم قاصی آحردم ملک صادق نہ ہوا میرہ ہوائیں نص اعتاس یہاں درج کرنا ہو گیا۔

رمانہ خودیئے کار مست فارغ مانت
گر دتم آکھ مرا نیست، بیج استخفاف
رس بصورت تمثیل نکستہ لستو
اگر ستوری بر آخور حواں مردی
ردوں بر اندیش از پایگاہ خود کھا
دگر میاید ار وحدت رکاب بشرط
گرہ را بر و نکشا و جستم چشم نہ سد
حقوق سدہ بسی ہست پتیں جستم آور
ہیں بس است کہ ارتویات خط حواں
گر دتم آکھ نہ دانت رکس بیم مہار
ملطع محض اندر ہایت ایچار
رسد سوت سیری رود گاہ درار
گرتن بداد دعوں دیگران آلت مسار
از و علوسہ مہود ہم نگیر دمار
ہیں ارتو حواہی کارم سار دخواہ سار
عتاس دتم وحدت سوی یشت امداد
(کلیات، ۱۲۵)

دیگر۔

ستماہ شد کہ مانگ نظم ہی دم
گیرم کہ آب و رونق فصل دہر نامہ
نیار خوردہ ام غم این دولت حواں
در عہد ما مرادی ما مرہ حواں
واکوں کہ استقامت ایام دولت است
پشتم دوتا شدہ جو کام کھوین کس
مدح تو ہر یہ ستم عمر مار من
نام نہ نیک مدد و سہ روری دگر ساز
وادم می و ہمد مستار سے ار عتیر
دیوار قصر سترع چراست حیل قصیر
اکوں کھو تو ہم غم این ماتواں پیر
شہا سمیر لودہ ام و در ہا سمیر
سطع تو تقیل و در جستم تو حقیر
کویا ویر کہ ددر میدا بیم چو تیر
بر در گہت چو سیر شدم موی ایجو تیر
کیں حائے عاریت نہ خاند نہ مسعیر
(کلیات کمال، ۱۵۹، طبع ممبئی)

اس رمالے میں قاصی صاحب لے دہموں سے جیسے کے لیے ایک پہاڑ
پر پہاہ لی ہو۔ اس کا مرد قید ہو گیا تھا، باپ بیٹوں میں پھر ملاقات ہوتی ہو
کمال -

یوسف رحمن آمد و یعقوب ارسو گشت شادمانہ مدیدار تک دیگر
آفاق شریع رونق دیں دیگر گرفت ثابرو آفتاب نقائش رکوہ سر
برقیع کوہ چائے اگر کرد طوفیت آرسے عجب باستد گوہرہ تیج ر
تامدہ وارحائے سے ازتعب خود کند رستہ بود کوہ خود ار اشدا کمر
(کلیات صفحہ ۹۵، طبع مئی)

دیگر گردن کش اسٹ و تانت دسر سر کوہ ارانک
روری دود و حاحسہ مادر کنار او (کلیات صفحہ ۹۵)
متعد و قصائد سے معلوم ہوتا ہو کہ قاصی اپنے دشمنوں کے مصو لوں کو
شکست دے کر دوبارہ ایسے منصب پر فائز ہو جاتا ہو۔ والیسی برپا
محل و دیگر املاک کمال بر مادی کی حالت میں دیکھتا ہو۔ شاعر اُسے تسلی دیتا ہو
بر رگوارا دل تنگ می ماید بود رکنیتے کہ بریں دولت حواں آمد
اگر کند عدو خاک در گہت چہ بتود کہ کاں فصل و کرم در جہاں ہاں آمد
چہ نقص دات ترا از حوائی مسکن حواء ہم وطن گنج شاکاں آمد
واع بود خود ترا جہاں گیری گرفتس تو مگر راستس در گماں آمد
(کلیات صفحہ ۹۵)

کمال کے تعلقات قاصی صاحب کے دربار میں مد سے مد تر ہوتے چلے
گئے۔ قاصی نے اس کے علم و فصیلت دیا سے ستو میں اس کی تہرت۔ کمرسی،
سید ریش، افلاس و تنگ دستی، کثیر العیالی کی طرف سے آنکھ پر پتی امدہ لی۔

کو تو ہمیں چھوڑا۔

گشت یکبار حضرت حوا
جمع ناکساں دے ہنراں
دور مار از فصل بود و تداست
جائے مازایاں و مرد گراں
خیمہ او را یاد دم حراست
کہ در و حاصرہ حراں
لے سلطانی کم کہ حضرت او
ما حطر شد ر جمع لے خوراں
مصر جامع شد است را کہ درو
جمع گشتند سملہ بیتہ وراں
قاضی کے ابکاروں کے حق میں کہتے ہیں۔

درنگ در صدر دیواں و میں
خواجگان کو کہ صفت در لستہ اند
سرسر مازایاں مختلف
جمع گشتہ سملہ در یک ستاند
در حور ماستس پیدا ما ہور
از پئے ہم تنالیتہ اند
موی را مار دہ اندالحتی حرا کہ
ار سخداں حوروش بگستہ اند
لے خطا گفتم حوامانی ہمہ
شاہد و تنالیتہ و الیتہ اند
راست میداری خود ساں لود
لس کہ چیت و شاہد و حستہ اند
چہر ہاشاں در قنای سرح و سر
بچو گل ما عیچہ در یک دستہ اند

تالی و دلوں ہاتھوں سے سکا کر لی ہو، ہم گریچہ تمام واقعات سے واقف ہمیں ناہم
کہا جاسکتا ہو کہ کمال بھی اس معاملے میں سراسر لے قصور ہمیں تھے۔

کمال کا بیری کارمانہ طری تعلیمی کے ساتھ گرا ہو جس کے لیے اس ہمد
کے حاکموں کی سختی اور حر زیادہ دمہ دار ہو صاحب عادل شہاب الدین
لے جس کی مدح میں کمال لے قصائد و قطعات بھی لکھے ہیں، اس پر کچھ حرامہ کر دیا ہو
اور صیار الدین حواس و ریکا افسر ماتحت ہو اس حرامے کی دھولی میں بید سرگرمی
دکھاتا ہو۔ اس سلسلے میں کمال نے کئی قصیدے لکھے۔ صدائے احتیاح ملکہ کی

آخر تعلق کا سلسلہ مکمل ہو جاتا ہے۔ کمال کے زار مارے بیکار جاتے ہیں۔ قاضی نوٹھے تنازع کی دل آزاری کے لیے قرص کے بہانے رویہ نہایت ہی کہتے ہیں۔

رسم حسہ مارے موجب	ترستی کردہ و صمد ایر
دین کہ اسال ہم ہیں مخال	می کی ریں حدیث مد ایر
لاحرم بیست اسحات مرا	ہرہ چہ رہرہ متشا ایر
رحمت حضرت اربعہ کم کردہ است	ہم دریاں حدیث است ایجا سر
گرتو اسدہ قرص می عہای	مخطایا نہ خود صمد ایر
ہم عہا اللہ بلطف تو کا حر	در شمارے گرفت مارا ایر
از تو تشریف دودعیہ اذاست	کہ مد ایریم رد و کالا ایر
ورہ اسدگاں مجلس عیش	قرصی حواست حق ثانی ایر

وہ اپنی پہل سالہ خدمات اور لپے کلیات کی جو قاضی اور اس کے والد کی تانگتری میں تیار ہوا ہے، یاد دلاتے ہیں۔ مگر ہرالتحالیے اترنا بت ہوئی۔

مگر کہ مدت دہ سال بہت یا افراد	کہ اس شہادت اعدا بخود کم لے خوش
ہرار مار مرا عفو کردہ و ہور	نگشت طبع تو ماس ریج ماسے خوش
گرفتہ آنکہ نہ مں بودم آنکہ ساحتہ ام	ز مدحت تو واسلاف تو کتلے خوش
گرفتہ آنکہ چہل سال آن مں بودم	کہ تب کمردم از اندیشہ تو حوالے خوش

ہوم یاس میں کمال اپنا لہجہ بدلتے ہیں اور قاضی کو مدد عادی دیتے ہیں۔

مکتبہ بیچ مراد سے مارا تو حاصل	دریج در سرکار تو رمت ہر دو جہاں
چاکہ سسی من اسد مت تو صانع شد	حوالے سسی تو صانع کما در دو جہاں

اگر قاضی کی ہجو نہیں لکھی تو یہ ال کا قصور نہیں۔ اس کے حاشیہ لیبوں

خود گردنم کہ فادۃ الملک است
 کہ رہنما ریش یا بد عار
 ہم ماید شکافش نکست
 تاروں او فند او اسرار
 سدا یکہ اور عظمہ شوک
 موت را کرد در جہاں دیدار
 واجب القتل کرد موتاں را
 در لودتاں دروں کند قرار
 رسولے کہ فتویٰ مترع
 موت را کرد ہم طویلہ مار
 کا چہ کفند معسداں لعن
 در صہیر رسی نکرد گہرار
 لشوار سدا بکشتہ تیریں
 کہ حلدہ است در دلم چون چار
 گر چہ مدماں میوتن بسیر است
 تیر تر راں راں میں صدار
 تو بحق نامک سلمانی
 حق ہر یک کھائے خود نگہار
 کار موتاں بر آسمان مردی
 حامک مللاں فرو مگرار

(کلیات صفحہ ۱۸۹)

اسی تہام الدین کے نام ایک اور قصیدے میں کمال کے طاہور علم
 لے سرہنگوں کا خاکہ یوں کھینچا ہے -
 حفتی عواں سناہ میں سر فرو کند
 ہر صبح دم کہ مار کم چشم حیر حسہ
 مرتجہ ہیکلے دو کہ گر رکاب ستود
 حالی رہم شال مگر یرد رحانہ تیر
 جھنے میں شکاف مدماں جو گاؤ یوغ
 سرہنگ نام تاں ولع منکر و کیر
 قتاں دار قفاں و علیطاں کہ وصف ساں
 سرہنگ ہفت رنگ کہ احرائی داستاں
 ترویں آدہ دوتاں ر دست تاں
 گر در حیاں دایہ کد شکل تاں گہر
 جتنی چو آئینہ و یدتانی چو سگ
 قدی چو تیر کشتی و ریت چو ماد گہ

اور وصولی کے واسطے جو سیاہی (سربہک) اُس کے گہر پر تیدات ہوئے تھے
 اس کے بٹائے کی استدعا ہی کی ا رصیا، الدیں کی تو جسے موسس کے نام
 سے یاد کیا، ایسی حرلی کہ عید راکانی کی بٹ پر آگئے کہا ہو

سدا نیکہ رحسریہ ملک	یا ساں کرد دلک میدار
کاسیہ گندہ اسداں لعرص	در حق من راندک د لیدار
ہمہ کد صریخ دہتاں است	درہ ار فصل ودالسم بیرار
مفسداں خود کند تسویلات	تو خود راہ تاں مدہ رہار
خود جہ کار حریم راست شود	از دوسہ کہہ حتم و دتا
نام من در حریمہ صدف است	در دواویں حواجگاں کدار
چوں نویسد اندریں دیواں	در دوحہ مصادرات و قرار
تو برمی حری تنہا را ہا	کہ عیال مسد در اشعار
سخرام من براچکاں مارے	دیں ریاں را رسود کم شمار
عوص در رس گہرستان	قیمتی تر رگو ہرستہوار

شاعر نے اس کے بعد موت کی ہجو میں آیات دہل لکھے -

آدم ماعدت موتی کہ او	کرد حجت دروں خود اظہار
خود بیدارم ار لعل گرہ	کم ار ماحولے موتی اظہار
گرہ زورہ دار خود آموش	ہم فریبہ ہم سک طرار
موتی چوں مقلب شود تو مست	ستومی او از کسد ماجار
ظلم آں مدکہ سیر مرداں را	شکسم چسم حرد در میکار
در حیاتم مدکہ حسیہ مرا	قصہ موتی چمن کد افکار
ہو کا موتی از دہا گردود	عہد لیاں شود لو تیار

لطف فرمائی تھو دیت و امصاصیوں کہ مرا خود کہاں رسم معیت آست
دیگی

لصحتیوں دل لعلی کردہ امصال محقریلکے دیواں دعوہ یم مالے را
رجو یکد و معلوم ایکستہ دو سال افراد کہ تامل ارتعاع آن کردم تردہے را
دوسرے قاصی کے ہاں سماعت علما میں جیسا کہ اس سے قبل مذکور ہوا،
ملارم بھی تھے۔ اس کے علاوہ سالانہ علہ بھی ملا کرتا تھا۔ جوڑے دستار و غیرہ بھی
ملتے رہتے تھے اور اسی واسطی آمدنی اور العام و اکرام یراں کی سرادشتاں
ہوتی تھی۔ ایک سال گلا ہوا علہ اس کے ہاں پہچا یا گیا۔ بہت مگرڑے اور شکایت
میں ایک قطعہ لکھا۔

علہ کا سال خواص داد مرا گرسد عملہ بود اکثر خاک
حاک مردم خورد بد استم کہ خورد مردم اے برادر حاک
کردم اندیشہ تا جہا فرمود خواص ماگد م برادر خاک
آدمی را جو حاک سیر کند کرد و دعوہ عدلے میں بر حاک
کمال کے ڈاڑھی نہیں تھی۔ صرف تھوڑی یرکچہ مال تھے۔

رحم می لرزد از چہ مرا ہر یہ مولیت بر زبداں است
(کلیات ص ۲۴)

سمال الدین کی طرح اس کے بھی چار اولادیں تھیں۔

شاعری قانع خود متمول من دستہ عیال و طفل چہار

(۱۸۴ کلیات)

اس میں سے ایک کا نام علی تھا۔ جو قاصی کے ہاں کسی خدمت یر ملارم
تھا اس کے سالانہ رسوم کی طلب میں قاصی کی خدمت میں کھتے ہیں۔

روئے ماں آتش و موئے سان و دو رنگی چو رنگ طرخون لوی چو وی سیر
 لغت نگیں ہر دو گراں ہاں و دو وصف جمال ہر دو عروس است و نظیر
 رفتار شاں جو آتش و گفتار شاں جو جنگ دیدار شاں عقوت و آوار شاں لہیر
 مایں جیں حریف ہا ماکہ بعد ایں شاعر دین و مار لقاید ردل نہ تیر
 (کلیات ص ۱۹۱)

کسی دوسرے مصیدے میں یہی آوار ہاں ایک نئے انداز میں مد
 کی جاتی ہے۔ مخاطب وہی تہاب الدین ہے۔

یہ دیدہ دس لے واکہ ہر ساعت رکوے لطف بسوے حاکمی آہنگ
 گئی۔ تیج حاکمے تو عرص میں محروح گئی لگ عتاب تو یاسے عدم لنگ
 گئی عرص دوسے یاسے میل بر سینہ گئے رسد بدل میں رموت رحم پلنگ
 جہان نام کہ ساری مرا حرازیئے زخم ہما۔ ام کہ بخوی مرا حرازیئے جنگ
 جو حاصر مدہی ہر گرم کھر دشام جو علقہ برد میں روکیے در گاہست
 چناں کہ دیو زخم تہاب مگر نزد ہی گریم ارم تو نصد فرسنگ
 اس کے سلسلہ معائن کا اب تک ذکر نہیں ہوا۔ ایک دربیہ تو ایک
 جھوٹا سا گلو ہے۔ جس کا ذکر اس شعروں میں کیا ہے۔

دارم ز راہ شعل و غل مختصر وہی ار حور دؤر کاسہ گردوں مدہ حراب
 در جہد دولت تو کہ رسگ می رمد لالہ ریم معدلت سحر ستراب
 جیدیں تلغت بیت اگر اس حراب را آرد طہور عدل تو در مات احتساب
 اس گانو کا نام حالاً کرم آمادہ ہے۔ فرماتے ہیں سہ
 حقہ ار کرم آماد کہ آن حق منست خود و مالست کہ ار حور ملک میرانت

سودھالی سرید شراح عمر بن مرگ اگرچہ رسم مودست شاح تر سرید
 اگرچہ مرل ماسفر برادر لود ایک آنکہ خواں لود رود تر سرید
 کمال مدی ہیں کہ ال کی داس میں سترہ فیصلیتیں جمع ہیں ہم تفصل سے ناداقف
 ہیں۔ ال کابیاں ہر مصرع مراست اربند فصل مہدہ فصل مہور —
 لکن ح مسائل پر ال کو مار ہر وہ عربی سترہ ادب فقہ و علوم ہیں۔
 گماں غالب ہر کہ وہ بعض و شکاریوں سے بھی داقف تھے۔ ایک قطعے
 کے دریغے کسی کو دماں ماہی کے دتے والی چھری بھی ہر

فرستاد مخدمت کار دے خوب کہ اردو گوہر ادھر چہ خواہی
 سین دستہ تیغ گر خواہی رباں مار در دماں ماہی
 ایک قطعہ مطہر ہو کہ انھوں نے ایک صدوق حس پر ان کا بہت وقت
 لگا ہوا تیار کیا ہو۔ کہتے ہیں اور علاء الدین سے خطاب کرے ہیں۔

صدوق کے لطیف مراہست و راستی متلش ساحت آنکہ راہل صاعقت
 سیارہ رنگار دراں صرف کردہ ام بیداشت صعقت کہ چو صدوق صاعقت
 درماں صاعقت کہ لغزست و حکم او ماجار در مقابل سمعاً و طاعت
 ایک اربہی فرستم جتتم قعائی دست درمی کم توقف حالے صاعقت
 در حضرت ریاں کم را کہ حضرت حلالے صاعقت نہ حالے صاعقت
 درماست دست خواہ و گراں بدورند گویم مرا بدیا حیرے صاعقت
 دارم نہ خود تو طبع دہ پہل ار ایک ار کھر سودیک و طریق قعاعت
 ایک دمہ بیمار ہو گئے تھے حکم حکم ال میں کے علاج سے اچھے ہوئے،
 شکریے میں لکھتے ہیں۔

جگہ عدد کر ہمارے او تو ام ساحت کہ میں تو اب تری ما توں ارو دارم

ارحمت کہ مست عالی ارد ہر یہ رسم کمال می دارد
نزدہ زادہ علی اسمعل طبع رسم سال می دارد

(ص ۲۵ کلیات)

عالم اسی فرد کی سعادت میں اسے ملازم کر لیتے وقت لکھا تھا ۔
توقع است کہ این سده رادہ خود را کہ دایع مدگی از حد وارید دارد
شرط تربیت از من قبول فرماید سده حاتمہ حاضرت رطفا سیارو
ایک فرد جو کسی قافلے کے ساتھ سفر کو گیا تھا دایسی کے وقت انعاقیہ
کسی مدی میں ڈوب جاتا ہے اس کا مرتبہ کلیات میں موجود ہے ۔

شرط ہمراہی نہ کال سایہ پرورد مرا مار لیں مامد وجود ماتو و شربا آمد
ماگہاں در سیمہ رطل جہاں مادیدہ را در حطر نگراشتند و مالط مار آمد
گوہری کتن حال ہا نو و اندر آب اندازد در رلئے حطر رحمت محقر مار آمد
قرۃ العین مرا تہا سجا گند استند در سیامانی وجود مایکد گر بار آمد
دوستان و یارکان از ہر انتقال او ہجوس مریائی رفتند و سر مار آمد
آہ اراں ساعت کہ ہراداں او مایتم تر لے برادر جوں چکاں مین پد مار آمد
مار میں جولیت را مارو جز کردم براہ مار مامد ماریم مارو حرا مار آمد
مرل جوئے فرو بردم سرے را کھاک مرغ و ماسی از رین زیر و بر مار آمد
چوں بدید مآں حواں را ریخت ریختک لیں مرا عجمہ آسا حامد در مار آمد
لڑکوں کے علاوہ دو لڑکیاں تھیں ۔ دوسری لڑکی کی بیدالیت کے وقت
ڑے ریح و ملال کی حالت میں لکھتے ہیں ۔

رسید و حتر دیگر مرا و یکا رہ سرد و لوق عیش و سر داک حیات
ایک قطعہ حواں بھائی کے مرتبے میں لکھا ہے ۔

(۳) بغیات الدین محمد برادر حلال الدین مذکور (ص ۱۱۱)۔ (۴) آناک اعظم سعدی رنگی،
 (۵) آناک اعظم مظفر الدین الذکرین سعدی رنگی جب ہنر آنگی
 کے زمانے میں اصمہان آتا ہو۔ کمال کہتے ہیں۔

حسروا حال سپاہاں و اکیہ دے میرود ارستہا سبع اعلیٰ را خرماست دگر
 ہست مارا رتو حق حدست و ہمایاگی ارہائے ایں دو حق اندر حق ماکس نظر
 لطف تو گر دریا بدکار ایں بیجا رگاں در دوسہ ماہے دگر ایں جاییانی حانور
 (۶) تہرادہ شرف الملک سحام الدولہ اردشیر۔ اس حانداں سے اس کے قیدی
 تعلقات ہیں۔ حال الدین بھی مداح رہے ہیں۔

میرات یا فتم نہ پدر رحمت شتا دلخج اریں شرف سرس باساں ہید
 ستواں بصد ہزار دیاں گفت شکر آں قشر بیا کہ مارا ازیں حانداں ہید

(کلمات ص ۱۱۱)

(۷) سلطان آناک سلور۔ (۸) صاحب اعظم شرف الدین معین الاسلام علی بن بصل
 وزیر حلال الدین منگرنی۔ اس وزیر کی توفیق میں متعدد قصائد و قطعات موجود
 ہیں۔ اس میں ایک قصیدہ ایک مدرسے کی تاسیس کے وقت جس کی میاوشاہی
 اصمہاں کے بعد ڈالی جاتی ہو، لکھا ہو۔ یہ مدرسہ عالم حلال الدین منگرنی کے حکم
 سے کھولا جاتا ہو۔ کہتے ہیں۔

جو حق تہی را الہام داد و شاہی داد کہ بے جیمہ دولت مدین مکاں آرد
 سراے علم فرارد اساس خیر بہد درخت ظلم کند خوف را اماں آرد
 صلیب حاج نور و کلمہ کلمہ بے مدرسہ برگند کیاں آرد
 زحشت حام یکے حام حم بیاراید رآب و خاک یکے جلد ماہگہاں آرد
 روانو د اگر از بہر اقتباس علوم ورشتہ رحمت بدیں عالم تہتیاں آرد

رہس یہ خدمت شایستہ آید آنکس را کہ بعد از این دو حلاق حان از دو دارم
صیار الدین احمد اس الوکر بیا مکی کی مدح میں کمال لے ایک قصیدہ
لکھا تھا جس کا مطلع ہے۔۔۔

درست گشت بہانہ است گشتی منش کہ یک ار اس شکست لفظ شکست
(کلیات ص ۱۱۱)

قصیدہ بڑھتے وقت کسی نے اعتراض کیا کہ یہ مطلع طہیر فارابی کے مطلع
پسے اڑایا گیا ہے۔ طہیر کا مطلع ہے۔۔۔

ہرار تو شکست راف پیشکش، کچا سچم درآید شکست حال منش
کمال نے اسی وقت مدوح کو خطاب کر کے جواب میں فی البدیہہ کہا۔۔۔

لہر مدح تو شد گشتہ این قصیدہ کہ خواست امتحاں رہس حسہ حان متمش
تو اردی مگر امتدادہ بود در مطلع ہاں سب رقی ار قصور بر مرش
طہیر اگرچہ کہ صراف نقدا شمار است گماں مبرکہ رہدندہ قلب بہر سحت
یہی معدرت ایک قطعے میں بھی ادا کی ہے۔ فرماتے ہیں۔۔۔

حدائے داند اگر رہس رشتر، چچ کسے بقصد مظلمہ کہ وہ ام مادی شہ
مرا کہ چوں نہ رہس حواں نظم آرایم لود خوا کہ اوحدی وسفرہ ریرہ حدی
جگہ نہ دل دہم نقشہ فردوں کہ حاطرے دگرے کوہ امتداد اتی
مگر تو اردو حاطر کہ در محاری شکر نہ ممکنست کہ کس محرز لود از وری
دور راہ رو کہ را ہے رود بر یک سمت عجب ساتد اگر ادقند یی ری

(کلیات قلمی ملوکہ یرو فیہ سراج الدین آ در)

کمال کے کلیات میں مفصلہ دیل اسما کی مدح میں قصائد ملتے ہیں۔

(۱) علامہ الدین شکستہ ۹۶۷-۵۸۹ ہجری (ص ۱۱۱ کلیات)۔ (۲) حلال الدین مکرئی ۶۸۸-۶۸۷ (ص ۱۱۱)

کھاتا ہوں پھر بھی وہ محمد سے وصولی کی توقع کرتے ہیں
 مار مار آگیا ہے کہ مدح جویدے ولے مدوح ہیں رہی تو
 سرے کی تعریف میں سر لکھیں۔ کسی مارے میں لوگ بھوت
 اب تو وہ بھی لے اتر رہ گئی۔

رہ احواط طبع نگدایاں مگر ارد گردائی و سوال
 رخت شاں می گویم یں ہم ایساں را از من طبع اندمال
 دورے کہ دور نیست مدوی کرما بحر مدح ممال
 مدحت عذبی گویم یوں رمدوح توقع مودود ووال
 تاثیر سے بود یں رمانق اتری نیست بحر و رعدال
 رالیں (ادمانی) ہیں، خواہاں عقیدت میں ایک قطعہ اس
 ے ہیں اور اسے یہی سمجھیں کہے ہیں اتر کے قطعے کے پہلے

حدیو کتور فصل کہ فخر جاں و جہاں تند تر اٹھا کروں
 نہ رحد و فصل است نہ سست سخن عورت اقتدار کروں
 کمال لکھے ہیں۔

ت بر رماں قلم پیام روح قدس و مدم ادا کروں
 رالیں ہی جس لے کمال کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں اور
 اکی ہی۔ کمال اس وقت شرو و شاعری کا متعلقہ فرمایا مذکر چیکے
 تھے ہیں۔

ات تو کاں گہر کاں جہاں شد خود مر اسر جو ہر است
 گوہر راے تو ار حیات و اس دریل تراست

اگرچہ حکم سلیمان روزگار کسب لیک تحت سہ آصف ماں آرد
 بہت شرف الدین علی تمام شود ہر آئینہ خسرو آفاق درگاہ آرد
 (۹) ملک نصرت الدین (۱) صدر نظام الدین نظام الملک محمد (۱۱) محمد الدین
 اس نظام الدین (صلی) (۱۲) صاحب تنس (صلی) (۱۳) شرف الملک تاج الدین
 علی وزیر (صلی) (۱۴) قاضی القضاۃ رکن الدین ابو العلا صاعد (صلی)
 (۱۵) رکن الدین مسعود صاعد (۱۶) در صلح صدر الدین دقوام الدین (صلی)
 (۱۷) صدر الدین عمر محمدی (صلی) (۱۸) عہد الدین حسن (صلی) (۱۹) عمید الدین
 آصف ثانی (صلی) (۲۰) احمد بن الکریم یا ماکلی (صلی) (۲۱) بہاء الدین عہد
 (صلی) (۲۲) صاحب اعظم بہاب الدین (صلی) (۲۳) شمس الدین حواری (صلی)
 (۲۴) نور الدین (صلی) (۲۵) رستید الدین وزیر (صلی) (۲۶) قطب الدین (صلی)
 (۲۷) رکن الدین علی السہروردی (صلی) (۲۸) عمید الدین یارسی (صلی)
 (۲۹) صدر کبیر صیار الدین (صلی) (۳۰) حکم الدین (صلی) (۳۱) عز الدین
 (صلی) (۳۲) کریم الدین (صلی) (۳۳) اسہالار ملک عز الدین اسماعیلی
 (۳۴) قوام الدین ابراہیم سدار (صلی) (۳۵) ناصر الدین منگلی (صلی)
 کمال نے بعض شعراے عصر کے ساتھ قصائد و قطعات کا تبادلہ کیا ہے۔ ان
 میں پہلا نام محمد الدین ہے۔ اس کے قصیدے کے حوا میں وہ قصیدہ لکھا
 جس کا مطلع ہے

حر مقدم رکھایمست لے ماد شمال کس حرا میدی یونی ویدہ داری احوال
 دیر میں حوا دینے کی معدرت کے بعد ایسے بیٹے کی کساد داری کا
 قصہ لے بیٹھے ہیں کہتے ہیں اس دولت مندوں کی کیا شکایت کروں۔ جھوں لے
 فیروں نکت سے اس کا میتہ (گدائی) جھیں لیا۔ میں اس کے مدحیہ قصیدے لکھتا

یکساں گی مستدم میرا کہ آرمے ہر روزاں نہ میزد

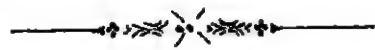
ادیں خواجگان نے می
آ آحیہ در وجود آمد
اریں معان کہ شاعرا
امن راد شاید ریت
ہد و کرم می در مد
عت ہی برم ہیں قوم
ت سار ما ایہا

کہ بیچ کار مرا اطمینان می مدہند
کہ بیچ گوہ بدنتش ر مام می مدہند
بصد شمع حواب سلام می مدہند
کہ قوت روزم تمام می مدہند
کتا می بحر مد و لوام می مدہند
کہ اہل حانہ خود را طعام می مدہند
کہ بیچ حائے نشان کرام می مدہند

سے عہد بہت مرا
شاں آبیما کہ میلام
را ازاں کہ درود
ت کاہل این ایام
دیل ان کی اہتائی یاس کا آئینہ دار ہے۔

گو کم و کم مستدم نے پیارم گفت
کسی نداند گفتن و نے پیارم گفت
رعد مردم و یک راس می پیارم گفت
مرے مدح مید و حبی پیارم گفت

سے دہر دہریں
ید گریست کریں ما
کرم ملاف رعد گشتہ وا گوید
حکایت کرم ار روزگار ما گوید



سعری خواہی و خادم مدیت ما شعر و شاعری فارغ تراست
 شعر را اگر بود وقتے رونقے این رماں مارے عجب مستنکر است
 لعل طعم لوانکم می رند راکہ شاعر خود بیے رنگ و راست
 ہاں چو سوس حاشتم کیں قوم را ہجو رنگس حتم یکسر مرد راست
 چوں بدیں صورت بود کار ہر ولے آن مسکین کہ معنی یہ در است
 ہم دستادم خدمت چندیت تاندانی کیں رہی فراں راست
 کمال نے ایسے عہد میں شعر و شاعری کی لے قدری کا حویاں مذکورہ والا
 مھر الدین و نور الدین کے خطابہ ایات میں دیا ہے یہ کوئی تہائیاں نہیں ہے بلکہ
 ایسے حضرات اُس کے ہاں ہایت عام ہیں اس کو اپنی ماکام رنگی پرست اہوں
 ہے بلکہ بعض اوقات اس تاسف اور تلخی پر غصہ غالب آجاتا ہے اور وہ ہایت
 سحت رماں استمال کرے میں بھی تامل نہیں کرتا۔ یہاں بعض صاف اشار
 درج ہیں ۔

عقد گو ہر کجا کم عرصہ چوں نہ نیم ہی حیدارے
 بیست در روزگار ممدوحی کہ ارویت برس انکارے
 (دیگر) ہمہ دریائے حوریت تند ہر کجا در زمانہ پُر ہریت
 ناجیں نکمت پُر مدداں ولے او کہ پُر مروا تریت
 (دیگر) نقطہ سالی افتادم اُر ہر مدداں کہ گریباں کم اورا شرح توکم
 اگر بیاہم آن را کہ شہر دماید مدود ہم صلتی تاسی برو حوام
 (دیگر) درج دور حوالی کہ در محالاق سادوادم و اویزداد بر مادم
 ر عمر آجہ گرین بود رفت وں ہمہ عمر بکام غولیت یکے رودیت بریادم
 بمرامد اگر شادیت مردم را مں ارمانہ عمر گر شہسب شادم

اس کے علاوہ سد صاحب بعض حادثہ امور یا نئی تحقیقات دروسے کار
لائے ہیں۔ ایک یہ کہ قدما قول عزل اور راعی میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے
بالفاظ دیگر قول عزل کی اصطلاح کا اطلاق راعی پر کیا کرتے تھے دوسرے
یہ کہ ابو ذلف علی اور ابو طلحہ راہ گو ایک ہی شخص ہیں۔ اس امر کا کوئی ثبوت
ہے کہ فارسی میں بھی اشتراک معتقد لکھے جاتے تھے۔ قدیم راعی کو یوں میں استیج
ماہرید سلطانی ابو نصر فارابی اور ابو علی سیبکا کا نام لیا گیا ہے۔ دیرہ و غیرہ۔
اب وقت آگیا ہے کہ سید صاحب کے اعتراضات کا جواب دوں اور
اس کے بیانات کو جو کئی امور میں ہماری تہی روایات سے معروف ہیں نقد و نظر
کی کسوٹی پر جانچ لوں۔ سب سے پہلے میں اس کے اعتراضات کو لیتا ہوں۔

معیار الاستعارہ لایہ نصیر الدین طوسی کے متعلق فرماتے ہیں :-

”تقیہ سرائی کے حاصل مولف پر وید سرانی لے ایسے معنوں کے
پہلے مسمیٰ اس کو کسی مدد کے بغیر معن طوسی کی مالیت بتایا
ہے۔ معلوم ہیں ان کے سامنے اس کی کیا مدد ہو درحالیکہ مشرق و
مغرب کے فضلا اس سب کے قول کرے میں تردد کرتے ہیں
چنانچہ علامہ عبد الوہاب فریدی (کد اے معجم کے دیباچے میں
(۲) تصریح کی ہے کہ ”کتاب معروف معیار الاستعارہ است در علم
عروض و قوافی کہ در سلسلہ مالیت شد و مصنف آن معلوم نیست
وی (معنی سعد الدین مراد آبادی متارح الموسوی ۱۲۹۹ھ) لایہ

اس کتاب را نحو احمد نصیر الدین طوسی معروف متوفی ۷۶۰ھ نسبت

دادہ است، ولی معلوم نیست دروسے جہاں مای

ڈاکٹر روسے برٹن سوریم لائبریری کی فارسی کتبوں کی

ضمیمہ متعلق رباعی

جواب مولانا سید سلیمان ندوی

تفہیم شریعہ کی پہلی قسط میں جو اکتوبر ۱۹۹۷ء کے رسالہ اُردو اورنگ
 آماد میں شائع ہوئی تھی، میں نے رباعی کے سلسلے میں جو مباحث دیا تھا اس پر
 ہمارے ملک کے حاصل بزرگ علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی قابل متذکر
 تصنیف حیات میں جو ۱۹۹۷ء میں طبع ہوئی ہو کئی اعتراض کیے ہیں۔ مثلاً
 میں نے معیار الاستعارہ کو حواہ نصیر الدین طوسی کی تصنیف مباحث کیا تھا۔ سید
 صاحب نے اس سے انکار کر دیا۔ میں نے لکھا تھا کہ رباعی ایرانی الاصل ہو
 جیسی اس کے ادراک ایران اور مقامی ہیں۔ سید صاحب کا دعویٰ ہو کر رہی
 کہنے والے ”قدما“ عربی کے شاعر تھے۔ میں نے کہا تھا کہ رباعی ابتدائی
 مدارج میں چار مٹی کی شکل میں لکھی جاتی تھی جس کے چاروں سمت ہم قابیہ ہوتے
 تھے سید صاحب اس کو ایک بے سند دعویٰ مباحث کرتے ہیں۔ میں نے لکھا تھا
 سب سے قدیم رباعی اس وقت اوشکور ملی کی ملتی ہو۔ سید صاحب کا ارشاد ہو
 کہ ایسی قدیم رباعیاں دس بارہ سے زیادہ موعود ہیں میں نے فرجی کا ایک
 شعر اس کے دیوان سے الا طلب تراہ گو سے متعلق نقل کیا تھا۔ سید صاحب
 نے مداسبت موعود اس کی تصحیح کر کے اس کے وزن کو بدل دیا۔

ہرست صفحہ ۵۲۵ میں تعبیر یہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ محقق طوسی کی تصنیف کی

ہرست میں یہ نام نہیں ہے (عیام - حاشیہ صفحہ ۲۲۱)

میں عرص کرتا ہوں کہ ریو ہرست نگار مخطوطات فارسی رٹن میوریم اور اس کے مقلد مرزا محمد بن عبدالوہاب کے دو نام لگا کر سید صاحب نے حکم لگادیا کہ فصلا، مشرق و مغرب اس نسبت کے قول کر لے میں تردد کرتے ہیں۔ گویا اں دو ناموں پر مشرق و مغرب کے فصلا کی ہرست حتم ہو گئی۔ سید صاحب سمجھ رہے ہیں کہ صرف معنی سعد اللہ کی یہ رائے ہے۔ مگر اس مارے میں ان کو بحث ہوا ہے۔ اکثر و بیشتر عرضی یہ رائے رکھتے ہیں کہ معیار الاشعار حواصی بصیر الدین طوسی کی تصنیف ہے۔ مثلاً کچھ نام عرص ہیں :-

(۱) منشی مطہر علیجاں آسیر جو در کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار (طبع اول ۱۲۸۹ھ لول کتور) کے مالک ہیں ایسے ترجمے کے پہلے صفحے پر لکھتے ہیں۔
”معینہ و شقیقہ اسی کتاب معیار الاشعار تصنیف عالم کامل فخر الاما حد وائل رئیس الحکما استاد الکمال محقق طوسی علیہ الرحمۃ“ الخ ،

(۲) مرزا محمد جعفر آوج، اردو میں مقیاس الاشعار کے مصنف ہیں۔ اس تالیف میں صلف یہ عبارت درج ہے :-

”محقق علیہ الرحمۃ نے معیار الاشعار میں جو بیتیں رصاف لکھے ہیں“ اور صلف یہ عبارت ملتی ہے۔

”اس حواصی بصیر الدین طوسی علیہ الرحمۃ مفاصلت مفاصلت دو مار سے ہدی چکی سجائے کسی کہ او کس سجائے تو نہ ہم سید صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ شعر معیار الاشعار میں مدیل بحر وافر صلف یہ موجود ہے اور ذکر کامل عیار میں صلف یہ (لول کتور ۱۲۸۹ھ)۔

فایسی مخطوطات - ۸۲

(۱) ماطاں میں ماہرا کے عہد میں دیگر علوم کے علاوہ ۶۰ دس دناہیہ اور ممما کا ہریت رواج ہوا۔ بولا ماحامی نے ایسی مصروفیوں کے ماحود و سروص و تا۔ میے پر چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں حامی کے ماگر و میر عطا اللہ الہیسی ہندی میں حوکتات مکمل الصاعہ میں قاتے پر ایک رسالہ مائل کرتے ہیں۔ رسالہ ہرا میں میر عطا اللہ متعدد موقوفوں پر معیار الاشعار کا نام لیتے ہیں۔ اس میں سے ایک مثال یہاں درج کرتا ہوں۔

”چہا کہہ دیرست کہ در معیار الاشعار حواہ بصیر الدین طوسی آورده بیت

صمم من در سر سر وی دلکس سری مسوی

(۱۱) حامی کے رسالہ قادیہ کا نام مختصر وانی فی علم القوانی ہے اس میں اس کے ایک شاگرد نے جس کے نام سے میں ملاحظہ ہوں ایک سترج لکھی ہے سرے عروسی مجموعے میں اس کا ایک مخطوطہ مسلمانہ کا نوشتہ ہے جس پر رسالہ کا نام بدین العاط در ہے ”رسالہ عروسیہ مسیٰ لشرح مختصر وانی فی علم القوانی مرتب حضرت مولوی حامی“ رسالہ ہرا میں کئی جگہ معیار الاشعار کے حوالے نظر آتے ہیں اس میں سے ایک یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

”دواہ بصیر الدین طوسی در کماہ معیار الاشعار حرف مقدم سروری را

مختصر در رد داسہ“

(۱۲) بحر الدن محمد اس شاکر الکلتی متوفی ۸۸۵ھ نے ایسی بصیف حواہ لودیا کے حر تالی میں صلیہ پر محقق طوسی کی تالیفات کے ذکر میں معیار الاشعار کو ملاحظہ ”العروس ما عاریہ“ یاد کیا ہے۔

(۳) سلاح الدین حلیل س ایک الصفدی متوفی ۸۸۵ھ کی الوانی ملاحظہ

(۷) گیارہویں صدی ہجری میں ہیں میر ابو الحسن وراہانی شارح البورق کا
نام ملتا ہے و قاضی ثنائکوں کے ذکر میں لکھے ہیں ۔
”استاد المحقق و جامع بصیر الدین محمد طوسی در رسالہ عود ص و تانیہ مسمی
معیار الاشعار آو دہ“

(۸) عبدالرحمان اور ملک والی نوران حلال الدین اگر کا معاصر ہے۔ اس
کے دربار میں ایک در دست عود صی یا بیدہ محمد بن محمد بن شیخ محمد موجود تھے۔
قصائی تختہ کرتے تھے۔ ۹۹۹ھ میں بن عود صیر ایک تالیف اس کے قلم
سے نکلتی ہے جس کا نام حواری بھی ہے تنقید الدرد ہے۔ اس تالیف کا ایک
قریب الہد محوطہ نوشتہ ۱۰۰۰ھ راقم کے عود صی مجموعے کی ریٹ ہے اس
اہم تالیف میں کئی موقعوں پر معیار الاشعار کے حوالے آئے ہیں۔ جہاں کہہ
”و جامع بصیر طوسی در معیار الاشعار فاصلہ را اریں ارکان رکنی علیہ
متمردہ لکھ فاصلہ صغریٰ و مرکب اس سلسلہ قلیل و حیف و فاصلہ کرنی و مرکب
ار سب قلیل و دتہ مجموعہ دستہ“ ورق لکھ

(۹) دیگر ”دست بصیر طوسی کہ صاحب معیار الاشعار است یں ار رومی بیس
ار یک حرف را ار حروف قافیہ اعتنا نہ کردہ است“ ورق لکھ

(۱۰) صالح الحسن ایک اور عود صی تالیف ہے جو دسویں صدی ہجری میں
مہتور محرمی مصنف تذکرہ خواہر العوائف کے قلم کی یادگار ہے۔ یہ تالیف محرمی
ایسے سر ریست شاہ جس (۹۰۰) ۹۲۸ھ و ۹۶۲ھ والی سد کے یے
لکھت ہے۔ یہ محوطہ مالکی یور لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کتب خانے کے ہیئت
نگار حان ہا در غدا المقتدرہ حان کہتے ہیں کہ ورق صہ یہ عطف ہے معیار الاشعار
کو جامع بصیر الدین طوسی کی تصنیف بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو حساب ہنم

شاعری امداد اسلام کے موضوع سے تعلق رکھتی ہو اور عرونی شاعری کی تقلید میں متروغ ہوئی ہو۔ فارسی شاعری اور راعی تو ایسی فصاحت میں ایم طہود اسلام سے قل کا تصور بھی دہیں میں ہیں آما یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہو کیا ہم العاط 'قدیم'۔ 'قدما' قدیم الايام، رمانہ ماعد اسلام کے لیے استعمال ہیں کر سکتے ان العاط سے میرا مقصد دہی ہو و یالیقی ہو۔ قدیم حدید کے مقالے میں۔ قدما متاخریں کے مقالے میں اور قدیم الايام رمانہ حال کے مقالے میں آتا ہو۔

اس مجھے دو مائیں ثابت کرنی ہیں اک تو کہ عمد قدم میں ایراں میں حاربتی کاروان تھا۔ دوسرے کہ جہاربتی کے اوراں عربی سے مسخر ہیں ملکہ ایراں را اور رعای ہیں۔

پہلی سق کے لیے محقق طوسی کا بیان جو میں مع رحمہ اپنی تعید میں لعل کر آیا ہوں دھیاں میں رکھا ہایت ضروری ہو لیکن معیار الاشارہ پرستہ صاحب کا اصطاری اعتماد محقق طوسی کے بیانات کی اصل وقت و اہمیت کے احساس سے انھیں ماہ رکھتا ہو۔ میرا عقیدہ ہو کہ راعی کسی شخصی ایجاد کا نتیجہ ہیں ہو ملکہ وہ ارتقا یافتہ شکل ہو قدیم جہاربتی کی جو ہرج مرع احرم و اخرب میں لکھی حاتی تھی۔ ان ایام میں صدور و اندا میں احرم و مکفوف۔ احرم و مودور کا اختلاف حائر سمجھا جاتا تھا جو یاربتی کے ہر مصرع میں کار و رہا ہو۔ جس کی سائر پہلے مصرع کے متروغ میں معمول کے مقالے میں دوسرے مصرع کے شروع میں مغایل یا معا عیل آجاتا ہو۔ سحر ہرج عونی میں مرع الارکان متعل ہو حسب عونی عوض فارسی میں اختیار کی گئی تو ضروری ہو کہ اندا میں استا ہرج کے مرع میں لکھے جاتے ہوں۔ جیایہ راعی بھی مرع میں لکھی گئی۔ چونکہ اس میں چار شعر ہو کر تے

کے حزد اول میں صلیب پر محقق کی تصدیقات کے عین میں "العروض بالعاریہ" لیے معیار الاستعار کا پھر ذکر آیا ہے۔

جب گزشتہ صدی سے لگا کر آٹھویں صدی تک کے تمام علما معیار کو محقق کی تصدیق مانتے آئے ہیں تو میرا کیا قصور ہے اگر میں بے اسے حواہ نصیر کی تالیف ماں لیا۔

ایک موقع پر سید صاحب لے فرمایا ہے۔

"مسئلہ سترالجم کے وسیع الطر ماد پر دوسر سیرانی لے معید کے پہلے

(رسالہ اردو ادب گنگ آباد دکن) میں رماعی کی تحت یردو صیغے لکھے ہیں

ادرمیاد الاستعار کی مذکورہ بالا عبارت کے لفظ 'قدما' سے اتنی وسعت

پیدا کر لی کہ یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ قدیم الایام میں اس میں ایک خاص قسم کی

لظم کو چارہ دیتی کہا جا رہا تھا رائج تھی اس کے ادراں علی ادراں

سے عالنا مخرج ہیں ہیں ملک اس را اور مقامی معلوم ہوتے ہیں،

حالانکہ اس میں سے ہر دعویٰ ثبوت کا محتاج ہے اہل عود میں اہل بیوتی

کی روایات (قاویں مامہ کا حوالہ آتا ہے) اسکا جہاں تک علی سومات

ظاہر ہوتی ہے کہ اس میں کے یہاں یہ حیر نو پیدا تھی اور اسلام کے

عداہل میں کے استعمال میں آئی ہے" (حیام ص ۲۲۲)

میں یہاں سرد استاں ہی عرض کر دیا جاتا ہوں کہ محترم سید اپنے اعتراف

میں ایسے فقرات کے استعمال سے کہ 'لفظ قدما' سے اتنی وسعت پیدا کر لی ہے،

'ارباب' کے یہاں یہ حیر نو پیدا تھی؛ اور اسلام کے بعد استعمال میں آئی، وغیرہ

میرے خلاف دعویٰ امر وہیں لیتیں کرانا چاہتے ہیں کہ میں رماعی کو اسلام سے

قل کی تینا دارا مانتا ہوں۔ حالانکہ میرے دیر لکسر سترالجم تھی حوالہ ص ۲۲۲ فارسی

تعب ہو کہ مارے سیلےاں عظمے جہاں رماعی کے مختلف ناموں کی ہرست دی۔ مثلاً تراء۔ دویتی۔ قول۔ قول۔ بیت و غیرہ۔ اس میں اھوں نے اس کے سب سے قدیم نام چہاریتی کو شامل نہیں کیا اور محقق طوسی کامیاں بھی درجور اعتنا نہیں سمجھا۔ حالانکہ عودسی چہاریتی کا برابر ذکر کرتے ہیں۔

مقیاس الاستعار میں مرزا آوج کہتے ہیں "تراء کو قدما لے چارست قیاس کیا ہے اور اس کو 'چہاریتی' کہا ہے۔ یعنی اس میں ہر مصرع ایک بیت ہے اور تباری میں اس کو رماعی کہتے ہیں اور چاروں مصرعوں میں قافیہ لانا واجب حالتے ہیں لیکن ہر ایک متاخریں حو مرعات اس ورن احرب کے مستعمل ہیں یہ ورن بھی متروک ہے" (ص ۱۱۱ مقیاس الاستعار)

غلام حسین قدردگرا می کا قول ہے "اور اس کو اسی ورن سے چہاریتی اور رماعی کہتے تھے۔ لیکن متاخریں لے چار مصرعوں کو دو متر فرض کیا اور اس کا نام دویتی رکھا"

"قدماے فارسی تراء را کہ از ہر ح مرع احتراع کردہ اند چہاریتی درامی می گفتند و ہر دور چہار رکی را قافیہ لازم می آمد و در اما متاخریں شاں یوں ایسا مرع سرع مروايشاں متروک است تراء از متعس قرار می دہند و ہر دور چہار رکی را مصرع می شمردند و مجموع را دویتی" (ص ۱۱۱ رسالہ کیف السجاد رما می از معنی سعدی)

نتیجہ دوم۔ یہ کہ چہاریتی یا رماعی کے اوراں عربی سے مسخر ہیں بلکہ ایران را اور مقامی ہیں میں حیراں ہوں کہ سید صاحب کو ایسے بدیہی دانستے کا ثبوت مانگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ہم عودس کی جس قدیم و جدید کتاب کو اٹھا کر دیکھتے ہیں ہر مصنف یہی راگ الاپی رہا ہے کہ رباعی فارسی الاصل ہے۔ میں بعض عودسیوں کے میاں یہاں نقل کرتا ہوں۔

تھے اس سائیر اس کا نام چہار بیتی رکھا گیا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد حسب اصول
متمنات کی دریافت نے اہل ایراں کو زیادہ حوصلہ آید اور شگفتہ اوراں سے
آتشا کر دیا۔ مرعات ترک کر دیے گئے اور متمنات کو اختیار کر لیا گیا۔ اور
ترانہ جو چار بیت مرعہ پر مشتمل تھا دو بیت متمن کے قالب میں ڈھل گیا اور
دو بیتی کہلایا۔ یہی اصول یعنی مرعہ کا متمن کر دیا۔ صرف رماعی میں بلکہ دیگر
اوراں میں بھی کام کر رہا ہے۔ مثال میں ہرچ مرعہ کا پشتر ص ہے۔

میں نے تو چس راز تو از دور ہی حسد

اس کا وزن ہے مفعول معاعیل مصرع اول، معاعیل معاعیل مصرع دوم۔
یہ رماعی کا وزن نہیں ہے۔ یہاں امثا میں صدر کے مقابلے میں معاعیل سمائے
مفعول لایا گیا ہے۔ ایراں کی بعد کی حوصلہ داتی کے دیکھتے ہوئے ایسا احتلا
ما قابل معانی ہے۔ مگر جب اسی وزن مرعہ کو متمن مالا یا بیسے پورے شعرا مصرع
کر لیا مردون مفعول معاعیل معاعیل معاعیل۔ تو ایک ہدایت حوصلہ آید
وزن حاصل ہو گیا۔ چنانچہ

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور نہا گئے کیوں اب رہو تہا کوئی دن اور
ایک اور مثال دی جاتی ہے۔

ای یار دل روائے یکے مار ہی ساز

جو کھر مصادر مرعہ احرب موور مقصور ہے۔ یعنی مفعول فاعلات مصرع اول
اور معاعیل فاعلات مصرع دوم۔ یہاں صدر و امثا میں احرب و موور کا
اختراع ہے لیکن ان دونوں مصرعوں کو ایک متمن مصرعہ میں بیسے سے ایک
نیا شگفتہ وزن پانچ آگیا۔ مثال۔

گر مرد ہمتی مردوت نشاں محوا صدحاسہید تو دیت اردنشاں محوا

(۷۱) ”اور حال تو کہ راعی نکالی ہوئی فصحاے عجم کی ہو اور بھر ہرج سے خصوصیت رکھتی ہو“ (تقویت الشعراء امام الدین طالع۔ سلطان المطالع لکھنؤ)
(۸) ”وراعی اور محترعات اہل عجم است و بہر ہرج اختصاص دارد“
(صلۃ تحف العروس ار مستی مطہر علی آسیر دل کنور ص ۸۹)

یہاں ایک سوال کیا جاسکتا ہو کہ اگر راعی ایرانی الاصل ہیں، تو پھر اس کی ایجاد کی توضیح کرنے والے فقہ ح میں صرف ایرانی حقہ لینے لطر آتے ہیں اور جنہیں سید صاحب لے ایسی معزز تالیف میں نقل بھی کیا ہو کیوں ہنرت یا تے مثلاً رد کی کا ایک طعل عور مار کو عریں کے معضرا میں عوشیں مسرت میں مصرع آئیدہ پٹھتے سدا یا بقول دولت شاہ یعقوب بس لیت کے ورد کا عور کھیلنے ہوئے ایک نشاط آمیز لہجے میں کہا کہ
غلطاں غلطاں ہی رد و تاں گو

حیام کے صلاۃ یرسید صاحب لے گزشتہ اعتراض سے ملتا جلتا یہ اعتراض کیا ہو۔

”ماقد سرائف لے ایسے اسی پہلے سلسلے میں یہ بے سد دعویٰ کیا ہو جس کا مدار ساتویں صدی کی میار الاشعار پر ہو کہ قدما (کس عہد تک کے قدما ۹) تمام تر جہارینتی کہتے تھے، جس کے چاروں مصرع ہم قافیہ ہوتے تھے“ اور اس سے مادر ترد دعویٰ یہ ہو کہ جہارینتی کی اس کوئی مثال ہیں یا نئی حالی، لاکہ ایسی راعیاں جس کے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوں، عونی کی لباب الالاب کے قدما کے حالات میں دس مارہ سے زیادہ ہیں اور لعد کے شعرا کے یہاں ایسی راعیاں ملتی ہیں۔“

میں سید صاحب کی خدمت میں لصد ادب عرض کرتا ہوں کہ چسپ اس کو

- (۱) ہدایہ دین رماعی کہ آں را دویتی و تراہ بیرگویدا ہر ہرج ہر ہرج یروں
می آید و آں را عجم پیدا کردہ اند و برہیت و چہار لوح آوردہ -
(عروض سنی مالیت ۵۹۹ ص ۵۵ طبع ایستادگاہ سائنسی کمال شہر)
- (۲) مایدانست کہ درں دویتی را کہ رماعی و تراہ بیرمی گوید آں اشعارے
عجم ار وزن احم و احرب ہرج متش بر آوردہ اند -
(ص ۵۵ تنقید الدردار قصائی تالیف ۱۹۹۹ء)
- (۳) سایدانست کہ رماعی را اشعارے عجم اختراع نمودہ اند و آں را تراہ و
دویتی نیز نامند - (ص ۵۵ حدائق اللغات مطبع کرمی - لاہور ۱۹۹۲ء)
- (۴) کرامت علی اس رحمت علی حبیبی سوپوری - مسٹر شہر فراسیسی کے
لیے اپنے قیام ترمیم کے زمانے میں ایک رسالہ قواعد عروض و قوافی یا زری لکھتا
ہو جس میں مررا البواقام قائم مقام کی طرف بھی خطاب ہو۔ اس کا ایک نسخہ
مائب میں طبع شدہ میرے پاس ہو۔ جس پر تاریخ طبع درج نہیں۔ اس
رسالے کے صفحہ ۸۲ پر عبارت دیل ملتی ہو -
- ”فصل شانز دہم در بحر رماعی و آراء دویتی و تراہ بیرگویدا و آں پیدا
کردہ حجم است“
- (۵) داوراں رماعی کہ آراء دویتی و تراہ گوید اہل عجم ار بحر ہرج بر آوردہ
اند - (عنوان ۵۹۹ ص ۵۵ طبع امن بیاب)
- (۵ ب) ”درں تراہ کے مخترع اشعارے عجم ہں“ (قواعد العروض و قدر لکھائی)
- (۶) ”اور یہ رجاء کہ اس درں میں مستقل اشعارے عجم ہں اشعار عرب
میں نہیں اور یہ درں رماعی اشعار عرب میں نہ تھا۔“
- (ص ۵۵ مقیاس الاشعار ۱۹۹۹ء)

آگے بڑھ کر سید صاحب الہ آباد کرتے ہیں ” اور اس سے ماوراء تر دعوئے
یہ ہو کہ چار بیٹی کی اس کوئی سال نہیں یا کی حالتی۔ حالانکہ ایسی راعیاں اس کے
چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوں دعویٰ کی لہاب الہ آباد کے قدام کے حالات میں
دس بارہ سے زیادہ ہیں۔“

مجھے افسوس ہو کہ سید صاحب میرا مطلب ماکمل نہیں سمجھے اور انھوں نے
محقق طوسی کے بیان پر جو میرے دعوئے کی سند ہو کافی عور کیا۔ جس چار مصرعوں
دالی راعیوں کو سید صاحب چار بیٹیاں کہتے ہیں وہ تو دو بیٹیاں ہیں۔ کیونکہ
دو متشبتوں کی شکل میں لکھی حالتی ہیں۔ حالانکہ چار بیٹی چار مصرعوں کی صورت
میں لکھی حالتی تھی جس طرح کہ میں نے تعمید سرائی میں سمجھا لے کے واسطے اوشکور
کی راعی کو لکھا ہے۔ یا جس طرح خود سید صاحب نے میری تقلید میں ص ۷۷ پر
ردو کی کی مفروضہ راعی کو اور صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۵ علی راعیوں کو نقل کیا ہے۔ یہ
ہر صیغہ شکل چار بیٹی کی۔ اور جب چار بیٹیاں اس طرح لکھی ہوئی ہیں بلتیں
تو میں نے کیا غلط کہا جب یہ کہا کہ قدیم چار بیٹی کے اصلی نمونے ہم تک نہیں
پہنچے۔ چار قادیوں والی راعیاں مصرع دو بیٹیاں ہیں جس طرح تین قادیوں والی
حصی راعیاں ہیں۔

سید صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ چاروں مصرعوں میں قادیوں والی راعیاں
لہاب الہ آباد میں قدام کے حالات میں دس بارہ سے زیادہ ہیں۔ میں نے
بھی قدام کے ذکر ہی میں کہا تھا کہ سب سے قدیم راعی مجھ کو اوشکور ملٹی کی
صفحہ مصرع بی راگوید کہ مصرع قایت نگاہ داستہ آید جاکم ابیات سربڑی
قصیدہ لودجی ددی راگوید کہ مصرع سوم اور قایت ماحد (صفحہ ۷۵) حدائق السحر
تعمید الدین وخواط۔ مرتبہ عباس اقبال

اس کے بعد سوال کیا ہوا (کس عہد تک کے قدامت تمام ترجہاڑی کہتے تھے جس کے چاروں مصرع ہم قافیہ ہوتے تھے، یہاں میت کی جگہ مصرع لکھا سید صاحب کا سہو قلم ہے۔ عہد کائناتیں کرنا رادنتوار ہے۔ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ سب اصول مہتمات کا عام رواج ہو گیا اور مرعات متروک ہو گئے۔ چہار میتی کو سیر ماد کہہ دیا گیا اور دو میتی لے اس کی جگہ لے لی۔ میں قدامت کے متعلق اس سے قبل کچھ اشارہ کر آیا ہوں۔ یہاں اسی قدر کہا کافی ہو گا کہ اس قدامت کا رواج بھی وہی ہے جو اس قدامت کا ہے جس کا ذکر خود سید صاحب نے ایسی تالیف میں کیا ہے۔

حب فرمایا ہے۔

(۱) "عنونی کی لباس الالاس کے قدما کے حالات میں ومیرہ (حیام ص ۲۲۵ تا ۲۲۶)
(۲) "تہ زماعی (جہار مینتی) کہنے والے قدما عنونی کے شاعر تھے" ام (حیام ص ۲۲۷)
(۳) قدما کے کلام میں عربی و ترانہ کا لفظ سادہ سادہ آتا ہے" (حیام ص ۲۲۷)

مفعول فاعلات معامیل فاعلات - لیئے مصارع احزاب مکتوف مقصود
حورامی کے درں سے کیوں دور ہو۔

سید صاحب کی حلد ماری ملاحظہ ہو کہ حطلہ کی اس مودعہ رماعی کو دیکھ کر
دور آنہ بطریہ میں کر دیا۔ "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رماعی کی تاریخ رود کی ملکہ
الودف اور اس الکعب سے بھی پہلے شروع ہوتی ہو اور سامانی ملکہ صغاری
کے سوائے طاہری دربار کو اس کی اولیت کا فخر پہنچتا ہو۔" (صلح ۲۲۷ حیا م)
اس جب یہ ثابت ہو گیا کہ حطلہ کی رماعی سچی رماعی ہیں تو یہ اولیت کا
فخر کس دربار کی طرف منتقل کیا جائے گا؟ سیماں اعظم ارشاد فرمائیں۔

مقیّد سترالجم (صلح ۲۲۸ اردو) میں ایک موقعے پر میں نے فرجی کا ایک
شعر و طلب شاعر کی بہت محبت رماعی گو دکھائے کے لیے نقل کر دیا تھا۔
جو حسب دہل تھا۔

اردو لآرامی و لمری یوں عرہائے تہید و رد لا ویری و حوی یوں ترانہ و طلب
اس کے تعلق میں سید صاحب ارشاد کرتے ہیں۔

"یرویسر شیرانی نے مقیّد سترالجم کے پہلے عمر میں اس شعر کو کہیں سے
نقل کیا ہو۔ مگر ایسے متن کا واحد ہیں تا یا ہو حواسدی کے متن سے بہت کچھ
مختلف ہو شیرانی صاحب لکھتے ہیں۔

اردو لآ ویری و لمری یوں عرہائے تہید و رد لا ویری و حوی یوں ترانہ و طلب
لظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یرویسر صاحب نے کسی شاعر واحد کو سامنے رکھا ہو جس
نے فرجی کے قدیم الفاظ میں شاعریں کے محاوروں کے مطابق فقرہ صا
ر دیا ہو۔" (حیا م ص ۲۲۹)

کسی شاعر کا شعر نقل کرتے وقت ہمارے ہاں یہی دستور رہا ہو کہ شعر

ٹی ہے۔ لہا لالاب موجود ہے اور میں سید صاحب کو دعوت دیتا ہوں اگر وہ اس میں سے دس مارہ درکار ایک رماعی بھی اوشکور کے عہد سے قتل کی کال کرتا دیں گے۔ مگر دستاویزی یہ ہے کہ ہمارے محرم ہر چار مصرعوں کو عام اس سے کہ وہ رماعی کے درں میں ہوں یا نہ ہوں رماعی کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ ایسی رماعیاں لے شک دس مارہ کیا درحوں بھل آئیں گی، لیکن ادنیٰ و عروسی نقطہ نظر سے بلکہ روحاً بھی رماعی وہی ہے جو بھر ہرج کے احوب و احرم شعروں کے چومیں اور ایں مقررہ میں سے ہو۔ مگر سید صاحب جو حیا کی رماعیوں پر مقدمہ لکھ رہے ہیں ایسی اس فرد گر اشت کا مطلق احساس نہیں کرتے ایک موقع پر رقم پر دار ہیں۔

”لہا لالاب عونی میں حطلہ مادھسی کی حسب دیل دوہیتی ملتی ہیں جو رماعی کے درں پر ہیں۔“

یارم سید اگر حیرہ آتش ہی فگندہ اور ہرستم تا رسد مرد را گرد
اور اسید و آتش ماید ہی ککار ماروی سچو آتش ما حال یوں (سید)
(حیا ص ۲۳)

اں دو شعروں کو جو عونی دوہیتی ہیں مانتا۔ چاہیہ اس لے ”ایں دوہیت“ (ص ۲۳) لہا لالاب (لکھا تھا سید صاحب لے دوہیتی تو عونی کی تقلید میں لکھ دیا۔ لیکن الفاظ ”جو رماعی کے درں پر ہیں“ ایسی طرف سے اصاحہ کر دیے حالانکہ یہ شعر رماعی کے درں پر ہر گر ہر گز نہیں۔ رماعی کے اوراں بھر ہرج سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ایات بھر مصارع میں دافع ہوتے ہیں۔ اں کا دڑں ہے۔

لہا لالاب میں ’وں‘ میرا اصاحہ ہے۔ اس کے لیروں غلط ہو ما ہے۔

وہی کامقولہ مالا شعر بھی ضرور ہو کہ اسی درں میں ہو چماچہ طعین ۔
از دلارا فاعلات ، می می معزی فاعلات نوں عربا فاعلات ، اے ہتھید فاعلات
وزد لآوے فاعلات ، ری می حونی فاعلات ، چو تراما فاعلات ، لوطک فاعلات
یسی وہی رمل متش مقصور یا محدود ، اب سید صاحب کے روایت کردہ شعر
کی تقطیع ملاحظہ ہو ۔

ر دلا وے فاعلات ، رمی ترری فاعلات ، ع عربا فاعلات ، ع ہتھید فاعلات ،
وزد عمارا فاعلات ، م می حوتی فاعلات ، چ تراما فاعلات ، لوطک فاعلات ،
اور درں ہو کھر رمل متش جنوں مقصور ۔ ملاحظہ دیگر درں ہی بدل گیا ہو یسی
سالم سے جنوں ہو گیا یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ حیوایات تمام قصیدے میں حسن
کے پچاس سے زیادہ شعر ہیں سالم آئیں اور ایک شعر میں محوں ہو جائیں ۔ ہدا
میں تو سید صاحب کے روایت کردہ شعر کو غلط اور بے سند کہوں گا ۔

قولہ ۔ ” عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ جوں کہ یہ چار مصرعوں سے مرک ہوتی ہو

اس لیے اس کو رامعی کہتے ہیں لیکن محذوں قیس راری نے
رامعی کی ایجاد و پیداہیس کے سلسلے میں لکھا ہو کہ اہل عرب اس کو
رامعی اس لیے کہتے ہیں کہ کھر ہرج حس میں رامعی کہی جاتی ہو چار اجزا
سے مرک ہوتی ہو اور اس لیے اس درں کا ایک مصرع عربی میں دو
جز کا ایک شعر ہوا ہو اور اس طرح چار مصرعوں میں چار شعر ہوجاتے
ہیں ۔ راری کے اس ماں کی تائید میا رالاتعار فارسی عروض کی ایک

قدیم کتاب مسئلہ سے ہوتی ہو ” ص ۲۲۲

اس موقع پر ہمیں دیکھنا چاہیے کہ محذوں قیس کا کیا بیاں ہو ۔ وہ کہتا ہو ۔
” و مستقر نہ آں را رامعی حواسد ار ہر آ کہ کھر ہرج در استعار عرب ۔ مریع الاحرا

نقل کرے سے قل اس شاعر کا نام دے دیا جائے۔ جیسا کہ میں نے بھی ایسا ہی کیا اور شاعر کا نام درجی دے دیا۔ سید صاحب کو اعتراض ہے کہ اس شعر کا کہیں سے نقل کر دیا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ کہیں سے تو کیا نقل کیا ہوگا، شاعر کے دیوان ہی سے نقل کیا ہوگا اور دیوان سے بہرہ واحد ہوگا ہی کیا۔ شاعر پر کے محاوروں کے مطابق اگر کوئی تصرف ہوا تو خود سید اس کے ذمہ ادا ہیں میرے ہاں جہاں پہلے مصرع میں 'دلآویزی' لکھا سید صاحب نے اس کی جگہ 'دلآویزی' سادیا۔ یہ تصرف کیوں کیا گیا۔ مجھے معلوم نہیں۔ مگر یہ تصرف ہر حال میں صحیح نہیں۔ کیونکہ دونوں مصرعوں میں 'دلآویزی' لکھ رہا تھا ہے۔

سید صاحب نے حسب روایت لغت فرس اس شعر کو یوں لکھا ہے۔
 دلآویزی و تری چو غزلہاے ہتھید و زخم اسحامی و دوستی جو نژاد و طلب
 میرا نقل کردہ شعر اگر اسدی کے متن سے نہیں ملتا تو اس میں میرا کیا تصور ہو میرے لیے ضروری ہیں کہ درجی کے شعر کے لیے اسدی کے لغت کی دونوں گردانی کردوں جس حال میں کہ دیوان موجود ہو اور چھپ چکا ہو۔ اصل یہ ہے کہ حسن شعر کو سید صاحب صحیح اور مستند سمجھ رہے ہیں۔ وہ یقیناً غلط ہے۔ اس غلطی کے ذمے دار خواہ ہمارے سید ہوں یا بال ہوں لغت فرس کا مرتب یا خود اسدی لغت فرس کا مصنف۔ شعر ہذا کوئی تہما شعر نہیں ہے بلکہ درجی کے قصیدے میں آتا ہے یہ قصیدہ بحر رمل متسنن محذوف میں ہے، جس کا درجی فاعلاتن فاعلاتن فاعلن، اور مطلع ہے۔

دوست دارم کو دکھیں بریجا دہ لب ہر کجا ریشاں یکی میںی مرا آجا طلب،

سلا دیوان درجی مرثیہ عبدالرسولی، سلا سلمہ۔ مطبوعہ مجلس دایمان، ص ۱۱۰ دیوان حکیم مسیحی ص ۱۱۰ طبع ممبئی۔

قول - سوال یہ ہو کہ دو دوسرے کا اس طرح ایک ایک سر پہنچا آیا فارسی میں تھا اور اس لیے اس کو بھی چہار منی کہتے تھے۔ یا عربی میں اور اس لیے اس کو رباعی کہتے تھے مؤلف معیار الاستعارے صرف قدا لعی پہلے لوگ لکھ رہے تھے فارسی و عربی کی محرابیں نہیں نکلتی۔

(حیام ص ۲۷۲)

مؤلف معیار الاستعارہ کے میا مات تو ہمیشہ ٹھیک ٹھیک راست ملا کم و کاست مسمیٰ پر حقیقت ہوئے ہیں لیکن سید صاحب کی اس کتاب کے ساتھ عدم واقفیت نے بے تنک انھیں غیر حقیقی المصنوع میں مبتلا کر دیا ہے۔ محقق طلوسی کی یہ تالیف فارسی کے ساتھ ساتھ عربی عروض کی بھی حد اکابرہ توضیح کر رہی ہے چنانچہ دیباچہ کی عبارت ہے -

”ایں مختصر لیست در علم عروض شعر تباری و فارسی کہ مالہماں بعضی دوستان مرتب کردہ شد۔“

مفسر کا قاعدہ ہو کہ پہلے ہر بحر کے عربی صوالط و ادراں و امثال بیان کرتا ہے اس کے بعد فارسی ادراں اور امثال دیتا ہے۔ سید صاحب اس کو محض فارسی عروض کی کتاب (صلیٰ حیام) بیاں کرتے ہیں۔ اسی لیے سید والا مبرا کا یہ قول کہ ”مؤلف معیار الاستعارے صرف قدا لعی پہلے لوگ لکھا ہے جس سے فارسی و عربی کی تخصیص نہیں نکلتی۔“ فاصل موضوع اس سے زیادہ اور کیا تخصیص کرتے کہ دودھ کا دودھ اندریابی کا یا لی الگ الگ دکھا دیا ہے ہر بحر کے عربی ادراں میں انھوں نے رباعی کا مطلق ذکر نہیں کیا اور فارسی کے ذکر میں لکھا جس سے بڑھے والے یہ صاف روتے ہو کہ رباعی فارسی الاسل ہے اور عربی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں سید صاحب اس سے زیادہ اور کیا تخصیص چاہتے ہیں۔

آدھہ است۔ لس ہریت اریں ورن دو بیت عربی ماستد“ (ص ۹ المعجم)
 اس کا ترجمہ - اور عربی حواں اسے رماعی کہتے ہیں کیونکہ کھر ہنرج عربی
 استعار میں مرع الا حرا (مرع الارکاں) آتی ہو یں ہریت اس د ر
 (رماعی فارسی) کا عربی کے دو بیت کے برابر ہوگا۔

رازی کا یہ بیاں سید صاحب کے بیاں سے بالکل مختلف ہو۔ اس کا
 مدعا تو یہ ہو کہ چونکہ کھر ہنرج عربی میں مرع الارکاں آتی ہو اس لیے اس کا نام
 رماعی رکھ دیا۔

لیکن میں یہ توجیہ ماسے کے لیے بیارہیں کہ چون کہ ہرج عسری میں
 مرع الارکاں آتی ہو۔ اس سبب اس کو رماعی کہنے لگے۔ ہرج دہرے میں مسدس
 ہو۔ اگر سہ بنا میں مخر ہو۔ دوسرے عربی میں ایک یہی بھر نو ہو ہیں جو مرع آتی ہو
 اس میں تو اکثر عربی مرع استعمال ہوتی ہیں بھر ہرج کی کیا خصوصیت رہی۔ اس
 کے علاوہ رماعی کی استعار فارسی سے ہوتی ہو نہ عربی سے۔ اس لیے اس کا
 نام رماعی رکھنے میں عربی حواںوں نے چارہیتی کی تقلید کی ہو۔
 محقق طوسی کی تالیف معیار الاستعار سید صاحب کے خیال کی ماسید
 میں کہتی اس میں مذکور ہو۔

”تراہ راقدا یہ چارہیت می گرفتہ اند و آرا چہارہیتی حواہ دساری رماعی“
 می قدما کے نزدیک رماعی چارہیتیوں پر مشتمل تھی۔ اس لیے اس کا نام چہارہیتی
 رکھ دیا اور عربی میں رماعی۔ ہند اسید صاحب کا یہ بیاں کہ رماعی کا نام رماعی
 اور مصرعوں کی دھ سے ہیں ہو بلکہ چار مصرعوں کے چارہتر ہو۔ لے کی دھ
 سے بالکل لے بنیاد ہو۔ صحیح وہی ہو جو محقق طوسی کے بیاں سے مستطہ ہوتا ہو
 ہی ایما یوں نے اس کا نام چہارہیتی رکھا اور عربی دانوں نے تقلید رماعی کہا

دوں میں اشتعار نہیں لکھیے۔ اللہ عہد حاضر کے اربابِ دوق نے اس کی طرف اقدام کیا ہے۔ چنانچہ عربی راغیاں تمام ممالکِ عرب میں رائج اور مشہور ہو گئیں۔ ایسے صاف اور صریح مبالغے ماحولِ سید صاحب کس طرح یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ یہ راغی گو دما عربی کے شاعر تھے۔

شمس قیس کا دوسرا بیان یہ ہے

”بحقیقت بیچ درں را درواں مستدع و اشتعار محض ہے کہ لعدار حلیل احداث کردہ اند دل مردیک تر در طبع آدیر مدہ ترا بریں میست۔ (صفحہ ۱۸۵ لہجہ) یہ مبالغہ بھی سید صاحب کے دعوے کے خلاف ہے۔

شمس قیس کا تیسرا بیان راغی کی ایجاد شاعر متہور رودکی کی طرف مسوب کرتا ہے۔ جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:-

”دیکی ار متقدماں شعراے محم و پیدارم رودکی و اللہ اعلم اروع احرم و اخیب اس بحر ذی تخریج کو وہ است کہ اس را درں راغی خوانند“ (صفحہ ۱۸۵ لہجہ) حب راغی کی ایجاد برداشت شمس قیس رودکی کی طرف مسوب ہے تو بھیر ہمارے سید محترم کس طرح دما عربی کی طرف مسوب کرتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ خود محمد اس قیس کو ایسے بے سند دعوے کا مدار علیہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد اس قیس راغی نے تصریح کی ہے کہ یہ راغی (جہاں رہتی) کہنے والے قدا عربی کے شاعر تھے اگر راغی نے کوئی ایسی تصریح کی تھی تو سید صاحب کو حلیہ تھا کہ اس کی اصل عبارت نقل کر دیتے۔

عربی کی طرح فارسی اہلِ عرصہ بھی اک لفظ کے ٹکڑوں کو لڑا کر کبھی دو مصرعوں میں ماسختہ تھے اس سے میں سمجھتا ہوں سید صاحب کا مطلب اشتعار مستند سے ہے۔ ایسے اشتعار عربی کی تقلید میں قدا راغی میں رائج تھے زیادہ تر

قولہ۔ مگر محمد اس میں راری نے مصرع کی ہر کہہ رباعی (پہا ربی) کہنے والے
قدما عربی کے شاعر تھے۔ کیونکہ اس کا ثبوت ہمیں ملتا کہ عربی کی طرح ذاتی
اہل عرب بھی ایک لفظ کے عربوں کو تو ذکر کبھی دو مصرعوں میں مانے
تھے۔ (ص ۲۲۲ حیا م)

عربوں کے میدان میں یوں تو کئی حیرت انگیزوں کی داعی پیداوار اور وہی
یادگار کی حیثیت سے شمار کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً نحو قریب و جدید و مناسک سرائ
کی نو ایجاد اکیس ہجریں جو دائرہ معاصرہ و مصلطہ سے تعلق رکھتی ہیں لیکن
اس کی افادہ و وقت قابل ذکر نہیں۔ لے دے کہ کوئی کام کی حرج و ایرانی
اضافے کے طور سے تسلیم کی جاسکتی ہو متبوی اور رباعی ہر مگر دیکھا جاتا ہو کہ ہائے
سید والا نشان نے میکس حبیب قلم رباعی کی ایجاد کی عرت سے اخص محروم کر دیا۔
اور یہ ارشاد کر دیا کہ رباعی کہنے والے قدما عربی کے شاعر تھے۔ جو حق قسمتی
سے سد صاحب اس عقیدے میں مائل تھا ہیں حتیٰ کہ محمد اس قلیں بھی جس کی
میتہ تصریح پر سد صاحب یہ رائے قائم کرتے ہیں اس کے مائل برخلاف ہو۔
دیل میں مصنف موصوف کے مین محلف بیاں جس میں سے ہر ایک سید صاحب
کے مرعومہ دعوے کے مخالف ہو۔ نقل کیے جاتے ہیں۔

مدلیکس حکم آنکہ رحانی کہ دریں درں مستعل است در اشعار عرب مودہ است
در قدیم بریں درں شعر تازی نگفتہ اند و اکوں محمدتاں ارباب طبع راں اقصائی تمام
کردہ اند و راعیات ماری در ہمہ ملا دعوت شائع و متداول گشتہ است۔

(صف ۱۷۱ العنم فی معایر اسعار العرب)

اس کا ترجمہ۔ لیکن چونکہ ایسے رعات جو اس درں (رباعی) میں استعمال
ہوتے ہیں۔ یا اشعار عرب میں نہیں آتے۔ عہد قدیم میں ماری گویوں سے اس

شاید دیگر - هر که مدعو است

اس ستر میں 'ار' لعرص تقطیع مامل مصرع اول ہے

مقالہ شہرِ مملکت - ۵۔ لومدہاں میں لوہار یہاں لو

یہ تیس رکن کا پورا شعریہ جس کا مصنف میں نہیں۔ عربی تقلید میں مدح لکھی گئی ہے یہ مصیدہ لکھا تھا۔

قولہ :- یونانی یا پانچویں صدی کے مترا، فارسی پہلے دوسرے اور چوتھے
مصرعوں کے ساتھ تیسرے کو بھی اکثر ہم قافیہ لایا کرتے تھے مگر اس کا قطعی لروم
اس کے ہاں بھی نہ تھا جیسا کہ رودکی، فردوسی، عسکری وغیرہ کی رباعیوں میں کبھی
تیسرے مصرع میں قافیہ ہی اور کبھی نہیں ہے۔

اس مارے میں ڈاکٹر سحیح محمد اقبال فارسی پروفیسر صاحب لویو سٹی کی رائے

میرے خیال میں زیادہ دینی ہے۔ ان کامیابوں کے ایک رماعی حتیٰ زیادہ قدیم ہوگی گماں غالب ہے کہ وہ مضمرع ہوگی۔ حتیٰ متاخر ہوگی اسی ہی حصی ہوگی ہیں

عصرِ ماضی کو مضرح اور عصرِ ماضی کو عصرِ ماضی کہوں گا۔ جو بھی اور ماضیوں صدی میں الیم

مضرع راعیاں رائے میں مثلاً شعراے عہدِ عرب کے دواؤں میں سے عمدہ

کی ۳۶، مایوں میں سے ۳۳۔ فرجی کی ۳۷ میں سے ۳۶، صرر کے

ایک میں سے ایک۔ الوالہ جرح رونی کے مال میں سے ایک سٹارٹاں تیری

کے ہاں ۱۵ میں سے گیارہ۔ اور مسعود سعدیہاں کے ہاں ۲۲۰ میں سے ۲۱۹

راعیاں مضریع ہیں۔ اس سے ہم یہ ارے قائم کرتے ہیں کہ جو بھی بادشاہ یا یوز

صدی میں مقررہ بنائیاں کہنے کا دستور لہر دم کی حد تک عام تھا۔ ان میں غیر مقررہ

رابعیوں کا معمول حالی اور اشتہار ہیں۔ جلد دوم کتاب الالہات میں شتر ہے۔

ابھی ایام میں جس شترگوئی کا مدار اکثر و بیشتر مرعات پر تھا۔ استعار معقد میں مصرع اول مصرع دوم سے لفظاً و معنیاً وابستہ ہوتا ہے۔ ہر مصرع مرکب غیر مفید کا حکم رکھتا ہے جس تک دوسرا مصرع ساتھ نہ بڑھا جائے مات با تمام رہتی ہے۔ اس لیے کئی موقعوں پر ضروری ہو کہ دونوں مصرعوں کو ساتھ ملا کر مثل ایک مصرع متشکے بڑھیں۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ یہ استعار معقد میں حو فارسی میں اصول متمات کی دریافت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ حتمات کی دریافت بے فارسی عروض میں القلاسیط عظیم پیدا کر دیا۔ اور ان مرلہ کا رواج متروک ہو گیا ان کے ساتھ ہی استعار معقد بھی حومتی اور مرلہ و مثلت ہوتے تھے عامک ہو گئے محقق طوسی نے ان کی بعض مثالیں ایسی تالیف میں محفوظ رکھی ہیں جس میں سے کچھ اس سے بیشتر اسی مضمون میں نقل ہو چکی ہیں بعض یہاں درج کی جاتی ہیں۔

مثال ہر مرلہ سالم -

بیاد آں سے کہ بیداری رواں یا قوت مالستے
دیباچوں مرکبیدہ تیج یسین آفتابستے

آخری شعر میں تیج کا تیس دور کی رُو سے دوسرے مصرع میں شامل ہو رہی کہ یہ قطعہ بالعموم شش بھل میں لکھا جاتا ہے جس سے تمام قطعہ مصرع ہو گیا ہے حتیٰ کہ حدائق اشعر میں بھی اس کو شش ہی درج کیا ہے۔ لیکن معنی طوسی نے مذکورہ بالا شعر مرلہ کی مثال میں نقل کیے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعہ اصل میں مرلہ تھا۔ اور متمات کے رواج کے بعد اس کو بھی شش سا لیا گیا۔

مثال دیگر - وہ ستادیم رستی

یہ دو رکعی شعر ہے جس کی تقطیع ہے وہ ستادی معلات، م رستی معلات،

سعدی شوالیم ۵۷۳

دوں رماعی میں ہو غیر مصرع ہو حوصلہ یوں کی تشریح میں دیا گیا ہے۔
جیسا کہ -

ترسم کاں دہم تیر حیرت دوی دہم ہمہ ہمدواں سور و سوں
یہ سمجھا جائے کہ یہ شعر کسی رماعی سے لیا گیا ہو بلکہ فردیات سے تعلق رکھتا
ہو اور اں رماعی میں مفعول اشعار بھی لکھے جاتے رہے ہیں۔ میں ایک مثال
رود کی کے ہاں سے دیتا ہوں -

اند رعم رحاں ستاں کر چو توے حال مندوار حال تو سترم بداشت
گلستاں سعدی میں ایسے فردیات کی مثالیں کثرت موعود ہیں۔

علیٰ ہدایت مینہ القصر من ماحرری لے جو عربی اور فارسی باعیاں صبح کی
ہیں تمام و کمال مصرع ہیں۔ ملاحظہ ہوں صحاۃ ص ۱۷۱ - ص ۱۷۲ - ص ۱۷۳
۲۶۹ - اس لیے کہا جاسکتا ہو کہ رود کی درود سی و عصری و غیر ہم کے ہاں
غیر مصرع رماعیوں کا موعود ہونا اس امر کی دلالت کرتا ہو کہ وہ ان شعرا کی
اصلی رماعیاں ہیں بلکہ متاخرین لے ہوواں کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ رود کی
کی حسن قدر رماعیاں سید صاحب لے نقل کی ہیں یقیناً مستقیم ہیں اور یہ
ابھیں خود بھی تسلیم ہو۔ اسی قسم کی ایک رماعی تمس قیس لے المعجم میں حسادیل
دی ہو -

واجب بود کس بر افعال دکریم واجب باشد ہر آئینہ مست کریم
تقصیر کہ در جاحد در ما واجب من در واجب چگونہ تقصیر کم
(المعجم ص ۱۷۲)

ملہ اعمال و اشعار الوعدہ الدھن من محمد رود کی جلد دوم ص ۱۷۱ ار سید عیسیٰ طبرانی ص ۱۷۲ -
فرجی لے ایک قصیدہ دوں رماعی میں لکھا ہو۔ اس کا پہلا مصرع ہو ع سڑی گڑ ماہ واد میر

آل ساماں دستر لے آل ماصر کی رامعیاں جو تفصیل دیں ہیں سب کی سب ملاحظہ
مضارع ہیں۔ جیاچہ --

الوشکور لمحی، ایک - ص ۲۱ - عمصری، ایک ص ۳۲ - الودعہ الشد محمد المعروف
مردودہ السلی کے ہاں پانچ مختلف مضارع متر مردوں رامعی ص ۴ - فرعی، ۴
ص ۵ - الودعہ الشد محمد الرحمن بن محمد العطار دی، ۲ ص ۵۴، ابو الحرث حمہ بن محمد
الحقوری الہروی، ایک ص ۶ - الوالمصور عبد الرتید بن احمد بن ابی یوسف
الہردی، ایک، ص ۶ - مسعود الراری، ایک ص ۶ - ماصر لعوی، ایک ص ۶
یہ رامعی سلسلہ میں امیر محمد بن محمود کے قید کیے جانے کے موقع پر لکھی گئی
ہو۔ محسن قزوینی، ایک ص ۶ - بن احمد الدردی الغزنوی، ایک ص ۶ -
لغت دس میں تین رامعیاں میری نظر سے گریں اور تینوں مضارع ہیں
پہلی لست کی شرح میں ص ۶ پر لسنی کی - دوسری، روستیدوں کی تشریح میں
ص ۵ پر مسجدی کی - اور تیسری ابو المودید کی، ملک کی تشریح میں جو حسب
دیل ہو

صغریٰ مرا سود نزار د ملکا در دسرس کماست ماسد ملکا
سوگند عورم بہرہ ہستم ملکا کر عشق تو نگد احنہ آم جوں ملکا (ص ۶)
لغت دس میں تو یہ رامعی سب سے قدیم مالی حاسکتی ہو۔
رامعی کے ورں پر بعض شعر بھی اسی درہنگ میں ملتے ہیں۔ مثلاً شمارہ
کے ذکر میں ص ۳ پر عمارہ کا شعر مضارع اور ص ۲ پر 'خیر' کے بیان میں ابو الفتح
لستی کا مضارع بیت -

ہر جید کہ در ویش یسرف راید در جنیم لو انکراں ہمہ جیر آید
اور ص ۲ مرہ مالہ کے ذکر میں عمارہ کا شعر۔ لیکن دقیق کا ایک شعر اگر جیہ

دکر کیا ہو کہ میں نے اس سے پہلے اس طریقہ پر رما ہی
ہیں تھی۔ ”لہذا کی سمعت ھذا الطريقة“ یہاں تک کہ
سرے والد نے ابو العباس ماحوری کی حد رما عیاں اسی طرح کی سنیں
(ص ۲۲۲ حیا م)

”لہذا کی سمعت ھذا الطريقة“ کا ترجمہ سید محترم نے اس
الفاظ میں کیا ہے کہ۔ میں نے اس سے پہلے اس طریقہ پر رما عی ہیں تھی۔
لیکن یہ ترجمہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ عری عمارت میں رما عی کا لفظ مذکور نہیں۔
میرے نزدیک اس کا ترجمہ یوں ہو چاہیے کہ ”میں نے اب تک اس قسم کی
لطم ہیں تھی۔“ اور مصنف کا مقصد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیے عری
میں رما عی سے کاسر میں یہ پہلا موقع تھا جس کے والد نے ابو العباس
ماحوری کی اس طرح کی رما عیاں سائیں۔ ماحوری کی عمارت ہے۔

”لہذا کی سمعت ھذا الطريقة حتی التمدنی والدی لالی

العباس الماحوری رما عیات علی ھذا المصط“ (ص ۱۴۲)

اگر میرا یہ اختلافی ترجمہ قابل قبول ہو تو ظاہر ہے کہ رما عی کا تعارف اگرچہ
عری میں ہو چکا تھا مگر اس کا علم جو اس تک محدود تھا اور عام رواج میں نہیں
آئی تھی کیونکہ ماحوری حیا حاصل نہیں اس کے وجود سے۔ لے حرقہ ماحوری
کا یہ سیاں مجائے سید صاحب کی تائید کے اس کے اس قول کی کہ ”رما عی۔ کہنے
والے دما عری کے ساتھ ہے“ واضح تردید کرتا ہے۔ ”لما دمیة القصر میں اور
موقوفوں پر بھی فارسی کے ساتھ رما عی کے مربوط ہونے کی نسبت اشارے موجود
ہیں۔ حیا یہ ابو نصر تیمس اس احمد العری لای کے حالات میں مذکور ہے۔“ والمالہ
علیہ لسان الحمد درناصۃ ۱۴۸

مگر یہ رماعی غیر مصرع ہوئے کے علاوہ یحیاس میندی عونی الصاطیہ
شامل ہو جو یقیناً رودکی کے عہد کی رہاں ہیں۔ جلد دوم احوال و استعارہ رودکی
میں سعید بھٹی نے رودکی کی ہجویات کی مثال میں یہ رماعی نقل کی ہے۔ جو
شہ سے حالی ہیں۔

آں حریدرت بدست حاشاکے دی امانت دف و دور دیہ جالاکے دی
آں سرسگر گور ہا تارک جو اندی دیں مردہ جاہا تورا ک رودی
مشہد میں امیر الوصعروالی سیستان کی وفات یر صالح بلی یہ رماعی لکھتا ہے
”حان عم تویت ستدہ ویراں ماد حان طربت ہمیتہ آما داں ماد
ہموارہ سرکار تو مایکاں ماد تو میر تہید و دشمت ماکاں ماد“

قولہ۔ عونی کی رماعیوں میں چاروں مصرعوں کا ہم قافیہ لا ما اس لیے ضرور
تھا کہ اس کا ہر مصرع شعر ہوتا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ بعض حدیث
لے قافیہ کے ساتھ ردیف کی بھی شرط کر لی تھی “ (ص ۲۲۷ حیات)

رماعی کے معاملے میں عونی دا لے ہمیتہ فارسی کے مقلد رہے اس لیے
حب رماعی چار شعروں کی صورت میں لکھی جاتی تھی۔ یا حب دو شعروں کی صورت
میں مرقوم ہوتی تھی، عونی حواں ہر حال میں تقلید شعر لے فارسی کرتے رہے ہیں
یہی کیفیت ردیف کی ہے جو فارسی الاصل ہے اور عونی والوں نے تقلیداً اختیار
کر لی ہے۔ محقق طوسی کتاب معیار الاشعار میں رقمطراز ہیں۔

”ردیف در اصل خاص و در ماں یارسی و متاعراں شعراے عرب ار
یارسی گویاں مرا اگر متہ اند و بکار می دارد۔ معیار الاستعارہ و مران (الامکار ۲۶۲ طبع طوسی)
قولہ۔ ابو الجحس ماحمدی المتوفی ۷۷۰ھ لے اسی کتاب ”میتہ العصرین“

لے ص ۲۲۷ باربع سیماں تالیف در حدود ۱۲۴۵ ۲۵ء تصحیح ملک السعدی بہار۔ طہران ۱۳۷۲ھ

اوراں رماعی کہلاتے ہیں اور رماعی کا اطلاق ابھی اوراں یہ محدود ہے۔ عمارہ مروی کے اشعار کھر مصارع میں ہیں۔ اس کی تقطیع ہے۔

۱۱ محوت معول، دست ۱۱۱ فاعلات، متا سیبیں معاعیل، من مگر فاعل، گوئی ک معول، ۱۱۱ فاعلات، اب سیوست معاعیل، ماقر فاعل، اور دروں مصارع متمم مکفوف و محدود ہے۔

رماعی کے مختلف ناموں کے ذکر میں ہمارے سید والا ساں قالوس نامہ عصر المعالی امیر کیکاؤس سے مثالیں دے کر عرل و ترانہ کو ایک ہی اصطلاح موالے کی کوشش میں مصروف ہیں چنانچہ

قولہ۔ "نابسی ویم ادا آیں ویم شاعری" میں مختلف اصناف سے سلسلے میں "عرل و ترانہ" کہا ہے "اگر عرل و ترانہ گوئی ہل و لطیف و گوئی و لدوانی معروف گوئی" یہ آگے چل کر ہے۔ "عرل و ترانہ روادار گوئی"

(ص ۱۲۲ معنی)

معنی یہ ایسی دھری ہو کہ اٹھائی ہیں حاتی ۱۱۱ کسی حالت میں بھی سید صاحب کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتا کہ امیر کیکاؤس نے اس فقرہ میں عرل کو برائے کا مرادف سمجھا ہے۔ عرل و ترانہ میں حط کر دینا اور یہ سمجھنا کہ چونکہ دونوں معطوف و معطوف علیہ ہیں۔ اس لیے معنوں میں مشترک ہیں صریح مسلمات سے انکار کرنا ہے۔ عرل و ترانہ سے عصر المعالی کی فراہمی مشہور دو اقسام نظم ہیں جو عرل اور رماعی کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ یہاں سید صاحب ایک شدید قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اسی سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قولہ۔ "مخدوس قیس راری لے معجم (سلسلہ ۶۲) میں درادار سے

مچھڑیں انی نصر کے ذکر میں مرقوم ہو۔ ”لنا رماعیات فی العارسیۃ
رقیقہ واحتراعات دہا دقیمۃ“ ۲۶۵ اسی طرح صفحات ۱۶۱، ۲۲۲
۲۶۲، ۲۶۵، ۲۹۶ و ۲۹۷ پر فارسی کی متعدد رماعیاں اور ان کے عربی ترجمے
مقول ہیں۔

اس کے بعد فاضل سید دمیتہ القصر سے عربی کی پانچ مصرع رماعیاں
نقل کر کے دواتے ہیں۔

”آپ دیکھیں کہ اس سب رماعیات کے چاروں مصرعوں میں قافیہ ہے
حالانکہ اسی عہد کی ملکہ اس سے پیشتر کی فارسی رماعیوں میں اس کی نادر
مطلق نہیں ہے۔ عمارہ مردوی جو چوتھی صدی کے اداسط میں تھا، کہ اس
نے سامانی و عربی دونوں درباروں میں ربح یا پڑھا، کہتا ہے۔
آں می دستاں متعینیں منگر گوی کہ آفتاب دیوسب مافر
وان ساعوی کہ سارہ مغلکدو برد مرگ گل سیداست گوی ملالہ
بیلر۔ راع قاف سے حالی ہے۔“ (صفحہ ۲۲۵ حیات)

چاروں مصرعوں میں قافیہ آئے کی وجہ یہ ہے کہ اس عہد میں تقلید چہارتی
دویتی یا مصرع رماعیاں کہنے کا دستور تھا۔ فارسی شاعر بھی ایسی دو بیتوں
میں چار قافیہ ہی لاتے تھے جیسا کہ اس سے قبل گراںس ہو چکا ہے۔ سید
صاحب کے وہں میں جو تین قافیوں والی غیر مصرع رماعیاں ہیں وہ درحقیقت
رمانہ نالعد کی پیداوار ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ اور ان غیر رماعی کو اور ان رماعی کے
ساتھ خلط ملط کر رہے ہیں۔ چنانچہ عمارہ مردوی کے تین قافیوں والے اشعار
مالاکو رماعی تصور کر رہے ہیں۔ حالانکہ رماعی کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اصل
میں بھر ہرج کے مارہ احرب اور مارہ احرم اور ان جس کی میراں چو میں ہوتی ہے،

عائی ہیں (اس کے بعد بطور حملہ معترضہ کہتے ہیں) اور دستور یوں چلا
س جس (لحوں) سے جو کچھ عربی اشعار میں بٹھایا جائے، اسے قول
؛ گویا مصنف کے نزدیک قول اس راگ یا سرود کا نام ہے جو عربی
ما بٹھایا جاتا ہے۔ اس مارے میں اہل لغت بھی مصنف کے ساتھ متفق
ہے کہ نزدیک قول ایسا سرود ہے جس میں عربی عبارت متاثر ہوئی ہو۔
اصطلاح موسیقیاں اسے اس سرود کہ دراز عبارت عربی ببرد اصل
اسی لیے قول گائے والا قول کہلاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قول
مصنف کے نزدیک ترانہ یا رماعی سے ماکل مختلف چیز ہے۔

آگے شمس قیس کا بیان ہے کہ جو "لحیں فارسی مقطعات" یعنی اشعار
نئی حائیں انھیں قول کہتے ہیں۔ اس سے مطاب شعر کی قول نہیں بلکہ
کی۔ اس محلے میں مقطعات کی اصطلاح تشریح طلب ہے فارسی لغات
ہے۔ "مقطعات شعر" اسے سک درں و اشعار بحر بحر" اس جاسے کے
س کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ فارسی کے سک اوراں اشعار میں
اہر اسے قول کہتے ہیں شیخ بہار الدین مرادی متوفی ۷۳۵ھ جو موسیقی
حیرہ کے بعد امام س کا رتہ رکھتے ہیں۔ قول کی تشریح یوں کرتے ہیں
ہ قسم جو جس میں ایک قول یا اس کے استعجالی آیات سادہ راگ اور
، بعیر تا مائی کے مادہ دیں۔ اس قسم میں پردہ ولایتی معلوم کر دیتے ہیں
، اقسام میں نہیں لاتے۔ اس کو حکری اور تسدید سے زیادہ ثابت
صنعت اور پٹیل کاغ میگزین میں ۱۹۲۶ء (۶۷۹)۔

اس کے بعد مصنف ممدوح کہتے ہیں کہ "اہل دانش لے اس درں
رں رماعی کی لحوں کا نام ترانہ رکھا ہے۔ جسے مسند شعر فارسی دو

دق سے اس کے (یعنی رماعی کے) حسب دلیل نام ثنائے ہیں -
قول ہر صیاد اداں جس را یاات ماری (عربی) سارہ آراول گوید
غزل - دہرچہ مرتقطعات پاری مانند آراول خواہد -
 ترانہ :- اہل دامن طوالت این درں راتراہ نام کردد -
دوبیتی - دستر محمد آراودیتی خواہد رلے آلمک ساری آں مردود
 بیت پیش نیست -

رباعی - دسترہ آں را رماعی خواہد ارہر آلمک سحر ہرچہ در شکار
 عرب حریح الاحرا آدہ است! پس ہر میت اریں درں دو
 بیت عربی مانند - (صفحہ ۹)

قدما کے کلام میں قول و ترانہ کا لفظ ساتھ ساتھ آتا ہے جس سے معلوم
 ہوتا ہے کہ اس جہد تک قول کی موجودہ اصطلاح یکتہ نہیں ہوئی تھی (لکھنؤ احیاء)
 سید صاحب قول و قول و ترانہ کو مرادف شمار کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسی
 غلط فہمی نہ قدما میں تھی نہ متاخرین میں۔ یہ اصطلاحیں بہتہ جدا جدا مانی گئی ہیں،
 مانی جاتی ہیں اور مانی جاتی رہیں گی۔ یہیں یقین ہے کہ سید والا ماقب کو ایک شخص
 بھی ان کی رلے کا موید نہیں ملے گا۔ اسی طرح میرے محدود تمس قیس کا اصل
 مطلب سمجھے میں قاصر رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان اصطلاحات میں تمس قیس
 لے را در اسے فرق سے رماعی کے نام دیے ہیں۔ حالانکہ تمس قیس کی مراد
 بالکل مختلف ہے۔ مصنف موصوف رماعی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -
 در حقیقت ان تمام لوا ایجاد اوراں میں سے جو حلیل کے بعد ایجاد ہوئے
 ہیں کوئی درں درں رماعی سے زیادہ دل آویز اور مرعوب طبع عوام نہیں کیونکہ
 موسیقی کے فن کاروں نے اس درں میں یس یس لیں اور لطیف لطیف

لب راعی گوئی سلت جس کا ذکر فرجی کے مسوق الذکر شعر میں آتا ہے۔
سار فطر اہیں :-

وطلب نام کسی شاعر کا یا ہم کو ہیں جلیا فرجی جس کا یہ شعر ہے اس
یہ سلسلہ میں دعوت مائی ہو۔ اس لیے الوطلب تراء گو کا راء اس
سے تو بہر حال پہلے تھا۔ ایک خیال ہوتا ہو کہ الوطلب الوولف تو نہیں
یہ امر سراپا نفس طلب ہو اور اگر یہ صحیح ہو تو راء کوئی کار نامہ میری

مدی بھری کے اوائل میں پہنچ جائے گا : (صفحہ ۲۲۹ حیات)
ن اللہ ابھی تحقیقات شروع بھی نہیں ہوئی لیکن سید والا مرلت
ی یہ حکم لگا دیا کہ اگر یہ صحیح ہو تو تراء گوئی کا راء یہ میری صدی میں پہنچ جائے
کہ یہ غلط ثابت ہوا تو پھر کون سی صدی میں پہنچ جائے گا؟ یہاں ہم ہمد
ن تحقیقات سے اعراض کر کے اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ حسیا اس سے
ہو چکا ہے شعر الا حسن میں الوطلب کا نام مذکور ہے فرجی کے مائے قصیدے
رکھتا ہے جس میں لے 'روی' اور قافیہ عصا - رجا - عجب - ادب
یہ ہے۔ اس مرآت کو حاشیے ہوئے الوطلب کی جگہ لوڈلف کو قبول
حسن کے سید صاحب محرک ہیں ہمیں لے شمار مشکلات سے ساقط
لیونکہ نہ صرف الوطلب کو لوڈلف میں تبدیل کرنا کفایت کرے گا بلکہ
، کے تمام قافیوں کی لے کو حسن کی تعداد میں بھی اس ہونے کے ساتھ
پاڑے گا جس سے ہمارے مصحح صورت حال میں آہو جائے گی۔
معاملہ بین آئے گا جو سعدی کے مصرع سے شاید کہ یا لگ حصہ ماسد
میں سے بین آیا تھا۔ لہی اس کے پہلے شعر سے
تا مرد سخن لقمہ ماستد عیث ہر سرت ہفتہ ماستد

میتھی کہتے ہیں اور عربی حوالے راعی "بالفاظ دیگر راعی بحیثیت اصطلاح موسیقی تراہ کہلاتی ہے۔ باعتبار شعر و موسیقی اور عربی حوالوں میں راعی کہلاتی ہے۔ اس سے بیشتر مصنف نے قول۔ عول اور تراہے کا فرق موسیقی کے اعتبار سے دکھایا تھا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مرادف ہیں۔ اس کا ثبوت ہمارے پاس یہ ہے کہ تمس قیس نے اپنی اسی لصیف میں کسی دوسرے مقام پر عول و راعی کی جھیں سید صاحب ایک سمجھ رہے ہیں جدا جدا صراحت کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف مذکور کے نزدیک عول و راعی لطم کی دو مختلف اقسام ہیں۔ عول کے متعلق لکھتے ہیں :-

"عول در اصل لغت حدیث رمان و صفت عشقاری مایتناں و ہنالک در دوستی ایٹاں است و معارلت عشقاری و ملاعمت است مازاں و بیشتر شترائے معلق و کر جمال مشوق و وصف احوال عشق و تصانی را عول حواسد و حکم کم مقصود و عول تردد مع خاطر و حوت آمدن است ماید کہ ساراں مردے خون مطبوع و العاطی عذب سلس و معانی رائق مروق ہند و در لطم آں از کلمات متکرہ و سخنان حق محرز مافد" (ص ۳۸۸ المعجم)

اور راعی کے متعلق کہتے ہیں :-

"بھیں راعی کہ میت اذں در قسم عروس مترج آں گفہ آمدہ است حکم آکھ ناء آں مرد و سیت میت نیست ماید کہ ترکیب اعراں و درست قوائی شکم و الفاظ عذب و معانی لطیف باشد و از کلمات حشو و تحذیسات مستکر و تقدیم و تاخیرات ماحوت حالی بود و اگر باں چیرے ارماعات سکنس و مستعدات مشنوع یوں مطالقہ لطیف و تہیہ درست و استعاراتی لطیف و تقابلی مورد و ایہامی تیریں یار بودیکو تر آید" (ص ۳۸۸ المعجم)

عہلی سلسلہ ۲۲۶ھ میں وفات پا کر مروے تاسع دومارہ جم لے کر یعقوب بن لیث کے دربار میں بحیثیت شاعر نمودار ہوتا ہے اگرچہ مولانا ابوالدلف کو یعقوب صفار سے اقدم بھی ماں رہے ہیں۔ ایک لطف یہ ہے کہ حسب حساب سید کو دولت شاہ کا میتہ اس الکعبہ مل سکا تو منت الکعبہ پر قناعت کر لی جس کا زمانہ عہد آل عمرہ بیان کرتے ہیں۔

سید صاحب کا خیال ہے کہ رودکی کے رائے میں عربی کوئی آاد تہرہ تھا اسی سا پتیس قیس کا روایت کردہ قصہ جو رماحی کی ایجاد پر روتی ڈالتا ہے اور جس میں رودکی شاعر عربین کے مروار میں عید کے روز سیر و گشت میں مضبوط دکھایا گیا ہے۔ اس کے نزدیک ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ حسب ہنری آبادہ تھا تو شاعر وہاں کیوں جاتا (دیکھو ص ۲۳۰ ح ۱)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ غز میں قدیم تہرہ میں سے ہے روایت تاریخ کامل عبدالرحمن بن عمرہ کلمات حضرت عثمان غفرین کو منج کرتا ہے۔ (ج ۳ ص ۲۸۱) سیتاں میں مذکور ہے "دعویٰ یعقوب بن الیث ملک الدیا کرد (ص ۲۳۰) ۲۸۶ھ کے قریب یعقوب کے بھائی عمرو لیث کے رائے میں ماسد ہندی دآماں ہندی متحد ہو کر عرب میں پرچم آتے ہیں اور عمرو کے عامل مرد عالی کو شکست دیتے ہیں (۲۵۵ تاریخ سیتاں)۔ اسی حادثہ کے ایک اور فرد لیث بن علی کے ہمد میں اس کا سالار معدل سلسلہ ۲۹۶ھ میں غالب کو قید کر کے لیث کے پاس سیتاں بھیجتا ہے اور پھر عرب میں پہنچ کر سمجھ کو قتل کرتا ہے حکم کی روح معدل کی تلافی کرتی ہے لیکن معدل عرب میں نہیں جاتا (ص ۲۸۸ تاریخ سیتاں) ۲۹۸ھ کی دہلی میں آتا ہے۔ دھڑلہ سیتاں دست و کامل دعویٰ ملے سے آباد کرد۔

کے قادیوں گفتم و ہفتہ کوئی ترمیم کی خاطر گفتم و ہفتہ پڑھے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ یہ الودلف کا بدل الودلف جو بقول دولت شاہ یعقوب صغار متوفی ۱۰۱۵ھ کے دربار میں اس الکعب ایک اور شاعر کے ساتھ راعی کا موجد مانا گیا ہے۔ اور موجودہ تحقیقات حس کا کوئی بیانشان نہیں دیتی ہیں تو صرف دولت شاہ کے تخیل کی ایک مخلوق معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہمارے محترم نے اس غیر حقیقی شخصیت کو حقیقی شخصیت دینے کے لیے مامون و معتمد کے عہد کے ایک امیر الودلف عجمی متوفی ۱۰۲۲ھ کے ساتھ شناخت کر لیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں -

قولہ دولت شاہ نے اسی روایت میں یعقوب صغار کے دربار کے حس و شاعروں کے نام لیے ہیں۔ ان میں سے اس الکعب سے ہم قہم ہیں البتہ راعی و الکعب (دھڑکے) کا ذکر ملتا ہے۔ جو عہد سلطنت عرب میں (۱۶چھویں صدی) میں تھی (عربی ۲-۶۱) دوسرے شاعر الودلف عجمی کا تذکرہ سیاسی و ادبی کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ شخص سلاطین عرب اور مامون و معتمد کے عہد میں ایران کا سمیع سالار تھا۔ قائم بن عیسیٰ نام تھا۔ اس حکماں نے اسی نام کے تحت میں اس کا یثرا حال لکھا ہے۔ ۱۰۲۲ھ میں اس نے وفات پائی ”وغیرہ وغیرہ۔ اور آخر میں اصناف ہوا ہے۔“ اس کا رمانہ امیر یعقوب صغار سے پہلے تھا۔ یعقوب صغار کے عہد میں اس کے بیٹے عبدالعزیز بن الی دلف کا نام اصحاب کی سیاسیات کے سلسلے میں آتا ہے۔“

(صفحہ ۲۲۱-۲۲۲ ج ۱)

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت مولانا نے اس دونوں اشخاص میں کسے اشتراک کے سوا کیا وجہ مماثلت دیکھی کہ دونوں کو ایک مان لیا۔ گویا امیر الودلف

آتا ہو جس کی سات راعیاں درج کی ہیں۔ اور آخر میں اصنامہ کیا ہو کہ اس رباعی کو
 یہ بھی یقین ہیں کہ وہ داعی اسی کی ہیں۔ ”فصل سیدے فارانی
 کا تو اس انداز سے اعلان کیا ہے جس سے گماں گزرتا ہو کہ داعی گوئی مدت لغز
 اس کا بیٹہ رہا ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”راعی گو حکیموں میں پہلا نام اور
 مطلق راعی گو یوں میں تیسرا نام معلم ثانی الواصر فارانی المتونی سلسلہ ہجری کا
 ملتا ہو۔“ (مسئلہ خیام) تین غیر مصرع راعیاں اس کے نام پر نقل کی ہیں
 جو اوروں کی طرف بھی منسوب ہیں۔ سید صاحب کے نزدیک فارانی کی داعی
 گوئی کے یہ قرائن ہیں کہ گو سلسلہ وہ ترک تھا مگر اس زمانے میں عجم و رکتاں کی
 عام رماں فارسی ہی تھی۔ اس کے علاوہ وہ متعدد زمانوں سے واقف تھا اس
 لیے اس کی طرف فارسی رماعیات کا امتساب غیر متوقع نہیں ہو۔ بہتر زوری
 کی تاریخ الحکما میں ہو۔ اصلہ فارسی: ”میں کہتا ہوں ایسے غیر متعلق قرائن ہیں
 راعی تو بہت ہوتی ہیں فارانی کے حصے میں ایک راعی دیے کو بھی ہیں
 آادہ ہیں کر سکتے۔ آگے حاکمہ خود ہمارے موم یقین اور لے یقینی کے
 سیلاب میں بہ گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”مگر اس قرائن کے ماوجود کوئی
 قدیم اور غیر مشکوک دلیل اس کے راعی گو شاعر ہو لے یہ ہمارے ہاتھ میں
 نہیں ہو مگر اس کے کہ بہتر زوری لے تاریخ الحکما میں اس کے حال میں
 لکھا ہو: ”دل استعار حسنة حکمیة“ اور اس کے اچھے حکیمانہ اشعار ہیں
 اور اس کے عربی حکیمانہ اشعار دو صعوں میں نقل کیے ہیں۔“
 یہاں ایک سوال ہو سکتا ہو کہ اس دو صغے عربی اشعار کی سایہ ہم کیا
 فارانی کو فارسی کے میدان میں راعی گو شاعر اور راعی گو حکیم کہے میں العاط
 کا سچا اور لے معنی استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ ۹۔

محمد بن علی اللہ آبادی گروہ (ص ۱۹)۔

امیر نصیر احمد سامانی علیہ السلام کے سال جلوس کے ذکر میں یہ عبارت ملتی ہے۔ - وعلیہ اللہ من اجمعین جہانی درست و سچ نود و سید طالقانی را گرامت وہ بعد از استاد فصل و حالہ مرعہ و نہت درست یافتہ -

(ص ۱۹ احوال و استعارہ رود کی حلد اول)

اں مثالوں سے قوت میں رود کی کے رالے میں ایک اہم اور آباد تہر معلوم ہوتا ہے۔ ایک امر دل چسپی کا موجب یہ ہے کہ مرت الکعب جسے ہمارے سید مراد مت عونی آل عرہ کے رالے میں حلقہ دیتے ہیں شیخ فرید الدین عطار جو عونی سے بھی اقدم ہیں۔ رود کی کی معاصر تاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس لے رود کی کے ساتھ مشاعرے کیے ہیں جن دنوں رود کی اس شاعرہ کے وطن میں آیا تھا۔ وہ اس کا نام زین العرب تاتے ہیں۔

میں نے اوشکور لہجی کی ایک رماعی کو جس کا آفرین مامہ علیہ السلام میں حتم ہوتا ہے۔ سب سے قدیم رماعی بتایا تھا اس پر سید صاحب لے اعتراض کیا اور کہا کہ ایسی رماعیاں عونی کے ہاں دس بارہ سے زیادہ ہیں۔ یہاں میں یہ دیکھے کی کوشش کرتا ہوں کہ سید صاحب کے نزدیک سب سے قدیم رماعی کون سی ہے۔ انھوں نے سرپرست عطلہ ماد عیسیٰ متوفی ۱۱۹۰ھ کی رماعی کو حلقہ دی ہے مگر جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں وہ رماعی دوسریت ہیں اور دوسری نہیں ہے۔ آگے سید صاحب نے امیرید لسطامی متوفی ۱۲۳۰ھ کے مامہ پر میں غیر مضارع رماعیاں دی ہیں اور رماں کی معنائی اور والدہ اعستانی کی تائید مرید کی ماہر اں رماعیوں کو امیریدی ٹکسال کا نہیں مانا۔ رماں بعد رود کی کا سر لہ نصیل کے لیے ملاحظہ ہو اور ٹیل کا لے میگریں۔ مئی ۱۲۵۰ھ۔

دقتی کی دوع لیں تو لسان الالباب عونی میں موجود ہیں میں صرف اس
کے مطلعوں پر قناعت کرتا ہوں۔

کاشکے اندر جہاں تہ سیسی ہمارا ہجر اس لہ سیسی
اور ۔۔۔

ای امر ہمیں نہ سچ تم میں اندری دم رس رما کی دہ آسای و کم گری
تمس قیس دقتی کی ایک اور عزل نقل کرتے ہیں اور رائے دیتے ہیں۔
”و دقتی عزل مشکول کھفتہ است و علت لے اتطامی ارکان استغلاف
احمد در تول طبع مدیں میت لستی دارد۔ دوعول ایست۔“

ست سیاہ مدان رنگاں تو ماند سیدہ وریا کی رجاں تو ماند
عقیق را چو ساسدیکست دہ گراں کہ آنداز بود مالساں تو ماند
سوتاں لوکاں ہر گز تسمیت گل شکفتہ بر حصار گان تو ماند
دو تیم آہو دو دگر شکفتہ یار درست راست مدان چیمکان تو ماند
کماں مالیاں دیدم و طاری تیر کے کر کشیدہ تنود ماروان تو ماند
ترا سرویں بالا قاس توں کرد کی سرور اقدو بالادان تو ماند
(صفحہ ۱۳۰، المحکم)

راۃ بہت کعب الفرداری کی عزل کی لست عونی رقم کرتا ہوں۔
”و ایس عزل ارکوب العراں در جلادت زیادہ است۔“ (صلی لسان) میں صرف
مبلغ درج کرتا ہوں۔

مرا لست ہی حمل کنی محسل چہ حمت آرمی میں حیلے عوئل
سلہ اس درں کو شکول کہنا سراسر تکلف ہو۔ اگر محمول لیا جائے تو لے اتطامی
ادکان کی شکایت خود بخود رفع ہو جاتی ہو۔

ایک موقع پر ہمارے مکرم، شیخ احمد مدنی سرداری ۱۵۸۲ھ میں
موجود تھے اور شیخ فرید الدین عطار المتوفی ۶۲۴ھ کے ذکر کے بعد
رقطار ہیں۔

”اس وقت تک تناعوی کے حواصاف رواج پر سے وہ قصیدہ
متنوی اور قطعہ تھے“ (ص ۲۲۹)

بھر رہا ہے ہیں۔ اور عرل بحیثیت ایک مستقل صنف سخن کے اب تک
پیدا نہیں ہوئی تھی جس میں معنی کے لحاظ سے ہر شعر سمجھائے خود مستقل بتا ہو
کمال اسماعیل متوفی ۶۳۵ھ ہجری نے اس طرح کا آغاز کیا اور شیخ سعدی المتوفی
۶۹۱ھ ہجری نے اس کو کمال کو پہنچایا اس لیے فلسفہ و حکمت کے مختصر
متفرق خیالات کے لیے رماعی کے سوا کوئی حیر اس وقت موجود نہ تھی۔
(ص ۲۵۱ ختام)

اس عہد سے بیشتر قول و عرل و تراہ حسیا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں تنوعی
تثلیث ہے ہوئے تھے مگر کمال اسماعیل کے دور میں عرل قوام میں آکر سختہ
ہو گئی، معلوم نہیں سید والا حاحہ اس لوگوں کو کیا کہیں گے جو عرل کے علیحدہ
وجود کے رودکی کے عہد سے قائل ہیں۔ مثلاً محمود کے دربار کا ملک الشعراء عصری
رودکی کی عرلیات پر رشک کرتا ہو اور کہتا ہو کہ میں رودکی کی طرح عرلیں
ہیں لکھ سکتا۔

عرل رودکی وادسیکو رود عرل ہائے مں رودکی وادسیت
میں یہاں رودکی کی عرل کا ایک مطلع بھی درج کر دیتا ہوں۔
کس فرستاد ستر آں مت حیار مرا
کہ کس یاد لشعر اندر لسیار مرا

لاب آں ہتر کہ در میداں سر ماراں ریم
 مترط دعویٰ بیست تہا گوی و چو کاں ہنس
 حال ہی میں حس میں لے راسمی کی تقطیع کے آنا، طرہے پر قسم اٹھا
 جیسا اس کی تاریخ کے سلسلے میں محدودی پروویسڈ اکثر تہا اہال۔۔۔ سید
 صاحب کی تالیف کا بھی ذکر کیا جس میں راعی یہ ایک طویل الدیں مسموں موجود
 ہو اس طرح سید صاحب کے اعتراضات سے مجھے دیر میں اطلاع ملی اور
 نہ میرا تصور نہیں اگر حواس دیر میں دیا گیا۔

— () —

معد عام برس لاہور میں ماہنامہ لالہ موٹی رام ملکھری چھپی۔
 اور سندھ صلاح الدین جمالی ملکھراجس برقی آردو (ہند) نے دہلی سے سائیکس کی +

مترولے عہد میں سے عصری اور فرخی کی عولیات اس شاعروں کے دیوانوں میں موجود ہیں۔ عصری کی عول کے مولے عونی نے لابل الالاب میں ص ۵۶ پر اور الوالیت طبری کے ص ۵۶ پر۔ امیر معری کے ص ۵۶ پر۔ عبدالواسع حلی کے ص ۱۰۶ پر۔ خالد بن الربیع کے ص ۱۲۴ پر اور سنائی مردوی کے ص ۱۲۴ پر مرقوم کیے ہیں۔ ابوری وحاتانی کے تو مشتمل دیوان موجود ہیں حواں کے کلیات میں شامل ہیں۔ بلکہ سنائی المتوفی ۵۲۵ھ کے ہاں عول ایک نئی کر وٹ لیتی ہے۔ قطع میں تخلص کا استعمال ماقاعدہ شروع ہوا جاتا ہے۔ وارث حقیقت کو محار کی رماں میں ادا کرنا ابھی سے شروع ہوتا ہے اور صومعہ کو حیراد کہہ کر حرامات لینی اختیار کی جاتی ہے۔ عطاء اور مولانا روم سنائی کی بنیادوں پر قصروایوان کھڑے کرتے ہیں۔

سامانیوں، عربوں اور سلجوقیوں کے عہد میں عول کے وجود سے انکار کرتا تاریخ کے مسلمہ واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

یہاں میں اس بحث کو ختم کر کے عرض کرتا ہوں کہ سید صاحب ممدوح کی آرا رماعی کی قدامت اور دیگر امور متعلقہ کی مامت نہ صرف ہماری می رقیابا سے متنازع و متفاوت ہیں بلکہ اُن سے عام غلط فہمی پیدا ہونے کا بھی احتمال ہے۔ اسی لیے مجھے اس بیانات کی تردید کی حرات ہوئی۔

مجھے شکایت ہے کہ سید صاحب نے مادودیکہ کئی موقعوں پر مجھے اپنی قابل قدر تالیف حسیام میں ملزم بھٹیرایا ہے۔ لیکن اس کا کوئی لسمہ میری اطلاع کے واسطے حسب رواج رماہ مجھے نہیں بھیجا۔ اور مجھ کو لے جبر رکھ کر لائی تعویہ قرار دیا۔ میں اس یک طرفہ کارروائی کے خلاف احتجاج کرتا ہوں۔ یہ حصیہ تیرا داری نامناسب ہے۔

اشاریہ

فہرست اول، اشخاص و مقامات

احمد سن مہل - ۱۳۶	
احمد عبد القہار { ۱۵۱-۱۵	ابی - اعلیٰ ۲۷۱
در پر مسعود سلطان	اور بایجان - ۲۸، ۲۰
ابو احمد عثمی - عمید - ۷۲	افر سرزین ۱۳۹
احمد محمد بن سلطان محمود - ۷۲	آزاد سرود ۱۳۶
احمد بن مسعود بنیہ { ۱۷۲	مرزا ہیم عزیزی - سلطان - ۵۳-۹۷
حاجہ رئیس مدوح سائی	ایورود - ۱۸۹
ادیب صابر - ساعر - ۲۶-۲۶۲-۲۶۵	اتیر الدین اڈامی - { ۵۳۵
آران - ۱۵۳	ساعر - معاصر کمال
ارسلان خان (جادو) { ۸۹	احمد - حواہ - مدوح سوچیری - ۱۵۲
عایل طوس	احمد بن الکریم یا مکی { ۵۳۳
ارشد الدین - شاعر { ۲۵۸، ۲۰۶	مدوح کمال نہیں
مدوح الوری	احمد پیرور شاہ - سلطان - ۲
ارمن - ۱۵۳	احمد نوکدار - سلطان - ۳۲۸
ازرقی - ۱۵	احمد بن حسن میدی - ۱۶، ۷۹، ۷۲، ۷۳
الواسحاق - ۵۲	۸، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴
	سعد - ۱۶۱

لے انجمن ترقی اردو اس اشاریہ کی تیاری کے لئے شیخ محمد داؤد صاحب جلفا الرشد
رہنمائی فرمائی، انشاء اللہ صاحب کرامت گرامر (سکریٹری) کے ہوتے ہوئے

ہلول دریا، شیخ - ۴۱۷۷	ابو بکر محمد بن مظفر - ۴۶
ہفتی - اوالصل - ۴	ابو بکر نصر الدین - ۱۹۹
ب	بلخ - ۲۱۱۷۷۷
بشتن - ۹۳	بلعم - ۲۵۳
پورنگیں - ۱۵	بلعمی - ۱۶
ہلوان محمود - ۴۵	بلعمی - اوالصل { ۱۵ - ۲۹
پیرور شاہ س طغان گیں { ۲۵۷	دربر امیر نصیر { ۱۵ - ۲۹
ممدوح الوری { ۲۵۷	بہار الاسلام محمد الدین محمد { ۲۵۷
ت	ممدوح الوری { ۲۵۷
تاج الدین امرتیم { ۲۵۷	بہار الدین علی { ۲۵۷
ممدوح الوری { ۲۵۷	ممدوح الوری { ۲۵۷
تاج الدین جس مخت - ۲۱۱	بہار الدین عیدوس { ۵۴۴
تاج الدین علی بنروالکثیر { ۵۴۴	ممدوح کمال بنیل { ۵۴۴
ممدوح کمال بنیل { ۵۴۴	بہرام المود - ۱۳
تاج الدین عمراد { ۲۲۳ - ۲۵۷	بہرام س بہرام پادلی - ۱۳
ممدوح الوری { ۲۲۳ - ۲۵۷	بہرام شاہ سلخوق { ۳۳۲، ۳۳۳
تاج الملوک - مادساہ { ۲۵۶	محمد الدین { ۳۳۲، ۳۳۳
ممدوح الوری { ۲۵۶	بہرام شاہ { ۱۶۷ - ۱۶۸
تاج س حراسانی ہروی { ۱۳۸	سلطان عرووی { ۱۶۷ - ۱۶۸
ردان داد - شاپورستانی { ۱۳۸	بہرام شاہ س مروان شاہ - ۱۳
تاج ریزہ سشاعر - ۲۹۱	ہلول - شیخ الشیوخ - ۱۴۰ - ۱۴۱

اسحاق - مھر الزماں { ۲۵۷	اوحدی مراعی، رکن الدین - ۳۳۹
مدوح الوری، { ۲۵۷	اوکٹائی قآآں - ۵۹ سعد
اسعدس حاربس منصور { ۱۵۱	ایاز - ۶۸ سعد - ۷۲
امام حیلان - مدوح سوچری { ۱۵۱	۳ سعد ۱۱۶، ۱۱۱
اسدی طوسی خرد - ۲۶، ۱۵۲، ۱۵۳ سعد	ایوب انصاری - ۱۹۳ سعد
اسدی طوسی کلاں - ۱۵۲، ۱۵۳ سعد	
اسعد - حاحہ سید - ۷۲	
اسعد یار - حاحہ { ۲۵۷	ماثر (گالو) - ۸۵ سعد
مدوح الوری { ۲۵۷	نایزید بیظامی - ۴۹۱، ۴۹۲ سعد
اسمعیل - ۵۵۰	۵۸۳، ۵۸۹ -
الب ارسلان - سلجوقی - ۱۶۱	بگنقو - مدوح سوچری - ۱۵۱
الیشکین - ۵۲	بخارا - ۴۴
التمش - سلطان - ۲۹۱ سعد	یدالدین سقر - { ۲۵۷
الح حاس داربک، { ۲۵۷	مدوح الوری { ۲۵۷
اساج سقر - مدوح الوری { ۲۵۷	بدہنہ - (قصہ) ۱۸۹
انوری - ۱۸۹، ۱۹۰، ۲۳۵ سعد	بدیع الدین کاتب - ۹۰ سعد
سعد - ۴۶۷	برمؤں - پروفیسر - ۸۱ سعد
اوحدا الدین انوری، دیکھو انوری	برہان الدین ابوالحسن مریانگر { ۱۷۰
اوحدا الدین اسحاق { ۲۵۷	مدوح شای { ۱۷۰
شوالامرا، مدوح انوری، { ۲۵۷	برہانی - امیرالشرا، ۱۶۳
اوحدی کرمانی - ۳۳۹	ابوبکر حصیری، حاحہ سید ۸۰، ۷۲
	ابوبکر عبداللہ بن یوسف - ۷۲

۵۱-۴۵	الواکس علی بن الیاس
۵۲	آلایہی (آجی) اولی گراں
۴۸-۴۹	حسن بن منصور - ۴۱۹-۴۲۰
۴۸-۴۹	۴۸۳-۴۸۴
۶	حفص بن احوص یکم سدی
۴۲-۴۳	حمید الدین ماضی صاحب
۲۳۱-۲۳۲	مقالات حمیدی
۱۵۱	حمید بوسهل روزنی
۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶	دیر سلطان سید مدوح مدحی
۲۹-۵۸۶-۵۸۷	حنظله بادغیسی
۹۴-۹۶-۹۷	ابو حنیفہ اسکاف
۱۳	ابو حنیفہ دیوری
خ	
۲۲۲-۲۶۴-۵۲۹	خاقانی
۱۹۰	خاوران
۱۳۹	خرہ فیروز
۳۲۲	حسرو - امیر
۳۲۳-۳۲۴	حسرو تیرین نظامی
۲۲۳	خوارزم شاہ افسر
۱۴۶	خیام
۳	داستان گستاخی
۳	دارحاشیہ
۱۳۵-۱۳۶	دالقی (الرسول محمدی)
۱۶-۱۶۴	احمد طلوی
۵۸۴	
۱۵۴	ابو دلف شیبانی
۵۸۱-۵۸۲	ابو دلف علی
۲۳۱-۱۵۳-۲۳۲	ابو دلف کرکزی
د	
۵۸۴-۵۸۵	دابعہ بنت الکعب
۱۱	دازی محمد و کرمان لاری
۱۵۱	دزیج بن رزیج
۱۵۱	مدوح مدحی
۶۳۳-۶۳۴	ابی رجا - یکم تہا لدر شاہ
۶۳۳	علی ابی رجا لدری
۵۴۳	رشید الدین وزیر
۵۴۳	مدوح کمال اسمیل
۱۴۹	رشید الدین فضل اللہ
۱۴۹	صاحب جامع التواریخ

جمال الدین عبدالرزاق { ۵۲۷-۵۲۸
حافظی، { ۵۲۹

جنید - { ۵۲۸-۵۲۹
حوینی تیس الدس - ۳۲۸
حوینی - علامہ الدین عطا ملک - ۱۷۹

چ

چغانیہ - ۶۷

ح

حاجتمس { ۵۳۳
مدوح کمال ایل

ابوالحارث فریغونی { ۵۵
والی گودگان

حافظ - حواحد - ۴۶۸

الوحر بنختیار محمد - مدوح سوہری { ۱۵۱

حسام الدین حسین { ۲۵۷
مدوح الوری

ابوالحسن بن الحسن { ۱۵۱
مدوح سوہری

حسن بن صباح - ۱۷۸

حسن بن علی بن موسیٰ عمرانی { ۱۵۱
مدوح سوہری

تبریز - ۲۶

تفرش (واقع قم) ۲۹۷

تکلیف خوارزم شاہ { ۵۲۸-۵۲۹
علامہ الدین { ۵۲۸-۵۲۹

ج

جامی - ۳۲۲

جعفر صادق - امام - ۴۱۱

جلال الدین ابوالفضل { ۲۵۶
علامہ الملک - مدوح الوری

جلال الدین احسان { ۳۳-۳۴
الواظف { ۳۲۸

جلال مسکوہر بنی - ۵۸-۵۹
۵۴۲

جلال الدین والدین { ۲۵۶
مدوح الوری

جمال اشرف { ۲۵۷
مدوح الوری

(اصل) جمال الدین { ۲۵۷
مدوح الوری

جمال الدین ابوالمفاخر { ۱۷۵
مدوح تسائی

۲۵۸	شجاعی - مدوح الوری	۵۴۳	سلطان بابک -
۵۴۳	شرف الملک من حاتم الدولہ	۱۳۸	سلیمان طوسی -
	اردو شیر		سلیمان ندوی - سید - ۵۴۸ بعد
۴۶	شفیق بلخی -	۲۶۵	سمائی - شاعر - ۲۶۱ بعد
۵۴۸، ۱۶، ۱۵، ۱۱	الوشکور بلخی -	۲۶۱	سائی - ۱۶۷ بعد
	شمس الدین ابو جعفر محمد - ۳۲۲ بعد		سنہر - سلطان ۶۵ ۱۶۳ بعد - ۱۷۵
۲۵۷	شمس الدین اعلیک	۱۹۱	سعد - ۲۸ بعد
	مدوح الوری		۲۳۳ بعد ۲۳۵ بعد
۲۵۷	شمس الدین بہروز	۲۴۲	سعد - ۲۶۲ - ۵
	مدوح الوری		سحری - شاعر - ۲۶۵
۱۷	شمس الدین محمد	۲۶۵، ۲۱۳، ۲۱۱، ۱۷	سوزنی
	من عمر من عبد العزیز مارہ		سومناٹ - ۷۶ بعد ۱۱۱ بعد
۵۴۴	شمس الدین عمار ری - ۵۴۴		ابوہل دبیر - ۷۲
	شمس الدین محمد		ابوہل رین الرؤسا
۱۴	لاہی اسیری لوری	۷۲	احمد حسن
۲۶۸	شمس ترمیر -		ابوہل عراقی - وکیل ۷۲
۵۷۷	شمس قیس -		ابوہل عمر - خواجہ سید - ۷۲
۵۳۵ - ۵۳۷	شہاب الدین		
۵۴۲	صاحب اعظم		
۵۴۲	شہاب الدین بہروردی - ۸ بعد		
۱۲۱	شہر یار اسپہد		
		۴۲	شلی شج
		۱۷۷	شلی - مولانا - ۱ بعد - ۱۷۷

ش

رتبیدی سمرقندی - ۱۷	زرخانی ۴۷
رضی الدین الوریضا { ۲۵۷	زین الدین عبداللہ { ۲۵۶
مدون الوری	مدوح الوری
رکن الدین اکاف شیخ - ۳۵۹	رین الدین علی بہروردی { ۵۴۴
رکن الدین صاعد { ۵۲۸ - ۵۶	مدوح کمال انبیل
سعد	زینتی علوی - ۴۹۶
رکن الدین مسعود صاعد { ۵۴۴	ژ
مدوح کمال انبیل	ژو کوفسکی - پرومیر - ۱۸۳
رکن الدین فیروز - ۲۹۱ - ۲۹۲	س
رکن الدین { ۵۲۳ - ۵۲۵ - ۵۳۱	سبکتگین - ۵۵
قاصی القضاہ { ۵۴۴	سدید الدین بیہقی - ۲۲۳
رؤحانی حکیم - ۲۶۵ - ۱۳	سراجی - ترمذی - ۲۵۸ - ۲۷۷
رودک - ۱۳	مدوح الوری
رودکی - استاد الوعد اللہ صفرین {	سرخس - ۱۲۸
مدرس حکیم عبدالرحمن اسلم سمرقندی {	سرخوت - ۳۱۵
۱۲ - ۱۲۹ - ۱۲۹	سعد الدین شامی - ۳۵۹
۱۶ - ۱۶۷ - ۵۸۳	سعد رنگی - ۵۴۳
رؤمی - مولوی - ۱۶۷ - ۱۷۴	ابو سعد مظفر - ۲۶
رونی - الوالمرح - ۲۶	ابو سعید سلطان - ۳۴۸
ز	ابو سعید الوالمرح - ۲۱۱
زادویہ شاہویہ اصفہانی - ۱۳	ابو سعید محمد مظفر محتاج حیاتی - ۲۵ - ۲۶

شہید نامی - ۱۱ سعد - ۱۶۷۱۲۰

ص

ابو صالح منصور بن نصر - ۴۵

صدر الدین عمر محمدی - ۵۴۴

صدر الوزر امویہ الملک - ۲۵۷

صفوة الدین مریم - ۲۵۶

صفی الدین عمر - ۲۱۱ - ۲۱۵

صفی موفق سبکی - ۲۵۷

ض

ضیاء الدین - صدر کسمیر - ۵۴۴

ضیاء الدین احمد بن الکر - ۵۴۲

ضیاء الدین منصور - ۲۵۷

ضیاء الدین - ۵۳۵ سعد

ط

ابو طالب نعیم - ۲۱۱

ابو طاهر الطیب المصعبی - ۳

ابو طاهر خسروانی - ۳ - ۴۹

طبران - ۸۶

طبرستان - ۸۶

طبری - ۱۳

طغان شاہ بن ابی اسلان - ۱۵

طغرل - علام سلطان محمود - ۷ - ۷۴۴ سعد

طغرل اس ارسلان - ۳۲۴

طغرل تگین - ۱۹۶، ۲۱۲، ۲۱۹، ۲۲۴، ۲۱۷

ابو طلب - ۱۱ - ۵۸۱

طلحہ مروزی - ۵۳ - ۲۶۱

طوس - ۸۸ سعد - ۱۱ سعد ۱۲۸

طوس - قاضی - ۲۲۳

طوس بن لودر - ۱۰۱ سعد

طوطی - ملک - ۲۸ سعد - ۲۵۸

طیان مرغوی - ۳

ظ

ظہیر الدین ناصر { ۲۵۷

ممدوح الوری {

ظہیر فاریابی ۱۹۸ ہجرت - ۲۶۵ سعد

ع

عارف برگر - ۱۷۵

ابو العباس رنجنی - ۳ - ۵۲

ابو العباس صل { ۷۲ - ۱۰۹

بن احمد دیر { ۱۶۱

ابو العباس خواجہ {

ممدوح موہری { ۱۵۱

کمال سمیع ۵۰۶ سعد	فصل سبھی س صاعد - ۱۴۵
کمال الدین - حواصہ - ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۵۸	الوالفضل سعد الدین - دیکھو سعد الدین
کمال الدین ابی سعد مسعود - ۲۵۷	ف
کمال الدین خاں { ۲۵۶	قابوس ابن دسگیر - ۱۲۱ سعد - ۱۳۲
محمود صدری {	قاسم (قاسم الامار) ۲۶۸ سعد
کمال الدین محمد زور - ۲۵۷	الوالقاسم احمد - حواصہ - ۹ سعد
کمال الدین مسعود - ۲۵۷	قائم بامر اللہ - ۱۶۱
کمال الزماں - ۲۵۸ ۲۶۹	قرل ارسلان - ۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸
کمالی - ۲۶	قطب الدین - ۵۴۴
کوتنگلی حکیم ۲۲۱ سعد	قطراں تبریزی - ۱۷ سعد - ۲ سعد
کیکاؤس عیصر المعالی - ۱۲۳	۲۶ سعد ۱۵۳-۱۵۶
ل	قوام الدین ابراہیم { ۵۴۴
لعان سرخی - ۴۱ سعد	سرداری {
م	قوام الدین محمد { ۲۵۷ ۲۹۵ سعد
ماموں الرشید - ۶	حصیدی {
ماہوی س حوشہ ۱۳۸	ک
محمد الدین الوالحسن { ۲۳۷ سعد	کافی ہروی - ۲۲۳
عمرانی {	کریم الدین - ۵۴۴
محمد الدین الوطالب - ۲۱۴-۲۱۵ سعد	کریمۃ النساء { ۲۵۶
محمد الدین بغدادی - ۳۵۸ سعد	رضیۃ الدین {
محمد الدین خوارزمی - ۳۵۸ سعد	اس الکعب ۵۸۲ سعد

ف

۲۶ - فائق	الوعلی سینا - ۲۶۱ - ۵۴۹
۱۹۴ - ۲۲۳ - ۲۶۵	الوعلی شاداں ۱۸۱
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عہد الدین بیور شاہ - ۲۱۴ - ۲۵۳ - ۲۵۴
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عہد الدین ملک شاہ ۲۵۴
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	نمارہ مردی - ۵ - ۵۴۵
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عہد - صدر دیا - ۲۵۶
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عمر حیات - دیکھو حیات
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عمیق - ۲۶
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عمید الدین آصف تالی ۵۴۴
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عمید الدین پاریسی ۵۴۴
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عنصری - ۱۴ - ۵۹ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	۹ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غ
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غزنین - ۵۵
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غضائیری - ۴۲ - ۵۸
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غیاث الدین محمد سلوٹی - ۲۹۳
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غیاث الدین محمد { ۵۴۳
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	برادر مسکوری { ۵۴۳
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غیاث الدین { ۲۹۳
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	محمد عوری { ۲۹۳

۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	فائق
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	الوعلی شاداں
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عہد الدین بیور شاہ
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عہد الدین ملک شاہ
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	نمارہ مردی
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عہد - صدر دیا
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عمر حیات
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عمیق
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عمید الدین آصف تالی
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عمید الدین پاریسی
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	عنصری
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	۹ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غ
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غزنین
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غضائیری
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غیاث الدین محمد سلوٹی
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غیاث الدین محمد
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	برادر مسکوری
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	غیاث الدین
۲۶۵ - ۲۱۳ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۶	محمد عوری

ن	ہملاں امیر انولصر - ۱۸ - ۲۲ - ۲۳ سہد
ناصر الدین قلیغ شاہ	مہجیک چنگزن - ۹۶ سہد
۲۵۷ { مہدوح الوری	منصور - دیکھو حیس س منصور
ناصر الدین ملک محمدتم - ۱۱ سہد	منصور ابوالحسن عمیر - ۷۲
۵۲۴ { ناصر الدین مہنگلی	منصور حسن - ۷۲
مہدوح کمال	منصور عامر - ۲۵۷ {
ناصر حسرو علوی لٹی - ۲ - ۲۸ - ۱۳۷ سہد	مہدوح الوری
۴۴ سہد ۴۸۹ سہد	ابو منصور عبد الرزاق - ۱۳۳ سہد ۱۳۷ سہد
۵۰۳ سہد	منصور و ہسودان - ۲ سہد ۲۳
حکم الدس مہدوح کمال - ۵۴۴	منوچہر - ملک المعالی بن تن المعالی
حکم الدس کسری - ۳۵۹ - ۳۶۲	۱۲۲ { امیر قلاوس و تنگیر
۴۶۲ ۴۳۸ - ۴۳۲	منوچہر احتشاش - ۳۰۳
نصر - امیر - بلور - ۷۷ - ۷۲	منوچہری دامغانی - ۲۶ - ۶۲ - ۱۴۴ سہد
۱۲۳ { سلطان محمود	۱۵۶
نصر س احمد سامانی - ۱۵ - ۱۶ - ۲۵	مود و دس زنگی - ۲۵۲
۵۲ - ۴۹	مود و دشاہ ناصر الدین
نصرت الدین ملک	۲۵۷ { مویہ - مہدوح الوری
۵۴۴ { مہدوح کمال	موسیٰ بن عیسیٰ
نصرت الدین الوکر - ۵ - ۳ سہد ۳۲۷	۱۳ { امسروی
نصر فارابی - ۵۴۹ - ۵۸۵	موسیٰ فرالادی - ۳
نصر شکانی - ۱۶۲ - ۱۶۷	المویہ بلخی - ۳ - ۱۳

محمود - درر - ممدوح الوری ۲۵۷	مجدالدین علی اس عمر - ۲۵۷
محمود بن علی السائری المردی - ۵۴	محبب اللہ - ۴۵
مرادی حواصہ - ۳۰	محقق طوسی - ۳۴۷ - ۵۱۳
مرو - ۲۴۱	۵۴۹
مرو شاہ جان - ۲۸	محمد اتابک - ۳۲۶
مسعود سلجوقی - ۲۳۲	محمد - حواصہ - ۱۵۱
مسعود - عزیزی سلطان ۵۶	محمد بن ابراہیم سری - ۲۵۷
۶۲ - ۱۴۶	محمد اکاف - ۲۴۲
۱۵۱ - ۱۶۱	محمد بن ہرم برکی - ۱۳
مسعود رازی - ۵	محمد بن عمر - نصیر الملک - ۲۵۷
مسعودی - ۱۳	محمد قصری - ۱۵۱
ابو المنظر - ممدوح سوہری - ۱۵۱	محمد بن محمود غزنوی - ۵۳ - ۷۵ - ۱۲۵
مظفر الدین ابوبکر {	محمد معشوق طوسی ۹
ن سعد زکی ممدوح کمال ۵۴۳	محمد بن منصور سری - ۱۷۵
ابو المظفر چغانی ۴۵ - ۴۶ - ۶۲	محمد نور بخش - ۴۰۲
معروفی - ۱۷	محمد بن یحیی - ۱۶۲ - ۲۴۲
معزی - امیر - ۶۵	محمود - سلطان - ۴۷ - ۵۱ - ۵۵
۱۹۴ - ۲۱۳	۵۷ - ۶۴ - ۷۷
۲۶۵ - ۲۶۰	۷۷ - ۹۸
ملک شاہ سلجوقی - ۱۶۴	۱۱۱ - ۱۶۷ - ۲۳
ملک شاہ معظم بن طغان - ۵	محمود جیتری - ۴۶

نصر ملان - ۱۸ - ۲۸	نور الدین - ممدوح کمال - ۵۴۲
نصرین نصر - ابوالحسن	نور الدین - متی - ۵۲۵ سعد
۲۵۸ { ممدوح انوری	نور الدین ارسلان شاہ - ۳۲۹
نصیر الدین طوسی - ۵۵	نوری - شیخ - ۲۵۸
نصر الدین محمود - ۲۵۴	نوشیرواں ساسانی - ۱۳۵
۲۵۴ { ممدوح انوری	نوشیرواں س حالد - ۱۸۲
نظام الدین احمد مدرس - ۲۱۵ - ۲۱۱	پیشاپور - ۱۲۸ - ۲۴۲
۲۵۴ { نظام الدین محمد موبد الملک	
۲۵۴ { ممدوح انوری	
نظام الدین نظام الملک محمد	
۵۴۲ { ممدوح کمال	
نظام الملک صدر الدین محمد	
۲۲۴ سعد { دریر - ممدوح انوری	
۲۳۳ {	
نظام الملک طوسی - ۱۴۸ سعد	
نظامی - عروسی - عرقی - ۱۶۲ - ۱۸	
نظامی گنجوی - ۱۶۶ - ۱۶۰ - ۲۶	
۲۶۴ ۲۹۴	
نوح س منصور (نوح ثانی) ۴۴ سعد ۴۸ سعد	
نوح س نصر - ۵۲ - ۵	
نور الدین - شاعر - ۵۴۶ - ۵۴۵	

و

وطواط - رشید الدین - ۲۳۲ - ۲۶۲ - ۲۶۵

ذ

ہشام س قاسم سپاہی - ۱۳

ہلاکو خاں - ۱۴۹ - ۳۴۴ سعد

ی

یزید بسطامی - دیکھو مایرید بسطامی

یعقوب صفار - ۴ - ۵۸۲ سعد

یعقوب لیث - ۱۳۴ سعد

یوسف - امیر - برادر - ۴۲

۴۳ { سلطان محمود

یوسف - ملک - ۲۵۶

۲۵۶ { ممدوح انوری